تاریخِ احمدیت

جلد یازدہم

سیدنا المصلح الموعودؓ کی ہجرت پاکستان سے لیکر امان/مارچ ۱۳۲۷ہش ۱۹۴۸ء کے
یادگار اور عظیم الشان جلسہ لاہور تک کے ایمان افروز واقعات۔

مؤلفہ

دوست محمد شاہد

ناشر

ادارۃ المصنفین ربوہ

نام کتاب : تاریخ احمدیت جلد دہم
مرتبہ : مولانا دوست محمد شاہد
طباعت موجودہ ایڈیشن : 2007
تعداد : 2000

TAAREEKHE-AHMADIYYAT
(History of Ahmadiyyat
Vol-10 (Urdu)
By: Dost Mohammad Shahid
Present Edition : 2007
© Islam International Publication Ltd.

Published By:
Islam International Publications Ltd.
Islamabad,
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey GU10 2AQ
United Kingdom

Printed at:
Raqeem Press,
Islamabad, Tilford (U.K)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل فرماتے ہوئے اس زمانہ کے مصلح امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا کی۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے کس طرح دُنیا کی کایا پلٹ دی اس کا تذکرہ تاریخ اسلام میں جا بجا پڑھنے کو ملتا ہے۔ تاریخ اسلام پر بہت سے مؤرخین نے قلم اٹھایا ہے۔

کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کیلئے اُن کی آنے والی نسلوں کو گذشتہ لوگوں کی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے تا وہ یہ دیکھیں کہ اُن کے بزرگوں نے کس کس موقعہ پر کیسی کیسی دین کی خاطر قربانیاں کی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ بہت پرانی تو نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے الٰہی ثمرات سے لدی ہوئی ہے۔ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی قربانیوں میں آگے بڑھ سکیں اس غرض کے مدنظر ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اپنی تاریخ کو مرتب کرتی ہیں۔

احمدیت کی بنیاد آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل پڑی۔ احمدیت کی تاریخ مرتب کرنے کی تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا فرمائی۔ اس غرض کیلئے حضور انور رضی اللہ عنہ نے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کو اس اہم فریضہ کی ذمہ داری سونپی جب اس پر کچھ کام ہو گیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری ادارۃ المصنّفین پر ڈالی جس کے نگران محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تھے۔ بہت سی جلدیں اس ادارہ کے تحت شائع ہوئی ہیں بعد میں دفتر اشاعت ربوہ نے تاریخِ احمدیت کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جس کی اب تک 19 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

ابتدائی جلدوں پر پھر سے کام شروع ہوا اس کو کمپوز کر کے اور غلطیوں کی درستی کے بعد دفتر اشاعت ربوہ نے

اس کی دوبارہ اشاعت شروع کی ہے۔ نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۱۱ کو جلد نمبر ۱۰ بنایا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان سفر کے دوران تاریخِ احمدیت کی تمام جلدوں کو ہندوستان سے بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد پر نظارت نشر و اشاعت قادیان بھی تاریخِ احمدیت کے مکمل سیٹ کو شائع کر رہی ہے ایڈیشن اول کی تمام جلدوں میں جو غلطیاں سامنے آئی تھیں ان کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے۔ موجودہ جلد پہلے سے شائع شدہ جلد کا عکس لیکر شائع کی گئی ہے چونکہ پہلی اشاعت میں بعض جگہوں پر طباعت کے لحاظ سے عبارتیں بہت خستہ تھیں اُن کو حتی الوسع ہاتھ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی خستہ عبارت درست ہونے سے رہ گئی ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ اس وقت جو جلد آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جلد دہم کے طور پر پیش ہے۔ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس اشاعت کو جماعت احمدیہ عالمگیر کیلئے ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت کرے۔ آمین۔

پبلشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِيْمِ
وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

تاریخ احمدیت کی گیارھویں جلد

(رقم فرمودہ مکرم و محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب)

امسال ادارۃ المصنفین کی طرف سے تاریخ احمدیت کی گیارھویں جلد شائع ہو رہی ہے۔ یہ جلد جماعت احمدیہ کے پاکستانی دور سے شروع ہوتی ہے جس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کن حالات میں احمدیت کا قافلہ اپنے مرکز سے ہجرت کرکے پاکستان میں داخل ہوا اور کس طرح حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اُکھڑے ہوئے باغ کے درختوں کو اس طور پر پھر لگا دیا کہ وہ سب درخت اپنا پھل دینے لگ گئے اور بہار کا سماں پیدا ہو گیا جیسا کہ ہم میں سے ہر ایک مشاہدہ کر رہا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ہجرت کے بعد جونہی لاہور وارد ہوئے حضورؓ نے جماعت کی تنظیم کو قائم کرنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان کی بُنیاد قائم کی اور اس طرح سے سارے ادارے قائم ہوکر اپنے اپنے طور پر کام کرنے لگ گئے اور جماعت کی تنظیم بحال ہو گئی۔ قادیان سے احمدی آبادی کا انخلاء اور پھر پاکستان میں وارد ہونے کے بعد ان کے ٹھہرانے اور ان کی آبادکاری کا عظیم کام حضورؓ کی توجہ اور طفیل سے ایسے طور پر ہوا کہ جن تکالیف کا دوسرے لوگوں کو سامنا کرنا پڑا اُن سے بہت حد تک جماعت محفوظ رہی۔ اور پھر حضورؓ کی جدوجہد سے جماعت کے عظیم مرکز ربوہ کی بُنیاد پڑی اور تبلیغِ اسلام کا کام پہلے سے بڑھ کر جوش سے ہونے لگ گیا اور اب اس نئے مرکز سے شب و روز اسلام کے مبلغ اور اس کے منادی بیرون پاکستان جا رہے ہیں اور کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں۔ اور بیرونجات کی احمدی جماعتوں کے افراد مرکز میں پہنچ کر تازگی ایمان کے نشانات دیکھتے ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جب پاکستان پہنچے تو حضورؓ نے ہجرت کے وقت کی مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں فوت ہوئے اُس وقت میری شادی تو ہو چکی تھی

لیکن بچّہ کوئی نہ تھا۔ ایک بچّہ ہُوا تھا جو چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گیا۔ اُس وقت مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عزم کیا تھا اور خدا تعالیٰ کے سامنے قَسم کھائی تھی کہ اگر جماعت اِس ابتلاء کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائے اور ساری کی ساری جماعت مُرتد ہو جائے تب بھی مَیں اس صداقت کو نہیں چھوڑوں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے، اور اُس وقت تک تبلیغ جاری رکھوں گا جب تک وہ صداقت دُنیا میں قائم نہیں ہو جاتی۔ شاید اللہ تعالیٰ مُجھ سے اب ایک اَور عہد لینا چاہتا تھا۔ وہ وقت میری جوانی کا تھا اور یہ وقت میرے بڑھاپے کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کام کرنے کے لئے جوانی اور بڑھاپے میں کوئی فرق نہیں ہوتا، جس عمر میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے کھڑا ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو برکت مل جائے اسی عمر میں وہ کامیابی اور کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔ لاہور ہی تھا جس میں مَیں نے وہ عہد کیا تھا اور یہاں پاس ہی کیلیانوالی سڑک پر وہ جگہ ہے۔ شاید یہاں سے ایک لکیر کھینچی جائے تو وہ جگہ اسی کے محاذ میں واقع ہو گی۔ بہرحال اسی لاہور اور ویسے ہی تاریک حالات میں مَیں اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے ہوئے یہ اقرار کرتا ہوں کہ خواہ جماعت کو کوئی بھی دھکّا لگے مَیں اس کے فضل اور اس کے احسان سے کسی اپنے صدمہ یا اپنے دُکھ کو اس کام میں حائل نہیں ہونے دوں گا (بفضلہ تعالیٰ وبتوفیقہٖ وبنصرہٖ) جو خدا تعالیٰ نے اسلام اور احمدیت کے قائم کرنے کا میرے سپرد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس عہد کے پورا کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے میری تائید فرمائے۔ باوجود اِس کے کہ مَیں اب عمر کے لحاظ سے ساٹھ سال کے قریب ہوں اور ابتلاؤں اور مُشکلات نے میری ہڈیوں کو کھوکھلا کر دیا ہے پھر بھی میرے حیّ و قیّوم خدا سے بعید نہیں۔ اُمید کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے میرے مرنے سے پہلے مُجھے اسلام کی فتح کا دن دکھا دے"۔

یہ وہ عہد ہے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ابتدائے ہجرت میں کیا۔ اور پھر اس عہد کو جس طرح نباہا یہ جلد اور آئندہ جلدیں اس کی تفصیل ہیں۔ جماعت کے نوجوانوں کو خاص طور پہ اِس جلد کو اور اگلی جلدوں کو زیرِ مطالعہ لانا چاہیئے تاکہ ان کے اندر احمدیت کی تبلیغ کا وہی جوش پیدا ہو اور قائم رہے جس کی حضرت مصلح موعودؓ خواہش رکھتے تھے۔ وباللہ التوفیق ؁

والسلام

خاکسار ظفر اللہ خان

۱۲/۷/۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ـــــــــ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

پیش لفظ

محض اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ادارۃ المصنفین کی طرف سے امسال احباب کی خدمت میں تاریخ احمدیت کی گیارہویں جلد پیش کی جا رہی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد جو واقعات مرکز احمدیت میں رونما ہوئے۔ اس جلد میں ان کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اسی طرح سے ہجرت کے بعد حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جس عزم اور بہادری کے ساتھ جماعت کے نظام کو قائم فرمایا اور استحکام پاکستان کے لئے بے نظیر جہاد کیا اس کا بھی شرح و بسط سے ذکر کیا گیا ہے۔

خدا کے فضل سے ربوہ مرکز احمدیت اس وقت ایک بڑا شہر بن چکا ہے اور اس میں وہ تمام سہولتیں بہم میسر ہیں جو ایک شہری کو میسر آنی چاہئیں۔ یہ سب حضرت المصلح الموعود کے عزم اور ہمت کا کرشمہ ہے۔ جن حالات میں ربوہ کی زمین خریدی گئی اور پھر اس کے حصول کے لئے جو جدوجہد کی گئی وہ سب مفصل طور پر اس تاریخ میں بیان ہے۔

احباب جماعت سے التماس ہے کہ وہ اس جلد کا خود بھی مطالعہ فرماویں اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی مطالعہ کی تحریک فرمائیں۔

مکرم مولانا دوست محمد صاحب قابل شکریہ ہیں کہ انہوں نے دن رات ایک کر کے اس جلد کے مضمون کو تیار کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور ان کو اپنی برکات سے نوازے۔ اسی طرح میں اپنے ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں کتاب کی طباعت میں مدد فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری سعی کو قبول فرمائے اور اپنی جناب سے اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار ابو المنیر نور الحق

مینیجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین ربوہ

۱۷ / ۱۲ / ۷۰

فہرست مضامین "تاریخ احمدیت" جلد یازدہم

عنوان	صفحہ
دیباچہ تحریر فرمودہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب	۱
پہلا باب	
سیدنا حضرت مصلح موعود کی ہجرت پاکستان	۳
صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد۔ قادیان سے احمدی آبادی کے انخلاء اور مہاجرین کے ٹھہرانے اور آباد کرنے کا انتظام مرکز احمدیت قادیان کے المناک واقعات اور اس کی حفاظت کے لئے بیرونی جدوجہد۔	
تاریخ احمدیت کا نازک ترین موڑ	۳
حضرت مصلح موعود کا عہد ہجرت قادیان کے وقت	۵
ہجرت کے وقت ناخوشگوار ماحول	۵
سیدنا المصلح الموعود کا عہد مسجد احمدیہ لاہور میں	۷
فصل اوّل	
جودھامل بلڈنگ میں اجلاس اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد	۱۰
جودھامل بلڈنگس میں دفاتر کا قیام	۱۳
رتن باغ کی مرکزی حیثیت۔	۱۵
رتن باغ میں مشاورتی مجلس کا باقاعدہ سلسلہ	۲۱
صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بے پناہ مشکلات اور ان کا حل	۲۹
۴۹-۱۹۴۸ء کا بجٹ اور پاکستان میں ابتدائی ایام کی آمدنی	۳۵
امانت فنڈ کی برکت سے ہزاروں احمدیوں کا مالی استحکام	۳۷
لوائے احمدیت کا پاکستان میں منتقل کیا جانا	۳۹
حضرت مصلح موعود کا پاکستان میں پہلا خطبہ جمعہ اور مستقبل احمدیت سے متعلق پُرشوکت پیشگوئی	۳۹
ستمبر کی اہم مشاورت میں اہم جماعتی فیصلے	۴۴
ریڈیو پاکستان سے قادیان کی خبروں کا نشر کیا جانا	۵۱
صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا پہلا باضابطہ دفتر اجلاس	۵۱
بلیٹن کی اشاعت اور لنڈن مشن کو روزانہ اطلاعات بھجوانے کا انتظام	″
فصل دوم	
پاکستان سے روزنامہ الفضل کا اجراء	۵۴
سیدنا المصلح الموعود کے بلند پایہ مضامین الفضل کے اداریہ میں	۵۶
قادیان کی احمدی آبادی کے انخلاء کی جدوجہد	۵۹
احمدی خواتین کی حفاظت کا نہایت شاندار کارنامہ	۶۸
قادیان کی جماعت کا بحفاظت پاکستان میں آنا	۷۶
خدا تعالیٰ کی طرف سے ایام کرب و بلا میں احمدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک	۷۸
دہلی اور سرہند کے احمدی شہداء	۷۹
مسلم مہاجرین کی آبادکاری کیلئے قیمتی اور اہم تجاویز	۸۳
لاہور میں انجمن انصار المسلمین کا قیام اور مشرقی پنجاب کے	

عنوان	صفحہ
مسلمانوں کی صورت حال سے متعلق اشتہار	۸۵
مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی کامل بربادی کے سامان	۸۶
مسلمانان پاکستان میں اتحاد، تنظیم اور قربانی کی روح پیدا کرنے کی تحریک	۸۹
فصل سوم	
مہاجر احمدیوں کو ملک میں باوقار اور منظم طریق سے بسانے کی ملک گیر کوشش	۹۲
آبادی اور حفاظت مرکز کے انتظامات کے مختلف پہلو	۹۵
احمدی مہاجرین کے لئے کمبلوں، لحافوں اور توشکوں کی خاص تحریک	۹۹
احمدی مہاجرین کے معاشی و تنظیمی مسائل حل کرنے کیلئے وفود	۱۰۳
قادیان کی امانتوں کا لاہور میں لانے کا انتظام	۱۰۴
تقسیم ہند کے بعد بھارت اور پاکستان میں مبلغین احمدیت کے نظام عمل پر ایک نظر۔	۱۰۷
قادیان سے دفاتر کا عملہ۔ ریکارڈ اور دستاویزات منگوانے کا پہلا مرحلہ۔	۱۰۹
فصل چہارم	
مرکز احمدیت کی حفاظت کے لئے مخلصین جماعت کا قابل رشک مظاہرہ۔	۱۱۴
اہل وفائے قادیان کا مجاہدانہ عزم اور بے مثال مخلصانہ جذبات	۱۲۸
بیرون قادیان کے احمدیوں کی مرکز احمدیت سے بے پناہ عقیدت۔	۱۳۲
سیدنا المصلح الموعود کا ایک پرجوش اور ولولہ انگیز مضمون اور اس کا اثر۔	۱۴۶
فصل پنجم	
حضرت مصلح موعود کی ہجرت پاکستان کے بعد قادیان اور اس کے ماحول کے دردناک حالات۔	۱۵۰
حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے دو اہم مکتوب	۱۵۱
روزنامچہ قادیان از یکم ستمبر تا ۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء۔	۱۵۶
قادیان پر حملہ اور خونریز جنگ کی واضح تفصیلات	۱۶۱
سیدنا المصلح الموعود کا پہلا اہم مضمون	۱۶۳
" " دوسرا اہم مضمون	۱۸۱
" " تیسرا اہم مضمون	۱۸۵
سیدنا المصلح الموعود کے خطبہ جمعہ میں شہدائے قادیان کا درد انگیز ذکر۔	۱۹۱
کوائف قادیان سے متعلق سیدنا المصلح الموعود کی پریس کانفرنس۔	۱۹۳
قادیان پر جبر و تشدد کے متفرق خونی واقعات کا جامع نقشہ	۱۹۵
فصل ششم	
قادیان کے المناک کوائف اور جماعت احمدیہ کی مظلومیت اور ملی خدمات کا چرچا عالمی پریس میں۔	۲۱۹
پاکستانی اخبارات و کتب	۲۱۹
بھارت کے اخبارات	۲۵۹
برما کے اخبارات	۲۶۰
ایران کے اخبارات	۲۶۱
ارجنٹائن کے اخبارات	۲۶۴
برطانوی اخبارات	۲۶۵

عنوان	صفحہ
فصل ہفتم	
پاکستان میں قیام امن کے لئے بے لوث خدمات	۲۶۶
حضرت مصلح موعود کی مخلصانہ اپیل گاندھی جی سے	۲۷۹
تحریک جدید صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا قیام اور رجسٹریشن۔	۲۸۰
فصل ہشتم	
مرکز پاکستان کی خاطر زمین خریدنے کے لئے کامیاب کوشش۔	۲۸۱
موزوں جگہ کی تلاش	۲۸۱
سیدنا حضرت مصلح موعود کا سفر نئے مرکز کی مجوزہ زمین ملاحظہ فرمانے کے لئے۔	۲۸۶
ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع جھنگ کے نام خرید اراضی کے لئے درخواست۔	۲۸۹
خرید اراضی کے لئے دفتری کارروائی کی تفصیلات	۲۹۲
قیمت اراضی کا ادخال	۲۹۳
اخبارات میں گمراہ کن پروپیگنڈا	۲۹۴
ناظر امور خارجہ کا تردیدی بیان	۲۹۵
حکومت مغربی پنجاب کا اعلان	۲۹۵
اراضی پر باضابطہ قبضہ	۲۹۶
دوسرا باب	
فصل اوّل	
حضرت مصلح موعود کی راہنمائی پاکستان کے داخلی مسائل میں	۲۹۹
انڈونیشیا۔ ایبے سینیا اور سعودی حکومت سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی تحریک۔	۳۰۱
پاکستانی فوج میں اضافہ اور پاکستانی جرنیل مقرر کرنے کا مشورہ	۳۰۳
دفاع پاکستان کے لئے ٹیریٹوریل فورس اور فوجی کلبوں کے اجراء کی مفید تجویز۔	۳۰۶
ملکی پریس کو صحیح خبریں شائع کرنے کی تلقین	۳۱۰
کارخانے جلد جاری کروانے کا مشورہ	۳۱۱
سپریم کمانڈ کے توڑنے کی مخالفت	۳۱۲
اسلامی جمہوریت کے تقاضوں کے مطابق بعض فوری آئینی تبدیلیاں کرنے کا مطالبہ	۳۱۳
پاکستان کا نظام حکومت اسلامی ہونا چاہیئے۔	۳۱۶
فصل دوم	
کشمیر و فلسطین کے مسائل میں گہری دلچسپی اور مدبرانہ مشورے۔	۳۲۰
کشمیر کو ہر قیمت پر پاکستان میں شامل کیا جائے۔ (حضرت مصلح موعودؓ کا بیان)۔	۳۲۴
مسئلہ کشمیر کے فوری حل کیلئے الفضل میں مفصل مضمون	۳۲۴
ماؤنٹ بیٹن کی الحاق کشمیر سے متعلق دیرینہ سازش کا انکشاف۔	۳۲۷
مجاہدین کشمیر کے لئے اپیل	۳۳۰
مسئلہ کشمیر سے متعلق شرائط صلح کے خلاف احتجاج	۳۳۲
مسئلہ فلسطین کے متعلق سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے معرکۃ الآرا مضامین۔	۳۳۳
جماعت احمدیہ کے لئے بعض خاص ہدایات	۳۳۴

عنوان	صفحہ
احمدیوں کو ملکی دفاع کیلئے فوجی فنون سیکھنے کی تلقین	۳۲۴
ذکر الٰہی کی تحریک	۳۲۵
مہاجرین کو متوکلانہ زندگی بسر کرنے کا ارشاد	۳۲۶
اشاعت اسلام کیلئے فقیرانہ رنگ پیدا کرنے کی ہدایت	۳۲۶
قرآن کریم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا فرمان۔	۳۲۷
محبتِ قادیان کے جذبہ کو اپنے مقصد میں روک نہ بننے دیں۔	۳۲۸
مخلصین احمدیت کی طرف سے اخلاص و قربانی کی روح کا مظاہرہ۔	۳۲۹
فصل سوم	
قادیان کو احمدیوں سے خالی کرانے کے لئے سول اور فوجی افسروں کی الزام تراشیاں	۳۴۱
قادیان میں مخصوص احمدی آبادی سے متعلق ایک اہم میٹنگ۔	۳۴۷
حضرت سیدنا المصلح الموعود کا فیصلہ	۳۴۸
درویشوں کے انتخاب کا اوّلین مرحلہ	۳۴۹
قادیان میں احمدی آبادی کی حدود کیلئے گفتگو اور سمجھوتہ	۳۵۱
احمدی محلہ کی حد بندی سے لیکر ۱۶ نومبر کے آخری کنوائے تک کے بعض کوائف۔	۳۵۳
درویشانِ قادیان کے لئے زریں ہدایات اور اہم فیصلے	۳۵۶
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا مفصل مکتوب قادیان کے آئندہ نظام عمل سے متعلق۔	۳۶۲
۱۶ نومبر کے آخری کنوائے کی روانگی کا رقت انگیز منظر	۳۶۷
عہد درویشی کا آغاز	۳۶۸
درویشان نمبر ۲ کی تنظیم کا ایک خاکہ۔	۳۶۹
صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اوّلین ممبران	۳۷۱
۱۹۴۷ء کے اوّلین خوش نصیب درویشوں کی فہرست	۳۷۲
صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید قادیان کے ممبر یا کارکن۔	۳۷۲
قادیان کے دوسرے مقامی احمدی	۳۷۳
دیہاتی مبلغین	۳۷۸
مستقل خدام	۳۸۰
بیرونی خدام	۳۸۴
درویشانِ قادیان کی قابلِ رشک زندگی۔	۳۸۷
صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کا ایک قابلِ قدر نوٹ	۳۸۸
حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی چشم دید شہادت	۳۹۰
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا ایک جامع نوٹ۔	۳۹۳
درویشانِ قادیان کو غیروں کا زبردست خراج تحسین۔	۳۹۳
فصل چہارم	
برصغیر میں جماعت احمدیہ کی قبل از تقسیم درسگاہیں	۴۰۱
قادیان کی مرکزی درسگاہوں کا پاکستان میں احیاء	۴۰۲
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عارضی دفتر کا قیام	۴۰۵
فصل پنجم	
حضرت مصلح موعودؓ کے چھ نہایت بصیرت افروز اور معلومات افزا لیکچر "پاکستان اور اسکا مستقبل" کے اہم موضوع پر	۴۰۶
لیکچروں کے موضوعات	۴۰۷

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
صدارت کرنے والی شخصیتیں	۴۰۷	لاہور کے جلسہ میں حضرت مصلح موعود کا پُر معارف خطاب	۴۴۷
علمی طبقہ کی طرف سے زبردست خراجِ تحسین	۴۰۸	دوسرے بزرگوں اور فاضل مقرروں کی اہم تقریریں	۴۴۸
پہلا لیکچر۔	۴۱۰	دوسرے دن کا پہلا اجلاس	۴۵۳
دوسرا لیکچر۔	۴۱۵	دوسرے اجلاس میں حضرت مصلح موعود کی	۴۵۴
تیسرا لیکچر۔	۴۲۱	معرکۃ الآراء تقریر۔	
چوتھا لیکچر	۴۲۲	پاکستان کو اسلامستان کی سیڑھی بنانے کے	۴۵۵
پانچواں لیکچر	۴۲۳	عزم کا پُرشوکت اعلان۔	
چھٹا لیکچر (دستورِ اسلامی یا اسلامی آئین اساسی	۴۲۵	حضور کی تقریر کا پریس میں ذکر	۴۵۷
اسلامی نظام اقتصادی	۴۳۳	ظلّی جلسہ کے پروگرام کا تتمہ۔ مجلس مشاورت	
مساوات رکھنے کا اسلامی نظام	۴۳۴	۱۹۴۸ء کے موقع پر	۴۵۸
اسلامی احکام کی خصوصیات	۴۳۴	حضرت سیدنا المصلح الموعود کی افتتاحی تقریر۔	۴۵۸
مزدوروں کے متعلق احکام اسلامی	۴۳۶	حضرت مصلح موعود کی دوسری رُوح پرور تقریر۔	۴۶۰
فصل ششم			
عہدِ درویشی کا پہلا جلسہ سالانہ	۴۳۷	**ضمیمہ**	
لاہور میں مجلس مشاورت اور ظلّی جلسہ سالانہ کے	۴۴۵		
انعقاد کا فیصلہ		حضرت مصلح موعود کے چار اہم۔ غیر مطبوعہ	
مجلس مشاورت (رتن باغ)	۴۴۶	مکتوب۔	

نایاب تصاویر

۱۔ المصلح الموعود کی الوداعی دُعا قادیان کے لئے قافلہ پاکستان کی روانگی پر	۱ عدد	صفحہ ۱
۲۔ مضافات قادیان کے مسلمانوں پر مظالم کے دردناک مناظر	۴ عدد	" ۶۲، ۱۶۳
۳۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو مویشیوں کی لوٹ	۳ "	"
۴۔ حضرت مصلح موعود کی رتن باغ سے خطبہ جمعہ کے لئے روانگی	۱ "	" ۴۵۸
۵۔ حضرت مصلح خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے ہیں۔	۱ "	" "
۶۔ مجلس مشاورت ۱۳۲۷ہش ۱۹۴۸ء کے دو مناظر۔	۔	" ۴۶۰
۷۔ جلسہ امان / مارچ ۱۳۲۷ہش ۱۹۴۸ء کے چار رُوح پرور مناظر۔	۔	۔

کتابت:۔ محمد ارشد کاتب ربوہ

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ

جلسہ سالانہ قادیان کے لئے قافلہ پاکستان کی روانگی پر جودھامل بلڈنگ کے سامنے پرسوز دعا کرا رہے ہیں۔

(۲۵ فتح ۱۳۲۸ ہش بمطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۴۹ء)

جماعتِ احمدیہ کے پاکستانی دَور

کا

آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

پہلا باب

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ہجرت پاکستان اور مقدس عہد
صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد
قادیان سے احمدی آبادی کے انخلاء اور مہاجرین کے ٹھہرانے اور آباد کرنے کا انتظام
مرکز احمدیت قادیان کے المناک اور خونچکاں واقعات اور اس کی حفاظت کے لئے بیرونی جدوجہد

تاریخ احمدیت کا نازک ترین موڑ ۳۱ ظہور/اگست ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کا دن سلسلہ احمدیہ کے پاکستانی دور کا نقطۂ آغاز اور اس کی ابتدائی اٹھاون سالہ قومی تاریخ کا اپنی نوعیت کے اعتبار سے نازک ترین موڑ ہے کیونکہ (جیسا کہ پچھلی جلد میں ذکر آچکا ہے) یہی وہ دن ہے جس میں قافلۂ احمدیت کے موعود اور آسمانی قائد سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین

خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے قادیان دارالامان سے پاکستان کی نوزائیدہ مسلم مملکت کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضور سوا بجے دوپہر بحجۃ اللہ حضرت نواب محمد علیخاں صاحبؓ کی کوٹھی "دارالسلام" سے روانہ ہوئے اور ساڑھے چار بجے شام بخیریت شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت لاہور کی کوٹھی (واقع ۱۳ ٹمپل روڈ) میں پہنچے۔ اور اس طرح تحریک احمدیت کا دور جدید شروع ہوا۔ جیسا کہ حضور نے خود ارشاد فرمایا:-

"آج ہر احمدی سمجھ لے کہ اب احمدیت پر ایک نیا دور آیا ہے"[۱]

مذاہب عالم کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کی جماعتوں کے ساتھ ہجرت ... ایک لازمی چیز رہی ہے لیکن جماعت احمدیہ کو اس بارے میں دو خصوصیتیں حاصل ہیں۔ (۱) اس ہجرت سے قریباً ترپن برس قبل ۱۸ ستمبر ۱۸۹۴ء کو حضرت مسیح موعود و مہدی مسعودؑ پر "داغ ہجرت"[۲] کا الہام نازل ہوا جس میں ہجرت کی واضح خبر دی گئی تھی۔ (۲) اس خبر میں ہجرت کے لئے "داغ" کا پُرحکمت لفظ اختیار کیا گیا تھا جو اُردو زبان میں زخم، گھاؤ، جراحت اور رنج و صدمہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے[۳]۔ جس میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ جماعت احمدیہ کو اپنے دائمی مرکز ـــــــ قادیان ـــــــ سے جن حالات میں ہجرت کرنا پڑے گی وہ نہایت ہی خوفناک، پُرآشوب اور تکلیف دہ ہوں گے۔ چنانچہ سچ مچ ایسا ہی وقوع میں آیا

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا قیام ہوا اور ساتھ ہی پورا ہندوستان خصوصاً مشرقی پنجاب ہندو مُسلم فسادات کی آماجگاہ بن گیا اور رفتہ رفتہ قادیان اور اس کے گرد و نواح میں بھی فسادات کے شُعلے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مظلوم اور نہتے مسلمانوں کا قتل عام ہونے لگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ حیرت انگیز فراست و ذہانت سے ان تشویشناک حالات کے ہولناک نتائج کا جائزہ لیا اور سب سے پہلے جماعت کا مرکزی خزانہ بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان منتقل کر دیا۔ اور بعد ازاں حضرت اُمّ المومنینؓ اور خواتین مبارکہ کو بسوں کے ذریعہ لاہور بھجوا دیا اور

---

[۱] "الفضل" ۱۸ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ہش/ ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۳-۴۔

[۲] "تشحیذ الاذہان" جون/ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۴، "ریویو آف ریلیجنز" اردو جون ۱۹۱۴ء صفحہ ۲۲۳۔

[۳] "فرہنگ آصفیہ" زیر لفظ "داغ"

بالآخر جب خطرہ براہ راست قادیان کی آبادی پر منڈلانے لگا اور حالات لحظہ بلحظہ زیادہ بگڑتے نظر آنے لگے تو حضور رضی اللہ عنہ جماعت احمدیہ کے سربرآوردہ اور ذمہ وار اصحاب کے مشورہ سے پاکستان تشریف لے آئے۔

حضرت مصلح موعود کا عہد قادیان سے ہجرت کے وقت

حضرت مصلح موعود نے قادیان سے پاکستان کی طرف روانہ ہوتے وقت ایک نہایت اہم عہد کیا جو حضور کے مبارک الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"قادیان کے چھوٹ جانے کا صدمہ لازماً طبیعتوں پر ہوا ہے۔ میری طبیعت پر بھی اس صدمہ کا اثر ہے۔ لیکن میں نے جب قادیان چھوڑا یہ عہد کر لیا تھا کہ میں اس کا غم نہیں کرونگا . . . میری ایک لڑکی کے ابھی بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس کی تھوڑا ہی عرصہ ہوا شادی ہوئی تھی اور ایک سال کے اندر ہی اس کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ ان کی ماں وفات پا چکی تھی وہ میرے پاس رخصت ہونے کے لئے آئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا خاموش رہو یہ وقت رونے کا نہیں بلکہ یہ وقت کام کا ہے۔ چنانچہ میں نے اس عہد کو سختی سے نبھایا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا تھا میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب میں ایک عزم کر چکا ہوں تو میں اس عزم کو آنسوؤں کے ساتھ کیوں مشتبہ کر دوں۔ ہم اپنے آنسوؤں کو روکیں گے یہاں تک کہ ہم قادیان کو واپس لے لیں" [1]

ہجرت کے وقت ناخوشگوار ماحول

حضور نے جب سرزمین پاک میں قدم رکھا تو ملکی ماحول بالکل قابو سے باہر ہو چکا تھا سیاسی صورت حال نہایت تیزی کے ساتھ نازک سے نازک تر ہوتی جا رہی تھی اور پورا برصغیر فتنہ و فساد کے شعلوں کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ خصوصاً مشرقی پنجاب کا علاقہ ایک وسیع قتل گاہ کی صورت اختیار کر گیا تھا جہاں دشمنانِ اسلام مسلمانوں کے لئے دوسرا اسپین بنانے کا خونی منصوبہ باندھ چکے تھے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹانے پر تُلے ہوئے تھے۔ روزانہ سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں نہتے مسلمان

---

[1] "الفضل" ۵ احسان/جون ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴-۵ کالم ۴-۱

نہایت درجہ سفاکی، بے رحمی بلکہ درندگی سے تہ تیغ کئے جا رہے تھے۔ مسلمان عورتوں کی عصمت دری اور ان کے ساتھ شرمناک سلوک کے صبح شام بے شمار واقعات پیش آ رہے تھے اور ان کے سامنے ان کے معصوم اور شیرخوار بچوں کو تلواروں، نیزوں اور کرپانوں سے ذبح کیا جا رہا تھا۔ غرض اسلام کے نام لیواؤں پر ہر سُو ایک قیامت برپا تھی، ایک حشر ٹوٹ رہا تھا۔ ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچ نکلنے والے مظلوم مسلمان یا کیمپوں میں جمع ہو چکے تھے یا لُٹے پٹے قافلوں کی صورت میں پاکستان کا رُخ کئے ہوئے تھے۔ اکّے دکّے مسلمانوں کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا!!

جہانتک تحصیل بٹالہ بالخصوص قادیان کا تعلق ہے اس کے قرب و نواح میں بسنے والی بہت سی مسلمان بستیاں اُجڑ چکی تھیں اور ہزاروں نہتّے اور مفلوک الحال مسلمان اپنا گھر بار اور ساز و سامان چھوڑ کر نہایت درجہ کس میرسی اور پریشان حالی کے عالم میں قادیان میں پناہ گزین ہو چکے تھے۔ اور سکھوں کے شوریدہ سر جتھے جن کو خُونِ مُسلم کی چاٹ لگ چکی تھی فوج اور پولیس کی پشت پناھی میں ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق قادیان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور اس پر حملہ کرنے کی درپردہ نہایت خوفناک تیاریاں کر رہے تھے اور ماحول قادیان میں مسلم آبادی کا مکمل خاتمہ کرنے کے بعد وہ جلد از جلد اپنی اس ناپاک سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینا چاہتے تھے اور اپنے بے پناہ مادی سامانوں اور ظاہری تدبیروں کے بَل بوتے پر یقین کئے ہوئے تھے کہ وہ مشرقی پنجاب میں ملّت اسلامیہ کی اس آخری پناہ گاہ کی (معاذ اللہ) اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے[1] اور اس صوبہ کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اسلام کا جھنڈا ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو جائے گا۔

قتل و غارت اور آتشزنی کے اس وسیع اور خونی چکّر میں جماعت احمدیہ جیسی محدود وسائل رکھنے والی پُرامن اور قلیل جماعت کا بے شمار مسائل سے دوچار ہونا لازمی امر تھا۔ سب سے اہم مسئلہ تو قادیان کی حفاظت اور اس کے باشندوں کو صحیح وسالم پاکستان لانے کا تھا۔

---

[1] جناب محمد صدیق صاحب ثاقب زیروی کے ایک تحریری بیان (مورخہ ۴ نبوت / نومبر ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء) سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اخبار "آزاد" لاہور کے چیف ایڈیٹر نے دفتر "آزاد" میں بتایا کہ مشرقی پنجاب کے بعض ایم۔ ایل۔ اے قادیان کے احمدیوں کو واپس دیئے جانے کی سخت مخالفت کر رہے ہیں۔ بلکہ چوہدری کرشن گوپال دت اور چوہدری کرتار سنگھ ایم۔ ایل۔ اے نے اپنے خطوں میں یہانتک لکھا ہے کہ قادیان کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قادیان والوں کو نکالنے کے لئے ہی تو ہم نے سارا ضلع گورداسپور لیا ہے ؏

دوسرے جماعت احمدیہ کو اُس خطرناک اور تباہ کن مالی بحران سے نجات دلانا ضروری تھا جس کی طرف حالات تیزی سے بہائے لئے جا رہے تھے۔ اخراجات بے تحاشا اُٹھ رہے تھے مگر ذرائع آمد قطعی طور پہ بند تھے۔ وقت کا تیسرا اور اہم ترین تقاضا یہ تھا کہ پہلے ایک عبوری اور پھر جلدی ہی ایک مستقل مرکز قائم کر کے پوری جماعت کو از سرِ نو منظم و مستحکم کرنے کی ہر ممکن تدابیر بروئے کار لائی جائیں۔ مختصر لفظوں میں یہ کہ ایک ساکت و جامد جسم تھا جس کی رگوں میں زندگی کا تازہ خون ڈالنے اور قوت و طاقت کی ایک نئی رُوح پھونکنے کی ضرورت تھی جو بظاہر انتہائی کٹھن، صبر آزما بلکہ ناممکن دکھائی دیتا تھا۔

خود سیدنا المصلح الموعودؓ کا بیان ہے کہ

"یہاں پہنچ کر میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اُکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے" [۱]

مصائب و آلام کی ان سیاہ اور تاریک گھڑیوں میں جبکہ کچھ سُجھائی نہ دیتا تھا اور کسی کو اندازہ تک نہ ہو سکتا تھا کہ مستقبل میں کیا ہوگا اور حالات کیا رُخ اختیار کریں گے؟ خدائے عزّوجل کے اس اولوالعزم اور برحق موعود خلیفہ نے (جسے آسمانی نوشتہ میں "مسیحی نفس" "جلال الٰہی کے ظہور کا موجب"، "نور" اور "جلد جلد بڑھنے والا" قرار دیا گیا تھا) اپنے ربّ کے حضور عہد کرتے ہوئے اعلان فرمایا:۔

سیدنا المصلح الموعود کا عہد مسجد احمدیہ لاہور میں

"قادیان اس وقت بیرونی اسلامی دُنیا سے بالکل کٹ گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایسے وقت میں . . . . انسان کو اپنا دل ٹٹول کر ایک ایسا عزم کر لینا چاہیئے جس پہ وہ مرتے دم تک قائم رہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں فوت ہوئے اس وقت میری شادی تو ہو چکی تھی لیکن بچہ کوئی نہیں تھا۔ ایک بچہ ہوا تھا جو چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گیا۔ اس وقت میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عزم کیا تھا اور خدا تعالیٰ کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اگر جماعت اس ابتلاء کی وجہ سے فتنہ میں پڑ

---

[۱] "الفضل" ۳۱ وفا/جولائی ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۶ کالم ۱-۲ *

جائے اور ساری ہی جماعت مُرتد ہو جائے تب بھی مَیں اس صداقت کو نہیں چھوڑوں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے اور اس وقت تک تبلیغ جاری رکھوں گا جب تک وہ صداقت دُنیا میں قائم نہیں ہو جاتی۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھ سے اب ایک اور عہد لینا چاہتا ہے۔ وہ وقت میری جوانی کا تھا اور یہ وقت میرے بڑھاپے کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کام کرنے کے لئے جوانی اور بڑھاپے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جس عمر میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے کھڑا ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو برکت مل جائے اسی عمر میں وہ کامیابی اور کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔ لاہور ہی تھا جس میں مَیں نے وہ عہد کیا تھا اور یہاں پاس ہی کیلیاں والی سڑک پر وہ جگہ ہے۔ شاید یہاں سے ایک لکیر کھینچی جائے تو وہ جگہ اسی کے محاذ میں واقع ہو گی۔ بہرحال اسی لاہور اور ویسے ہی تاریک حالات میں مَیں اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے ہوئے یہ اقرار کرتا ہوں کہ خواہ جماعت کو کوئی بھی دھکا لگے مَیں اس کے فضل اور اس کے احسان سے کسی اپنے صدمہ یا اپنے دُکھ کو اس کام میں حائل نہیں ہونے دوں گا۔ بفضلہ تعالےٰ وبتوفیقہٖ وبنصرہٖ۔ جو خدا تعالیٰ نے اسلام اور احمدیت کے قائم کرنے کا میرے سپرد کیا ہے اللہ تعالےٰ مجھے اس عہد کے پورا کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے میری تائید فرمائے۔ باوجود اس کے کہ مَیں اب عمر کے لحاظ سے ساٹھ سال کے قریب ہوں اور ابتلاؤں اور مشکلات نے میری ہڈیوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ پھر بھی میرے حیّ و قیوم خدا سے بعید نہیں۔ امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے میرے مرنے سے پہلے مجھے اسلام کی فتح کا دن دکھا دے"[1]

حضرت سیدنا محمودؓ نے اپنے زمانہ شباب کے عزم کو کس شان سے پُورا کر دکھایا، اس کا مفصّل تذکرہ تاریخ احمدیت کی گذشتہ سات جلدوں میں آچکا ہے۔ اب موجودہ جلد سے ان واقعات پر روشنی ڈالی جائے گی جو حضور کے اُس مقدس اور ولولہ انگیز عہد سے وابستہ ہیں۔ جو حضور نے بڑھاپے کے وقت ایک نئی امنگ، نئے شوق اور نئے جوش کے ساتھ کیا اور

---

[1] "الفضل" ۲۱ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲

جس کو اپنی زندگی کے آخری سانس تک بے مثال جرأت و شجاعت اور عدیم النظیر جوانمردی، حوصلہ مندی بلکہ جانثاری، سرفروشی اور فدا کاری سے نبھا۔ خلافت ثانیہ کے پاکستانی دور میں متعدد ابتلاء پیدا ہوئے، مصائب کے زلزلے آئے، حوادث کی آندھیاں چلیں، مگر کاروانِ احمدیت خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اپنے آسمانی راہ نما کی سرکردگی میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا اور قرآنی وعدہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کا ایمان افروز نظارہ بار بار آنکھوں کے سامنے پھر گیا جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے واضح ہو جائیگا۔

فصل اوّل

جودھامل بلڈنگ میں اجلاس اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد

حضرت سیدنا المصلح الموعود ابھی قادیان ہی میں رونق افروز تھے کہ جماعت احمدیہ لاہور کی کوشش سے حضور اور احباب جماعت کے قیام کے لئے میو ہسپتال کی وسیع و عریض عمارت کے پاس چار ایسی کوٹھیوں کا انتظام کیا جا رہا تھا جن کے غیر مُسلم مالک پاکستان بننے پر بھارت جا چکے تھے اور وہ خالی پڑی تھیں۔ ان کوٹھیوں کے نام یہ تھے :۔

۱۔ رتن باغ ۲۔ جودھامل بلڈنگ ۳۔ جسونت بلڈنگ ۴۔ سیمنٹ بلڈنگ

حضرت امیر المومنین اور خاندان مسیح موعودؑ کی رہائش کے لئے رتن باغ تجویز کیا گیا۔ دفاتر کا کام جاری کرنے اور کارکنوں کے ٹھہرانے کے لئے جودھامل بلڈنگ اور دیگر افراد کی سکونت کے لئے موخر الذکر کوٹھیوں کو موزون سمجھا گیا۔

حضرت امیر المومنین نے لاہور پہنچتے ہی متروکہ رہائش گاہوں کے اس حلقہ کا بنفس نفیس جائزہ لیا اور یکم تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو یعنی ہجرت کے دوسرے ہی روز جودھامل بلڈنگ کے صحن میں ایک فوری میٹنگ منعقد فرمائی جس میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد رکھی۔ اس موقعہ پر حسب ذیل پانچ اصحاب موجود تھے (ان میں سے پہلے چار حضور کی خصوصی ہدایت پر ۲۵ ظہور/اگست ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو خواتین مبارکہ کے مقدس قافلہ کے ساتھ بسوں کے ذریعہ پہنچے تھے اور گویا سلسلہ کی تنظیم نو میں ہراول دستہ کی حیثیت رکھتے تھے) :۔

۱۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب

۲۔ ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب واقف زندگی

۳۔ مولوی محمد صدیق صاحب واقف زندگی

۴۔ ملک سیف الرحمن صاحب واقف زندگی

۵۔ چوہدری عبدالباری صاحب بی۔ اے۔

حضور نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل عہدیداران وممبران مقرر فرمائے:۔

۱۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب	ناظر اعلیٰ
۲۔ حضرت خانصاحب منشی برکت علی صاحب شملوی (ان کی عدم موجودگی میں) چوہدری عبدالباری صاحب	ناظر بیت المال
۳۔ حضرت نواب محمد دین صاحب	ناظر دعوۃ وتبلیغ

(۱۸ ؍تبوک ؍ستمبر کو حضور نے مولوی عبدالمغنی صاحب کو جائنٹ ناظر دعوۃ وتبلیغ مقرر فرمایا)

۴۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے	ناظر امور عامہ وخارجہ وناظر تعلیم وتربیت
۵۔ ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب فاضل	افسر محکمہ انخلاء آبادی
۶۔ مولوی محمد صدیق صاحب فاضل	ممبر
۷۔ ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل	"
۸۔ چودھری سر محمد ظفراللہ خاں صاحب	"
۹۔ چودھری اسداللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ	"
۱۰۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور	"
۱۱۔ صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز سابق مبلغ انگلستان	ڈائریکٹر انفارمیشن [۱]

اس تاریخی اجلاس میں حضور انور نے کیا ہدایات دیں۔ افسوس! ان کی تفصیل ہمیں سلسلہ احمدیہ کے مطبوعہ یا غیر مطبوعہ ریکارڈ میں سے نہیں ملتی۔ البتہ نظارت علیا (صدر انجمن احمدیہ پاکستان) کی اولین فائلوں میں حضرت کے قلم کی لکھی ہوئی ایک ایسی قیمتی یادداشت ضرور محفوظ ہے، جو اندرونی قرائن کے مطابق قطعی طور پر اس موقعہ کی یادگار قرار پا سکتی ہے۔ اس یادداشت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے اس اجلاس میں متعدد ارشادات فرمائے۔ مثلاً

[۱] ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء۔

۱۔ جودھامل بلڈنگ کے ماحول میں واقع مزید کوٹھیاں حاصل کی جائیں۔
۲۔ صدر انجمن احمدیہ اور حضور کی ان زمینوں کو جو پاکستان میں واقع تھیں اور رہن تھیں ان کو آزاد کرایا جائے۔
۳۔ مہاجر احمدی افراد اور جماعتوں کی نسبت معلوم کیا جائے کہ وہ کہاں ہیں اور ان کو خاص نظام کے ساتھ بسایا جائے۔
۴۔ خزانہ صدر انجمن احمدیہ کے رجسٹر قادیان سے لاہور منگوائے جائیں۔
۵۔ قادیان سے آنے اور جانے والوں کی فہرست مرتب کی جائے۔
۶۔ بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر کو انجمن کے حسابات کے لئے عارضی طور پر آڈیٹر مقرر کیا جائے۔
۷۔ روزانہ دس سے بارہ بجے تک رتن باغ میں میٹنگ ہو جس میں کام کی رپورٹ پیش کی جائے اور آئندہ کے لئے ہدایات لی جائیں۔

صدر انجمن کے اجلاس کے لئے جو حضور نے اپنے قلم مبارک سے اپنے لئے مختصراً یادداشت لکھی تھی اس کو ہم تبرکاً درج ذیل کرتے ہیں:۔

"زمینیں جو میری ہیں ان کو FREE کروا لیا جائے۔ اس کے لئے حسن احمد صاحب کو مقرر کیا جائے۔ شملہ میں متواتر رویا دیکھیں کہ مبارک احمد کو جبکہ ایک سال کا تھا سکھ نے پکڑا ہوا ہے اور اردگرد کی عورتیں بھی پکڑی ہیں۔ آدمی پکڑ لئے ہیں۔ سکھ مارے گئے طوفان سارا قادیان نے گرد دیکھا کہ کراچی میں قدم لگ گئے ہیں۔ نظام کے متعلق روزانہ لسٹیں موجود ہونی چاہئیں۔

(۱) اس وقت جو کوٹھی ملی ہے اس کے ارد گرد کوٹھیاں لے لینی چاہئیں۔
(۲) زیادہ مستقل رہنے کے لئے شیخ بشیر احمد صاحب کے ارد گرد کوٹھیوں پر قبضہ کر لیا جائے
(۳) زمین جو انجمن نے خریدی ہے اس کو آزاد کر لیا جائے اور عمارتیں کچی بنوانی چاہئیں اور حسن احمد صاحب (کو) مقرر کیا جائے۔ ایک دو دن میں وہ رپورٹ کریں۔
(۴) عارضی طور پر محاسب اس کے مقابل ناظر بیت المال۔ ناظر اعلیٰ میاں عبداللہ خاں

صاحب ۔ تعلیم و امور عامہ درد صاحب ۔ مال علیا برکت علی صاحب ۔ عبد الباری تبلیغ نواب محمد دین صاحب معاون ہوں۔ امور عامہ میں محمد شریف صاحب چھٹی پر آئیں اور کام کریں ۔ افسر ایووکیشن نور الحق

جو جو احمدی آئے ہیں وہ اطلاع دیں تاکہ ان کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔جماعتیں جہاں جہاں ہوں وہ اطلاع دیں کہ وہ کہاں ہیں۔ نمائندہ بھیجیں۔ اگر جماعت نہ ہو تو پھر خود آکر گفتگو کریں۔ اکٹھے ان کو بھجوائے جائیں۔ ایک قسم کی آبادی ایک جگہ ہو ۔

(۵) خزانے کے رجسٹر لاہور میں آنے ضروری ہیں ۔

(۶) ایک لسٹ ہو کہ اتنے آدمی قادیان سے آئیں گے اور اتنے جائیں گے ۔ ہر جماعت سے پوچھا جائے کہ کتنی امداد دو گے ۔

(۷) جہاں جو رہتے ہیں ان کے متعلق الاؤنس دیا جائے اس طرح خرچ بڑھ جاتا ہے تو پھر کسی کے گھر انتظام کر دیا جائے تو کم از کم خرچ کیا جائے ۔

(۸) آڈیٹر مقرر کیا جائے کہ کہاں خرچ کیا ہے ۔ بابو عبد الحمید صاحب آڈٹ کریں عارضی

(۹) دس سے بارہ بجے تک میٹنگ ۔"

جودھامل بلڈنگ میں دفاتر کا قیام

صدر انجمن احمدیہ پاکستان معرض وجود میں آچکی تو حضور کے ارشاد پر جودھامل بلڈنگ کی نچلی منزل میں مختلف نظارتوں کے دفاتر جاری کر دیئے گئے۔ شروع میں اگرچہ فوری طور پر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ مگر اس عمارت میں تحریک جدید قادیان کے دفاتر اور اس کے کارکنوں کے لئے گنجائش پہلے روز ہی سے رکھ لی گئی۔ چنانچہ جوں جوں تحریک جدید کے ذمہ دار منتظم اور نمائندے پاکستان میں پہنچے باقاعدہ تحریک جدید کے دفتروں کا افتتاح ہوتا چلا گیا۔ بہر حال ابتدائی عرصہ میں دفاتر کی ترتیب حسب ذیل نقشہ کے مطابق تھی :-

(نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

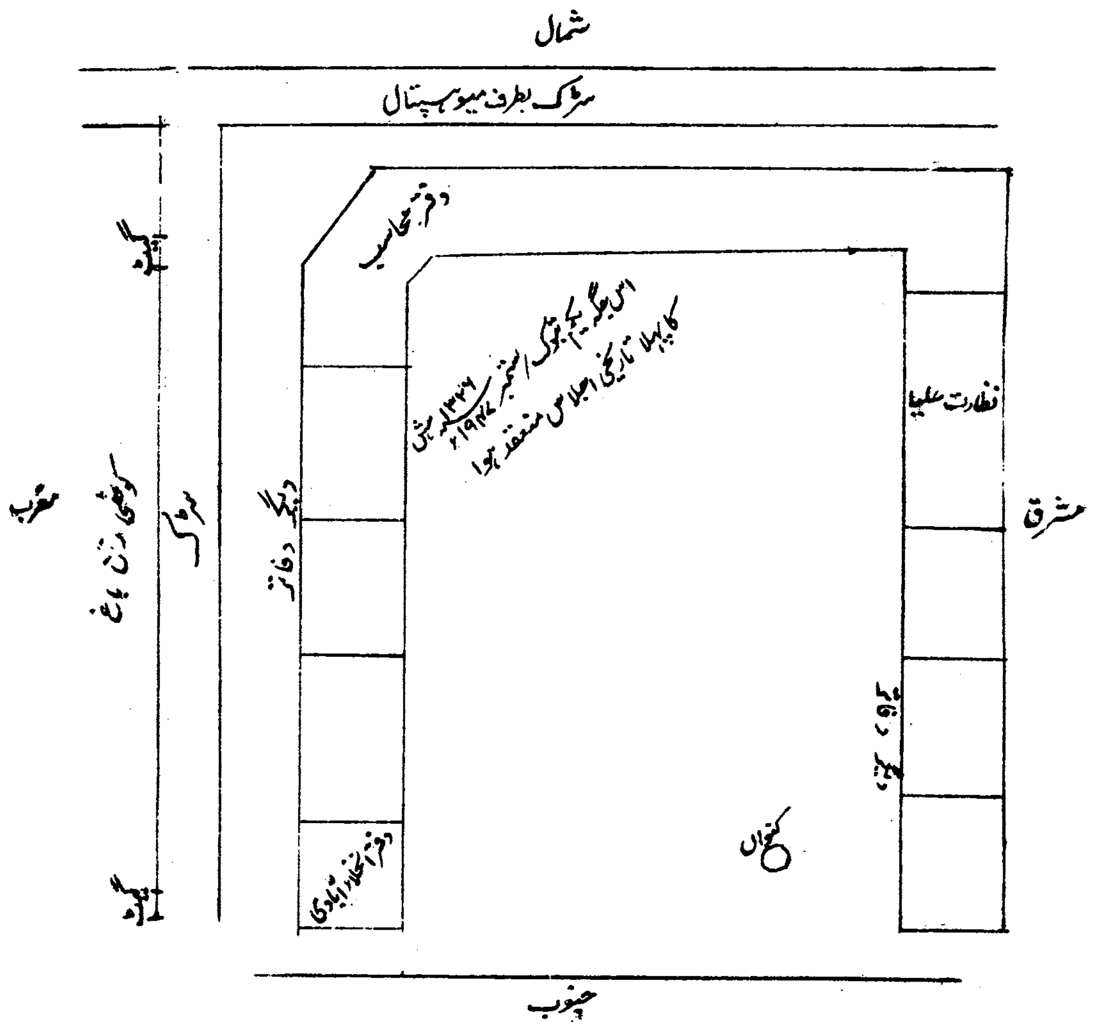

ریڈیو پاکستان اور پاکستانی پریس میں اعلان

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے قیام پر حضرت مصلح موعود کی اجازت سے ریڈیو اور پریس میں مندرجہ ذیل اعلان بھجوایا گیا :-

" امام جماعت احمدیہ قادیان نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ایک شاخ لاہور میں قائم فرما دی ہے۔ فی الحال یہ شاخ پاکستان اور ماسوائے ہندوستان باقی دُنیا کی احمدی جماعتوں کا سارا کام سنبھالے گی۔ لیکن ملک میں امن قائم ہو جانے کے بعد یہ شاخ صرف پاکستان

کے لئے وقف رہے گی۔ اس لئے تمام جماعت ہائے احمدیہ اندرون و بیرون ہند کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ ہر قسم کی خط و کتابت اب شاخ لاہور سے کریں اور چندوں اور امانتوں کی تمام رقوم بجائے قادیان کے لاہور بھیجیں۔ محاسب صاحب قادیان سے لاہور آ چکے ہیں۔ شاخ لاہور کے لئے خان محمد عبد اللہ خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کو ناظر اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے شاخِ لاہور کا پتہ ۱۳ ٹمپل روڈ لاہور ہے۔ جو احمدی احباب یہ اعلان سُنیں دوسروں تک پہنچا دیں"

اس اعلان کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ شاخ لاہور کی طرف سے بیرونی جماعتوں کو بھی بذریعہ تار اطلاعات دی گئیں۔

رتن باغ کی مرکزی حیثیت جودھامل بلڈنگ کے ساتھ رتن باغ[1] کا وسیع احاطہ تھا جہاں حضرت سیدنا المصلح الموعود (معہ خواتین مبارکہ کے) فروکش ہو گئے۔

بعد ازاں جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے دوسرے چشم و چراغ بھی پاکستان میں ہجرت کر کے آ گئے تو انہیں بھی اپنی پناہ گزینی کے ابتدائی تکلیف دہ ایام یہیں گذارنے پڑے۔

---

[1] دیوان رتن چند صاحب مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے ایک قابل منشی اور معزز درباری تھے جو حضور نویسی کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ دیوان صاحب کو تعمیرات کا بہت شوق تھا۔ ۱۸۴۴ء میں جب لاہور کے محلہ مائی لاڈو کے عالیشان مکانات اور عظیم الشان باغات کی بنیادوں اور کھنڈروں پر عمارات کا آغاز ہوا تو دیوان صاحب نے اس زمین کو صاف اور ہموار کرایا اور یہاں ایک عالیشان مکان اور باغ بنا کر اپنی یادگار قائم کی جو "رتن باغ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ برصغیر کے مشہور مؤرخ و صحافی منشی محمد الدین صاحب فوق مدیر اخبار کشمیری نے اپنی آخری تصنیف "مآثر لاہور" میں یہ حالات بیان کرنے کے بعد ۱۹۴۳ء میں اس یادگار کا نقشہ با یں الفاظ کھینچا۔

"باغ کے چاروں کونوں پر چار پختہ مکانات بنے ہوئے ہیں جن میں دیوان رتن چند کے جانشینوں نے بہت کچھ ترمیم اور ایزادی کر دی ہے۔ درمیانی بارہ دری دو منزلہ ہے اور اس میں بڑا وسیع سرد خانہ ہے۔ بارہ دری کی دیواروں میں فوارے ہیں اور صحن میں ایک بڑا کشتی نما حوض بنا ہوا ہے جس کے گرد فواروں کی موج بہار عجب لطف دیتی ہے۔ باغ کے دروازہ کی ڈیوڑھی چار منزلہ

ماہ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء میں اس احاطہ کے مکینوں کی تعداد ۳۹۵ تک جا پہنچی چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اُن دنوں رتن باغ اور اس کے ملحقہ مکانوں کی مردم شماری کرائی جس کی تفصیل میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

"اس وقت صدر انجمن احمدیہ کی وساطت سے چار مکانات جماعت کے نام الاٹ شدہ ہیں یعنی (۱) رتن باغ (۲) جودھامل بلڈنگ (۳) جسونت بلڈنگ اور (۴) سیمنٹ بلڈنگ۔ ان عمارتوں میں حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ اور آپ کے خاندان کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ کے کارکن اور بہت سے دوسرے احمدی پناہ گزین آباد ہیں اور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر بھی انہیں عمارتوں میں ہیں۔ بہرحال مردم شماری کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام عمارت	تعداد خاندان	تعداد افراد	کیفیت
(۱)	رتن باغ	۸۲	۳۹۵	
(۲)	جودھامل بلڈنگ	۲۲	۱۴۱	
(۳)	جسونت بلڈنگ	۲۴	۱۳۹	
(۴)	سیمنٹ بلڈنگ	۲۴	۱۲۶	
	میزان	۱۵۲	۸۰۱	

بقیہ حاشیہ:۔ ہے۔ اور اپنی گولائی کی وجہ سے بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ اندر نگاہ پڑتے ہی دُور تک سروں کی دو رویہ قطار دکھائی دیتی ہے۔ باغ کا رقبہ سات ایکڑ کے قریب ہے۔ ایک بلند اور طویل دیوار نے جس کا ارتفاع بارہ تیرہ فٹ سے کم نہیں باغ کے احاطہ کو اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے۔ . . . تمام پُرانے باغات میں یہ باغ سب سے بہتر ہے۔ اس کے اندر ایک مردانہ ہائی سکول اور ایک زنانہ کالج بھی ہے۔ اس باغ کے ایک طرف ٹریبیون کا دفتر اور مسجد مائی لاڈو واقع ہے"

جناب محمد عبداللہ صاحب قریشی جنہوں نے "ماثر لاہور" کے اوراق کو مفید حواشی اور عمدہ معلومات کے اضافہ کے ساتھ جمع کر کے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے مرتب کیا "رتن باغ" کے مندرجہ بالا حالات

اُوپر کے نقشہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت سے جو چار عمارتیں بشمول رتن باغ ہمارے قبضہ میں ہیں اُن میں ۱۵۲ (ایک سو باون) خاندان آباد ہیں اور کل تعداد ۸۰۱ (آٹھ سو ایک) ہے۔ اور یہ خاندان فرضی نہیں بلکہ ایسے خاندان ہیں جو قادیان میں اپنے علیحدہ علیحدہ مکانات اور مستقل انتظام رہائش رکھتے تھے۔ اور ابھی ان اعداد و شمار میں وہ احمدی مہمان شامل نہیں ہیں جو جماعت احمدیہ کے مرکز میں کثرت کے ساتھ آتے رہتے ہیں اور موجودہ حالات میں ان میں سے اکثر کو ٹھہرانے اور جگہ دینے کے لئے ہمارے پاس کوئی انتظام موجود نہیں ہے اور وہ اِدھر اُدھر پرائیویٹ گھروں میں ٹھہر کر نہایت تنگی کے ساتھ گذارہ کرتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جو خاندان ان عمارتوں میں آباد ہیں ان میں سے کئی ایسے ہیں جو قادیان میں پانچ پانچ یا دس دس یا بعض صورتوں میں پندرہ پندرہ یا اس سے بھی زیادہ کمروں کے مکانوں میں رہائش رکھتے تھے۔ مگر اب انہیں رتن باغ یا اس کی ملحقہ عمارتوں میں ایک یا دو دو کمروں میں بڑی تنگی کے ساتھ گذارا کرنا پڑتا ہے" ؎۱

بقیہ حاشیہ:۔ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان عالم وجود میں آیا اور حالات ایسے پیدا ہوئے کہ آبادیوں کا تبادلہ شروع ہوگیا۔ ہندو اور سکھ یہاں سے ہندوستان چلے گئے اور وہاں کے مسلمان یہاں آنے پر مجبور ہوگئے۔ اس وقت قادیان سے **مرزا بشیرالدین محمود احمد** اور ان کی جماعت کے اکثر افراد نے لاہور پہنچ کر اس علاقے کی اکثر عمارتوں پر قبضہ کیا۔ رتن باغ اور اس کی ملحقہ کوٹھی مرزا بشیرالدین محمود کے حصہ میں آئی مگر باغ کی دیکھ بھال میں کوئی خاص توجہ نہ دی گئی۔ جب شہر کی بڑھتی ہوئی آبادی اور ضروریات کے پیش نظر میو ہسپتال کی توسیع لازمی ہو گئی اور مغربی پاکستان کے قیام کے بعد سرکاری ملازمین اور بیرونی مریضوں کے لئے یونٹ ہسپتال قائم کرنے کی تجویز عمل میں لائی گئی تو رتن باغ سب سے پہلے اس منصوبہ کی زد میں آیا۔ چنانچہ اسے صاف کرکے اس کی جگہ ون یونٹ ہسپتال بنا دیا گیا۔ اب باغ اور اس کی چار دیواری کا کوئی وجود باقی نہیں۔ البتہ کوٹھی شکست و ریخت سے بچ گئی ہے اور اسے ڈاکٹروں کے استعمال کے لئے مخصوص کردیا گیا۔ اخبار ٹریبیون کا دفتر بھی ۱۹۴۷ء میں یہاں سے انبالہ منتقل ہوگیا تھا اور اب وہاں پاکستان ٹائمز پریس قائم ہے جہاں سے [illegible] "(رسالہ "نقوش" لاہور نمبر صفحہ ۱۳۸۹-۱۳۹۰ مضمون محمد لطیف صاحب "باغ" ادارہ فروغ اردو لاہور فروری ۱۹۶۲ء)

؎۱ "الفضل" ۱۲ ظہور / اگست ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲

سیدنا المصلح الموعودؓ نے رتن باغ میں قیام فرما ہوتے ہی اس کوٹھی کا سامان حفاظت کے ساتھ اپنی نگرانی میں محفوظ کرا دیا یہانتک کہ ۲۴ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو اس کوٹھی کے مالک اور دیوان بہادر دیوان صاحب کے پوتے گوبند سہائے دیوان خود لاہور میں آئے اور حضور نے انہیں ان کا سارا سامان دیئے جانے کا ارشاد فرمایا۔ اگرچہ بعض لوگ اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ اُن کو سامان واپس کیا جائے کیونکہ مشرقی پنجاب سے جو مسلمان بیکسی کی حالت میں پاکستان پہنچے تھے ان کو آباد ہوتے وقت ہر قسم کے سامان کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت اسی صورت میں پوری ہو سکتی تھی کہ غیر مسلم باشندوں کا متروکہ سامان مہاجرین کو دیا جائے۔ ان سب حالات کے باوجود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے یہی فیصلہ فرمایا کہ دیوان صاحب کا سارا سامان ان کو واپس کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کی ضروریات کا خود کفیل ہوگا۔ چنانچہ دیوان صاحب اس بات سے نہایت ہی متاثر ہوئے اور اُن کے دل پر حضور کے ان اخلاق نے بہت ہی گہرا اثر کیا جس کا اظہار انہوں نے درج ذیل تحریر کی صورت میں کیا:۔

Gobind Sahai grandson of Diwan Bahadr Diwan have fonnd the true spirit of honesty int he Qadian Community. The head of his Community is at present staying at our banglow Rattan Bagh Lahore. He has given me all the household things specialy some ornaments which were left by our family members. Some of the money which was lying in our almira was also given to me by Mirza Bashir ud Din head of the Ahmadiyya Community Personally. I am really very much pleased by the treatment which this community has shown to me.

Sd : Gobind Sahai Diwan

Dated 24-12-47.

(ترجمہ) "میں گوبند سہائے دیوان بہادر دیوان کے پوتے نے جماعت قادیان میں دیانت داری کی صحیح رُوح دیکھی ہے۔ اس جماعت کے امام آجکل ہماری کوٹھی رتن باغ میں قیام پذیر ہیں۔ انہوں نے مجھے ہمارے گھر کی وہ تمام اشیاء یہاں تک کہ زیورات بھی جو ہمارے خاندان کے افراد پیچھے چھوڑ گئے تھے واپس دے دیئے ہیں۔ کچھ نقد روپیہ جو الماری میں پڑا تھا وہ (حضرت) مرزا بشیر الدین امام جماعت احمدیہ نے خود مجھے واپس کیا ہے۔ میں حقیقتہً اس سلوک سے جو اس جماعت نے ہم سے روا رکھا ہے بہت ہی خوش ہوں۔

(دستخط) گوبند سہائے دیوان

مورخہ ۲۴/۱۲/۴۷

کوٹھی رتن باغ کا ایک بیرونی اور وسیع کمرہ قبلہ رُخ تھا جسے پہلے روز سے پنجوقتہ نمازوں اور وعظ و تلقین کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ اسی میں حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حاضر ہونے والے ملاقات کی سعادت حاصل کرتے اور اپنے مقدس اور جان سے پیارے آقا کے زندگی بخش کلمات سے مستفید ہوتے تھے اور اسی جگہ تمام اہم مرکزی اجلاسوں کی کارروائی ہوتی تھی۔ حضور نے دَور پاکستان کے ابتدائی سات خطبات جمعہ دہلی دروازہ کی احمدیہ مسجد میں ارشاد فرمائے۔ مگر جب احمدی مہاجرین کا بے پناہ سیلاب اُمڈ آیا تو حضور نے ۱۷ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے خطبہ ثانیہ میں فرمایا :-

"چونکہ مسجد میں جگہ تنگ ہے اور لوگ زیادہ تعداد میں آتے ہیں اس لئے منتظمین کو چاہیئے کہ وہ آئندہ خطبہ کا کسی اور جگہ انتظام کریں جو موجودہ جگہ سے زیادہ فراخ اور وسیع ہو مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی شکایت ہے کہ وہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے خطبہ سُننے کے لئے نہیں آسکتیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ جب تک عورتوں کی اصلاح نہ ہو آئندہ نسل کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کسی وسیع جگہ کا جمعہ کے لئے انتظام کرنا چاہیئے تاکہ تمام عورتیں بھی شامل ہوسکیں اور مرد بھی۔ اس مسجد میں عورتوں کے لئے جو جگہ ہے اس سے پندرہ بیس گُنا زیادہ جگہ صرف عورتوں کے لئے چاہیئے اور مردوں کے لئے بھی موجودہ جگہ سے کم از کم دوگنی جگہ ہونی چاہیئے۔ پس آئندہ خطبہ جمعہ کا کسی کھُلی جگہ انتظام کیا جائے کیونکہ بہت سے لوگ

جُمعہ سُننے سے محروم رہتے ہیں اور یہ مناسب نہیں ہے"[1]

حضور کے اس فرمان مبارک کی تعمیل میں نظارت تعلیم و تربیت[2] نے رتن باغ کے احاطہ میں ۲۴ر اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء سے نماز جمعہ کا انتظام کیا جو یکم اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء[3] تک باقاعدگی سے جاری رہا۔ کچھ عرصہ بعد حضور نے قیام لاہور کے دوران مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں ہی جمعہ کی نماز پڑھانا شروع فرمادی

شروع شروع میں اخبار "الفضل" کا دفتر بھی رتن باغ میں رہا۔ ۲ر اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء سے حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر کارکنان صدر انجمن احمدیہ کی روزانہ بوقت صبح ورزش جسمانی کا انتظام کیا گیا جس کے نگران صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مقرر ہوئے یہ ورزشی پروگرام بھی رتن باغ کے احاطہ میں ہوتا تھا۔ قادیان جانے والے مخلصین کا کیمپ بھی یہیں کھلا۔ اسی طرح جہاد آزادیٔ کشمیر میں جس مشہور عالم "فرقان فورس" نے سرگرم اور نمایاں حصہ لیا اور شاندار کارنامے انجام دیئے اس کے

۱؎ "الفضل" ۳۰ر اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم ۲ +

۲؎ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی رپورٹ سال اول ۲۷-۱۳۲۶ہش/۴۸-۱۹۴۷ء سے معلوم ہوتا ہے کہ نظارت تعلیم و تربیت نے تین ہزار کی لاگت سے ۱۸ × ۳۶ سائز کے آٹھ شامیانے تیار کرائے تھے۔ لاؤڈ سپیکر کی تمام مشینری اگرچہ قادیان میں رہ گئی تھی مگر ایمپلی فائر اور مائیکروفون بحفاظت لاہور پہنچ گیا تھا جہاں فلپ ریڈیو کے مالک بابو ذکاء اللہ صاحب نے برقی رَو کو بآسانی تبدیل کرنے کے لئے اپنا کنورٹر عاریتاً پیش کر دیا جس سے رتن باغ میں آلہ مکبّر الصوت کا انتظام ہوگیا۔ ضمناً یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کے دَور پاکستان کے اوّلین خطبہ کے سوا جو مولوی عبدالعزیز صاحب فاضل نے قلمبند کیا ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کی آخری سہ ماہی کے سب خطبے مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زود نویسی کی ہمت و محنت کی بدولت محفوظ ہوئے +

۳؎ اس روز حضور نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں اعلان فرمایا کہ

"اب چونکہ ہمارے دفاتر آہستہ آہستہ ربوہ کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے کہ ایک دو ہفتہ میں دفاتر کا بہت سا حصہ ربوہ میں منتقل کر دیا جائے اس لئے مجبوری کی وجہ سے جمعہ کی نماز جو ہم نے یہاں پڑھنی شروع کر دی تھی انشاء اللہ اگلے جمعہ سے پھر مسجد احمدیہ میں پڑھنی شروع کر دینگے تا ہمارے ربوہ جانے سے پہلے پہلے لوگ مسجد کی طرف جانے کے عادی ہو جائیں"

(الفضل ۸ر فتح/دسمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲ کالم ۱)

مجاہد رضاکار سرائے عالمگیر کی طرف روانہ ہونے سے قبل رتن باغ میں ہی قیام فرما رہے اور ایک عرصہ تک ان کی اور حفاظت مرکز کے مستقل خدام کی تربیت یہاں ہی ہوتی رہی۔

الغرض "رتن باغ" کو حضرت مصلح موعود کے رہائش پذیر ہونے کے بعد جماعت احمدیہ میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی جو ۱۹ تبوک/ستمبر ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء تک برقرار رہی۔

رتن باغ میں مشاورتی مجلس کا باقاعدہ سلسلہ

حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ چونکہ جماعت احمدیہ کی از سرِ نو تنظیم کے بارے میں انتہائی متفکر و مشوش تھے اس لئے حضور نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی تاسیس کے ساتھ ہی یہ حکم دے دیا کہ ناظر صاحبان (اور بعد ازاں صدر انجمن یا تحریک جدید کے بعض مخصوص شعبوں کے انچارج) روزانہ رتن باغ میں جمع ہوں اور اپنی رپورٹیں سُنا کر ہدایات حاصل کریں۔

چنانچہ ابتدائی اور ہنگامی ایام میں روزانہ، اور پھر حسب ضرورت ہفتہ میں تین، دو یا ایک بار یہ اہم مشاورتی میٹنگ ہوتی تھی۔ اس سلسلہ کی آخری مجلس جس کی کارروائی محفوظ ہے، ۱۳ شہادت/اپریل ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء کو منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں وقتاً فوقتاً جن اصحاب کو شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اُن کے نام یہ ہیں:۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب ناظر اعلیٰ۔ خانصاحب منشی برکت علی صاحب ناظر بیت المال۔ چوہدری عبدالباری صاحب نائب ناظر بیت المال۔ حضرت نواب محمد الدین صاحب۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد ناظر امور خارجہ۔ مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب ناظر اخلاء و آبادی۔ مولوی محمد صدیق صاحب۔ ملک سیف الرحمن صاحب۔ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب ناظر ضیافت۔ ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے ایڈیٹر تفسیر القرآن۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس۔ راجہ علی محمد صاحب ناظر بیت المال۔ چوہدری بہار الحق صاحب۔ مولوی عبدالرحمن صاحب انور انچارج تحریک جدید۔ چوہدری محمد شریف صاحب خالد۔ چوہدری برکت علی صاحب فنانشل سکرٹری۔ قریشی عبدالرشید صاحب۔ حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب۔ حکیم فضل الرحمن صاحب۔ مولوی نورالدین صاحب منیر۔ مرزا بشیر احمد بیگ صاحب۔ مولوی عبداللہ صاحب اعجاز۔ ڈاکٹر عبدالواحد صاحب

ڈائریکٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ مکرم روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر "الفضل"۔ چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے۔ چودھری اعجاز نصراللہ صاحب۔ حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال۔ محمد صدیق صاحب ثاقب زیروی۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب[1]۔ حسن محمد خاں صاحب عارف۔ چودھری حبیب اللہ صاحب سیال۔ چودھری صلاح الدین احمد صاحب۔ ملک محمد خورشید صاحب۔ صوفی محمد رفیق صاحب۔

شریک مجلس ہونے والے اصحاب کے نام درج ہوتے اور غیر حاضر ہونے والوں سے جواب طلبی کی جاتی۔ حضور ایک ایک سے رپورٹ لیتے، ہدایات دیتے اور اس طرح سے ہر کام کی جزئیات تک کی نگرانی فرماتے تھے۔ ان دنوں ہر اہم معاملہ خواہ اس کا تعلق صدر انجمن احمدیہ سے ہو یا تحریک جدید سے اس مجلس میں ضرور زیرِ غور آتا تھا۔ اس میٹنگ کی سکرٹری مجلس کی طرف سے باقاعدگی کے ساتھ کارگذاری لکھی جاتی اور رپورٹ سُنائی جاتی تھی۔ اور اگر کوئی امر قابل تصحیح ہوتا تو حضرت اقدس اس کی اصلاح فرما دیتے۔

اس مجلس میں مولوی محمد صدیق صاحب، ابُوالمنیر مولوی نورالحق صاحب، حسن محمد خاں صاحب عارف، مولوی نورالدین صاحب مُنیر اور مولانا جلال الدین صاحب شمس نے وقتاً فوقتاً سکرٹری شپ کے فرائض انجام دیئے۔ ان اصحاب کی قلمبند کی ہوئی متعدد رپورٹیں دو رجسٹروں کی صورت میں اب تک محفوظ ہیں[2]۔

حضرت سیدنا المصلح الموعود نے ان رُوح فرسا اور لرزا دینے والے حالات میں جس خداداد فراست اور اولُوالعزمی سے راہنمائی فرمائی اس کا ایک واضح ثبوت یہ مشاورتی مجلس بھی ہے جس کے دوران حضور نے وقتی اور ہنگامی مسائل کے لئے متعدد ایسے امور پر بھی روشنی ڈالی جو تاریخ سلسلہ میں ہمیشہ مشعل راہ کی حیثیت سے یادگار رہیں گے۔ اس تعلق میں حضور کے بعض فرمودات بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۲۵ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء) فرمایا:۔ کام پر جانا ہو تو پروگرام بتا کر جانا چاہیئے۔

---

[1] یاد رہے۔ آپ ماہ شہادت/اپریل ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء میں جیل سے رہا ہوئے جس کے بعد آپ کو اس مجلس میں آنے کا موقعہ میسر آیا۔

[2] یہ رجسٹر مولوی محمد صدیق صاحب فاضل اور مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کی تحویل میں ہیں۔

(۸ تبلیغ/فروری ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء) فرمایا:۔

یہ دیکھا جائے کہ یورپ میں ہمارے لئے کون کون سی چیز ضروری ہے۔ مثلاً عیسائیت کے وہ سوال جن کا علم ہونا چاہیئے۔ پھر مولوی محمد دین صاحب اور ملک غلام فرید صاحب سے پتہ کیا جائے کہ ان کے ساتھ وہ کیا سوالات کرتے تھے۔ پھر ایک قسم کے متعلقہ سوالات کی ایک کتاب لکھی جائے۔ یہ دیکھا جائے کہ اس سے ہم نفع کیسے حاصل کر سکتے ہیں یا کم از کم بغیر نقصان کے چلا سکتے ہیں۔ اصول یہ ہونا چاہیئے کہ کتاب چھپوا کر مبلغین کو لکھا جائے کہ جتنی کتاب مانگو گے ہم بھیجیں گے اور تم اتنی ہی مانگو گے جتنی چھ ماہ میں فروخت ہو سکے۔ اس کی قیمت چھ ماہ میں قسط وار وضع کرلیں گے۔

واقفین میں سے پانچ ایسے تیار کئے جائیں جو زود نویس بنائے جائیں۔ الفضل کے لئے بھی اسی طرح واقفین میں سے تیار کئے جائیں جن کا ادبی مذاق ہو۔ ہر مبلغ جو اخبار لیتا ہے اس کا فرض ہے کہ اہم مضامین کے کٹنگ وہ بھیجے۔

(۲۶ شہادت/اپریل ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء) فرمایا:۔

(تحریک جدید میں) ایک پبلک سروس کمیشن مقرر کیا جائے جو کام کرنے والوں کی نگرانی کرے۔ باہر کے مبلغین کو وہاں ہی آزاد نہ کیا جائے بلکہ ایسے آدمیوں کو یہاں لا کر تین چار ماہ رکھا جائے۔ اگر کام کے لائق ہوں تو کام لیا جائے ورنہ فارغ کر دیا جائے۔

ایک چیز ہے جس پر اگر زور ہو تو میرا خیال ہے کہ جماعت تباہی سے بچ جائے گی وہ نماز کی باجماعت ادائیگی ہے۔ اس سے وقت کی پابندی لازم ہوگی اور پھر اس سے ہر کام بر وقت ہوگا

(۵ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء) فرمایا:۔

لوگوں کے ذہن میں اس وقت یہ ہے کہ مقبرہ بہشتی ہاتھ سے نکل گیا ہے لہذا وصیت کی ضرورت نہیں۔ لہذا چاہیئے کہ انہیں سمجھائیں کہ اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ وصیت ختم ہو گئی حضور علیہ السلام نے تو خود فرمایا ہے کہ باہر دفن ہو سکتا ہے وہاں اس کا نام لکھ دیا جائیگا ویسے بھی سب کا وہاں دفن ہونا ہی محال ہے کیونکہ اتنی جگہ ہی نہیں مَیں سمجھتا ہوں کہ آئندہ ہمیں قرعہ اندازی کرنی پڑے گی۔ مثلاً ایک مقام پر جب سَو آدمی فوت ہو جائیں تو اُن میں سے

قرعہ اندازی کے ساتھ ایک کو وہاں لے جائیں اور باقیوں کی وہاں فہرست لگا دی جائے یا اصول مقرر کر دیا جائے کہ فلاں قسم کے آدمی یہاں آسکیں گے۔

(۱۰ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء) فرمایا:-

سو دفعہ کہہ چکا ہوں کہ مبلغوں میں یہ ذہنیت پیدا کی جائے کہ تم خلافت اور رسالت کے قائم مقام ہو۔ تم ہر کام خود کرو۔ وقار تو خدا تعالےٰ دیتا ہے۔ جب تک اپنے اندر نیکی پیدا نہیں کرتے وقار نہیں ہوسکتا۔ وقار تو اپنے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ خدمت خلق ہو اور قربانی کا مادہ ہو تو وقار خود بخود ہی ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ لوگ انتظار کرتے ہیں کہ لوگ ہماری آکر خدمت کریں اس وقت تک ان کا ادب نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں گو موجود ہے کہ ہم لوگوں کے دلوں میں وحی کریں گے۔ پس جب تم لوگ اپنے اندر تبدیلی کرو گے تو لوگ خود بخود آئیں گے۔

(۱۵ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء) فرمایا:-

شام والوں کو لکھا جائے کہ کسی نہ کسی طرح کبابیر والوں کو اطلاع دیں کہ تنگی کے دن ہیں صبر سے گذار لیں اور کسی قیمت پر بھی کبابیر کی زمین یہود کے پاس فروخت نہ کریں۔

(۲ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء) فرمایا:-

دفتر پرائیویٹ سکرٹری کے متعلق میرا آرڈر ہے کہ جب میری ڈاک جائے تو دو افسر (پرائیویٹ سکرٹری اور اسسٹنٹ پرائیویٹ سکرٹری) بیٹھیں۔ ایک کا کام ہے کہ اُسے گن کر دوسرے کے حوالے کر دے اور دوسرا اس پر مُہر لگا دے۔

انجنیئروں سے یہ بھی مشورہ کر کے انتظام کیا جائے کہ ایک ایک قبر میں ایک کے بجائے تین قبریں ہوں تہہ خانہ کی صورت میں۔ اس کے حصے بنے ہوئے ہوں اور ایک SLATE پر سب نام لکھ دیئے جائیں۔ یہ چیز جذباتی لحاظ سے بھی لوگوں پر زیادہ اثر کرے گی کہ ہم حضرت مسیح موعود کی دی ہوئی جگہ میں آگئے ہیں۔ دوسرا طریق یہ کرنا پڑیگا کہ مختلف اضلاع میں مقبرہ بہشتی کا حصہ مقرر کر دیا جائے وہاں دفن ہوں اور قادیان میں ان کا نام ہو۔ حضورؓ نے خود بھی اس کے متعلق لکھا ہے۔

(۵ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء) فرمایا:-

سرحد والے اگر تبلیغ کے لئے مبلغ مانگتے ہیں تو انہیں لٹکے دینے پڑیں گے ورنہ یہ سمجھا جاوے گا کہ تبلیغ سے ان کو دلچسپی نہیں

(۲۲ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء) فرمایا:-

یہ قانون بنایا جائے کہ جب کوئی افسر باہر جائے تو اپنے پروگرام کی ایک کاپی دفتر میں دے کر جائے اور اگر بعد میں اس کی تبدیلی کی ضرورت پیش آئے تو بذریعہ تار دفتر میں اطلاع دے۔

(۳ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء) فرمایا:-

شہروں اور قوموں کی آبادی بغیر تکلیف کے نہیں ہوتی۔

(یکم صلح/جنوری ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء) فرمایا:-

رپورٹرز کو بیان دینے میں بہت احتیاط سے کام لیں۔ اگر فوری طور پر بیان دینا مشکل ہو۔ یا ایسا سوال ہو کہ جس پر رپورٹر غلط فہمی پیدا کر سکتا ہو تو کہہ دینا چاہیئے کہ ابھی اس معاملہ میں غور نہیں کیا گیا۔

(۱۵ صلح/جنوری ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء) فرمایا:-

کارکنان کو رخصت رعایتی جبراً دی جایا کرے تا دماغ تازہ ہو جایا کریں۔

حضور نے اپنی دعوتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی اصل غرض تبادلہ خیالات کا موقعہ بہم پہنچانا ہوتی ہے اس لئے میزوں اور کرسیوں کی ترتیب اس رنگ میں ہونی چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بات چیت کرنے کا موقعہ مل سکے۔

۱۷ صلح/جنوری ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء) فرمایا:-

پریس تاروں کی عبارت ایسی ہونی چاہیئے جسے خبر تسلیم کیا جا سکے۔

فرمایا۔ اونچے طبقہ کے سنجیدہ اور اثر لینے والے لوگوں کو تبلیغی نکتہ نظر سے بار بار ملنا چاہیئے اور انہیں لٹریچر دینا چاہیئے۔

بیرونی مشنوں میں INSPECTING مبلغ بھجوانے چاہئیں جن کے دورہ کے وقت مقامی حکام و معزز افراد کی دعوت کے انتظام کے ذریعہ تبادلہ خیالات کا موقعہ بہم پہنچایا جائے۔

اس طرح ایک دو دَوروں میں ہی ہر جگہ کے مبلّغین کا STATUS بڑھ جائے گا۔

لنگر خانہ کا جاری ہونا دفاتر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ساتھ ہی رتن باغ کے ایک حصّہ میں لنگر خانہ کھول دیا گیا اور ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل ناظر ضیافت مقرر ہوئے اور ان کی امداد کے لئے شیخ محبوب الٰہی صاحب کا تقرر ناظم سپلائی کی حیثیت سے ہوا چونکہ کوئی خاص انتظام لنگر اور کارکنوں کا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے پہلے آٹھ ماہ میں بازار سے قریباً سات ہزار کے نان خرید نے پڑے[1]۔ سامان کی کمی کا یہ عالم تھا کہ قادیان سے صرف آٹھ دیگیں اور کچھ سامان بمشکل منگوایا جا سکا[1]۔

خوردنی اشیاء مثلاً آٹا، گندم، چاول، چینی کے لئے پرمٹ حاصل کرنا پڑتا تھا اور باقی ضروریات یعنی لکڑی، گھی، دالوں وغیرہ کا انتظام بیرونجات اور مقامی منڈی سے کیا جاتا تھا۔

شروع شروع میں لنگر لاہور میں مہمانوں کی ایک وقت میں روزانہ اوسط قریباً چار سو نفوس تک ہوتی تھی۔ وجہ یہ کہ ان دنوں بہت سے احباب جو مشرقی اضلاع سے ہجرت کر کے لاہور میں پناہ گزین ہوئے لاہور میں عارضی رہائش کے دوران سلسلہ احمدیہ کے مہمان ہوتے تھے۔ لیکن آخر تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء میں یہ اوسط گر کر تین سو تک آگئی۔ چنانچہ ۲۹ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء کی صبح کو لنگر سے کھانا حاصل کرنے والوں کی تعداد ۲۹۷ تھی[3]۔

عام حالات میں رتن باغ اور اس کی متصل کوٹھیوں میں مقیم یا دیگر پناہ گزین اصحاب کو ضروری اجناس کے حصول میں بہت سی مشکلات پیش آسکتی تھیں اور آرہی تھیں مگر لنگر خانہ نے معاوضہ پر خشک راشن (اجناس اور دیگر ضروریات خور و نوش) جاری کر کے ان مشکلات پر بہت حد تک قابو پا لیا۔ علاوہ ازیں غیر مہمان احباب کو بوقت ضرورت قیمتاً بھی کھانا مہیا کئے جانے کا

---

[1] سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۴۸/۱۹۴۷ء صفحہ ۳۵۔

[2] " " " " ۵۴/۱۹۵۳ء صفحہ ۲۶۔

[3] تفصیل:۔ مستورات بذریعہ پرچی سکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ (۱۰۱) مستقل خدام و انصار مقیم رتن باغ (۱۲) مہمانان بذریعہ پرچی افسر خوراک و ناظر ضیافت (۹۵) عارضی اصحاب معاوضہ پر (۳۰) مستقل اصحاب معاوضہ پر (۴۱) عملہ لنگر، خدام، باورچی نانبائی وغیرہ (۱۸) میزان ۲۹۷۔

بھی انتظام کر دیا گیا جس سے احباب کو بھاری سہولت رہی۔[1]

۱۳ر نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء سے نظارت ضیافت کی نگرانی حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب کو سونپ دی گئی[2] اور ملک سیف الرحمٰن صاحب جائنٹ ناظر ضیافت کے فرائض انجام دینے لگے۔ ماہ احسان/ جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو آپ علمی مشاغل اور درس و تدریس کے لئے فارغ کر دیئے گئے اور آپ کی جگہ چوہدری حبیب اللہ خاں صاحب سیال بی۔اے واقف زندگی نے کام سنبھالا جو ماہ امان/ مارچ ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء تک انچارج ضیافت لاہور رہے جس کے بعد بالآخر مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب قائم مقام ناظر ضیافت مقرر ہوئے۔ اس طرح لاہور میں لنگر خانہ کا انتظام مہمانوازی یکم تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء سے لے کر آخر ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء تک قائم رہا۔[3]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا المصلح الموعودؓ کے طفیل خاندانِ مسیح موعودؑ کے خور و نوش کا انتظام

ان ایام میں جبکہ ہر طرف یاس و حسرت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ غم و اندوہ اور درد و اضطراب کی لہریں دوڑ رہی تھیں اور مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے اور کوئی کسی کا پُرسان حال نظر نہ آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا المصلح الموعود کی برکت سے کس طرح خاندانِ مسیح موعودؑ کے خور و نوش کا انتظام کرا دیا؟ اس کی تفصیل خود حضور ہی کے الفاظ میں لکھی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں :-

"ہم جب قادیان سے آئے اس وقت ہمارے خاندان کی تمام جائیدادیں پیچھے رہ گئی تھیں اور ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ بعض دوستوں کی امانتوں کا صرف نو سو روپیہ میرے پاس تھا۔ ادھر ہمارے سارے خاندان کے دو سو کے قریب افراد تھے اور ان میں سے کسی کے پاس روپیہ نہیں تھا۔ اس حالت میں بھی میں نے یہ نہیں کیا کہ لنگر سے کھانا منگوانا شروع کر دوں بلکہ میں نے سمجھا کہ وہ خدا جو پہلے دیتا رہا ہے اب بھی دے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے خاندان کے سب افراد سے کہا کہ تم فکر مت کرو سب کا کھانا اکٹھا تیار ہوا کریگا

---

[1] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۵۰-۱۹۴۹ء صفحہ ۵۳-۵۵۔

[2] 〃 〃 〃 ۲۷-۱۳۲۶ہش/۴۸-۱۹۴۷ء صفحہ ۳۶۔

[3] 〃 〃 〃 ۲۸-۱۳۲۷ہش/۴۹-۱۹۴۸ء صفحہ ۵۳۔

اور ایسا ہی ہوا۔ اپنے خاندان کے تمام افراد کے کھانے کا انتظام مَیں نے کیا اور برابر کئی ماہ تک اس بوجھ کو اُٹھایا۔ آخر کسی نے چھ ماہ کے بعد اور کسی نے نو ماہ کے بعد اپنے اپنے کھانے کا الگ انتظام کیا۔ اس عرصہ میں وہ لوگ جن کا روپیہ میرے پاس امانتاً پڑا ہوا تھا وہ بھی اپنا روپیہ لے گئے اور ہمیں بھی خدا نے اس طرح دیا کہ ہمیں کبھی محسوس نہیں ہوا کہ ہم کوئی اَور تدبیر ایسی اختیار کریں جس سے ہماری روٹی کا انتظام ہو۔ مَیں جب تک لاہور نہیں پہنچا۔ ہمارے خاندان کے لئے لنگر سے کھانا آتا رہا تھا مگر جہاں تک مجھے علم ہے اس کی بھی لنگر کو قیمت ادا کر دی گئی تھی اور اس کے بعد اپنے خاندان کے دو سَو افراد کا بوجھ اُٹھایا۔ حالانکہ اس وقت ماہوار خرچ کھانے کا کئی ہزار روپیہ تھا۔ غرض خدا دیتا چلا گیا اور مَیں خرچ کرتا چلا گیا۔

اگر مَیں خدا تعالیٰ سے ٹھیکہ کرنے بیٹھ جاتا اور اس سے کہتا کہ پہلے میری تنخواہ مقرر کی جائے پھر مَیں کام کروں گا اور خدا تعالیٰ خواب یا الہام کے ذریعہ پوچھتا کہ بتا تجھے کتنا روپیہ چاہیئے تو اُس زمانہ کے لحاظ سے، جب میری ایک بیوی اور دو بچے تھے مَیں زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا تھا کہ سَو روپیہ بہت ہوگا مجھے ایک سو روپیہ ماہوار دیا جائے۔ لیکن اگر مَیں ایسا کرتا تو آج کیا کرتا جبکہ میری چار بیویاں اور بائیس بچے ہیں اور بہت سے رشتہ دار ایسے ہیں جو اس بات کے محتاج ہیں کہ مَیں اُن کی مدد کروں۔ میرے وہ رشتہ دار جن کا اب بھی میرے سر پر بوجھ ہے ساٹھ ستّر کے قریب ہیں۔ اگر سو روپیہ مَیں اپنے لئے مانگتا تو ان کو ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ بھی نہیں آسکتا تھا۔ پھر مَیں روٹی کہاں سے کھاتا، کپڑے کہاں سے بنواتا۔ اپنے بچوں کو تعلیم کس طرح دلاتا اور اپنے خاندان کے افراد کی پرورش کس طرح کرتا۔ بہرحال مَیں نے خدا تعالیٰ سے یہ کبھی سوال نہیں کیا کہ تُو مجھے کیا دے گا اور خدا تعالیٰ نے بھی میرے ساتھ کبھی سودا نہیں کیا۔ مَیں نے خدا تعالیٰ سے یہی کہا کہ مجھے ملے نہ ملے، مَیں تیرا بندہ ہوں اور میرا کام یہی ہے کہ مَیں تیرے دین کی خدمت کروں۔ اور اس کے بعد خدا تعالیٰ نے بھی یہی کیا کہ یہ سوال نہیں کہ تیری لیاقت کیا ہے۔ یہ سوال نہیں کہ تیری قابلیت کیا ہے۔ ہم بادشاہ ہیں اور ہم اپنے بادشاہ ہونے کے لحاظ

سے تجھے اپنی نعمتوں سے ہمیشہ متمتع کرتے رہیں گے

غرض خدا سے سچا تعلق رکھنے والا انسان ہمیشہ آرام میں رہتا ہے۔ لیکن فرض کرو وہ یہی فیصلہ کر دیتا ہے کہ ہم بھوکے مر جائیں تو کم از کم مجھے تو وہ موت نہایت شاندار معلوم ہوتی ہے جو خدا تعالےٰ کی راہ میں بھوکے رہ کر حاصل ہو بجائے اس کے ہم پیٹ بھر کر خدا تعالیٰ کے راستہ سے الگ ہو جائیں۔ اگر ہم اس کی راہ میں بھوکے مر جائیں تو خدا تعالےٰ کے سامنے ہم کتنی شان سے پیش ہوں گے۔ کتنے دعویٰ کے ساتھ پیش ہوں گے کہ ہم نے تیرے لئے بھوکے رہ کر اپنی جان دے دی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ زندگی وقف کرنے والے نوجوانوں کے جدید حصہ میں اب وہ توکل نہیں جو ایک سچے مومن کے اندر ہونا چاہئیے۔ حالانکہ اگر سلسلہ ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے اور وہ توکل سے کام لیں تو یقیناً زمین اُن کے لئے اُگلے گی اور آسمان ان کے لئے اپنی نعمتیں برسائے گا" ؎۱

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بے پناہ مشکلات اور ان کا حل

ہر نئے کام کی ابتداء میں کچھ نہ کچھ مشکلات ضرور پیش آتی ہیں مگر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی تشکیل و تاسیس ہی مشکلات کے ناقابل عبور طوفانوں اور تند و تیز آندھیوں کے دوران ہوئی۔ قادیان کے بیرونی دُنیا سے کٹ جانے کے باعث برصغیر کی احمدی جماعتوں کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور سینکڑوں احمدی مرد، عورتیں اور بچے نہایت قابل رحم حالت اور بے سروسامانی کے عالم میں مشرقی پنجاب سے پاکستان آرہے تھے اور یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس ملک گیر سانحہ میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کو اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کے جن بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم تین مشکلات تو بالکل واضح تھیں:-

۱۔ ریکارڈ کی مشکلات۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر کی دستاویزات اور ریکارڈ کا معتدبہ حصہ قادیان کے فسادات میں اس خدشہ کے پیش نظر نذر آتش کر دیا گیا تھا کہ دشمن اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکے اور جو بچ رہا تھا (محاسب وغیرہ کے بعض رجسٹرات کے سوا) وہ شروع میں

؎۱ "الفضل" ۷/ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۸ ہش/ ۱۹۴۹ء صفحہ ۴۔

لایا نہ جاسکا تھا۔[1]

۲۔ عملہ کی مشکلات۔ دفتروں کا قریباً سب تجربہ کار عملہ ابھی قادیان میں محصور تھا اور بدلے ہوئے حالات میں بظاہر کوئی صورت دفاتر کے قائم ہونے کی نہیں تھی۔

۳۔ مالی مشکلات۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جماعت کا مالی نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ مشرقی پنجاب کی جماعتیں تہیدست اور بے خانماں ہو کر پہنچ رہی تھیں اور پاکستان کی جماعتوں سے بھی چندہ کا آنا بند ہو چکا تھا اور امانتوں سے روپیہ لے کر کام چلایا جا رہا تھا جیسا کہ حضور نے ۱۲ ؍تبوک ؍ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو خطبہ جمعہ کے دوران بتایا کہ

"امانتوں کا سلسلہ جاری نہ ہوتا تو جہانتک دُنیاوی تدابیر کا تعلق ہے اب تک قادیان کی اینٹ سے اینٹ بج چکی ہوتی (خدانخواستہ رفع اللہ بنیانہٗ و اعزشانہٗ)"[2]

جہانتک ریکارڈ کا تعلق ہے اسے بعد میں آہستہ آہستہ منگوانے کا انتظام کیا گیا۔ اور فوری اور ہنگامی ضرورتوں کو پُورا کرنے کے لئے ضروری سٹیشنری لاہور ہی سے خرید لی گئی۔

عملہ کی کمی صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے لئے ایک نہایت پریشان کن مسئلہ تھا جس کا حل حضرت مُصلح موعود نے یہ فرمایا کہ ۱۱ ؍تبوک ؍ستمبر کی صبح روزانہ منعقد ہونے والی میٹنگ کے دوران یہ حکم دیا کہ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں کام کرنے کے لئے خدام الاحمدیہ میں تحریک کی جائے کہ نوجوان آگے آئیں اور اپنے آپ کو والنٹیئر کریں کہ وہ دفاتر میں کام کریں گے اور ایسے خدام کی فہرست نظارت علیا رکھے کہ کون سے خدام کب اور کتنے عرصہ کے لئے دفاتر کے کام میں مدد دے سکتے ہیں۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب نے اسی روز قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ کو حضور کا یہ فرمان پہنچاتے ہوئے لکھا کہ "لاہور کے خدام میں آپ تحریک کریں اور جو خدام کم از کم ایک ماہ دے سکیں ان کی فہرستیں جن میں ان کی تعلیمی قابلیت، عمر اور عام صحت کا ذکر ہو"

حضرت المصلح الموعود نے میٹنگ کے دوران ہدایت جاری فرمانے کے علاوہ اگلے روز خطبہ جمعہ

---

[1] رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۲۷-۱۳۲۶ / ۲۸-۱۹۴۷ء ہش۔

[2] "الفضل" ۳۰ ؍تبوک ؍ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۳۔

میں بھی عام تحریک کرتے ہوئے اظہار افسوس فرمایا کہ روزانہ جالندھر، ہوشیار پور اور دوسرے علاقوں کے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہمیں ان کے لئے مختلف کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے مگر یہ نظر نہیں آتا کہ کس سے کام لیں۔ حضور نے اس خطبہ میں جماعتِ لاہور کی ذمہ داریوں کی طرف نہایت پُرجلال طریق سے توجہ دلائی جس پر متعدد احمدیوں نے سلسلہ کی رضا کارانہ خدمات کے لئے اپنے تئیں پیش کر دیا۔ ان خدام دین میں سے بعض وہ اصحاب بھی تھے جو لاہور یا بیرونی شہروں سے اپنا کاروبار بند کر کے یا رخصت لے کر آ گئے۔ مثلاً چوہدری فضل احمد صاحب کراچی، چوہدری لطیف احمد صاحب کراچی[1]، قریشی محمد طفیل صاحب اختر، بابو عبدالمجید صاحب آڈیٹر، شیخ محبوب الٰہی صاحب لاہور، عبدالحمید صاحب عارف، چوہدری عبدالرحمٰن صاحب (خلف الصدق حضرت چوہدری غلام محمد صاحب مینجر نصرت گرلز ہائی سکول قادیان[2])، چوہدری عبداللہ خاں صاحب۔

لاہور کے ان خدام میں سے جنہیں ان دنوں سلسلہ احمدیہ کے اعزازی کارکن کی حیثیت سے کام کرنے کا موقعہ ملا، شیخ نور احمد صاحب (ایڈووکیٹ) بھی تھے۔ ذیل میں ہم شیخ صاحب موصوف کا ایک بیان درج کرتے ہیں جس سے ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے ہنگامی حالات کا صحیح اندازہ لگانے میں آسانی ہو گی۔

آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"مَیں ان دنوں لاء کالج میں متعلم تھا مگر تعطیلاتِ گرما کے باعث صرف ۱۸ روز پیشتر ایک فوجی افسر کی نوازش سے آرڈیننس ڈپو لاہور چھاؤنی میں بطور سینئر کلرک دو ماہ کے لئے ملازم ہوا تھا۔ حضور پُرنور کی مقدس زبان سے یہ الفاظ سُنتے ہی دل میں ارادہ کر لیا کہ جمعہ کی نماز کے فوراً بعد اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کر دوں گا۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہوتے ہی متعلقہ دفتر میں استعفیٰ لکھ کر بھیج دیا اور جودھامل بلڈنگ پہنچ کر دفتر میں آپ (یعنی حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب۔ ناقل) کی خدمت میں حاضر ہوا جو اُن دنوں ناظر اعلیٰ تھے۔ آپ کے مشفقانہ استفسار پر خاکسار نے اپنے کوائف اور ارادہ کا اظہار کیا تو بہت خوش ہوئے اور مُسکراتے ہوئے فرمایا کہ ابھی (ابوالمنیر) مولوی نورالحق صاحب ناظر انخلاء کی طرف سے ایک

---

[1] برادر اصغر چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر بی۔ اے مبلغ امریکہ جو ہوائی جہاز کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔

[2] "اصحاب احمد" جلد سوم طبع دوم صفحہ ۲۰۹ حاشیہ (مؤلفہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے قادیان)

کارکن کے لئے شدید مطالبہ ہو رہا تھا۔ آپ نے مجھے ان کے پاس بھیج دیا۔ . . . . .
ناظر صاحب اخلاء نے مجھے فرمایا کہ دو تین چوہڑے لے کر سیمنٹ بلڈنگ کو صاف کراؤ۔ اور چوہڑوں کے لئے غالباً دو تین روپے بھی دیئے۔ وہاں جاکر دیکھا تو ہر منزل، ہر کمرہ، سیڑھیاں غرض ہر جگہ کو مہاجرین نے واقعی بیت الخلاء بنا رکھا تھا اور خوفناک تعفّن پیدا ہو چکا تھا خاکسار اور دونوں خاکروبوں نے مل کر دو اڑھائی گھنٹے میں صفائی کی اور پھر دفتر آکر رپورٹ پیش کی۔ بعدازاں ناظر صاحب اخلاء مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب نے مجھے ناظر صاحب اعلیٰ کے پاس بھجوا دیا۔ حضرت نواب زادہ صاحب کو مَیں نے سارا واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ مجھے سخت فکر اور غم لگا ہوا تھا کہ سیمنٹ بلڈنگ میں غلاظت کے باعث بچے اور عورتیں کسی بیماری کا شکار نہ ہو جائیں۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ اس وقت آپ کا دلربا تبسم اور جذبات اتقاء کا اختلاط عجیب قسم کا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے دل و دماغ پر جہاں داغِ ہجرت کا جانگداز احساس مستولی ہے وہاں خدا کے مامور رسُول کی تخت گاہ اور راحت بھرے نشیمن سے دستِ قدرت کے اُڑائے ہوئے طیور کی آسائش و آرام اور بہبودی کا جذبہ بھی موجزن ہے۔

آپ ان دنوں انضباط اوقات کو دفتر میں بالکل ملحوظ نہ رکھتے تھے بلکہ ایک لحاظ سے چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے کیونکہ سارا دن مختلف دفتروں میں مختلف امور کے متعلق سرکاری حکام یا دیگر لوگوں سے ملاقاتیں کرنا پڑتی تھیں اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ابھی آکر بیٹھے ہیں کہ ایک فون آگیا جس کو سُنتے ہی پھر چلے گئے یا حضرت اقدس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے کسی ہنگامی کام کے لئے بُلوا بھیجا۔ اس طرح عشاء کے وقت تک تو مَیں نے عموماً آپ کو کام کرتے دیکھا۔ آپ کی طبیعت میں عجیب قسم کا سکون، تحمّل، بردباری، کیفیتِ اتقاء، حسنِ صورت و سیرت، جذبۂ اخوت و ہمدردی اور مفوضہ فرائض کی سرانجام دہی میں انتھک سعی اور استغراق پایا جاتا تھا۔ . . . .

غالباً دو تین دن اپنے دفتر میں رکھنے کے بعد حضرت نواب صاحب نے مجھے حضرت نواب محمد دین صاحب کی خدمت میں بھیج دیا جو اُن دنوں ناظر دعوت و تبلیغ تھے۔ اس سے پہلے

اُن سے تعارف نہ تھا۔ حسنِ اتفاق سے دونوں نواب صاحبان کا حُسنِ انتخاب عمل میں آیا تھا۔ عُمر کے لحاظ سے ایک جوان اور دوسرے ضعیف العمر مگر جنونِ مومنانہ، فعالیت، جذبۂ ایثار اور انتھک عملی زندگی کے اعتبار سے دونوں میں فرق قائم کرنا مشکل تھا۔ حضرت نواب محمد دین صاحب سارا سارا دن اپنی رفاقت شعار شیوہ سے کار میں مختلف النوع جماعتی امور کی تکمیل کے سلسلہ میں متعلقہ دفاتر اور محکمہ جات میں افسرانِ مجاز سے ملاقاتیں کرتے تھے اور خاکسار کو ہر وقت ساتھ رکھتے اور ساتھ ساتھ مختلف امور نوٹ کراتے جاتے۔ آپ للّٰہیت اور حسنِ اخلاق اور عشقِ احمدیت کا نمونہ تھے۔ تعطیلات کے اختتام پر اور فسادات کی حالت اچھی ہونے پر لاء کالج میں پڑھائی شروع ہوگئی تو اس خیال سے کہ کام کی شدت اور وسعت بھی کم ہو چکی تھی میں نے حضرت نواب صاحب سے مناسب الفاظ میں ذکر کیا تو آپ نے محبت بھرے دعائیہ الفاظ میں رخصت کیا۔"[1]

اگرچہ حضرت امیر المومنین کی آواز پر متعدد احمدیوں نے لبیک کہی مگر جب تک قادیان سے ۱۶ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کا آخری کانوائے نہیں آگیا عملہ کی قلت بدستور قائم رہی۔ یہی وجہ ہے کہ رتن باغ میں جہاں ناظر اعلیٰ کی طرف سے ضروری اطلاعات کے لئے ایک بورڈ لگوا دیا گیا تھا۔ ۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو چاک سے حسب ذیل اعلان لکھوایا گیا:-

"احباب موجودہ حالات کی نزاکت سے بخوبی واقف ہیں کہ کس طرح سلسلہ عالیہ اور اس کے افراد پر ایک ناگہانی ابتلاء پیش آیا ہے۔ اس وقت جو محکمے لاہور میں کام کر رہے ہیں وہ کارکنوں کی قلّت کی وجہ سے اپنے فرائض بخوبی انجام نہیں دے سکتے اور احباب کی پوری مدد نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ایسے احباب جو کسی نہ کسی صورت میں بھی خدمت انجام دے سکتے ہوں مثلاً کلرک، ٹائپسٹ، حساب دان، ڈاکٹر، کمپونڈر وغیرہ وغیرہ بہت جلد ناظر صاحب اعلیٰ کے دفتر میں اپنا نام دیتے مع دیگر تفصیلات متعلق صلاحیت خدمت درج کرائیں اور اس طرح اجرِ عظیم کے مستحق ہوں۔ امید ہے کہ احباب بہت جلد توجہ فرمائیں گے"

یہ اعلان اس دَور کی دفتری مشکلات کی مُنہ بولتی تصویر ہے چنانچہ مولانا جلال الدین صاحب

[1] "اصحاب احمد" جلد ۱۲ سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحبؓ صفحہ ۱۳۹ - ۱۴۱۔

شمس قائم مقام ناظر اعلیٰ نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی سال اوّل کی رپورٹ میں تحریر فرمایا:۔

"پُرانے اور کہنہ مشق کارکنوں کی جگہ نئے اور اعزازی کارکنوں نے لے لی اور وہ رات اور دن نہایت اخلاص اور محنت کے ساتھ سلسلہ کے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین و دنیا میں بہتر سے بہتر جزا دے۔ لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ یہ نئے اور اعزازی کارکن جن کو پہلے صدر انجمن احمدیہ کے کاموں کا تجربہ نہیں تھا اس کمی اور خلاء کو پورا نہیں کر سکتے تھے، جو تجربہ کار پُرانے کارکنوں کی عدم موجودگی میں پیدا ہو چکا تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ . . .

. . . کوئی مؤثق ریکارڈ نہیں رکھا جاسکا"

پھر لکھا:۔

"عملہ . . . کے جو افراد قادیان میں تھے وہ یکے بعد دیگرے جنوری ۱۹۴۸ء تک لاہور آ گئے اور مفوضہ کام ان کے سپرد کر کے اعزازی کارکنوں کو شکریہ کے ساتھ فارغ کر دیا گیا۔"[1]

مالی مشکلات۔ جماعت کا پورا نظام چندوں پر چل رہا تھا۔ لیکن چندوں کی آمد ملکی ذرائع و وسائل کے محدود و مخدوش ہونے کے باعث یکسر معطل ہو چکی تھی جو نہایت درجہ تشویش انگیز امر تھا۔ اس تعلق میں حضور نے کیا اقدام فرمایا۔ اس بارہ میں جناب مولوی ابوالمنیر نور الحق صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"حضور رضی اللہ عنہ نے صدر انجمن کے قیام کے ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ چونکہ چندے نہیں آرہے اس لئے ہر محکمہ کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ خود کفیل بنے اور اپنے اخراجات کو چلانے کی تجویز کرے۔ ان حالات کا تھوڑا سا اندازہ دو واقعات سے ہو سکتا ہے۔ صدر انجمن کے قیام کے بعد حضور نے مکرم مولوی محمد صدیق صاحب کو جودھامل بلڈنگ میں ایک دوکان کھلوا دی تاکہ اس کی تجارت کے ساتھ کوئی آمد کا ذریعہ پیدا ہو سکے۔ چنانچہ کافی عرصہ تک ان کو یہ کام کرنا پڑا۔ اسی طرح سے خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ اپنے محکمہ کے کام کو چلانے کے لئے تم مالٹے بیچا کرو چنانچہ خاکسار مالٹوں کا ٹرک بھر کر روز واہگہ بارڈر پہ جاتا اور اس سے جو آمد ہوتی اس کی رپورٹ حضور کو دیتا تھا۔ ان حالات میں صدر انجمن احمدیہ کے ناظران اور عملہ نے کام شروع کیا۔ ناظر صاحب بیت المال کو حضور کا یہ ارشاد تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے وہ چندوں کی فراہمی

---

[1] رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶-۲۷ہش / ۱۹۴۷-۴۸ء صفحہ ۵۱

کے لئے کوشش کریں تاکہ ان اخراجات کو جن کو کرنا ضروری تھا، کیا جا سکے۔ اسی طرح سے دیگر محکمہ جات کو بھی ہدایات دیں"[1]

سنہ ۱۳۲۶-۲۷ ہش (۱۹۴۷-۴۸ء) کا بجٹ اور پاکستان میں ابتدائی چار ایام کی آمد کے اعداد و شمار

متحدہ ہندوستان میں صدر انجمن احمدیہ کے آخری مطبوعہ بجٹ (بابت سنہ ۱۳۲۶-۲۷ ہش / ۱۹۴۷-۴۸ء) کے مطابق آمد و خرچ کا تخمینہ یہ تھا:-

آمد

نمبر شمار	مدات	رقم
۱	چندہ عام ۳۴۰۰۰۰ — حصہ آمد ۴۲۰۰۰۰ — چندہ مستورات ۳۰۰۰	۷۶۳۰۰۰
۲	آمد دیگر مدات صدر انجمن احمدیہ	۴۷۴۸۵۶
۳	جلسہ سالانہ	۶۰۰۰۰
۴	آمد برائے اخراجات مشروط بہ آمد	۲۹۶۴۸
۵	آمد تعلیم الاسلام کالج و فضل عمر ہوسٹل	۱۱۴۰۲۲
۶	چندہ خاص	۱۲۷۷۵۱
	میزان	۱۵۶۹۳۷۷
۷	آمد صیغہ جات امانتی	۲۶۳۸۴۰
۸	آمد زکوٰۃ	۲۶۰۰۰
۹	آمد خاص جو خاص اخراجات کے لئے مخصوص تھی	۲۳۴۵۰۳
	کل میزان	۲۰۹۳۶۲۰

[1] غیر مطبوعہ

خرچ

نمبر شمار	مدات	رقم
۱-	اخراجات معمولی	۱۲۷۷۲۷۲
۲-	جلسہ سالانہ	۶۰۰۰۰
۳-	مشروط بہ آمد	۲۹۶۴۸
۴-	تعلیم الاسلام کالج و فضل عمر کالج کمیٹی	۲۰۲۳۵۷
	میزان	۱۵۶۹۲۷۷
۵-	صیغہ جات امانتی صدر انجمن احمدیہ	۲۶۳۸۴۰
۶-	زکوٰۃ	۲۶۰۰۰
۷-	خاص اخراجات	۲۳۴۵۰۳
	کل میزان	۲۰۹۳۶۲۰

اس بجٹ کے مطابق اگر کم از کم پونے دو لاکھ روپے ماہوار آمد جاری رہتی تو پھر اخراجات مجوزہ پورے ہو سکتے تھے مگر صورت یہ تھی کہ ایک عرصہ سے آمد قطعی بند تھی اور روپیہ بے شمار خرچ ہو رہا تھا بلکہ اب جو صدر انجمن احمدیہ پاکستان قائم ہوئی تو اس کا آغاز مالی اعتبار سے نہایت دلشکن اور تکلیف دہ صورت حال کے ساتھ ہوا جس کے ثبوت میں ہم اس انجمن کے پہلے چار دنوں کے اعداد و شمار درج ذیل کرتے ہیں جو نظارت علیا کے مستند ریکارڈ سے اخذ کئے گئے ہیں:-

تاریخ	آمد کی تفصیل		میزان
یکم تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء	حفاظت مرکز ۱۵/-	تحریک جدید ۸۳/- (احباب لاہور سے یہ رقم آئی)	۹۸ — ۰

تاریخ	آمد کی تفصیل	میزان
۲/ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء	حفاظت مرکز ۳۸۸/-/- ، تحریک جدید ۱۷۸/۸/- ، حصہ آمد ۱۷۸/۶/۹ چندہ عام ۱۲۴/-/- ، چندہ جلسہ سالانہ ۲۳/-/- ، کشمیر فنڈ ۲/۸/- برائے اشاعت کشتی نوح ۲۰/-/- ، مساکین ۱/۶/۶ ، قرآنہ ۱۸/-/- غلہ فنڈ ۱۸/-/- ، غلہ فنڈ ۲/-/- ، الفضل ۲/۱۲/-	روپے ۹۳۹ - آنے ۹ - پائی ۶
۳/ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء	حفاظت مرکز ۱۱۰/-/- ، حصہ آمد ۱۱۰/-/- ، الفضل ۹/-/-	۲۲۹ — ۰ — ۰
۴/ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء	حفاظت مرکز ۱۹۰/-/- ، حصہ آمد ۶۰/-/- ، چندہ عام ۱۰۰/-/- مساکین ۵/-/- ، تحریک جدید ۱۰۰/-/-	۴۵۵ — ۰ — ۰

"امانت فنڈ" کی برکت سے ہزاروں احمدیوں کا مالی استحکام

۱۳۲۶ہش/ ۱۹۴۷ء کے سکھ مسلم فسادات میں مشرقی پنجاب کے لاکھوں مسلمان اپنے گھروں سے زبردستی نکال کر پاکستان کی طرف دھکیلے جا رہے تھے۔ پاکستان پہنچنے والے ان مظلوم، بے بس اور بیکس پناہ گزینوں کی حالت ناقابل بیان حد تک دردناک تھی۔ وہ بمشکل اپنی جانیں بچا کر پہنچے اور کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے حتیٰ کہ اکثر وہ مسلمان رؤسا جو شاہانہ ٹھاٹھ سے رہتے تھے اور معقول جائیدادوں کے مالک تھے اور بھاری رقوم اپنے یہاں نقد رکھتے تھے جب اپنے گھروں سے نکلے، یا نکالے گئے، تو بالکل خالی ہاتھ تھے۔ یہی کیفیت مشرقی پنجاب سے آنے والے اکثر و بیشتر احمدیوں کی تھی۔ لیکن جن احمدیوں نے اپنے مقدس آقا کی آواز پر قبل از وقت لبیک کہتے ہوئے اپنی رقوم صدر انجمن احمدیہ قادیان یا تحریک جدید کی امانت فنڈ میں جمع کرا دی

تھیں۔ ان کا جمع شدہ تمام سرمایہ چونکہ حضرت مصلح موعود کی بروقت توجہ اور ذہانت و بصیرت کے طفیل بذریعہ ہوائی جہاز بالکل محفوظ صورت میں پہلے ہی پاکستان پہنچ چکا تھا۔ اس لئے جونہی وہ پاکستان پہنچے انہیں ان کے طلب کرنے پر پُورے کا پُورا روپیہ مل گیا اور ان کی مالی حالت میں یکایک استحکام پیدا ہو گیا اور جہاں دوسرے لاکھوں پناہ گزین دربدر ٹھوکریں کھاتے پھر رہے تھے یا کیمپوں میں گل سٹر رہے تھے وہاں ان کی مختلف تجارتیں اور دیگر کاروبار کامیابی سے چل نکلے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے یکم فتح/دسمبر ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء کو "امانت فنڈ" کی اس حیرت انگیز برکت اور خدا تعالیٰ کے مالی نشان پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے بیان فرمایا:۔

"جس وقت ہم قادیان سے نکلے ہیں اس وقت وہی لوگ محفوظ رہے ہیں جن کی امانتیں تحریک جدید یا صدر انجمن احمدیہ میں تھیں۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے روپیہ واپس لے لیا اور کاروبار شروع کئے۔ اب ان میں سے بعض بڑی بڑی تجارتوں کے مالک ہیں۔ دوسرے لوگ لُٹ گئے لیکن یہ لوگ بچ گئے۔ خدا تعالیٰ نے فضل کر دیا کہ جن بنکوں میں جماعت کا روپیہ تھا انہوں نے دیانت داری سے کام لیا اور ہمارا روپیہ واپس کر دیا۔ ہمارے عملہ نے تو سُستی کی لیکن جب ہم لاہور پہنچے تو مَیں نے کہا روپیہ فوراً نکلوا لو۔ مجھے کہا گیا کہ روپیہ نکلوانے کی کیا ضرورت ہے؟ بنکوں میں محفوظ پڑا ہے، پڑا رہے۔ لیکن مَیں نے کہا حالات ایسے ہیں کہ اگر اب روپیہ نہ نکلوایا گیا تو بعد میں بہت سی دِقّتیں پیدا ہو جائیں گی۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۴۷ء کے مہینہ میں ہی دفتر نے روپیہ پاکستان تبدیل کروا لیا اور سلسلہ ایک بڑے صدمے سے بچ گیا۔ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ نہ کوئی روپیہ واپس لا سکتا ہے اور نہ ہندوستان بھیج سکتا ہے۔ چونکہ سوائے اتنے روپے کے جس کی قادیان والوں کو ضرورت تھی باقی سارا روپیہ واپس آگیا تھا اس لئے لاکھوں لاکھ روپیہ انجمن بلا تکلف واپس دیتی چلی گئی اور اب بیسیوں نہیں سینکڑوں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس روپیہ سے تجارتیں جاری کیں۔ اگر ان کا روپیہ یہاں نہ ہوتا تو سکھوں نے لُوٹ لینا تھا لیکن اب ان میں سے بعض لکھ پتی ہیں۔

غرض یہ فائدہ بخش چیز بھی ہے اور خدمتِ دین بھی ہے۔ اس میں برکت ہی تھی کہ امانت رکھنے والوں نے یہ خیال کیا کہ روپیہ بے فائدہ گھر پڑا ہے اُسے دفتر میں رکھ دیں تاکہ وقتی

طور پر اس سے سلسلہ فائدہ اُٹھالے اور نیک نیتی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے انہیں بڑی ٹھوکر سے بچالیا۔ یہاں پہنچ کر مَیں سمجھتا ہوں کہ پندرہ سولہ لاکھ کے قریب روپیہ لوگ واپس لے چکے ہیں۔" [۱]

"امانت فنڈ" کے ان شاندار اور شیریں ثمرات کا اقرار احمدیت کے بدترین مخالفوں کو بھی کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ لائل پور کے ہفت روزہ "المنبر" نے اپنی ۲ مارچ ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھا:-

"تقسیم ملک کے وقت مشرقی پنجاب کی یہ واحد جماعت ہے جس کے سرکاری خزانہ میں معتقدین کے لاکھوں روپے جمع تھے اور جب یہاں مہاجرین کی اکثریت بے سہارا ہو کر آئی تو قادیانیوں کا سرمایہ جوں کا توں محفوظ پہنچ چکا تھا۔ اس سے ہزاروں قادیانی بغیر کسی کاوش کے از سرِ نو بحال ہو گئے۔"

"لوائے احمدیت" کا پاکستان میں منتقل کیا جانا

۳ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کا دن سلسلہ احمدیہ میں خاص اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ اس دن حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان نے حضرت قمر الانبیاء کی خصوصی ہدایت پر "لوائے احمدیت" کا بکس پاکستان بھجوا دیا۔ یہ یادگار بکس مرزا عبدالغنی صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ لائے تھے۔

حضرت سیدنا المصلح الموعود کا پاکستان میں پہلا خطبہ جمعہ اور مستقبلِ احمدیت سے متعلق پُرشوکت پیشگوئی

حضرت سیدنا المصلح الموعود نے پاکستان میں پہلا خطبہ جمعہ ۵ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو ارشاد فرمایا۔

خدا کے برگزیدہ خلفاء معرفت و بصیرت کے کتنے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام پر کھڑے ہوتے ہیں اور انہیں اپنے پیارے رب کے پاک وعدوں پر کتنا زبردست یقین ہوتا ہے؟ اس کا اندازہ حضور کے اس پہلے خطبہ ہی سے بخوبی لگ سکتا ہے جس میں حضور نے ازحد نامساعد اور ناموافق حالات میں واضح پیشگوئی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان ابتلاؤں میں تحریکِ احمدیت کو یقینی طور پر کامیابی بخشے گا۔

---

[۱] "الفضل" ۱۹ فتح / دسمبر ۱۳۲۹ ہش / ۱۹۵۰ء صفحہ ۵ کالم ۳-۴۔

چنانچہ حضور نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

" آج جبکہ لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اُتارا جا رہا ہے یا موت کے مقام سے بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے لمبی باتیں اور لمبی کہانیاں کچھ فائدہ نہیں دے سکتیں۔ ایسے خطرناک وقت میں سوچنے اور کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ وقت قربانی اور ایثار کا ہوتا ہے نہ کہ باتیں کرنے کا۔ آجکل ہماری جماعت جن مشکلات میں سے گذر رہی ہے ، شاید باقی جماعتیں ان مشکلات میں سے نہیں گذر رہیں بلکہ شاید کیا یقیناً دوسری جماعتوں کو اس قسم کی مشکلات درپیش نہیں ہیں جو ہماری جماعت کو درپیش ہیں کیونکہ ہمارا مرکز ہاں وہ مرکز جو ہماری امیدوں کی آماجگاہ ہے اور جس کا نام سُن کر ہمارے دل دھڑکنے لگتے ہیں وہ ایسے حالات سے دوچار ہو رہا ہے کہ دنیوی اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پس سب سے زیادہ مشکلات ہمارے لئے ہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ جو مشکلات ہمیں پیش آئی ہیں وہ انسانی تدبیر سے بالا تھیں۔ میرے نزدیک یہ مشکلات ایسی ہیں کہ اگر صحیح تدابیر اختیار کی جاتیں تو یہ حالات پیدا ہی نہ ہوتے اور عام مسلمانوں کو بھی اور احمدیوں کو بھی یہ مشکلات پیش نہ آتیں۔ لیکن اب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے اور نکتہ چینی کا کوئی فائدہ نہیں۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ایسے اوقات قربانی اور کام کرنے کے ہوتے ہیں۔ مگر بہرحال ایک دفعہ دُنیوی لحاظ سے ہماری جماعت کی بنیادیں بظاہر ہل گئی ہیں اور اب اللہ تعالیٰ امتحان لینا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ از سرِ نو ان بنیادوں کو مضبوط کیا جائے اور اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے ہیں جو ایمان اور اخلاص کے میدان میں پُورے اُترتے ہیں اور کتنے ہیں جو قربانی اور ایثار سے کام لے کر اپنے ایمانوں پر مُہر ثبت کرتے ہیں۔ انہی مسائل پر روشنی ڈالنے کے لئے مَیں قادیان سے آیا ہوں کہ جماعت کے سامنے ان امور کو پیش کروں جن کے متعلق مَیں مشورے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ مَیں آج جماعت سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ یہ اس کے امتحان کا وقت ہے ایسے موقع پر ہر شخص کو مردِ میدان ثابت ہونا چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو شخص ایسے وقت میں مردِ

میدان ثابت نہیں ہوتا اُسے پکڑ کر کھڑا رکھنا بھی جائز نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو اب جلدی ہی جماعت سے علیحدہ ہونا پڑیگا۔ اب جماعت کو ایسے امتحانات پیش آنے والے ہیں کہ جن کے بعد وہی لوگ اس جماعت میں شامل رہ سکیں گے جو قربانیوں میں شامل ہونگے باقی لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا جائے گا۔ وہ زمانہ چلا گیا کہ جب ہم یہ کہتے تھے کہ یہ کچھ ہماری طرف سے خدا کے لئے پیش ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ ہم یہ نہ کہیں گے کہ یہ چیز ہماری طرف سے پیش ہے بلکہ اب اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ منتظم ہم سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے اتنا ہم تم کو دیتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو ایسی قربانی سے بچنے کی کوشش کرے گا جماعت میں شامل نہیں رہ سکے گا۔ اگر نوّے فیصدی لوگ بھی اس ابتلاء میں گر جائیں تو بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ بقیہ جماعت سینکڑوں گنا زیادہ کام کر سکے گی۔ پس تم میں سے ہر شخص کو دُعاؤں میں لگ جانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اسے احمدیت میں ثابت قدم رکھے اور سچی قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک دن وقت میں ہم امن میں رہنے والے جنگ و جدال میں مبتلا کر دیئے گئے اور پُرامن ہندوستان میں رہنے والے پاکستان میں پھینک دیئے گئے۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ اس دُنیا کا پیدا کرنے والا کوئی خدا ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا دین سچّا ہے اور اللہ تعالےٰ کا قائم کردہ دین ہے اور اگر یہ درست ہے کہ جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں کمزوری پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا تاکہ آپ دوبارہ اس دین کو قائم کریں تو پھر یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ سُورج ڈوبے اور پھر نہ چڑھے اور ہم اس کے چڑھنے کا انتظار کرتے رہیں یا سُورج چڑھے اور وہ نہ ڈوبے اور ہم اس کے ڈوبنے کا انتظار کرتے رہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ بڑی سے بڑی آفت بھی اسلام کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پُرانی کتابوں میں آتا ہے کہ وہ کونے کا پتھر ہے جس پر وہ گرے گا اسے چکنا چُور کر دے گا اور جو اس پر گرے گا وہ بھی چکنا چُور ہوگا۔ سو یقیناً ہم آئندہ ابتلاؤں میں کامیاب ہوں گے لیکن یہ خوشی انہی کے لئے ہوگی جو اس وقت ہلاکت کے سمندر میں

اپنے آپ کو یہ کہتے ہوئے ڈال دیں گے کہ ؎

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم"[1]

اس پہلے خطبہ جمعہ کے بعد حضور نے بار بار مختلف پیرایوں اور کھلے لفظوں میں یہ بھی پیشگوئی فرمائی کہ جماعت احمدیہ موجودہ خونی انقلاب سے صحیح سلامت گذرنے کے بعد عنقریب پہلے سے زیادہ قوت و شوکت حاصل کرے گی۔ مثلاً ۱۲؍تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش (۱۹۴۷ء) کے دوسرے خطبہ جمعہ میں حضور نے یہ بشارت دی کہ

"اس زمانہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے اور خدا نے اپنے ہاتھ سے ہماری جماعت کو قائم کیا ہے۔ خدا اپنے لگائے ہوئے پودے کو دشمن کے (ہاتھ) سے کبھی تباہ نہیں ہونے دے گا۔ خدا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اس ملک میں کبھی نیچا نہیں ہونے دے گا۔ خدا قرآن کو اس مُلک میں کبھی ذلیل نہیں ہونے دے گا۔ وہ ضرور ان کو پھر عزت بخشے گا اور ان کو فتح و کامرانی عطا کرے گا۔ ہاں اگر ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے یہ ابتلاء لمبا ہو جائے تو اَور بات ہے ورنہ خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اسلام کی فتح ہو، محمد رسول اللہؐ کی فتح ہو اور پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اُونچا لہرائے"[2]

اسی طرح ۲۵؍تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش (۱۹۴۷ء) کو رتن باغ میں ایک رویاء کی تعبیر میں فرمایا کہ

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالات خواہ بظاہر کیسے ہی خطرناک ہوں ہمیں خدا تعالیٰ موجودہ مینار سے زیادہ شاندار مینار عطا فرمائے گا اور ہماری طاقت اور قوت میں اضافہ فرمائے گا"[3]

---

[1] "الفضل" ۱۷؍تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش (۱۹۴۷ء) صفحہ ۱، ۲

[2] "الفضل" ۳۰؍تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش (۱۹۴۷ء) صفحہ ۸ کالم ۲-۳

[3] "الفضل" یکم اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش (۱۹۴۷ء) صفحہ ۱-۲

حضور نے ۳ر اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء یعنی عین اس روز جبکہ قادیان پر براہ راست حملہ کیا گیا تھا خطبہ جمعہ میں یہانتک فرمادیا کہ

" موجودہ ابتلاء تو کوئی چیز نہیں ہم سمجھتے ہیں اگر سارے احمدی مارے جائیں اور صرف ایک پودا اللہ تعالیٰ رکھ لے تو اس سے احمدیت پھر دوبارہ تر و تازہ ہو جائے گی اور خدا کی باتیں کبھی پوری ہونے سے رہ نہیں سکیں گی۔" [۱]

ازاں بعد ۲۴ر اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک لطیف کشف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا :-

" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری جماعت پر اس وقت ایک مصیبت آئی ہے لیکن یہ مصیبت ایسی نہیں جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں پہلے سے خبر نہ مل چکی ہو۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رویا، اس طرف صریح طور پر اشارہ کر رہا تھا اور گو اس رویا کے اور معنی ہماری جماعت پہلے کرتی رہی ہے اور وہ معنی بھی اپنی جگہ پر درست تھے مگر اس کے دوسرے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس رویاء میں اسی زمانے کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہو۔ جب قادیان کے آسمان اور زمین کو دشمن نے بدل دینا تھا۔ اور بتایا گیا ہو کہ تم اپنے لئے ایک آسمان اور زمین بناؤ گے مگر دشمن اسے تباہ کر دے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں پھر توفیق دے گا کہ تم ایک نیا آسمان اور نئی زمین بناؤ۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اب وہی وقت آگیا ہے جب ہمیں ایک نئے آسمان اور نئی زمین کی ضرورت ہے" [۲]

حضرت اقدس نے اسی خطبہ کے دوران مزید فرمایا :-

" اس وقت سارے مسلمانوں پر ایک مصیبت کا دَور آیا ہوا ہے اور ہم بھی اس دَور میں سے گذر رہے ہیں۔ مگر یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے درخت اپنی

---

[۱] " الفضل " ۱۰ر اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۷ کالم ۱-۲ ۔

[۲] " الفضل " ۳۱ر اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۳ کالم ۳ ۔

جگہ سے اکھیڑے جاتے اور پھر دوسری جگہ اس لئے لگائے جاتے ہیں کہ ان کا پھل پہلے سے زیادہ لذیذ اور میٹھا ہو۔ اس وقت دنیا نے دیکھنا ہے کہ ہماری پہلی ترقی آیا اتفاقی تھی یا محنت اور قربانی کا نتیجہ تھی۔ اگر تو وہ اتفاقی ترقی تھی اور ہماری محنت اور قربانی کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا تو یہ یقینی بات ہے کہ ہم دوبارہ اپنی جڑیں زمین میں قائم نہیں کرسکیں گے۔ اور اگر پہلی ترقی اتفاقی نہیں تھی بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور ہماری کوششوں اور محنتوں اور قربانیوں کا نتیجہ تھی تو پھر یہ یقینی بات ہے کہ موجودہ مصیبت ہمارے قدم کو متزلزل نہیں کرسکتی بلکہ اس کے ذریعہ سے ہماری جڑیں اور بھی پاتال میں چلی جائیں گی اور ہماری شاخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں گی۔"[1]

۷/تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کی اہم مشاورت میں اہم جماعتی فیصلے

سیدنا المصلح الموعودؓ نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی تشکیل کرنے کے ساتھ ہی (یکم تبوک/ستمبر کو) یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی تنظیمِ نَو سے متعلق حضور کے مدّنظر جو پروگرام ہے اس کی تفصیلات طے کرنے کے لئے ۷/تبوک/ستمبر کو نمائندگان جماعت کی فوری مشاورت منعقد کی جائے جس کا مقام رتن باغ اور وقت صبح نو بجے مقرر فرمایا۔ اس سلسلہ میں نہ صرف مکرم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے پاکستانی جماعتوں کو سائیکلوسٹائل کئے ہوئے سرکلر[2] سے اطلاع دی گئی بلکہ اس کا اعلان ریڈیو پاکستان سے بھی نشر کیا گیا۔

---

[1] "الفضل" ۱۳/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء صفحہ ۳ کالم ۱-۲۔

[2] (نقل مطابق اصل) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود۔ ھوالناصر۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ لاہور یکم ستمبر ۴۷ء۔ مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز آج یہاں تشریف فرما ہیں حضور نے فرمایا ہے کہ مغربی پنجاب۔ سرحد۔ سندھ (مملکت پاکستان) میں رہائش پذیر نمائندگان مشاورت کو حالات حاضرہ کے بارے میں غور کرنے کے لئے لاہور بلایا جائے۔ براہ مہربانی سب نمائندگان مجلس مشاورت کو حضور کا یہ ارشاد پہنچا دیں اور تاکید فرما دیں کہ تمام نمائندگان ۷/ستمبر ۴۷ء کو ضرور لاہور پہنچ جائیں۔ مجلس شوریٰ کا اجلاس ۷/ستمبر ۴۷ء کو منعقد ہوگا۔ نمائندگان مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ پہنچ جائیں

والسلام۔ خاکسار بشیر احمد امیر جماعت احمدیہ لاہور

۱۳ ٹمپل روڈ لاہور

جہانتک ہندوستانی جماعتوں کا تعلق ہے حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے نے ۲ ستمبر کو کراچی سے جماعت احمدیہ دہلی کو بذریعہ تار اس کی اطلاع دی جس پر رشید احمد صاحب ملک سکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ دہلی نے (جو اُن دنوں نہایت باقاعدگی کے ساتھ اندرون ہند مرکزی اطلاعات بھجوانے کا اہتمام کر رہے تھے) ہندوستانی جماعتوں کے نام حسب ذیل سرکلر بھیجا :-

"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

دہلی

مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۰ بجے شب

احباب کرام !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

احباب کو آج سرکلر بھیجا جا چکا تھا کہ شام کو مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی طرف سے کراچی سے تار موصول ہوا کہ امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ۳۱ تاریخ کو لاہور پہنچ چکے ہیں اور خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ

دیگر یہ کہ حضور نے جماعت کی ایک فوری اور نہایت اہم مجلس مشاورت لاہور میں مؤرخہ ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء بروز اتوار بلائی ہے جس کے لئے جس قدر جماعتوں کو اطلاع پہنچ سکے وہ فوراً اپنے اپنے نمائندگان کو وہاں بھیج دیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل تار آج یہاں سے ہم نے مختلف جماعتوں کو بھجوا دیا ہے۔ امید ہے اس وقت تک آپ کو یہ تار پہنچ چکا ہوگا اور آپ نے اپنے نمائندگان کو بھجوانے کا انتظام کر دیا ہوگا اور اپنے گرد و نواح کی جماعتوں کو بھی اطلاع دے دی ہوگی۔

جماعتوں پر اس مجلس مشاورت کی اہمیت واضح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اور امید ہے کہ آپ اپنے پیارے امام کے اس ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے جلد سے جلد پہنچینگے اور جیسا کہ ہدایت کی گئی ہے اگر بعض دوستوں کو کراچی یا بمبئی کی طرف سے بھی ہو کر یا زیادہ اخراجات برداشت کرکے بھی آنا پڑے تو وہ پروا نہ کریں۔ اور وقت سے پہلے لاہور پہنچیں۔

اس دوران اگر مرکز کے متعلق کوئی خبر یا حضور ایدہ اللہ کی طرف سے مزید ہدایات ملیں تو وہ ہم بذریعہ سرکلر فوراً جماعتوں کو روانہ کر دیں گے۔ انشاء اللہ

والسلام

خاکسار

رشید احمد ملک

سکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ دہلی

یہ مشاورت حسب پروگرام رتن باغ کے کمرۂ نماز میں منعقد ہوئی۔ کوئی ڈیڑھ صد کے قریب نمائندگان جماعت نے شمولیت کی۔ حیدرآباد سے حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب اور سیٹھ محمد اعظم صاحب اور دہلی سے مولوی محمد سلیم صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ بذریعہ ہوائی جہاز شامل ہوئے۔

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود نے نمائندگان سے قریباً پانچ گھنٹے تک خطاب فرمایا۔ اور نہایت شرح و بسط سے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی۔

اس مجلس میں چھ نہایت اہم اور بنیادی فیصلے ہوئے جن کی تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے:۔

اوّل۔ مشرقی پنجاب کے تمام احمدی (خصوصاً جماعت قادیان) اپنی اپنی جگہ رہیں۔ البتہ عورتوں اور بچوں کو مغربی پنجاب میں پہنچا دیا جائے چنانچہ ۱۰۔ ۱۱ تبوک/ستمبر کی درمیانی شب کو پاکستان ریڈیو پر یہ خبر نشر ہوئی:۔

"حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان نے اپنی جماعت کے نمائندوں سے مشورہ کرکے فیصلہ کیا ہے کہ مشرقی پنجاب کے تمام احمدی خصوصاً قادیان کی جماعت کے لوگ اپنی اپنی جگہ رہیں اور حالات خواہ کچھ ہوں اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں۔ عورتوں اور بچوں کو مغربی پنجاب میں پہنچا

دیا جائے۔ حالات کے اچھے ہونے پر انہیں واپس بلایا جا سکتا ہے"[1]

اخبار "انقلاب" نے نوٹ لکھا:۔

" مشرقی پنجاب کے احمدی

امام جماعت کا مشورہ

لاہور۔ ۱۰ ستمبر۔ احمدیہ جماعت کے مقتدر ارکان کی ایک کانفرنس زیر صدارت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد منعقد ہوئی جس میں مشرقی پنجاب کے احمدیوں خاص کر علاقہ قادیان میں رہنے والے احمدیوں کو مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنے علاقوں میں واپس جا کر از سر نو آباد ہو جائیں اور فی الحال عورتوں اور بچوں کو مغربی پنجاب میں چھوڑ جائیں اور وہ احمدی جو بہت جلد اپنے گھروں کو لوٹ نہیں سکتے انہیں اجتماعی صورت میں کسی ایک جگہ سکونت پذیر ہو جانا چاہیئے جہاں سے ان کی عورتیں اور بچے بالکل قریب ہوں تاکہ جب بھی وقت آئے وہ بہت جلد اپنے گھروں میں جا کر آباد ہو سکیں"[2]

اخبار "نوائے وقت" نے لکھا:۔

" لاہور۔ ۱۰ ستمبر۔ آج مرزا بشیر الدین محمود صاحب رئیس جماعت احمدیہ کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مشرقی پنجاب کے قادیانیوں کو بالعموم اور قادیان کے احمدیوں کو بالخصوص یہ ہدایت کی گئی کہ جونہی ممکن ہو وہ واپس مشرقی پنجاب جائیں اور اپنے دیہات میں بڑے بڑے بلاکوں کی صورت میں پھر آباد ہو جائیں۔ ہاں اپنی عورتوں اور بچوں کو مغربی پنجاب میں چھوڑ جائیں

مرزا بشیر الدین احمد صاحب نے کہا ہے کہ جو لوگ فوراً واپس جانے سے قاصر ہیں وہ اپنے گھروں سے قریبی مقامات پر آباد ہوں تاکہ جب بھی ممکن ہو وہ (انفرادی طور پر نہیں اجتماعی طور پر) اپنے گھروں کو لوٹ سکیں"[3]

---

[1] "الفضل" ۱۲ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۳ کالم ۳۔

[2] ضمیمہ "انقلاب" (لاہور) ۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۴۔

[3] "نوائے وقت" (لاہور) ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۵۔

دوم ۔ چندوں کی نسبت یہ طے پایا کہ فی الحال ہندوستان اور مشرقی پاکستان کے سوا ہر قسم کے چندے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی شاخ لاہور کو ارسال کئے جائیں ۔ حضور نے اس موقعہ پر خصوصی تحریک فرمائی کہ فوراً چندے بھجوائیں ۔

چنانچہ اخبار " انقلاب " لاہور ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ کالم ۶ پر اس بارے میں حسب ذیل اعلان شائع کیا گیا :۔

" ضروری اعلان

حالاتِ حاضرہ کے پیش نظر مجلس مشاورت جماعت احمدیہ منعقدہ ۷ ستمبر بمقام لاہور کے غیر معمولی اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ تا اطلاع ثانی تمام جماعت ہائے احمدیہ ماسویٰ ہندوستان و مشرقی پاکستان ہر قسم کے چندے اور امانتیں نیز چندہ ہائے تحریک جدید انجمن احمدیہ قادیان کی شاخ لاہور کے پتہ پر ارسال فرمائیں ۔ پتہ حسب ذیل ہے ۔

محاسب صدر انجمن احمدیہ جودھامل بلڈنگ جودھامل روڈ لاہور "

سوم ۔ اس اجلاس میں حضور نے مرکز پاکستان کی سکیم بھی پیش فرمائی اور قرار پایا کہ اس ضمن میں احمدی جماعتیں پانچ لاکھ روپیہ فراہم کریں ۔[1]

نیا مرکز کہاں قائم کیا جائے ؟ یہ سوال بھی زیر غور آیا ۔ حضور کی تجویز تھی کہ اس کے لئے ضلع شیخوپورہ میں کوئی مناسب جگہ انتخاب کی جائے ۔[2]

چہارم ۔ قادیان کی حفاظت کے تعلق میں جو فیصلہ کیا گیا وہ حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں یہ تھا کہ " فیصلہ کیا گیا کہ قادیان کی حفاظت اور اس کے آباد رکھنے کی پوری کوشش کی جائے ۔ لیکن چونکہ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ پولیس وغیرہ سرکاری محکمے بھی فسادیوں کی پشت پناہی کرتے ہیں ۔ اس خطرہ کو دیکھتے ہوئے قادیان سے سر دست عورتوں بچوں کو نکال لینا چاہئیے اسی طرح ایسے افراد کو جن کو انتظام کی خاطر باہر آنا ضروری ہو ۔ نیز قادیان میں ایک معقول تعداد احمدی محافظین کی موجود رہنی چاہئیے جو قادیان کی حرمت اور ارد گرد کے اسلامی علاقہ کی حفاظت

---

[1] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۹۴۷ء-۴۸ء صفحہ ۱۲۹ ۔

[2] ، [3] حضور کی ایک غیر مطبوعہ تحریر سے ماخوذ ۔

مزید فیصلہ ہوا کہ

"تمام جماعتیں اپنے ۱۸ سال سے ۵۵ سال کی عمر کے مردوں کی فہرست بنا کر ان کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیں اور ۱/۸ حصہ آدمی قرعہ ڈال کر فوراً قادیان کی حفاظت کے لئے بھجوا دیں"

حضرت سیدنا المصلح الموعود نے "الفضل" لاہور کے پہلے شمارہ (صفحہ ۲) میں احباب جماعت کو اس ضروری فیصلہ کی طرف خاص توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرمایا :-

"قادیان سے دفاتر اور کارکنوں کا ایک بڑا حصہ فوراً نکلوانا ضروری ہے۔ گذشتہ تین ماہ سے انہوں نے دن رات کام کیا ہے اور سب کام سلسلہ کے بند ہیں۔ اس لئے فوراً نئے فیصلہ کے ماتحت باہر سے آدمی جانے چاہئیں۔ قادیان کی مرد آبادی کا ۱/۸ ہر وقت قادیان رہے گا۔ اس طرح قادیان پر پھر بھی دوسروں سے زیادہ بوجھ رہے گا۔ یہ وقت دیر کا نہیں فوراً اس انتظام کے ماتحت آدمی بھجوائیے۔ اس میں مرضی کا سوال نہیں۔ جبراً ہر شخص کو یہ خدمت دینی ہوگی اور تین ماہ تک یہ خدمت کرنی ہوگی۔ ہر تین ماہ کے بعد یہ ڈیوٹی بدلتی رہیگی" [1]

اہل قادیان کو مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے باخبر کرنا اور ایک خاص نظام کے تحت ان کے انخلاء اور پاکستان میں منتقل کئے جانے کی تدابیر کا اختیار کرنا ایک کٹھن مرحلہ تھا جس کو طے کرنے کے لئے حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب ناظر اعلیٰ پاکستان نے ۱۴ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مولانا ابوالعطاء صاحب کو حسب ذیل مکتوب لکھا :-

"آپ کو علم ہو گیا ہوگا کہ مجلس مشاورت کے خاص اجلاس نے جو کہ ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہوا تھا یہ فیصلہ کیا تھا کہ قادیان کی حفاظت کے لئے صرف ایک ہزار یا اس سے کچھ کم وبیش نوجوان افراد کو رکھنا چاہیئے۔ باقی آبادی کو قادیان سے نکال لیا جائے۔ یہ فیصلہ اس بناء پر کیا گیا تھا کہ وہ علماء و اکابر سلسلہ جو کہ ہماری تیس چالیس سالہ مساعی کا پھل ہیں اگر خدانخواستہ تباہ یا ضائع ہو جائیں تو ان کی جگہ دوسروں کو لینے کے لئے ایک عمر چاہیئے اور اگر یہ پیشبندی کابھی فوری طور پر نہ کی گئی تو سلسلہ کی ترقی ایک لمبا عرصہ کے لئے پیچھے جا پڑے گی۔ اس فیصلہ کو مدنظر

---

[1] "الفضل" ۱۵ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲

رکھتے ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب اور دیگر علماء سلسلہ کو اور وہ لوگ جن کے ہاتھ میں کلیدی کام ہیں ان کو جلد سے جلد قادیان سے نکالنے کی کوشش کی جائے۔ حضور کے خاندان کے متعلق مجلس مشاورت نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ان سب کو نکال لیا جائے۔ لیکن حضور کا اپنا خیال یہ ہے کہ خاندان کے افراد میں سے بھی مقررہ حصہ ضرور قادیان میں رہنا چاہیئے اور ان کے علاوہ ایک جوان بھی باری باری سے۔ جو انتظام کا ذمہ دار ہو۔ دوسروں میں سے بھی جتنے افراد جماعت رکھنا چاہے رکھ سکتی ہے۔ لیکن خاندان کے افراد اسی نسبت سے آئیں گے جس نسبت سے باقی جماعت کے افراد۔ وہاں رہنے والے افراد کے متعلق یہ صورت اختیار کی جائے کہ اول تمام جوان یعنی ۱۸ سال سے ۵۵ سال کی عمر کے لوگوں میں سے ½ قرعہ کے ذریعے منتخب ہوں اور پہلی دفعہ یہ وہاں ٹھہریں۔ ان کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی مرضی سے اور اپنے کام کے لئے رہنا چاہے وہ بھی رہ سکتا ہے ایک وقت میں نو سے بارہ سو تک آدمی قادیان میں رہنے چاہئیں۔ اس وقت باہر سے ۵ سو آدمی گیا ہوا ہے۔ قادیان سے چھ سات سو آدمی صرف لینا پڑے گا۔ مجلس شوریٰ کا جو فیصلہ ہے اس کی بنا پر ہم نے صرف ½ قادیان کی آبادی سے بذریعہ قرعہ والنٹیرز لینے ہیں اور ⅔ باہر سے قادیان میں بھجوانے ہیں۔ اس لئے جب مزید کمک قادیان پہنچ جائے گی تو قادیان کی آبادی کے ۳۰۰ ۔ ۴۰۰ کے قریب آدمی رہ جائیں گے۔ پس آپ حضور کے حکم اور مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۔ ستمبر کی روشنی میں فوری کارروائی کرائیں۔ آپ جو قدم اس بارہ میں اٹھائیں اس سے مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آپ کو اس لئے لکھا جاتا ہے تا جماعت سے آپ اچھی طرح مشورہ کرلیں۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب خود امیر ہونے کی وجہ سے شاید حجاب کریں۔ مکرر عرض ہے کہ لوگوں کے قلوب میں یہ بات ذہن نشین کر دینی چاہیئے کہ کیوں ان افراد کا نکال لینا ضروری ہے۔ مخلص احباب تو سلسلہ کے ہر فیصلہ کے آگے سر جھکا دیتے ہیں لیکن کمزور لوگوں کو بھی ساتھ لینا ہمارا فرض ہے۔ اور یہ واضح کر دیا جائے کہ جس قربانی کا ان سے مطالبہ ہے وہی حضرت مسیح موعودؑ کا خاندان اور دوسرے کارکن پیش کریں گے۔ یعنی افراد کی تعداد کے مطابق اُن میں سے

بھی قادیان میں رہیں گے۔ والسلام

محمد عبداللہ خاں

ناظر اعلیٰ لاہور

۲۶-۹-۴۷ [1]

پنجم۔ مہاجرین کی آبادی کے لئے مختلف احمدی جماعتوں کے ذمہ ایک مخصوص تعداد لگا دی گئی کہ وہ ان کے بسانے کا انتظام کریں۔ اس ضمن میں حضرت المصلح الموعود کی ایک غیر مطبوعہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاورت میں مندرجہ ذیل جماعتوں کو خاص طور سے یہ فرض سونپا گیا۔

لاہور۔ بھیرہ۔ گجرات۔ کھاریاں۔ شادیوال۔ بہلول پور۔ چک سکندر گوجرانوالہ۔ چہور۔ چک ۴/۱۱ منٹگمری۔ لودھراں۔ شاہ مسکین۔ سیالکوٹ ڈسکہ۔

ششم۔ مشاورت میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ہر بالغ احمدی کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ سال میں پندرہ دن ضرور تبلیغ کے لئے وقف کرے سوائے اس کے جو معذور ہو اور اجازت لے [2]

ریڈیو پاکستان سے قادیان کی خبروں کا نشر کیا جانا

قادیان کی صورت حال سے جماعتوں کو باخبر رکھنے کے لئے شروع میں یہ انتظام کیا گیا کہ شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور روزانہ شام کے سوا آٹھ بجے ریڈیو سے قادیان کی خبریں نشر کرتے تھے۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا پہلا باضابطہ دفتری اجلاس

مجلس مشاورت کے تین روز بعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ممبروں کا پہلا باضابطہ دفتری اجلاس ۱۱ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو منعقد ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ صدر انجمن احمدیہ دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور اخراجات میں اضافہ ناگزیر ہے اس لئے ضروری ہے کہ قواعد و ضوابط میں سادگی اور اختصار ہو تاکہ کم سے کم عملہ سے کام لیا جا سکے اور فیصلوں میں نا واجب تاخیر نہ ہو۔

---

[1] ریکارڈ نظارت علیا صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔

[2] حضور کی ایک غیر مطبوعہ تحریر سے ماخوذ۔

بایں غرض صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے یہ طے کیا کہ سردست صدر انجمن احمدیہ قادیان ہی کے قواعد ضوابط اس نئی انجمن کے متصور ہوں۔ نیز ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ و ناظر صاحب امور عامہ و خارجہ و تعلیم و تربیت و نائب ناظر بیت المال پر مشتمل ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی جو دو ہفتوں کے اندر اندر تمام قواعد و ضوابط کو ترتیب دے اور ۲۸ تبوک/ستمبر تک اس کی رپورٹ مجلس میں پیش کرے۔ کام کو جلد نپٹانے کے لئے یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ فی الحال ایک ہفتہ تک روزانہ پانچ بجے شام ممبروں کا اجلاس ہوا کرے۔ کورم چار کا تجویز کیا گیا اور دفاتر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے کھلنے اور بند ہونے کے حسب ذیل اوقات مقرر ہوئے:۔

۹ بجے صبح سے ۵ بجے شام تک (وقفہ ½۱ بجے سے ۳ بجے دوپہر تک)[۱]

حضرت امیر المومنین نے ارشاد فرمایا تھا کہ صدر انجمن احمدیہ لاہور کے لئے ایک آڈیٹر مقرر کیا جائے جو جماعت لاہور کے مہمان نوازی اور اُن دیگر اخراجات کی بھی پڑتال کرے جو قادیان کے EVACUEE کے سلسلہ میں کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں صدر انجمن احمدیہ لاہور نے اپنے پہلے اجلاس میں بابو عبد الحمید صاحب آڈیٹر کو مقرر کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے یہ بھی فیصلہ فرمایا تھا کہ صدر انجمن احمدیہ لاہور کو بھی تحریک جدید کی طرح رجسٹر کروا لیا جائے اور یہ کام جلد ہو۔ چنانچہ یہ کام اس اجلاس میں شیخ بشیر احمد صاحب اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کے سپرد ہوا۔

محکمہ جات نے چونکہ ابھی بجٹ نہیں بنایا تھا اور ہنگامی کاموں پر پے در پے اخراجات ہو رہے تھے جس کی مقدار چار ہزار تک پہنچ چکی تھی اس لئے صدر انجمن احمدیہ نے اپنے ۱۳ تبوک/ستمبر کے اجلاس میں نظارت علیا کو مد امانت سے مبلغ دس ہزار روپیہ بطور قرض لینے کی اجازت دی۔[۲]

بلیٹین کی اشاعت اور لنڈن مشن کو روزانہ اطلاعات بھجوانے کا انتظام

"الفضل" جو جماعتی خبروں کا ترجمان اور بیرونی جماعتوں سے رابطہ کا اہم ترین ذریعہ تھا پاکستان سے ابھی جاری نہیں ہوا تھا اور قادیان میں اس کی صورت مخدوش حالات کے باعث محض ایک مقامی ایڈیشن کی رہ گئی تھی۔[۳]

---

[۱] و [۲] ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء۔
[۳] ۱۷ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو "الفضل" قادیان کا آخری پرچہ شائع ہوا۔

حضرت امام ہمام چونکہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ جماعتوں کو منظم کرنے اور مرکز سے وابستہ کرنا چاہتے تھے اس لئے حضور نے اس کی متبادل صورت یہ اختیار فرمائی کہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے جماعتوں کے نام روزانہ مختصر بلیٹین شائع کرانے کا بندوبست فرمایا جس میں چندوں کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ دلائی جاتی تھی۔ نیز ہدایت فرمائی کہ "ہمارے دفاتر کے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ شائع ہونے والی باتوں کو جلد از جلد ہر طرف پھیلا دیا کریں۔" اس سلسلہ میں حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب ناظر اعلیٰ نے ۱۳ ؍ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو حسب ذیل اعلان فرمایا:-

"لاہور

۲۶ - ۹ - ۱۳

مکرم محترم ناظر صاحبان

السلام علیکم۔ حضور نے فرمایا ہے کہ آجکل جماعت نہایت نازک دور سے گذر رہی ہے۔ تمام ناظر صاحبان کو چاہیئے کہ وہ اہل قلم بن جائیں اور جن جن دقتوں سے جماعت گذر رہی ہے اس سے پوری طرح تمام جماعت کو آگاہ کیا جائے اور مختلف رنگوں میں ان کو احساس کرایا جائے کہ کس کس قسم کی ضروریات اس وقت سلسلہ کو لاحق ہو رہی ہیں۔ نیز حضور نے فرمایا ہے کہ روزانہ بلیٹین شائع ہوں۔ اس لئے ناظر صاحبان ضرور کچھ نہ کچھ نوٹ اس میں دیں۔ مہربانی فرما کر حضور کے اس ارشاد کو ملحوظ رکھیں اور ضروری کارروائی فرمائیں۔

(دستخط) محمد عبداللہ خاں ناظر اعلیٰ

۴۷ - ۹ - ۱۳"

حضور کے ارشاد کی تعمیل میں بلیٹین کا یہ مفید سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

حضور نے پاکستان سے باہر احمدی جماعتوں کو سلسلہ احمدیہ کے حالات سے باخبر رکھنے کے لئے ۱۳ ؍ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو یہ قطعی ہدایت جاری فرمائی کہ روزانہ انگلستان مشن کو بذریعہ ہوائی ڈاک اطلاعات پہنچائی جائیں اور لکھا جائے کہ تمام ممالک کے سفیروں اور ذمہ دار لوگوں کو یہاں کے حالات سے مطلع کیا جائے اور جہانتک وہ پراپیگنڈا کر سکتے ہوں کرنا چاہیئے۔[1]

---

[1] ریکارڈ نظارت علیا صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء۔

اُن ایام میں بیرونی دنیا تک سلسلہ احمدیہ کی خبریں پہنچانے کا یہ ذریعہ بہت مفید اور بہت موثر ثابت ہوا۔ اور جماعت احمدیہ کے عبوری مرکز سے اُٹھنے والی آواز کی بازگشت ہر جگہ سُنائی دینے لگی۔

فصل دوم

پاکستان سے روزنامہ "الفضل" کا اجراء

سیدنا المصلح الموعود کی ہدایت پر شروع ہی سے پاکستان میں اخبار "الفضل" کی اشاعت کے لئے دوڑ دھوپ کی جا رہی تھی جو دو ہفتوں کے اندر اندر نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ حکومت نے روزنامہ "الفضل" کی منظوری دے دی اور اسے ۱۵ ار تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء سے جناب روشن دین صاحب تنویر ہی کی ادارت میں باقاعدہ جاری کر دیا گیا۔

قبل ازیں مرکزی اطلاعات خصوصاً حضرت امام ہمام کے حالات سے بے خبری کا جو عارضی وقفہ پڑ گیا تھا وہ اب اللہ کے فضل اور اس کی عنایت سے ختم ہو گیا اور دُنیا بھر کی احمدی جماعتیں جو اپنے پیارے آقا کے تازہ کلمات پڑھنے کے لئے پیاسی تڑپ رہی تھیں کوثر و تسنیم کی اس رُوحانی نہر سے دوبارہ سیراب ہونے لگیں۔

پاکستان میں "الفضل" کے اغراض و مقاصد کیا قرار پائے؟ اس کی تفصیل اس کے پہلے شمارہ میں بایں الفاظ درج تھی :-

"روزنامہ الفضل کا کیا مقصد ہے اور وہ کن عزائم کا علمبردار ہے؟ اس کا جواب الفضل کی پینتیس ۳۵ سالہ تاریخ کا ایک ایک ورق دے رہا ہے۔

اسلام کے خوبصورت اور حسین چہرہ پر بیگانوں کی عداوت اور اپنوں کی غفلت کی وجہ سے شکوک و شبہات کے جو تاریک پردے پڑ چکے تھے انہیں دُور کر کے دُنیا کو حقیقی اسلام سے رُوشناس کرانا اور اسلام کو اس کی عملی شکل میں قائم کرنا یہ وہ عظیم الشان مقدس فریضہ

ہے جیسے حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت احمدیہ کا مقصد وحید قرار دیا ہے اور اسی مقصد کی تکمیل میں اپنی بساط کے مطابق حصہ لینا "الفضل" کا پہلا اور آخری فرض ہے۔ اس فرض کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور ہدایات کی روشنی میں سرانجام دینے کی کوشش کی جائے گی۔ انشاء اللہ

"الفضل" لاہور اسلام کی حقیقی تعلیمات کو دُنیا پر ظاہر کرنے اور اُسے اپنی عملی صورت میں دُنیا میں قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ "الفضل" لاہور جماعت احمدیہ اور اس کے اندرونی نظام کو حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش کرے گا اور احباب جماعت کو سلسلہ کی اہم ضروریات سے آگاہ کریگا۔ کیونکہ یہی نظام دُنیا میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد بننے والا ہے۔

اس وقت مسلمان جس نازک دَور میں سے گذر رہے ہیں اور ہندوستان اور پاکستان میں مسلمانوں کے لئے جو اہم اور پیچیدہ مسائل پیدا ہو چکے ہیں اُن کے سلسلے میں "الفضل" حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے اہم اور گرانقدر ارشادات اور ہدایات کو جلد سے جلد اپنے قارئین تک پہنچانے کا فریضہ ادا کرے گا۔ اس وقت ملک میں جو ہولناک فسادات شروع ہیں "الفضل" انہیں دُور کرنے اور امن و امان کی فضا پیدا کرنے کی پُوری کوشش کرے گا جماعت احمدیہ کے مسلّمہ اصُول کے مطابق "الفضل" قیام امن کے لئے اور دیگر اہم امور کے سلسلہ میں حکومت کے ساتھ پُورا پُورا تعاون کرے گا اور اس سلسلہ میں حکومت کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کرے گا۔ احباب سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ "الفضل" ملک و قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکے اور اپنے اغراض و مقاصد میں کامیاب ہو۔ آمین"

حضور کی ہدایت پر مولانا تنویر صاحب، جناب شیخ خورشید احمد صاحب اور مکرم احمد حسین صاحب کاتب ۹ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو قادیان سے لاہور پہنچے۔ اُن دنوں الفضل کے مینجر جناب چوہدری عبدالواحد صاحب (سابق مدیر "اصلاح" سرینگر) تھے اور طابع و ناشر قاضی عبدالحمید صاحب بی اے ایل ایل بی مقرر ہوئے۔ طباعت گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ میں ہوتی تھی۔ اخبار کا ابتدائی کام مسجد لاڈو کے سامنے ایک کوٹھی میں نہایت بے سروسامانی میں شروع کیا گیا۔ بعدازاں دفتر پہلے رتن باغ میں پھر ۱۲/ اخاء ۱۳۲۶ہش کو پنجاب نیشنل بنک (فلیٹ نمبر ۳) میں منتقل ہو گیا۔ ۱۸/ امان/مارچ

۱۳۲۸ ہش ۱۹۴۹ء سے جناب مسعود احمد خاں صاحب دہلوی بی۔اے (نائب مدیر الفضل) اخبار کے طابع و ناشر بنا دیئے گئے جو آجتک یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

سیدنا المصلح الموعود کے بلند پایہ مضامین "الفضل" کے اداریہ کی صورت میں

اخبار "الفضل" کے ابتدائی پاکستانی دَور کی ایک بھاری خصوصیت یہ تھی کہ اس زمانہ میں خود حضرت امیرالمؤمنین المصلح الموعود اپنی گوناگوں اور بے شمار مصروفیات کے باوجود "الفضل" کے لئے پورے التزام کے ساتھ نہایت درجہ معلومات افزا مضامین تحریر فرماتے۔ جو (حضور کا نام لکھے بغیر) ادارہ کی طرف سے شائع کئے جاتے تھے۔ حضور کی اس خصوصی توجہ اور غیر معمولی راہنمائی کی بدولت یہ نیا جاری شدہ اخبار جلد ہی پاکستان کے معیاری روزناموں میں اپنا خاص مقام پیدا کرنے کے قابل ہوگیا۔

ذیل میں حضور کے لکھے ہوئے ان بلند پایہ رشحات قلم کی فہرست دی جاتی ہے جو بطور اداریہ سپرد اشاعت کئے گئے اور جن میں اسلامی دُنیا خصوصاً پاکستان کے اہم مسائل پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی تھی۔[۱]

نمبر شمار	عناوین	تاریخ اشاعت
۱	پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات	۲۰ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء
۲	برطانیہ اور مسلمان	" " "
۳	گوالیار کے مسلمان خطرے میں	" " "
۴	قومیں اخلاق سے بنتی ہیں	۲ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء
۵	مشرقی اور مغربی پنجاب کا تبادلہ آبادی	۳ " " "
۶	پاکستان کی سیاست خارجہ	۴ " " "
۷	کچھ تو ہمارے پاس رہنے دو	۸ " " "
۸	قادیان	۹ " " "

[۱] نوٹ:۔ یہ فہرست مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زود نویسی نے "تاریخ احمدیت" کیلئے مرتب فرمائی تھی۔

نمبر شمار	عناوین	تاریخ اشاعت
۹	سیاست پاکستان	۱۴ر اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء
۱۰	پاکستان کا دفاع	۱۵ر " " "
۱۱	" " " (۲)	۱۶ر " " "
۱۲	پاکستانی فوج اور فوجی مخزن	۱۷ر " " "
۱۳	کشمیر اور حیدر آباد	۱۹ر " " "
۱۴	کشمیر کی جنگ آزادی	۷ر نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء
۱۵	پاکستان کی اقتصادی حالت	۹ر " " "
۱۶	کشمیر	۱۲ر " " "
۱۷	کشمیر اور پاکستان	۱۴ر " " "
۱۸	سپریم کمانڈر کا خاتمہ	۱۵ر " " "
۱۹	مسٹر ایٹلی کا بیان	۱۶ر " " "
۲۰	صوبجاتی مسلم لیگ کے عہدیداروں میں تبدیلی	۲۰ر " " "
۲۱	کانگرس ریزولیوشن	۲۱ر " " "
۲۲	کانگرس ریزولیوشن	۲۳ر " " "
۲۳	تقسیم فلسطین کے متعلق روس اور یونائیٹڈ سٹیٹس کے اتحاد کا راز	۲۸ر " " "
۲۴	مسلم لیگ پنجاب کا نیا پروگرام	۲۹ر " " "
۲۵	کشمیر کے متعلق صلح کی کوشش	۳۰ر " " "
۲۶	آخر ہم کیا چاہتے ہیں	۱۵ر ہجرت/مئی ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء
۲۷	خطرہ کی سرخ جھنڈی	۲۸ر صلح/جنوری ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء

پاکستانی احمدیوں کے لئے دستور العمل

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے ”کیا آپ سچے احمدی ہیں“ کے عنوان سے ایک اہم مضمون رقم

فرمایا جو "الفضل" (پاکستان) کے پہلے شمارہ میں شائع ہوا۔ یہ مضمون جو بدلے ہوئے حالات میں پاکستانی احمدیوں کے لئے دستور العمل کی حیثیت رکھتا تھا اور نہایت واضح اور قیمتی ہدایات پر مشتمل تھا بجنسہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے :-

"(۱) اگر آپ سچے احمدی ہیں تو آج ہی سے اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں۔ دعاؤں پر زور دیں۔ نمازوں پر زور دیں۔ اگر آپ کی بیوی نماز میں کمزور ہے اُسے سمجھائیں باز نہ آئے۔ طلاق دے دیں۔ اگر آپ کا خاوند نماز میں کمزور ہے اُسے سمجھائیں اگر اصلاح نہ کرے تو اس سے خلع کرا لیں۔ اگر آپ کے بچے نماز میں کمزور ہیں تو ان کا اس وقت تک کے لئے مقاطعہ کر دیں کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔

(۲) جب موقع ملے نفلی روزے رکھیں اور گزشتہ رمضانوں کے روزوں میں سے کوئی کمی رہ گئی ہو تو جلد سے جلد وہ قرضہ اُتاریں۔

(۳) اِن دنوں مسلمانوں پر بڑی مصیبت آئی ہوئی ہے۔ آپ اس مصیبت میں حکومت اور افراد کی پوری امداد کریں۔

(۴) آج ہی اپنے دل میں عہد کر لیں کہ قادیان کی حفاظت کرتے چلے جانا ہے اور اس بارہ میں جو سکیم بنی ہے اس پر فوراً عمل شروع کر دیں . . . . . اور اگر ہندوستانی حکومت کے دباؤ سے ہمیں قادیان خدانخواستہ خالی کرنا پڑے تو ہر ایک احمدی قسم کھالے کہ وہ اسے واپس لے کر چھوڑے گا اور اگر اس میں دیر ہو تو ہر بچہ جب جوان ہو اس سے قسم لی جایا کرے یاد رکھو قادیان خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ مرکز ہے اور ضرور تمہارے پاس رہنا چاہیئے اور رہے گا انشاء اللہ۔ اگر عارضی طور پر کوئی روک پیدا ہو گئی تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر وقت اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں۔

(۵) اس مصیبت کے وقت میں زیادہ کماؤ کم خرچ کرو۔ زیادہ سے زیادہ چندہ دو۔ اب کم سے کم چندہ پچاس فی صدی آمدنی چاہیئے۔ اس سے زیادہ جتنی خدا تعالیٰ توفیق دے۔

(۶) ہر ایک احمدی کو اُجڑے ہوئے احمدیوں کو بسانے کے لئے پورا زور لگانا چاہیئے۔ مگر تمہاری ہمدردی صرف احمدیوں سے نہیں ہونی چاہیئے۔ ہر مسلمان کی ہمدردی تمہارا نصب العین

ہونا چاہیئے۔ اس وقت اختلافات پر زور دینا یا احمدی غیر احمدی میں فرق کرنا ایک قومی غداری ہے۔ جن مسلمانوں پر ظلم ہوا ہے اُن کے عقیدے یا فرقے کی وجہ سے نہیں ہوا۔ اس لئے ہوا ہے کہ وہ اپنے آپ کو محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کہتے تھے۔ پس ظالموں نے ان آدمیوں پر ظلم نہیں کیا، محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ظلم کیا ہے اور جس پر محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی وجہ سے ظلم ہوا ہماری عقیدت اور ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم اس کی مدد کریں تا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی کا احسان نہ رہے۔

(۷) تم کبھی غریب اور بیکس پر ظلم نہ کرو۔ ہر ہندو اور سکھ بھی خدا تعالےٰ کا بندہ ہے۔ اس کے بھائیوں نے اگر غلطی کی ہے تو ہم کو سوچنا چاہیئے کہ کیا بھائی کی غلطی یاد رکھے جانے کے قابل ہے یا آسمانی باپ کا رشتہ۔ ہم سب اپنے آسمانی باپ کے ذریعہ سے بھائی بھائی ہیں۔ پس ان تمام اختلافات کے باوجود ایک ہندو بھی ہمارا بھائی ہے اور ایک سکھ بھی ہمارا بھائی ہے ہم اس کو ظلم نہیں کرنے دیں گے مگر ہم اس پر ظلم ہونے بھی نہیں دیں گے۔ پھر یہ بھی سوچو کہ کسی دن یہی لوگ اسلام میں داخل ہو کر اسلام کی ترقی کا موجب ہوں گے۔ کل جس باغ کے پھل ہمیں ملنے والے ہیں ہم اُسے کیوں اُجاڑیں۔

والسلام

مرزا محمود احمد ۱۴/ستمبر ۴۷ء"[۱]

قادیان کی احمدی آبادی خصوصاً مستورات اور احمدی بچّوں کے انخلاء کی مجنونانہ جدوجہد

۷/تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کی مشاورت میں طے پایا تھا کہ قادیان سے احمدی عورتوں اور احمدی بچّوں کو پاکستان میں پہنچانے کا فوری بندوبست کیا جائے۔ یہ معاملہ جتنا سنگین، اہم اور فوری توجہ کا مستحق تھا اتنا ہی مشکل اور کٹھن بھی تھا مگر حضرت مصلح موعود نے اس مقصد کے پیش نظر مجنونانہ جدوجہد شروع فرما دی۔ پہلے تو انفرادی طور پر پاکستان کے احمدیوں کو قادیان جانے اور عورتوں بچّوں کو وہاں سے لانے کی تلقین کی۔ ازاں بعد ۱۲/تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت کے سامنے تحریک عام فرمائی کہ ہمیں قادیان کی

---

[۱] "الفضل" ۱۵/تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲۔

عورتوں اور بچوں کو نکالنے کے لئے کم از کم دو سو ٹرکوں کی فوری ضرورت ہے جو دوست بھی ٹرک لے جا سکتے ہوں وہ اطلاع دیں تا اُن کو ایک انتظام کے ماتحت قادیان بھجوایا جا سکے۔ چنانچہ فرمایا :-

"ہماری جماعت کے وہ دوست جو فوج میں ملازم ہیں اور جنہیں ٹرک مِل سکتے ہیں ان کو چاہئیے کہ جس طرح بھی ہو سکے ٹرکوں کا انتظام کر کے قادیان پہنچیں اور وہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکالنے کی کوشش کریں۔ فوجیوں کو اپنے اپنے رشتہ دار لانے کے لئے عام طور پر ٹرک مِل جایا کرتے ہیں۔ ۲۰ - ۲۵ دوست اس وقت اپنے اپنے رشتہ داروں کو قادیان سے لا چکے ہیں۔ وہاں آٹھ نو ہزار عورتیں اور بچے ہیں جو نکالنے کے قابل ہیں۔ ورنہ غذا کی حالت، حفاظت کے انتظامات میں سخت دقتیں پیدا ہو جائیں گی۔ جو فوجی دوست ہوں یہاں لاہور میں یا باہر کسی اَور مقام پر۔ اور اُن کو ٹرک مِل سکتا ہو۔ ان سب کو چاہئیے کہ وہ فوراً ٹرکوں کا انتظام کر کے ہمیں اطلاع دیں۔ فوجیوں کو ٹرک ملنے میں عام طور پر آسانی ہوتی ہے۔ اور چونکہ اکثر لوگوں کے کوئی نہ کوئی رشتہ دار قادیان میں موجود ہیں۔ اس لئے ہم ٹرکوں کے ذریعہ ایک نظام کے ماتحت عورتوں اور بچوں کو لا سکتے ہیں۔ پس جن دوستوں کو کوئی ٹرک مِل سکتا ہو وہ فوراً انتظام کر کے ٹرک قادیان لے جائیں اور وہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکال لائیں۔ اور اگر کوئی شخص خود ٹرک کا انتظام نہ کر سکتا ہو لیکن اس کے علم میں کوئی ایسے دوست ہوں جو یہ انتظام کر سکتے ہوں تو وہ اطلاع دے دیں۔ ہمیں کم از کم اس وقت دو سو (۲۰۰) ٹرکوں کی ضرورت ہے تب کہیں قادیان سے عورتوں اور بچوں کو نکالا جا سکتا ہے۔ چونکہ کچھ عورتیں اور بچے وہاں سے آ گئے ہیں اس لئے باقی عورتوں میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ کچھ عورتیں تو ایسی دلیر ہیں کہ وہ نکلنے سے انکار کر دیتی ہیں۔ لیکن اکثر عورتیں اور بچے اُن عورتوں اور بچوں کو دیکھ کر جو وہاں سے نکل آئے ہیں گھبرا رہے ہیں۔ اور یوں بھی وہاں کی غذائی حالت خراب ہے۔ نمک مرچ سب ختم ہو چکا ہے۔ گو مَیں نے یہاں سے انتظام کر کے یہ چیزیں وہاں کچھ بھجوائی ہیں مگر پھر بھی وہاں کی غذائی حالت تشویشناک ہے۔ آٹے کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ گھی ختم ہے۔ لکڑی ختم ہے اس لئے عورتوں اور بچوں کو قادیان سے نکالنا قادیان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ پس جس جس دوست کی طاقت میں ہو اور وہ ٹرک کا انتظام کر سکتے ہوں انہیں

چاہیئے کہ وہ ٹرکوں کا انتظام کر کے میاں بشیر احمد صاحب کو ملیں تا کہ ایک نظام کے ماتحت عورتوں اور بچوں کو وہاں سے نکالا جا سکے۔ جو دوست یہاں موجود ہیں ان کا اگر کوئی فوجی دوست واقف ہو تو اسے فوراً یہ اعلان پہنچا دیں اور اگر وہ خود انتظام کر سکتے ہوں تو خود ٹرکوں کا انتظام کر کے ہمیں اطلاع دیں۔ پنجاب اور سندھ میں جہاں جہاں فوجی افسر یا کمشنڈ افسر ہیں جن کو ٹرکیں مل سکتی ہیں۔ ان سب کو چاہیئے کہ وہ ٹرکوں کے متعلق پوری کوشش کریں اور جلد سے جلد ہمیں اس بارہ میں اطلاع دیں تا کہ ہم ٹرک قادیان بھجوا سکیں اور عورتوں اور بچوں کو وہاں سے نکالا جائے" [1]

اللہ تعالیٰ نے حضور کی اس تحریک میں زبردست برکت ڈالی اور لاہور سے قادیان جانے والے فوجی ٹرکوں کا ایک تانتا بندھ گیا اور اُن ایام کے سوا کہ جس میں خود حکومت مشرقی پنجاب نے بعض بہانوں کا سہارا لے کر مگر در پردہ قادیان پر حملہ کرنے کی نیت سے ٹرکوں کو قادیان جانے سے روک دیا تھا کنوائے کا یہ سلسلہ قریباً دو ماہ تک جاری رہا۔ سب سے بڑا کنوائے جس کے ذریعہ سے قادیان کی تمام احمدی مستورات اور بچے بحفاظت پاکستان پہنچ گئے، ۱۱۔ ۱۲ ماہ اخاء / اکتوبر کا تھا جس میں پہلے روز اٹھارہ ٹرک اور دوسرے روز بہتر ٹرک تھے جو پاکستان فوج کے میجر آرنسن [2] کی سرکردگی میں قادیان گیا تھا۔ آخری کنوائے ۱۶ ماہ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو واپس آیا۔ یہ سب کنوائے جودھامل بلڈنگ اور رتن باغ کے سامنے آکر کھڑے ہوتے تھے۔ اور ان کے ذریعہ نہ صرف قادیان کی سب احمدی عورتیں اور سب احمدی

---

[1] "الفضل" ۳۰ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۸ کالم ۳ - ۴

[2] میجر آرنسن قادیان کے احمدی جوانوں کا بلند حوصلہ، مضبوط کیریکٹر اور ان کی غیر معمولی بہادری دیکھ کر بیحد متاثر ہوئے۔ اور انہوں نے سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ اعتراف کیا کہ

"میں نے قادیان میں جو نوجوان دیکھے ہیں وہ ان یہودی نوجوانوں سے بھی زیادہ بہادر ہیں جنہیں فوجی طور پر ٹریننگ کیا گیا ہے اور جو ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہیں" نیز عرض کیا:۔

"آپ کے نوجوانوں نے اگر اپنی جانیں دے دیں تو بیشک ان کی موت شاندار موت ہوگی لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ انہیں مرنے نہ دیں کیونکہ اگر وہ زندہ رہے تو ان کی زندگی ان کی موت سے بھی زیادہ شاندار ہوگی" (الفضل ۱۵ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ کالم ۱)

عورتیں اور سب احمدی بچے دشمنوں کے تمام معاندانہ اور اخلاق سوز منصوبوں کو خاک میں ملاتے ہوئے ہر طرح صحیح و سالم پاکستان میں پہنچے بلکہ قادیان کی بقیہ احمدی آبادی بھی پوری حفاظت کے ساتھ سرزمین پاکستان میں منتقل ہوئی۔

انخلاء آبادی کا یہ عظیم معرکہ سر کرنے کے لئے کتنی زبردست اور فقید المثال جدّوجہد سے کام لینا پڑا۔ اس کا نقشہ حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے بڑھ کر بھلا کون کھینچ سکے گا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

ملہ اس سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب امیر مقامی قادیان کا وہ سرکلر درج کیا جانا ضروری ہے جو آپ نے ۳۱ ظہور/اگست ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو صدر صاحبان قادیان کے نام تحریر فرمایا۔ اور جس کے بعد قادیان کی آبادی کا باقاعدہ انخلاء شروع ہوا۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

"بخدمت صدر صاحبان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ موجودہ خطرے کے ایام میں جو احمدی عورتیں اور چھوٹی عمر کے بچے قادیان سے باہر پاکستان کے علاقہ میں جانا چاہیں انہیں اس کی اجازت ہے بشرطیکہ لاہور میں ان کی رہائش کا انتظام ہو سکے یا لاہور سے آگے جانے کا انتظام موجود ہو۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ قادیان سے باہر پاکستان کے علاقہ تک پہنچنے کے لئے مُسلم ملٹری گارڈ کا انتظام موجود ہو۔ مگر قادیان کا کوئی احمدی مرد آجکل بغیر اجازت باہر نہیں جا سکتا۔ جس شخص کو کوئی مجبوری پیش ہو وہ اپنی مجبوری بیان کر کے اجازت حاصل کرے۔

یہ بات بھی قابل وضاحت ہے کہ سلسلہ کی طرف سے مُسلم کنوائے کا انتظام کیا جا رہا ہے جو کبھی کبھی قادیان آیا کرے گا اور اس میں حسب گنجائش مستورات اور بچوں اور اجازت والے مردوں کو موقع دیا جائے گا۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ چونکہ گنجائش محدود ہوتی ہے اس لئے باری باری ہی موقع مل سکتا ہے جو غیر احمدی اصحاب باہر جانا چاہیں وہ بھی اس انتظام میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ کا کانوائے آئے تو وہ بلا کرایہ لے جائے گا لیکن اگر اپنے کانوائے کا استعمال کیا جائے تو اس کے لئے مناسب کرایہ لگے گا مگر غرباء کو سہولت دی جائے گی۔

"ہماری آنکھیں دیکھ رہی تھیں کہ قادیان اور اس کے ماحول میں فتنہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اور ضلع گورداسپور کے ایک ایک مسلمان گاؤں کو خالی یا تباہ کر کے قادیان کے ارد گرد خطرہ کا دائرہ روز بروز تنگ کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف قریباً پچاس ہزار بیرونی پناہ گزینوں نے قادیان میں جمع ہو کر ہماری مشکلات میں اور بھی اضافہ کر دیا تھا اور ہم دیکھتے تھے کہ مفسدہ پردازوں کی سکیم صرف قتل و غارت یا لُوٹ مار یا مسلمان آبادی سے ضلع کو خالی کرانے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں مسلمان عورتوں کے ننگ و ناموس کو برباد کرنا بھی شامل ہے (چنانچہ میری موجودگی میں ہی ماحول قادیان کی اغوا شدہ عورتوں کی تعداد سات سَو تک پہنچ چکی تھی۔ اور بہت سی معصوم عورتوں کی عصمت دری کے نظارے گویا ہماری آنکھوں کے سامنے تھے) اس لئے ہم نے دوستوں کے مشورہ اور حضرت صاحب کی اصولی ہدایت کے ماتحت یہ فیصلہ کیا تھا کہ جہانتک ممکن ہو عورتوں اور بچوں کو جلد از جلد قادیان سے باہر بھجوا دیا جائے[لہ]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ صدر صاحبان اپنے اپنے محلہ میں یہ بھی بتا دیں کہ ایسے بچوں عورتوں اور مردوں کی فہرست شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی۔اے (حال ناظر بیت المال قادیان۔ ناقل) کی نگرانی میں تیار ہوتی ہے۔ پس تمام درخواستیں ان کے پاس جانی چاہئیں جو بعد منظوری نظارت باری باری لوگوں کو موقعہ دیں گے۔

صدر صاحبان کو یہ بھی چاہئیے کہ اس کام میں گھبراہٹ کا رنگ پیدا نہ ہونے دیں بلکہ وقار اور انتظام کے ماتحت سارا کام سرانجام پائے۔"

لہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا:۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ایک مرکزی کمیٹی مقرر فرما دی تھی:۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس۔ مولوی ابوالعطاء صاحب۔ مرزا عبدالحق صاحب۔

یہ کمیٹی ۱۸ تبوک/ستمبر کو قائم ہوئی اور اسی روز اس کا مشورہ سیدنا حضرت امیرالمومنین کے حضور بھجوا دیا گیا

اور اس کے لئے ہم قریباً مجنونانہ جد وجہد کے ساتھ دن رات لگے ہوئے تھے[1] حتیٰ کہ ایک دن مَیں نے انتہائی بے بسی کی حالت میں حضرت صاحب کو خط لکھا کہ ہمارے ارد گرد خطرہ کا دائرہ بڑی سرعت کے ساتھ تنگ ہوتا جا رہا ہے اور آپ کی ہدایت یہ ہے کہ کسی صورت میں بھی حکومت کا مقابلہ نہ کیا جائے (اور حکومت کا مقابلہ ہماری تعلیم کے بھی خلاف ہے اور ہماری طاقت سے بھی باہر۔ گو حق یہ ہے کہ اس وقت سکھ جتھے اور حکومت گویا ایک معجون مرکب بنے ہوئے ہیں اور ایک کو دوسرے سے جُدا رکھنا مشکل ہے) اور آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ مومن کی جان کو حتی الوسع بچاؤ کیونکہ ضائع شدہ جائدادیں اور سامان تو پھر بھی مل جائیں گے مگر مومنوں کی ضائع شدہ جانیں جو گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے ہیں پھر نہیں ملیں گے۔ تو اب مجھے بتائیں کہ مَیں ان ہزاروں ننگ و ناموس رکھنے والی عورتوں کے متعلق جو قادیان میں موجود ہیں، کروں تو کیا کروں۔ مال کے مقابل پر بیشک قیمتی جان بچائی جاسکتی ہے اور مومن کی جان واقعی بہت بڑی چیز ہے۔ مگر کیا مَیں اپنی آنکھوں کے سامنے احمدی عورتوں کے ننگ و ناموس کو خطرہ میں ڈال دوں اور سامنے سے ہاتھ نہ اُٹھاؤں۔ حضرت صاحب نے مجھے تسلی کا خط لکھا اور بعض ہدایتیں بھی دیں اور فرمایا کہ مَیں ان مشکلات کو سمجھتا ہوں۔ مگر ادھر ہم زیادہ سے زیادہ ٹرک بھجوانے کی کوشش کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ (گو پاکستان حکومت کے پاس ٹرک محدود ہیں اور اس نے سارے مشرقی پنجاب میں سے مسلمانوں

---

[1] حضرت میاں صاحب نے مفوضہ ذمہ داریوں کی بجا آوری کے لئے ایک نہایت عمدہ نظام قائم کر رکھا تھا اور مختلف سربرآوردہ اصحاب کو اپنے نائب کی حیثیت سے مختلف کام سپرد کر دیئے تھے۔ اس تعلق میں آپ نے ۱۵ نبوت/نومبر کو حضور کی خدمت میں لکھا کہ "میرے ساتھ نائب کے طور پر ملک غلام فرید صاحب اور مرزا عبدالحق صاحب اور عبدالمجید صاحب معاجز اور دوسرے بھی دوست لگے ہوئے ہیں اور بچے بھی ہاتھ بٹاتے رہتے ہیں۔ اکثر اوقات رات کے دو تین بجے تک اور کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ کام ہوتا ہے۔" اسی طرح حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب کو اطلاع دی کہ "قادیان میں ڈاک کی وصولی اور روانگی کے متعلق مَیں نے عزیز مرزا وسیم احمد صاحب کو مقرر کیا ہے۔ . . . . . موقع پر شیخ مبارک احمد صاحب یا میاں ناصر احمد صاحب یا چوہدری محمد علی صاحب یا چوہدری ظہور احمد صاحب وصول کرتے ہیں اور پھر آگے میرے پاس بھجوا دیتے ہیں اور پھر میری نگرانی میں عزیز وسیم احمد صاحب کھول کر تقسیم کروا دیتے ہیں" (مکتوب ۹ تبوک ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء)

کو نکالنا ہے) اور اُدھر تم جس طرح بھی ہو، ہر ٹرک میں زیادہ سے زیادہ عورتیں اور بچے لدوا کر انہیں جلد سے جلد باہر بھجوا دو۔ اور جب عورتیں محفوظ ہو جائیں تو پھر باقی معاملہ جو ہماری طاقت سے باہر ہے خدا پر چھوڑ دو۔ وَلِلْبَیْتِ رَبٌّ یَمْنَعُهٗ

اب ٹرکوں کا حال یہ تھا کہ قادیان میں دو قسم کے ٹرک پہنچتے تھے۔ ایک وہ پرائیویٹ ٹرک جو بعض احمدی فوجی افسر اپنے اہل وعیال اور اپنے ذاتی سامان کو لے جانے کے لئے اپنے فوجی حق کی بنا پر حاصل کر کے قادیان لے جاتے تھے اور دوسرے وہ جماعتی ٹرک جو جماعتی کوشش سے جماعتی انتظام کے ماتحت حکومت کے حکم سے قادیان بھجوائے جاتے تھے۔ جہاں تک پہلی قسم کے ٹرکوں کا سوال ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ پرائیویٹ چیز تھی اور مجھے یا کسی اَور کو دخل دینے کا حق نہیں تھا۔ ان کے متعلق صدر صاحبان محلہ جات قادیان کو میری ہدایت صرف اس قدر تھی کہ اس بات کی نگرانی رکھیں کہ ان پرائیویٹ ٹرکوں کے اندر بیٹھ کر کوئی احمدی مرد بلا اجازت باہر نہ چلا جائے۔ نیز یہ کہ پرائیویٹ ٹرک والے فوجی افسر سے پوچھ لیا کریں کہ کیا اس ٹرک میں کسی زائد سواری کی گنجائش ہے، اور اگر گنجائش ہوا کرے تو مجھے بتا دیا کریں تا میں ایسے ٹرکوں میں زائد احمدی عورتیں بھجوا سکوں۔ اور اس طرح ہماری سکیم کی جلد تر تکمیل میں مدد ملے۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہا اور جہانتک ممکن تھا میں حکمت عملی اور سمجھوتہ کے طریق پر پرائیویٹ ٹرکوں میں بھی زائد عورتیں بھجواتا رہا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ ٹرک میرے کنٹرول میں نہیں تھے اور جہانتک سامان کا تعلق ہے ان ٹرکوں کے مالک جتنا سامان چاہتے تھے اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور میں اس میں دخل نہیں دے سکتا تھا۔ اور میں جانتا ہوں کہ بعض ایسے پرائیویٹ ٹرکوں والوں نے اپنا سارے کا سارا سامان باہر نکال لیا۔ مگر یہ ان کا قانونی حق تھا جس میں مَیں دخل نہ دے سکتا تھا۔ البتہ دوسرے ٹرک جو جماعتی انتظام کے ماتحت جاتے تھے۔ وہ بیشک کلیتہً ہمارے انتظام میں تھے (سوائے اس دخل اندازی کے جو ملٹری کی طرف سے ہوتی رہتی تھی اور دن بدن بڑھتی جاتی تھی) اور میں نے ایسے جماعتی ٹرکوں کے لئے ایک مستعد عملہ اور کچھ اصولی ہدایتیں مقرر کر رکھی تھیں اور ہر باہر جانے والی پارٹی کو باقاعدہ ٹکٹ ملتا تھا۔ - - - - - - - - -

جس میں باہر جانے والی عورتوں اور بچوں کی تعداد اور سامان کی مقدار درج ہوتی تھی جس

کے مطابق مقررہ عملہ چیک کر کے سواریاں بٹھاتا تھا۔ سامان کا اصول سب پر یکساں چسپاں ہوتا تھا اور اس میں ضروریات زندگی کی چیزوں کو مقدّم رکھا گیا تھا۔ مثلاً بستر اور پہننے کے کپڑے یا بعض صورتوں میں اقل تعداد میں کھانے کے برتن وغیرہ اور پارٹی کی تعداد کے مطابق سامان میں کمی بیشی کا اصول بھی مقرر تھا۔ البتہ دو چیزوں کے متعلق استثناء رکھی تھی۔ ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات اور دوسرے نایاب تبلیغی یا علمی کتابیں اور بعد میں اس میں ایک تیسری چیز کا بھی اضافہ کر دیا گیا یعنی ایسی اشیا جو کسی شخص کی روزی کا ذریعہ ہوں مثلاً درزی کے لئے سینے کی مشین یا بڑھئی کے لئے اوزار وغیرہ۔ یہ اصول امیر و غریب سب پر یکساں چسپاں ہوتا تھا۔ گو ظاہر ہے کہ نسبتی لحاظ سے اس اصول سے غربا کو ہی زیادہ فائدہ پہنچتا تھا بلکہ غربا کے متعلق تو میری یہانتک ہدایت تھی کہ صرف صدر صاحبان کی سفارش پر ہی معاملہ نہ چھوڑا جائے بلکہ میرے دفتر کے مرکزی کارکن خود جستجو کر کے یتامیٰ اور بیوگان اور ایسے مساکین کو تلاش کر کے میرے نوٹس میں لائیں جن کا حق ان کی غربت اور بے بسی کے سوا اور کوئی نہ ہو چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میری اس ہدایت کی وجہ سے مجھے ملک غلام فرید صاحب نے رات کے دو بجے دار الفضل سے فون کیا کہ مَیں نے محلہ دار البرکات میں ایک ایسی بیکس اور بے بس عورت تلاش کی ہے جس کے ٹکٹ کے لئے ابھی تک کسی نے سفارش نہیں کی۔ مَیں نے فوراً ہدایت دی کہ اسے اس کے ضروری سامان کے ساتھ دوسرے دن کے کنوائے میں بھجوا دیا جائے۔

الغرض جب تک مَیں قادیان میں رہا مَیں نے بلا امتیاز غریب و امیر سب کے واسطے ایک جیسا اصول رکھا اور عموماً صدر صاحبان کی تصدیق پر فیصلہ ہوتا تھا اور سامان کے متعلق بھی سب کے لئے ایک جیسا اصول تھا گو یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض بے اصول لوگ چوری یا سینہ زوری کے ذریعہ زیادہ فائدہ اُٹھا لیتے ہوں مگر یہ ناگوار رخنے جن کی تعداد بہر حال کم ہوتی ہے، ہر انتظام میں ہو جاتے ہیں اور ہنگامی حالات میں تو لازمی ہوتے ہیں مگر ان زبردستی کی استثناؤں کی وجہ سے سارے نظام پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ پیش آمدہ حالات کے ماتحت جو کچھ بھی کیا گیا وہ حالات اور موقعہ کی نزاکت

کو دیکھتے ہوئے بالکل درست بلکہ ضروری تھا اور یہ سب کچھ نیک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو دن رات کی انتہائی کوفت میں مبتلا کر کے خالصتاً لوجہ اللہ کیا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ جب لاہور سے کنوائے پہنچتا تھا تو اس کی تیاری کے لئے مَیں اور میرا عملہ بسا اوقات رات کے تین تین بجے تک مسلسل کام میں لگے رہتے تھے اور بعض راتیں تو ہم ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہیں سوئے مگر یہ ہمارا کسی پر احسان نہیں ہے بلکہ خدا کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ان خطرہ کے ایام میں خدمت کا موقعہ دیا۔ ان ایام میں بعض دوست میرے پاس آتے تھے کہ ہمیں زیادہ سامان بھجوانے کی اجازت دی جائے۔ مَیں انہیں سمجھاتا تھا کہ دیکھو اس وقت حال یہ ہے کہ خطرہ بالکل قریب آگیا ہے اور ٹرکوں کی تعداد تھوڑی ہے۔ اب چاہو تو احمدی عورتوں اور بچوں کی جان بچالو اور چاہو تو اپنا سامان محفوظ کر لو۔ اکثر دوست میرے اس اشارہ کو سمجھ جاتے تھے مگر بعض کوتاہ بین لوگ دل برداشتہ بھی نظر آتے تھے۔ لیکن مَیں مجبور تھا کہ بہر حال مومنوں کی جانوں اور خصوصاً عورتوں کی جانوں کو (جن کی جانوں کے ساتھ ان کے ناموس کا سوال بھی وابستہ تھا) سامان پر مقدم کروں۔ آخر ہر ٹرک کی گنجائش اور بوجھ اٹھانے کی طاقت محدود ہوتی ہے۔ اگر ہم ایک ٹرک پر سامان زیادہ لاد دیں گے تو لازماً سواریاں کم بیٹھ سکیں گی اور اگر سامان کم ہوگا تو لازماً سواریوں کے لئے زیادہ گنجائش نکل آئے گی۔ ہماری اس تدبیر کا نتیجہ عملی صورت میں بھی ظاہر ہے کہ مشرقی پنجاب کی تمام دوسری جگہوں کی نسبت قادیان میں جانی نقصان نسبتی طور پر بہت کم ہوا ہے اور اغوا کے کیس تو خدا کے فضل سے بہت ہی کم ہوئے ہیں بلکہ جہاں تک میرا علم ہے قادیان کے احمدی مہاجرین میں سے کوئی ایک عورت بھی اغوا شدہ نہیں ہے جو ظاہری لحاظ سے (کیونکہ اصل حفاظت تو خدا کی ہے) اسی تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اکثر عورتوں کو خطرہ سے پہلے نکال لیا گیا اور جو تعداد حملہ کے وقت قادیان میں موجود تھی وہ اتنی محدود تھی کہ خطرہ پیدا ہوتے ہی ہمارے آدمی انہیں فوراً سمیٹ کر محفوظ جگہوں میں لے آئے ورنہ اگر زیادہ تعداد ہوتی تو انہیں اتنے قلیل نوٹس پر سمیٹنا ناممکن ہوتا اور ان کا اتنی محدود جگہ میں سمانا بھی ناممکن تھا۔“ [1]

---

[1] ”الفضل“ ۱۲ ؍ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۳-۴۔

احمدی خواتین کی حفاظت کا نہایت شاندار کارنامہ اور اس کے بعض حیرت انگیز پہلو

بلاشبہ احمدی خواتین کو قادیان سے بحفاظت پاکستان پہنچا دینا سیدنا المصلح الموعود کا ایک ایسا شاندار کارنامہ ہے جو ہمیشہ آب زر سے لکھا جائے گا۔ ہم اس عظیم الشان اور بے مثال کارنامہ کا ایک جامع خاکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے قلم سے سطور بالا میں لکھ چکے ہیں۔ اب جناب خواجہ غلام نبی صاحبؓ سابق ایڈیٹر "الفضل" کے لفظوں میں اس کے بعض حیرت انگیز پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ محترم خواجہ صاحبؓ اپنی ذاتی واقفیت اور چشمدید حالات کی بناء پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"قادیان کے ارد گرد کے مسلمان دیہات میں سکھوں کے مظالم جب روز بروز بڑھنے لگے۔ لوٹ مار، قتل و غارت۔ اور آتشزنی کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہونے لگا۔ ملٹری اور پولیس لٹیروں اور غنڈوں کی زیادہ سے زیادہ امداد کرنے اور مسلمانوں کی تباہی کو انتہا تک پہنچانے میں منہمک ہو گئی اور خطرات کا سیلاب زیادہ سے زیادہ شدت کے ساتھ قادیان کے قریب سے قریب تر پہنچنے لگا تو حفاظتی اور دفاعی انتظامات کے سلسلہ میں خواتین اور بچوں کی حفاظت کی طرف حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے خاص توجہ مبذول فرمائی۔ اور حضور کے ارشاد کے ماتحت لجنہ اماء اللہ کی کارکن خواتین نے ایسی مستورات کی فہرست تیار کی جنہیں ضعفِ قلب کی تکلیف یا کوئی اور عارضہ لاحق تھا تاکہ سب سے پہلے ان کو قادیان سے باہر محفوظ مقام پر پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ پہلے پہل اس قسم کی فہرست میں نام درج کرانے سے بہت سی ایسی خواتین نے انکار کر دیا جنہیں کوئی نہ کوئی عارضہ تو لاحق تھا لیکن دل مضبوط تھے۔ ان کی خواہش تھی جس کا انہوں نے باصرار اظہار بھی کیا کہ موت کے خطرہ سے انہیں قادیان سے باہر نہ بھیجا جائے۔ اگر اب موت ہی مقدر ہے، تو قادیان سے بہتر جگہ اور کونسی ہو سکتی ہے! پھر ان کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ خطرہ کے وقت ممکن خدمات سرانجام دینے کے موقع سے انہیں کیوں محروم کیا جاتا ہے۔ لیکن جب بتایا گیا کہ ان کی موجودگی مردوں کی سرگرمیوں میں مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کرنے کا موجب ہوگی اور دشمن کا مقابلہ اس اطمینان اور انہماک سے نہ ہو سکے گا جو ان کے چلے جانے کے بعد کیا جا سکتا

ہے تو وہ با دلِ ناخواستہ قادیان سے باہر جانے پر آمادہ ہو سکیں۔

چونکہ خواتین اور بچوں کو محفوظ طریق سے باہر بھیجنے میں سخت مشکلات درپیش تھیں۔ ذرائع آمد ورفت بالکل مفقود تھے اور راستہ کے خطرات بے شمار، سرکاری حفاظت میں لاریوں اور ٹرکوں کا ملنا نہایت دشوار تھا۔ ان حالات میں تجویز یہ کی گئی کہ جوں جوں ٹرک میسّر آتے جائیں۔ پہلے بیمار، کمزور اور گود میں بچہ رکھنے والی عورتوں کو، لڑکیوں اور چھوٹے بچوں کو بھیجا جائے۔ اس کے لئے محلّوں کے پریذیڈنٹوں سے فہرستیں طلب کی جائیں اور آمدہ ٹرکوں میں گنجائش کے مطابق نہایت چھان بین اور غور وخوض کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنے دستخطوں سے ٹکٹ جاری فرماتے اور ساری ساری رات اپنے عملہ سمیت اس کام میں مصروف رہتے۔ اس کا اندازہ مجھے اس سے ہوا کہ پہلی دفعہ میرے گھر کی مستورات کا ٹکٹ رات کے قریباً دو بجے پہنچا مگر بارش کی وجہ سے سوار نہ کرایا جا سکا۔ دوسری دفعہ بھی ٹکٹ رات کے بارہ بجے کے بعد پہنچا۔

جب چند ٹرک پہنچتے تو ان کی واپسی کے انتظامات شروع کر دیئے جاتے اور روز بروز نازک سے نازک تر ہوتے جانے والے حالات کے پیش نظر اس بات کی انتہائی کوشش کی جاتی کہ زیادہ سے زیادہ عورتوں اور بچوں کو بھیجا جا سکے۔ اس وجہ سے کم از کم اور نہایت ضروری سامان عام طور پر پہننے کے کچھ کپڑے اور ایک آدھ بستر لے جانے کی تاکید کی جاتی چونکہ اردگرد کے دیہات کے بے شمار پناہ گزین بھی جمع تھے اور وہ ٹرکوں میں سوار ہونے کے لئے بے تحاشہ یورش کر دیتے تھے۔ اس لئے جن کو ٹکٹ دیئے جاتے ان کا سوار ہونا بہت مشکل ہو جاتا اور انتظامات میں بہت گڑبڑ پیدا ہو جاتی۔ اس کے علاوہ مسلّح ملٹری کی دخل اندازی مشکلات کو انتہا تک پہنچا دیتی۔ مگر باوجود اس کے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہٗ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے صاحبزادگان ہر قسم کی مشکلات پر غالب آنے اور خواتین کو سوار کرانے کے لئے بذاتِ خود نہایت تندہی سے مصروف ہوتے۔ اس طرح یہ نہایت مشکل کام سرانجام پا سکتا تھا۔ لیکن جہاں دوسرے پہلوؤں سے ملٹری اور پولیس کا ظلم و تشدد بڑھتا گیا۔ وہاں خواتین کی روانگی میں بھی ملٹری نے انتہائی مشکلات پیدا

کرنی شروع کر دیں اور بات بات میں مداخلت کرنے اور جبر و ستم کا مظاہرہ کرنے پر تُل گئی۔
ایک دن جبکہ انتظام کے ماتحت ہمارے اپنے دس بارہ ٹرک احمدی عورتوں کو لے جانے کے لئے آئے ہوئے تھے۔عورتیں اور بچے ان میں سوار ہو چکے تھے کہ ملٹری نے حکم دے دیا کہ آدھے ٹرک فوراً خالی کر دیئے جائیں۔ان میں ہم اپنی مرضی سے لوگوں کو سوار کرائیں گے۔اس پر جب صدائے احتجاج بلند کی گئی تو ہندو ملٹری نے سب ٹرکوں پر قبضہ کر کے نہایت بیدردی اور سفاکی سے پردہ دار عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر پھینک دیا۔اور اس طرح ٹرک خالی کر کے لے گئی۔ملٹری کے اس طریق عمل سے نہ صرف سلسلہ کے انتظام کے ماتحت اور احمدی ملٹری افسروں کی حفاظت میں آئے ہوئے ٹرکوں میں سوار ہونے سے احمدی خواتین اور احمدی بچے رہ گئے بلکہ کئی ایک کو چوٹیں بھی آئیں اور تھوڑا بہت سامان جو اُن کے ساتھ تھا وہ برباد ہو گیا۔

پھر حکومت کی طرف سے تو اس قسم کے اعلانات کئے جا رہے تھے کہ پناہ گزینوں کی نہ تو تلاشی لی جاتی ہے سوائے اسلحہ کی تلاشی کے اور نہ ان سے کوئی اسباب چھینا جاتا ہے لیکن قادیان میں اس تشدّد اور سختی سے ایک ایک بستر اور ایک ایک ٹرنک کھول کر دیکھا جاتا اور چھان بین کی جاتی کہ کوئی کام کی چیز باقی نہ رہ جاتی اور اس میں اتنی سرگرمی اور انہماک کا اظہار کیا جاتا کہ کئی بار تھوڑے تھوڑے ٹرکوں کو محض اس لئے رات بھر وہیں رُکنا پڑا کہ ان کی تلاشی ختم نہ ہو سکی۔اس طرح عورتوں اور بچوں کو نہ صرف ساری رات کھلے میدان میں خوف و خطر کے اندر پڑے رہنا پڑا بلکہ کھانے پینے اور حوائج ضروریہ پورا کرنے میں بھی انتہائی تکلیف اُٹھانی پڑتی۔

عورتیں اور بچے صبح کے ۴ - ۵ بجے ٹرکوں پر سوار ہونے کے لئے گھروں سے نکل کر مقررہ جگہوں پر جمع ہونے شروع ہو جاتے اور پناہ گزینوں کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے بڑی مشکلوں سے منتظمین جن میں زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خاندان کے صاحبزادگان ہوتے سوار کرا سکتے۔ابتدائی ایّام میں دھوپ میں کافی حدّت تھی۔جب عورتیں بچے ٹرکوں میں کھچا کھچ بھر جاتے تو پھر ٹرک ملٹری کے احکام کی انتظار میں دھوپ میں کھڑے رہتے۔آخر خدا خدا

کر کے چلتے تو تلاشی کی خاطر ریلوے لائن کے قریب کھلے میدان میں ان کو روک دیا جاتا۔ پھر اس بُری طرح ایک ایک چیز کو کھولا اور بکھیرا جاتا کہ باقی بچی کھچی اشیاء کا سمیٹنا بھی سخت مشکل ہو جاتا۔ خاص کر اس لئے کہ عام طور پر صرف مستورات اور بچے جا رہے ہوتے مرد اُن کے ساتھ نہ ہوتے۔ اس طرح اس قدر دیر ہو جاتی کہ قافلہ روانہ نہ ہو سکتا اور اسی جگہ عورتوں اور بچوں کو ایسی حالت میں رات گذارنی پڑتی جبکہ ایک طرف غنڈے سکھوں اور ملٹری و پولیس سے شدید خطرہ میں گھرے ہوتے اور دوسری طرف بھوک پیاس اور دن بھر کی کوفت سے نڈھال ہو رہے ہوتے

اس قسم کے دو قافلے مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ہمارے نوجوانوں نے ان گرفتارانِ مصیبت کو کھانا اور پانی پہنچانے کی پوری کوشش کی اور خدا تعالیٰ نے خاص فضل یہ کیا کہ ان دونوں قافلوں کے ساتھ مسلمان ملٹری جن میں ہمارے احمدی نوجوان بھی شامل تھے کافی تعداد میں کافی اسلحہ کے ساتھ موجود تھی اور اس نے حفاظت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ آخری قافلہ جس میں ہزاروں عورتیں اور بچے شامل تھے بہت بڑا قافلہ تھا اور انچارج ایک نہایت فرض شناس انگریز افسر تھا۔ اس کے قافلہ کے دس ٹرک غیر مسلم پناہ گزینوں کو گورداسپور لے کر گئے تھے اور ان کو حکم تھا کہ گورداسپور سے خالی ٹرک لے کر بڑے کنوائے کے ساتھ قادیان آملیں تاکہ ان پر بھی قادیان سے عورتوں اور بچوں کو سوار کرایا جائے۔ لیکن جب ٹرک وقت مقررہ کے بعد بھی قادیان نہ پہنچے تو مذکورہ بالا فرض شناس انگریز خود جیپ کار پر سوار ہو کر گورداسپور گیا اور وہاں سے خالی ٹرک ساتھ لے کر قادیان پہنچا۔ معلوم ہوا کہ گورداسپور کے افسر خالی ٹرک واپس نہیں آنے دیتے تھے بلکہ وہاں سے ہی لوگوں کو سوار کر کے بھیجنا چاہتے تھے۔ مگر اس انگریز افسر کی کوشش کامیاب ہوئی اور وہ اپنے ساتھ خالی ٹرک لے کر قادیان پہنچا اور ان پر عورتوں اور بچوں کو دوسرے دن سوار کرایا۔

قادیان کے حالات چونکہ اُسے بھی بیحد خطرناک نظر آ رہے تھے۔ ہر طرف تباہی و بربادی پھیلی ہوئی تھی۔ سکھوں کے مسلح جتھے اِدھر اُدھر منڈلا رہے تھے۔ ملٹری اور پولیس بھی قابلِ اعتماد نظر نہ آتی تھی۔ اس لئے اس نے ضروری سمجھا۔ کہ ہزاروں عورتیں اور بچے جن کی حفاظت کا فرض اس پر عائد ہو چکا ہے۔ ان کی حفاظت اور سلامتی کے لئے ہر ممکن

کوشش اور انتظام کرے اور کہنا پڑتا ہے کہ جہانتک ظاہری کوشش اور سامان کا تعلق ہے،
اس نے نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے یہ فرض ادا کیا۔ سَو کے قریب ملٹری ٹرک تھے جن کو
دائرہ کی شکل میں کھڑا کر دیا اور اندر کی طرف ہر ایک کی سواریوں کو اتار کر آرام کرنے کے لئے
کہہ دیا۔ باہر کی طرف کڑا پہرہ قائم کر دیا۔ اس کے علاوہ قریب قریب کے مکانوں پر مضبوط
پکٹیں قائم کر دیں۔ افسروں کو نگرانی پر کھڑا کر دیا۔ خود بھی مسلح کار پر چکر لگاتا رہا۔ ملٹری جو
قریباً ساری کی ساری احمدی نوجوانوں پر مشتمل تھی، بڑے سے بڑے خطرہ کا مقابلہ کرنے
کے لئے ساری رات بالکل تیار رہی۔ اس طرح رات امن اور خیریت سے گذر گئی اور صبح
کو قافلہ روانہ ہو گیا۔ یہ اس قافلہ کا ذکر ہے جس میں قادیان کی تمام عورتیں اور بچے آخری
بار روانہ ہو گئے۔ اس سے قبل پرائیویٹ لاریوں کا ایک اور کنوائے ملٹری کی حفاظت میں
اس وقت پہنچا تھا جبکہ ابھی قادیان میں رہنے والوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالا گیا تھا
اس پر سوار ہونے والوں پر بھی انتہائی تشدد کیا گیا۔ ابھی وہ کنوائے رکا ہی ہوا تھا کہ
اگلے دن صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب میجر ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی
سرکردگی میں چند ملٹری ٹرکوں پر مشتمل ایک اور کنوائے پہنچ گیا۔ جب یہ کنوائے تیار ہو کر
اس جگہ پہنچا جہاں ہندوستانی ملٹری تلاشی لیتی تھی تو پہلا کنوائے وہیں رکا پڑا تھا۔ اور
ملٹری کی مار دھاڑ کا شکار ہو رہا تھا۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب نے عورتوں
اور بچوں کی سہولت کی خاطر اپنے رتبہ اور درجہ کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک ایسا
طریق اختیار کیا جو نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ اور ان کے زیر حفاظت کنوائے تھوڑی دیر
کے بعد ہی روانہ ہو گیا۔ اس وقت موقعہ پر تلاشی لینے والا بڑا افسر موجود نہ تھا۔ وہ
گورداسپور گیا ہوا تھا اور انچارج صاحبزادہ صاحب کے مقابلہ میں کوئی بہت چھوٹے درجہ
کا افسر تھا۔ میں نے دیکھا۔ صاحبزادہ صاحب نے بے تکلفانہ گفتگو کرتے ہوئے اپنا بازو
اس کی کمر میں ڈال دیا۔ اسے ساتھ لئے ہوئے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے اور وہ آپ کے ساتھ
ساتھ چلنے لگا۔ آپ کی یہ ادا دیکھ کر میرا دل خوشی اور مسرت سے بھر گیا کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی اولاد ہمارے لئے کیا کیا کوشش کر رہی ہے۔ چند ہی منٹ بعد آپ کے

کنوائے کو بغیر تلاشی لئے روانگی کی اجازت مل گئی اور اس طرح آپ نے حسین تدبیر سے خواتین اور بچوں کو بڑی تکلیف سے بچا لیا بحالیکہ آپ سے پہلے آنے والا قافلہ اس دن بھی نہ جاسکا جو اگلے دن روانہ ہوا۔

ٹرکوں میں سوار ہونے کے سلسلہ میں عورتوں کو ایک بڑی تکلیف یہ بھی درپیش تھی کہ ہندو ملٹری کا قریباً ہر سپاہی اور افسر چند ایک بیرونی پناہ گزین مردوں اور عورتوں کو اپنے ساتھ لگائے پھرتا اور ہر ٹرک میں جو پہلے ہی عورتوں اور بچوں سے لبالب بھرا ہوتا نہ صرف عورتوں کو بلکہ مردوں کو بھی زبردستی ٹھونسنا چاہتا اور باوجود بار بار صدائے احتجاج بلند کرنے کے ٹھونس کر ہی رہتا۔ یہ کون لوگ تھے، وہی خانماں برباد جو اپنی رہی سہی پونجی ان بھیڑیوں کی نذر کر دیتے تاکہ جان بچا کر ان کے نرغہ سے نکل سکیں۔

ان ہولناک اور تباہ کن ایام میں جبکہ مشرقی پنجاب کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک لاکھوں مسلمان انتہائی مظالم کا شکار ہو رہے اور سفاکوں کے ظلم و ستم سے بچنے اور اپنے ننگ و ناموس کو بچانے کی کوئی صورت نہ پاتے تھے۔ چنانچہ اب تک لاکھوں ہی موت کے گھاٹ اُتر چکے اور لاکھوں ابھی تک مخلصی پانے کا کوئی ذریعہ میسر نہ آنے کی وجہ سے موت کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔ یہ انتظامات ——— قادیان سے ہزاروں عورتوں اور بچوں کو صحیح سلامت نکال لانے کے انتظامات ——— خواتین کے ننگ و ناموس اور عزت و حرمت کو محفوظ رکھنے کے یہ انتظامات ——— حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی دن رات کی ان کوششوں اور مساعی کا ہی نتیجہ ہے جنہیں خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے شرف قبول بخشا اور جن کی کامیابی کی مثال جان و مال، عزت و آبرو کی تباہی کے اس غیر معمولی سیلاب میں اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اور جب یہ دیکھا جائے کہ ہمارے راستہ میں جس قدر مشکلات حائل تھیں۔ ہمارے مقابلہ میں روکاوٹوں کے جس قدر پہاڑ کھڑے تھے اور ہم بے سرو سامانی کی جس حد کو پہنچے ہوئے تھے اس کی مثال بھی کسی اور جگہ نہیں مل سکتی تو اس کامیابی اور کامرانی کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیحد وحساب مشکلات اور روکاوٹوں کے دوران میں قادیان کے ہزاروں بچوں، عورتوں اور مردوں کو قادیان سے نکالنے کا جو انتظام فرمایا وہ اتنا شاندار اور اس قدر کامیاب تھا کہ اس کی مثال سارے مشرقی پنجاب میں اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اس انتظام کی کامیابی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی پابندی کرنے والے اور اس کے ماتحت قادیان سے آنے والے ہزارہا نفوس میں سے خطرات اور خدشات سے پُرطویل راستہ میں نہ تو کوئی ایک بھی متنفّس ضائع ہوا اور نہ ظالم اور جفاکار سکھوں کے ہاتھ پڑا۔ حالانکہ راستہ تو الگ رہا خود قادیان میں ہندو فوج، ہندو پولیس اور سکھ لٹیروں اور قاتلوں کے جتھوں کی یہ حالت تھی کہ جس کو چاہتے بے دریغ اور بلا وجہ گولیوں کا نشانہ بنا دیتے۔ جسے چاہتے بلا خوف وخطر لُوٹ لیتے اور دن دہاڑے دیہاتی پناہ گزینوں کے مجمع میں گھس کر عورتوں کو اُٹھا لے جاتے اور مزاحمت کرنے والوں کو گولیوں یا کرپانوں سے موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ ان حالات میں کئی دنوں تک گھری ہوئی قادیان کی احمدیہ جماعت کی ہزاروں عورتوں، بچوں اور مردوں کو ایک بھی جان کے ضائع یا گم ہونے کے بغیر درندہ صفت دشمنوں کے پنجۂ ستم سے نکال کر صحیح و سلامت منزلِ مقصود تک لے جانا کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ مَیں تو قادیان میں بیٹھا ہوا جوں جوں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس انتظام کو اور اس کی کامیابی کو دیکھتا اس کی مثال ڈھونڈھنے سے قاصر ہوتا جاتا۔ میرے دماغ میں موت اور تباہی کے نہایت وسیع طوفان سے انسانوں کو بچا کر محفوظ مقام پر پہنچانے کی بڑی سے بڑی مثال ڈنکرک کے واقعہ کی آئی جبکہ گذشتہ جنگِ عظیم کے دوران میں انگریزی اور ہندوستانی بہت بڑی سپاہ اس مقام پر جرمنی کی قہرمانی فوجوں کے گھیرے میں گھر گئی تھی اور انگریزوں نے اپنی تمام مساعی اس کو نکال کر لے جانے میں صرف کر دی تھیں۔ آخر بہت بڑا جانی و مالی نقصان برداشت کر کے جس قدر جانوں کو بھی انگریز بچا کر لے جانے میں کامیاب ہوئے اسے بہت بڑا کارنامہ سمجھا گیا اور فی الواقعہ یہ بڑا شاندار کارنامہ ہی تھا۔ لیکن میری نگاہ میں قادیان سے بچوں عورتوں اور آخر میں مردوں کو موت کے منہ سے نکال کر لے جانے کا واقعہ اس سے بھی بڑھ

کر شاندار اور اہم ہے کسی خوش فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ دلائل کی بنا پر۔ صفحہ (۱) ڈنکرک میں وقتی طور پر بیشک دشمن کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ اور اس کی طاقت زیادہ تھی مگر باوجود اس کے مقابلہ میں انگریز بھی بالکل بے دست و پا نہ تھے۔ ان کے پاس بھی جنگ کا ہر قسم کا سامان موجود تھا۔ جسے حتی الامکان انہوں نے استعمال کیا اور اس سے انہیں بچ کر نکلنے میں بڑی مدد ملی۔ لیکن یہاں یہ حالت تھی کہ اُدھر تو ہندو اور سکھ ملٹری کے پاس بندوقیں، مشین گنیں، برین گنیں اور بم تک تھے۔ لیکن ادھر احمدیوں کے پاس لاٹھیاں بھی نہ تھیں اور الفاظ کے اصل مفہوم کے مطابق وہ بالکل خالی ہاتھ تھے۔

پھر وہاں تو نرغے سے نکالنے کے بیسیوں ذرائع ان کے پاس تھے۔ ہر قسم کے جہاز، کشتیاں وغیرہ لیکن یہاں اس لحاظ سے بھی کچھ نہ تھا۔ ہماری ذاتی اور سلسلہ کی کاریں اور ٹرک چھین لئے گئے۔ گھوڑے، خچریں، گدھے تک سکھ ڈاکو دن دہاڑے جبراً لے گئے۔ باہر آئے ہوئے پناہ گزینوں کے گڈوں کے بیل ملٹری اور پولیس بندوقوں کے ذریعہ ہتھیا کر لے گئی۔ غرض قادیان میں رہنے والوں کی نقل و حرکت کے نہایت معمولی سے معمولی ذرائع کا بھی خاتمہ کر کے انہیں مکمل طور پر نرغہ میں لے لیا گیا۔

ڈنکرک سے انگریزی اور ہندوستانی فوجوں کو نکالنے کا بیڑا ایک عظیم الشان حکومت نے اُٹھایا تھا۔ اور یہ انتظام ایک وسیع سلطنت کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن قادیان کی جماعت احمدیہ کے بچوں، عورتوں اور مردوں کو سیلاب بلا سے بچانے کا کام اُنگلیوں پر گنے جا سکنے والے چند افراد کے کمزور اور نحیف ہاتھوں میں تھا۔

وہاں نرغے سے نکلنے والے جانباز جنگجو اور بہادر سپاہی تھے جو جنگ کی صعوبتیں جھیلنے کے عادی اور خطرات میں سے گذرنے کے عادی تھے۔ لیکن یہاں زیادہ تر کم سن حتیٰ کہ دُودھ پیتے بچے، پردہ میں رہنے والی خواتین، بیمار اور کمزور عورتیں اور مرد تھے جن کا اس قسم کے مصائب اور مشکلات میں سے گذرنا تو الگ رہا کبھی ان کے خیال میں بھی نہ آیا تھا۔

ڈنکرک سے بچ کر جانے والوں کے لئے ان کا اپنا وطن اور اپنا مُلک اُلفت اور محبت کی گود پھیلائے اور اپنے ہم وطن اور عزیز اپنے سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے موجود تھے۔

لیکن قادیان سے سب کچھ لُٹا کر آنے والوں کے لئے ایک محدود سی جگہ مہیا ہو سکی تھی۔
وہاں سے نکل کر آنے والوں کے لئے ہر قسم کے آرام و آسائش کے سامان با افراط مہیا تھے۔ لیکن یہاں بیٹھنے تک کے لئے جگہ کا میسر آنا بھی مشکل تھا اور کھانے پینے کے انتظامات میں شدید مشکلات حائل تھیں۔

باوجود ان تمام مشکلات کے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا کہ تمام کے تمام بچے، تمام کی تمام خواتین اور تمام کے تمام مرد بغیر کسی استثناء کے بخیر و عافیت اس سیلِ بلا سے نکل آئے۔ راستہ کے تمام خطرات کو کامیابی سے عبور کر کے نکل آئے اور کسی ایک جان کے نقصان کے بغیر ہزاروں انسان نکل آئے۔ حالانکہ وہ مسلسل ایک لمبے عرصہ تک گھروں پر رہتے ہوئے خوف و خطر میں گھرے رہے۔ پھر گھروں سے باہر نکالے جانے کے بعد کئی دنوں تک جان اور آبرو کے خطرہ میں مبتلا رہے دشمنوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ خطرات اور مصائب سے بچ کر نکلنے کے تمام راستے مسدود کر دے۔ پھر ہزاروں بچوں اور عورتوں کو قادیان کی آخری رات کھلے میدان میں ہندو سکھ ملٹری اور پولیس اور گرد و نواح کے ڈاکو اور لٹیرے سکھوں کے شدید نرغہ میں گذارنی پڑی پھر رستہ کا چپہ چپہ خطرات سے پُر تھا اور جا بجا ظالم اور کینہ صفت دشمنوں کے مظالم کے نشانات قبروں کی شکل میں موجود تھے لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ جماعت پر اتنا عظیم الشان فضل کیا کہ اس نے ان تمام خوفناک مراحل کو بخیریت عبور کر لیا۔" [1]

قادیان کی جماعت کا بحفاظت پاکستان میں آنا اعجازی نشان ہے

مندرجہ بالا واقعات پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ قادیان کی احمدی خواتین اور احمدی بچوں کا بحفاظت پاکستان میں آ جانا سیدنا المصلح الموعود کا ایک عظیم کارنامہ ہے جو دُنیا میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ سیدنا فرماتے ہیں:۔

"ہمارا قادیان سے آنا ہی لے لو۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ اسی وجہ سے ٹھوکریں کھا

---

[1] "الفضل" ۱۷ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۵

رہے ہیں حالانکہ اس حادثہ کی وجہ سے ہمارے ایمان تو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔ اوّل تو جس رنگ میں ہماری قادیان کی جماعت کے افراد دشمن کے حملوں سے محفوظ رہ کر پاکستان پہنچے ہیں اس کی نظیر مشرقی پنجاب کی کسی اور جماعت میں نہیں ملتی۔ جس طرح ہماری عورتیں محفوظ پہنچی ہیں جس طرح ہمارے مرد محفوظ پہنچے ہیں اور جس طرح بیسیوں لوگوں کے سامان بھی ان کے ساتھ آئے ہیں۔ اس کی کوئی ایک مثال بھی مشرقی پنجاب میں نظر نہیں آسکتی۔ نہ لدھیانہ کے قافلوں میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے، نہ جالندھر کے قافلوں میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے اور نہ فیروز پور کے قافلوں میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے لدھیانہ اور جالندھر کے قافلوں کے ساتھ فوجیں تھیں۔ حفاظت کا سامان تھا مگر پھر بھی ان میں سے ہزاروں لوگ مارے گئے۔ لیکن قادیان کے لوگوں کے ساتھ کوئی فوج نہیں تھی۔ پھر بھی وہ سب کے سب سلامتی کے ساتھ پاکستان پہنچ گئے۔

پس اوّل تو یہی کتنا بڑا نشان ہے کہ ہزاروں افراد کی جماعت قادیان سے نکلی۔ اور سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچ گئی۔ کوئی ایک مثال بھی تو پیش نہیں کی جاسکتی جس میں اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک اور مسلمانوں کے ساتھ ہوا ہو۔ پھر چاہے بعض کو ٹھوکریں لگیں۔ مگر یہ کتنا بڑا نشان ہے کہ ہماری انجمن کا اتنا بڑا محکمہ قادیان سے اُٹھ کر لاہور آگیا اور یہاں آتے ہی چالو ہوگیا۔ گورنمنٹ کے محکموں کے سوا کوئی ایک مثال ہی بتائی جائے کہ کسی جماعت کے وہاں اس قدر محکمے ہوں اور پھر وہ اُسی طرح آتے ہی چل پڑے ہوں جس طرح پہلے چل رہے تھے۔ یہ تو بالکل اللہ دین کے چراغ والی بات ہو گئی جس طرح اس چراغ سے آناً فاناً ایک محل تیار ہو جاتا تھا۔ اسی طرح یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہوا کہ قادیان سے احمدیت اُٹھی اور لاہور میں آکر قائم ہو گئی اور قائم بھی ایسی شان سے ہوئی کہ آج دُنیا میں احمدیت کا نام جس قدر بلند ہے جس قدر عظمت اُسے حاصل ہے یہ بلندی اور عظمت اس سے بہت زیادہ ہے جو اُسے قادیان میں حاصل تھی" [1]

---

[1] "الفضل" ۱۳/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۶۔

قادیان کے قافلوں کی حفاظت کیلئے صدقہ

بالآخر یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت مصلح موعود بیشک مادّی ذرائع کو کام میں لاتے مگر آپ کا توکل اور انحصار ہمیشہ خدا تعالٰے کی ذات پر رہا۔ یہی صورت قادیان کے محصور احمدیوں کے لئے آپ نے اختیار فرمائی۔ یعنی آپ کنوائے بھی بھجواتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ دعاؤں اور صدقات پر بھی زور دیتے تھے۔ چنانچہ خود ہی بیان فرماتے ہیں :-

"مَیں جب قادیان سے آیا ہوں تو مَیں نے خیال کیا کہ جو لوگ وہاں بیٹھے ہیں ان کے لئے صدقہ دیتے رہنا چاہیئے۔ چنانچہ جب تک آخری قافلہ نہیں آیا مَیں پچیس روپیہ روزانہ صدقہ دیتا تھا اور یہ ساڑھے سات سو ماہوار بنتا ہے۔ جب قافلے آ گئے اب سو روپے ماہوار صدقہ دیتا ہوں تا خدا تعالےٰ وہاں کے رہنے والوں کو محفوظ رکھے" [۱]

خدا تعالٰے کی طرف سے ایامِ کرب و بلا میں احمدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک

ماہ ظہور/اگست ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء میں قتل و غارت کا جو بازار گرم ہوا تھا وہ ماہ تبوک/ستمبر میں انتہاء کو پہنچ گیا۔ لاکھوں مسلمان چھوٹے یا بڑے ڈیروں میں یا تو دہشت زدہ ہو کر سکڑے بیٹھے تھے یا سڑکوں پر پاکستان کا رُخ کئے جا رہے تھے۔ ظلم و ستم کی حد یہ تھی کہ وہ ظالم حملہ آور جنہوں نے اُن کے گاؤں جلائے۔ ان کی عورتوں کو بے آبرو کیا اور بچے کھچے بدنصیبوں کو بھگا دیا، اب بھی ان کا تعاقب کر کے ان کو رستے ہی میں تہ تیغ کر رہے تھے "سکھ میدان کارزار میں" نہایت مستند واقعات کی روشنی میں ان حملوں کا ذکر ہے جو انبالہ، جالندھر، امرتسر، فیروزپور اور جالندھر کے پیدل قافلوں پر کئے گئے اور جن میں بے شمار جانیں ضائع ہوئیں۔ بہت سے مسلمان جن میں شیر خوار کم عمر بچے اور بوڑھی عورتیں اور مرد شامل تھے، آتشیں اسلحہ برچھیوں اور کرپانوں سے شدید زخمی ہوئے۔ [۲]

---

[۱] "الفضل" ۲۶ تبلیغ/فروری ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء (خطبہ جمعہ) صفحہ ۶ کالم ۱۔

[۲] کتاب "سکھ میدان کارزار میں" کے اندر یہاں تک لکھا ہے کہ ستمبر کے دوسرے ہفتہ میں سات ہزار مسلمان زیرہ (ضلع فیروزپور) سے پیدل روانہ ہوئے۔ رستہ میں ان پر حملہ کیا گیا۔ تمام جوان آدمی مار ڈالے گئے اور جوان عورتیں اُٹھا لی گئیں۔ دو ہزار سات سو اشخاص جن میں زیادہ تر بوڑھی عورتیں اور مرد تھے قریب

اگرچہ مشرقی پنجاب کے دوسرے مسلمانوں کی طرح احمدیوں کو بھی اس قیامت صغریٰ سے دوچار ہونا پڑا اور واہگہ سے لے کر دہلی تک کا علاقہ ان کے لئے میدان کرب و بلا بن گیا مگر خدا تعالےٰ کی غیر معمولی نصرت اور حفاظت کا ہاتھ ہر جگہ ان کے لئے کارفرما رہا۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ (چند مستثنیات کے سوا) جہاں خدا کے فضل و کرم سے احمدی خواتین کا دامن عصمت و حرمت، ننگِ انسانیت ظالموں اور بدسگالوں کی چیرہ دستیوں سے بالکل محفوظ رہا وہاں جماعت احمدیہ کا جانی نقصان بھی نسبتاً بہت ہی کم ہوا۔ اکثر و بیشتر جماعتیں پیدل یا فوجی ٹرکوں یا گاڑیوں میں بحفاظت پاکستان پہنچیں۔ بعض جماعتوں (مثلاً کیور تھلہ وغیرہ) کی نسبت افواہ پھیل گئی کہ ان کے اکثر افراد مار دیئے گئے ہیں مگر تحقیقات سے معلوم ہوا کہ صرف ایک احمدی شہید ہوا ہے (اور قادیان اس کے مضافات، سرٹوعہ اور دہلی وغیرہ کے سوا) چند ہی ایسی جماعتیں ہوں گی جس کے دو تین حد چار سے زیادہ احمدیوں کو سانحہ شہادت پیش آیا ہو۔

دھلی کے احمدی شہداء

قادیان اور اس کے ماحول کے شہداء کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یہاں ہم دہلی اور سرٹوعہ کے شہیدوں کا ذکر کرتے ہیں۔

دہلی میں خانہ جنگی کے دوران مندرجہ ذیل چار نہایت مخلص احمدیوں کو شہادت نصیب ہوئی:۔

۱۔ بابو نذیر احمد صاحب رضؓ امیر جماعت احمدیہ دہلی۔ آپ ۷/ ستمبر کو کرفیو ہٹنے کے دوران صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب (ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) کے ہاں دریا گنج تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں چند ہندو نوجوانوں کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے اور آپ کی نعش ایسی جگہ پہنچا دی جہاں سے باوجود

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ قریب ننگے گنڈا سنگھ والا پہنچے۔ انہی دنوں تین ہزار مسلمانوں کا ایک اور قافلہ ضلع فیروز پور کے جنوب سے ابوہر جا رہا تھا۔ ڈپٹی کمشنر منٹگمری کو اطلاع پہنچی کہ اس قافلے پر حملہ کیا گیا ہے۔ اس نے پنجابی رجمنٹ کے ایک افسر کو دیکھ بھال کے لئے روانہ کیا جس نے واپس آکر بتایا کہ اس نے ابوہر کے اردگرد کی سڑکیں نعشوں سے پٹی ہوئی دیکھی ہیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جوڈ وگرے مسلمانوں کے پہریدار مقرر کئے گئے تھے انہی کی امداد سے سارے کا سارا قافلہ ذبح کر ڈالا گیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس افسر کو کسی عورت کی نعش نظر نہیں آئی جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عورتیں سب کی سب اٹھا لی گئیں۔

۵؎ گاڑیوں کا سفر عام طور پر نسبتاً محفوظ سمجھا جاتا ہے مگر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کے آتشیں ماحول میں پیدل قافلوں کی طرح گاڑیوں میں بھی نہایت سفاکی اور درندگی سے قتل عام کیا گیا۔ کتاب "سکھوں کا منصوبہ" کے آخر میں ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء سے لے کر ۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء تک کی ایسی واردات کا مفصل نقشہ دیا گیا ہے۔

کوشش کے تلاش نہیں کی جاسکتی تھی۔

۲۔ بابو محمد یونس صاحبؓ۔ آپ بابو نذیر احمد صاحب کے ماموں تھے۔ جو ۱۲ تبوک/ستمبر کو غالباً لیڈی ہارڈنگ ہسپتال میں دوائی لینے کی غرض سے گئے۔ مگر آہ! پھر واپس نہ آسکے۔

۳۔ چودھری غلام محمد صاحبؓ سب پوسٹ ماسٹر۔ آپ فسادات کے دوران نیتا رام نند لعل کے کوارٹر میں ایک سکھ انسپکٹر کے ایماء سے شہید کر دیئے گئے۔

۴۔ محمد حسین صاحبؓ واچ مین۔ آپ ۱۹ تبوک/ستمبر دہلی سے مع اپنی اہلیہ کے پرانا قلعہ کیمپ میں پہنچے۔ پاکستان جانے کے لئے ایک اسپیشل ٹرین پر سفر کر رہے تھے کہ بیاس اسٹیشن کے قریب گاڑی پر حملہ ہوا۔ اور اس حملہ میں مرحوم اور ان کی رفیقہ حیات دونوں شہید کر دیئے گئے۔[1]

سٹروعہ کے احمدی شہداء

۱۹۰۱ء کے قریب سٹروعہ (تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور) میں احمدیت کا آغاز ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی یہاں ایک مخلص اور جانثار جماعت قائم ہو گئی تھی۔ اس گاؤں میں ایک ہزار کے قریب مرد و زن اور بچے احمدی آباد تھے۔ ۳۰ ظہور/اگست ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو (بوقت ۹ بجے صبح) ۲۱ ہزار مسلح سکھوں نے گاؤں پر دھاوا بول دیا۔ اس وقت سٹروعہ میں صرف پانچ بندوقیں تھیں مگر درّے سات تھے جہاں سے سکھ بآسانی داخل ہو سکتے تھے۔ احمدی و غیر احمدی مسلمانوں نے ان سات دروں پر اپنی حفاظتی چوکیاں قائم کر لیں۔ اور تہیہ کر لیا کہ مر جائیں گے مگر سکھوں کو گاؤں کے اندر داخل نہیں ہونے دیں گے۔ سکھوں نے دھمکیاں دیں کہ سٹروعہ کو لڑائی کے بغیر خالی کر دو ورنہ قتل و غارت کے علاوہ عورتوں کی بھی بے عزتی کی جائے گی مگر مسلمانوں نے سکھوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے صاف انکار کر دیا جس پر دن کے دو بجے گاؤں کے باہر دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ مشرقی درے پر ہندو گوجروں نے حملہ کیا تھا۔ جب ایک کوٹھے سے ان پر گولیاں برسنا شروع ہوئیں تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ اس موقعہ پر صوبیدار عبدالمجید خاں احمدی پنشنر اور چودھری عبدالحکیم خاں احمدی نے شجاعت اور بہادری کے شاندار کارنامے نمایاں دکھائے۔ وہ اپنا درہ چھوڑ کر دوسرے غیر محفوظ دروں کی طرف بھی جا کر فائر کرتے اور پھر اپنا درہ بھی سنبھال لیتے تھے۔ شام کے پانچ بجے ہوں گے کہ اس وقت اگرچہ صرف چودہ گولیاں باقی رہ گئی

---

[1] "الفضل" ۲۵ تبلیغ/فروری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

تھیں مگر ابھی تک سکھوں کو گاؤں کے اندر داخل نہیں ہونے دیا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے اچانک اس طرح مدد فرمائی کہ تین فوجی مسلمان اپنا ایک فوجی ٹرک لے کر وہاں آنکلے اور انہوں نے سکھوں کو حملہ آور دیکھتے ہی گولیاں چلانی شروع کر دیں جس سے سکھوں میں سخت بھاگڑ مچ گئی اور ۲۱ ہزار سکھ بھاگ نکلا اور آگ لگانے کے لئے تیل کے پیپے جو ہمراہ لائے تھے وہ سرڈوعہ والوں کے ہاتھ لگے۔ اس طرح عین آخری وقت پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تائید و نصرت فرما کر اہل سرڈوعہ کی خواتین کی عزت و عصمت کو محفوظ فرما دیا۔ بعض مستورات نے اس جنگ میں لڑنے والے مردوں کو پانی پلانے کا کام کیا۔ سرڈوعہ کے ۷ مسلمان جن میں چوہدری احمد خاں صاحب ولد بڈھے خاں صاحب، اللہ بخش صاحب تیلی، احمد علی خاں صاحب وٹرنری انسپکٹر پنشنر جیسے مخلص احمدی بھی تھے داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ دوسری طرف سکھوں کے ۱۰۰ ۔۶ مرد کام آئے۔ مسلمانان سرڈوعہ اس معرکہ کے دوسرے روز اسی فوجی ٹرک کی امداد سے گڑھ شنکر میں جا پناہ گزیں ہوئے[1] جہاں سے بالآخر پاکستان میں ہجرت کر آئے۔

مشرقی پنجاب میں اسلامی پرچم لہرانے کے لئے مجاہدانہ عزم

اگرچہ ہندوؤں اور سکھوں کی خوفناک سازشوں اور جارحانہ کارروائیوں کو دیکھ کر یہ تصور میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کوئی ایک بھی کلمہ گو اور اسلام کا نام لیوا مشرقی پنجاب کے خونین غدر میں باقی رہ سکتا ہے مگر حضرت سیدنا المصلح الموعود کی غیرت ایک لمحہ کے لئے گوارا نہیں کرتی تھی کہ اتنا بڑا علاقہ جہاں مدتوں پوری شان و شوکت سے اسلامی پرچم لہراتا رہا یکسر خالی ہو جائے اسی لئے حضور کا منشا مبارک یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان خصوصاً احمدی اپنے بال بچوں کو پاکستان میں چھوڑ کر اپنے اپنے مقامات کی طرف واپس جانے کی کوشش کریں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ پاکستان کی سرحد کے ساتھ ایسی جگہوں پر آباد ہوں جہاں اُن کے لئے اپنی بستیوں میں پہنچنا آسان ہو چنانچہ حضور نے ۱۲ تبوک/ستمبر کے خطبہ جمعہ میں مشرقی پنجاب سے آنے والے احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

---

[1] "الفضل" ۲۵ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۳

"میں اُن لوگوں کو جو مشرقی پنجاب سے آئے ہیں کہتا ہوں کہ تم اپنے اپنے مقامات میں واپس جانے کی کوشش کرو۔ اگر دُور دُور کے گاؤں میں نہیں جا سکتے تو تم لاہور، سیالکوٹ اور قصور کے پاس پاس چلے جاؤ۔ فیروزپور کے ارد گرد رہو یا تم اجنالہ میں رہو یا بٹالہ یا گورداسپور میں رہو۔ یہ تحصیلیں ایسی ہیں جو پاکستان سے لگتی ہیں۔ دو گھنٹے میں انسان اِدھر جا سکتا ہے اور دو گھنٹے میں انسان اُدھر جا سکتا ہے۔ اگر ۴۲ لاکھ مسلمان مشرقی پنجاب سے نکل آیا تو یاد رکھو کہ چار کروڑ مسلمان جو یو۔پی، بمبئی اور مدراس میں رہتا ہے وہ سب کا سب مارا جائے گا۔ اور سارا گناہ اُن مسلمانوں پر ہوگا جو مشرقی پنجاب میں سے بھاگ رہے ہیں۔ تم دس دس میل سے بھاگ رہے ہو اور پاکستان میں آ رہے ہو تو اُن کے اور پاکستان کے درمیان تو تین چار سو میل کا فاصلہ ہے وہ کس طرح آئیں گے۔ یقیناً وہ اسی جگہ مارے جائیں گے۔ لیکن اگر اُن کو تسلی ہوئی کہ مسلمان بھگوڑے نہیں تو اُن کے اندر بھی جرأت پیدا ہو جائے۔ اور وہ بھی اپنے اپنے مقام پر کھڑے رہیں گے ورنہ یاد رکھو جتنا ثواب حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ، حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ اور حضرت فریدالدین صاحب شکر گنج والوں کو ہندوستان کو مسلمان بنانے کا ملا۔ اس سے کہیں بڑھ کر عذاب تمہیں ہندوستان سے اسلام ختم کرنے کی وجہ سے ملے گا۔ پس مشرقی پنجاب میں تم پھر واپس جاؤ۔ بیشک اپنی عورتوں اور بچوں کو اِدھر چھوڑ جاؤ۔ لیکن اگر تم نے اس ملک کو خالی کیا تو اسلام کا نام و نشان تک اس میں سے مِٹ جائے گا اور پھر نہ معلوم سینکڑوں سال بعد یا کب اسلام کی دوبارہ ترقی کے کے لئے اللہ کی طرف سے نئی رَو پیدا ہو۔ یہ چیزیں بے شک ابتلاء والی ہیں مگر تمہیں یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہمیں ان باتوں کی خبر دی ہوئی ہے۔ اگر اُس کی منذر خبریں تمہارے دلوں کو پریشان کرتی اور مسلمانوں کا تنزّل تم کو غمگین بناتا ہے تو کیا اس کی بشارتیں تمہارے دلوں میں ایمان پیدا نہیں کرتیں اور کیا تم یقین نہیں رکھتے کہ جس خدا کی وہ باتیں پوری ہو گئیں جو مسلمانوں کے تنزّل کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اس خدا کی وہ باتیں بھی ضرور پوری ہو کر رہیں گی جو اسلام کی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔" [1] [2]

---

[1] "الفضل" ۳۰ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۳

[2] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

مُسلم مہاجرین کی آبادکاری کیلئے قیمتی اور اہم تجاویز

سیدنا المصلح الموعود نے مشرقی پنجاب میں اسلامی اثر و اقتدار کے قائم رکھنے کا جو مثالی اعلان فرمایا اس سے احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی مسلمانوں کو بھی باخبر کرنا ضروری تھا تا انہیں بھی ایک عمومی تحریک ہو جائے۔ چنانچہ حضور نے خاص اس غرض سے ۶ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء کو (یعنی اپنی ہجرت کے پہلے ہی ہفتہ میں) ایک پریس کانفرنس کو خطاب فرمایا جس میں مُسلم مہاجرین کی آبادکاری کے لئے ارباب حکومت کے سامنے بعض نہایت بیش قیمت اور اہم تجاویز رکھیں۔ اس پریس کانفرنس کی مفصّل خبر لاہور کے اخبارات میں سے "نوائے وقت" اور "انقلاب" نے بھی شائع کی۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ) :-

خود ساختہ تحریکات کے سیاسی راہ نماؤں اور فدائی جماعتوں کے سربراہوں میں عملی قوتوں، عزائم اور دعاوی کے اعتبار سے کتنا واضح، بیّن اور روشن فرق اور امتیاز ہوتا ہے۔ اس کی فیصلہ کن مثال قادیان اور جمال پور آج بھی پیش کر رہے ہیں۔

جمال پور ضلع گورداسپور کی تحصیل پٹھانکوٹ کی بستی ہے جہاں سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اور ان کے رفقاء ۱۵ جون ۱۹۴۲ء سے لے کر ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء تک مقیم رہے۔ یہ مقام تقسیم ہند سے قبل "جماعت اسلامی" کا مرکز تھا۔ جماعت اسلامی اسے "دار الاسلام" کی حیثیت دیتی تھی۔ جب ضلع گورداسپور کے اس علاقہ میں فسادات اُٹھ کھڑے ہوئے تو جناب مودودی صاحب نے دھڑلّے سے یہ اعلان کیا کہ

" اگر کسی علاقے سے مسلمانوں کے قومی خروج یا اخراج کی نوبت آجائے تو اپنی جگہ چھوڑنے والوں میں ہم سب سے پہلے نہیں بلکہ سب سے آخری ہوں گے " (ترجمان القرآن جلد ۳۱ عدد ۵ صفحہ ۲۶۱)

مگر فسادات کے شروع ہی میں جب [پٹھانکوٹ؟] لپور سرکاری کیمپ بنا دیا گیا تو مودودی صاحب اور ان کے رفقاء اپنا "دار الاسلام" ہندوؤں اور سکھوں کے حوالہ کر کے ۳۰ ظہور / اگست ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء کو پاکستان میں آگئے۔

اس کے برعکس سیدنا المصلح الموعود نے اپنے وعدہ کو جس اولوالعزمی اور استقلال کے ساتھ پورا کر کے دکھا دیا وہ تاریخ مذاہب میں اپنی مثال آپ ہے۔ جماعت احمدیہ کا مرکز قادیان جمال پور سے بڑھ کر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور باوجود عالمی مطالبہ کے اس کو سرکاری کیمپ بھی تجویز نہ کیا گیا۔ بایں ہمہ سیدنا المصلح الموعود کے جانباز فدائی اور احمدی مجاہد فسادات ۱۹۴۷ء میں بھی اسلام کا پرچم تھامے ہوئے قادیان میں ڈٹے رہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چنانچہ اخبار" نوائے وقت" نے لکھا:-

"

مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے

مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پریس کانفرنس

لاہور ۱۷ ستمبر۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد امیر جماعت احمدیہ قادیان نے آج ایک پریس کانفرنس میں مسلمان اخبار نویسوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے اپنے وطن نہیں چھوڑنے چاہئیں اور ان کے ذہن میں یہی بات ہونی چاہیئے کہ انہیں واپس وہیں جاکر رہنا ہے۔ آپ نے کہا کہ اس کے لئے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا لازمی ہے۔ اس کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی کے تناسب کے مطابق انہیں ملازمتوں میں نیابت دی جائے۔ مرزا صاحب نے یہ کہا کہ مسلمانوں میں اب بھی اتنی جان ہے کہ وہ اس صوبہ میں باعزّت زندگی بسر کرسکیں۔ اس وقت ان کی اکثریت حوصلہ چھوڑ چکی ہے۔ مگر ان کے قدم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور آج بھی تبلیغ اسلام کے لئے سر بکف ہیں۔ اور وہ دن دُور نہیں جبکہ ان مقدس درویشوں کی دینی سرگرمیاں ملک میں ایک ایسا رُوحانی، اخلاقی اور علمی انقلاب برپا کر دیں گی کہ ہندوستان پھر سے خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دستورِ حیات کی تجلیوں سے بقعہ نور بن جائے گا اور ہندو قوم فوج در فوج آنحضور کے غلاموں میں شامل ہونا شروع ہو جائے گی جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب "التفہیمات الالٰہیہ" میں پیشگوئی فرمائی ہے کہ

"اِنْ اتَّفَقَ غَلَبَۃُ الْھُنُوْدِ مَثَلًا عَلٰی اِقْلِیْمِ ھِنْدُوْسْتَانَ غَلَبَۃً مُّسْتَقِرَّۃً عَامَّۃً وَجَبَ فِیْ حِکْمَۃِ اللّٰہِ اَنْ یُّلْھِمَ رُؤُسَاءَھُمُ التَّدَیُّنَ بِدِیْنِ الْاِسْلَامِ کَمَا اَلْھَمَ التُّرْکَ" (جلد ۱ صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور یو۔ پی ۱۳۵۵ھ)

یعنی اگر کسی وقت ہندوستان پر ہندوؤں کا عام غلبہ و اقتدار ہو گیا تو خدا کی حکمت میں یہ واجب ہوگا کہ وہ ہندوؤں کے لیڈروں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کیلئے ویسے ہی الہام فرمائے جس طرح اس نے ترکوں کو الہام کیا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد خود سیدنا المسیح الموعود کو بھی ہندوؤں کے بکثرت مسلمان ہونے کی خبر دی گئی چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"مجھے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا"

(اشتہار ۱۲ مارچ ۱۸۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۴۱)

ایک جگہ بھی جم گئے تو مسلمان پھر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے۔

آپ نے یہ تجویز پیش کی کہ جن مسلمان مہاجرین کو مغربی پنجاب میں بسایا جا رہا ہے ان کی جمعیت کو نہ توڑا جائے بلکہ کوشش کی جائے کہ مشرقی پنجاب کے ایک علاقہ کے مسلمانوں کو ان کی جمعیت قائم رکھتے ہوئے مغربی پنجاب میں آباد کیا جائے۔

مرزا صاحب نے ریڈکلف ایوارڈ کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے کہا کہ یہ فیصلہ بد دیانتی پر مبنی تھا اور قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے سے ہو چکا تھا۔ حد بندی کا کمشن محض ایک ڈھونگ تھا"[۱]

اخبار "انقلاب" نے مندرجہ بالا خبر حسب ذیل الفاظ میں شائع کی:۔

"

امام جماعت احمدیہ کے ارشادات

لاہور ۲۷ ستمبر۔ کل بعد نماز مغرب امام جماعت احمدیہ نے ایک غیر معمولی اجلاس میں عوام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں پر اس سے زیادہ نازک دور کبھی نہیں آیا۔ قادیان جو احمدیوں کا محبوب مرکز ہے وہ انتہائی خطرے میں گھر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاؤں کی اطلاعیں بھی ہیں اور بشارتیں بھی۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ آسمان پر ان میں سے کس چیز کے لئے کونسا وقت متعین ہے۔ مسلمانوں کیلئے جو اذیتیں اور ابتلاء مقدر ہیں وہ بہر حال آکر رہیں گے۔ ہماری دعا صرف یہی ہونی چاہیئے کہ جس جس کے لئے قید و بند کا یا کوئی اور امتحان مقدر ہے وہ اس میں ایسا ثابت قدم نکلے اور جام شہادت بھی اس بہادری اور شجاعت سے پئے کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلیں بجا طور پر اس پر فخر کر سکیں اور ہر جوان بچے اور بوڑھے کا عمل ہمیشہ کے لئے باعث تقلید ہو سکے۔"[۲]

لاہور میں انجمن "انصار المسلمین" کا قیام اور مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی صورت حال سے متعلق اشتہار

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کی اجازت سے لاہور میں ایک انجمن "انصار المسلمین" کے نام سے قائم کی گئی جس نے پاکستانیوں

۱؎ "نوائے وقت" ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۴۔

۲؎ "انقلاب" ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء (اخبار پر سہواً ۱۹۴۸ء درج ہے)

کو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی تازہ صورت حال سے آگاہ کرنے کے لئے اشتہار شائع کئے۔ اس ضمن میں اس کے زیرِ انتظام تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ھ ش ۱۹۴۷ء کے وسط میں شائع شدہ ایک ہینڈ بل بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے:۔

”مشرقی پنجاب میں مُسلمانوں کی کامل بربادی کے سامان

”اگست کی گیارہ تاریخ سے سکھوں نے امرتسر اور ضلع گورداسپور میں حملہ شروع کیا۔ اٹھارہ سے فیروزپور، جالندھر، ہوشیارپور اور لدھیانہ میں حملے شروع ہوئے۔ پہلے چند دن تک افسران نے ظاہرداری برتی۔ شاید یہ خیال تھا کہ کہیں یہ علاقہ پاکستان میں نہ چلا جائے۔ لیکن جونہی اعلان ہوا کہ یہ علاقے ہندوستان میں چلے گئے ہیں اندھیر نگری شروع ہو گئی ہے حالات چھپائے جا رہے ہیں اور باہر نکلنے نہیں دیئے جاتے۔ جھوٹی رپورٹیں امن کی شائع ہو رہی ہیں حالانکہ فساد بڑھ رہے ہیں کم نہیں ہوئے۔ بٹالہ کی تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۵۵ فیصدی تھی آج بمشکل ۲۵ فیصدی ہوگی۔ کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے۔

حملہ کی ترتیب یوں ہوتی ہے کہ بڑے بڑے چند قصبات کو چُن کر ان کے اردگرد کے چھوٹے دیہات پر حملہ کر دیا جاتا ہے تاکہ ماحول کمزور کر کے بڑے دیہات پر حملہ کیا جائے مسلمانوں کے پاس سوائے شاذ و نادر کے سب اسلحہ لائیسنس والا ہے اس لئے اسلحہ بھی کم اور سامان بھی کم ہوتا ہے۔ رات کے وقت ہر گاؤں سے مقررہ تعداد لوگوں کی ایک گاؤں میں جمع ہوتی ہے اور وہاں سے کسی گاؤں پر حملہ کے لئے چل پڑتی ہے۔ حملہ یا شروع رات میں کیا جاتا ہے یا آخر شب میں صبح کے قریب۔ حملہ آوروں کے پاس ۳۰۳ کی فوجی رائفلیں برین گن۔ بم اور عام بندوقیں بکثرت ہیں۔ سُنا گیا ہے کہ پٹیالہ، فریدکوٹ، کپورتھلہ وغیرہ نے اپنی فوجوں کا ایک حصّہ انہیں دیا ہوا ہے اور ظاہر میں یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ اتنی فوج رائفلوں سمیت بھاگ گئی ہے۔ اس فوج کے کچھ نوجوان بعض دفعہ وردی میں گاؤں کے پاس جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ملٹری ظاہر کر کے لوگوں کو تسلی دیتے ہیں۔ اور اس کے معاً بعد غافل مسلمانوں پر سکھ حملہ کر دیتے ہیں۔

شاید آپ کہیں کہ باقی علاقہ کے مسلمان کیوں مدد نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کہ ہر سکھ گاؤں نے سڑکوں کے ناکے روکے ہوئے ہیں اور ادھر سے اُدھر کسی مسلمان کو نہیں جانے دیتے۔ جو ظاہر میں جائے اسے زبردستی واپس کر دیتے ہیں۔ جو چھپ کر جائے اسے موقع ملے تو مار دیتے ہیں۔ اگر کوئی بچ نکلے تو پولیس میں رپورٹ کرتے ہیں کہ فلاں فلاں ہمیں لوٹنے آئے تھے۔ اور پولیس یہ جاننے کے باوجود بھی کہ مارے مسلمان جا رہے ہیں ان کی شکایت کا پیچھا کرتی ہے۔ اگر مسلمان اکٹھے ہو کر نکلیں تو سیفٹی ایکٹ کے ماتحت انہیں شوٹ کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے۔

ایک گاؤں کے (نام معلوم ہے) لوگوں کو سکھوں نے لوٹا۔ وہ (زیادہ تر بچے اور عورتیں) بھاگ کر کچھ زیور اور نقدی لے کر ایک دوسرے مسلمان گاؤں (نام معلوم ہے) کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک سکھ گاؤں تھا۔ انہوں نے اِس عورتوں بچوں کے قافلہ پر حملہ کیا اور ۲۵ ہزار کے زیورات (یہ مسافر تاجر تھے) بہت سے کپڑے اور ایک نوجوان عورت لے کر بھاگ گئے۔ جس مسلمان گاؤں کی طرف یہ مسلمان آ رہے تھے ان کے پاس صرف ایک بندوق تھی۔ خبر ملنے پر تین آدمی وہاں سے بھاگ کر پہنچے اور ڈیڑھ سو حملہ آوروں کے سامنے ہو گئے جس پر سکھ بھاگے اور اس طرح عورتیں اور کپڑے مزید لوٹ سے بچ گئے۔ مگر ایک عورت اور نقدی زیور کو لے کر وہ فرار ہو گئے۔ ان تینوں نے پیچھا کیا اور عورت کو چھڑا لائے۔ مگر روپیہ زیور واپس نہ لا سکے۔ ملٹری ایک میل پر تھی۔ جب وہ گاؤں پر پہنچی تو مسلمان دوڑ کر اس کے پاس شکایت کرنے کے لئے گئے۔ افسر نے آگے سے یہ ہمدردی کی کہ جھڑک کر کہا۔ تم چار افراد سے زیادہ ہو اس دفعہ تو چھوڑ دیا ہے پھر کبھی ایسا ہوا تو فوراً گولی مار دی جائیگی۔

ایک گاؤں پر ۲۴ گھنٹے حملہ رہا۔ دو دفعہ تو سکھ جتھہ کو مسلمانوں نے بھگا دیا۔ پولیس تماشہ دیکھ رہی تھی۔ دو دفعہ جب جتھہ کو دبا کر مسلمان آگے بڑھے تو پولیس نے ان پر فائر کئے اور مار کر بستی میں دھکیل دیا۔ ۲۴ گھنٹوں کے بعد مسلمانوں کا بارود ختم ہو گیا تو گاؤں جلایا گیا اور ۵۴ مرد عورت بچے مارے گئے۔ ایک درجن سے زیادہ عورتیں اغوا کی گئیں اور قصبہ لوٹا گیا۔

ایک جگہ مسلمانوں کے پاس ہوائی جہاز تھا۔ جب تار، ٹیلیفون اور ریل بند کر دیئے گئے اور مسلمان دوسری دُنیا سے کٹ کر رہ گئے تو بعض مسلمان دیہات نے درخواست کی کہ ایک دفعہ ہوائی جہاز ہمارے سروں پر چکّر لگا جایا کرے تاکہ ہمیں معلوم تو رہے کہ باہر کے مسلمانوں کو ہمارا حال معلوم ہے اور ہمیں اس ہوائی جہاز سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے گاؤں سے پرے بھی حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی نام لیوا اب تک زندہ ہے۔ باوجود مشکلات کے ہوائی جہاز نے چکّر لگا کر علاقہ کے مسلمانوں کا حال دیکھنا شروع کیا۔ کئی جگہ وقت پر حملہ کی اطلاع ملٹری کو کی جو تشریف ہونے کی صورت میں بعض دفعہ مدد بھی پہنچا دیتی تھی ورنہ خاموش رہتی تھی۔ سڑکوں پر جو جتھے جمع ہوتے تھے ہوائی جہاز کے ذریعے اُن کا حال معلوم ہو جاتا تھا اور پتہ لگ جاتا تھا کہ حملے کا کہاں ارادہ ہے۔ مگر جب یہ دیکھا گیا کہ اس دفاعی تدبیر سے مسلمانوں کے قتل عام میں کمی آنے کا امکان ہے فوراً یہ الزام لگا دیا گیا کہ اس جہاز نے نیچے اُتر کر فائر کئے ہیں۔ مگر ستم یہ ہے کہ الزام یہ نہیں کہ پولیس پر فائر کئے۔ یہ بھی نہیں کہ پُرامن شہریوں پر کئے بلکہ یہ الزام ہے کہ اس جہاز نے اُتر کر ایک ایسے سکھ جتھے پر فائر کئے جو مسلمان گاؤں کی طرف حملہ آور تھا۔ گو یہ بات جھوٹ ہے اگر سچی بھی ہوتی تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ چونکہ اس طرح مظلوم مسلمانوں کی حفاظت کی گئی اس لئے اب جہاز والے کو سزا ملنی چاہیئے۔ چنانچہ سیفٹی ایکٹ کے ماتحت حکم دے دیا گیا کہ گورداسپور کے ضلعے کے تمام پرائیویٹ ہوائی جہاز ضبط کر لئے جائیں اور جو اس ضلع پر اُڑان کرے اُسے گولی سے اُڑا دیا جائے۔ اس علاقہ کے ملاپ اور تعلقات کو دوسرے علاقوں سے قطعی طور پر کاٹنے کا یہ آخری حربہ ہے۔ اس کے بعد اللہ جانے کہ باقی مسلمانوں کا کیا حشر ہے۔ آپ لوگوں کو صبر سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر آپ نے خونریزی کی تو مسلمانوں پر اَور بھی ظُلم ہوگا۔ لیکن حکومت پاکستان پر یہ زور ضرور دینا چاہیئے کہ وہ ہوائی جہاز کے ذریعے سے ان علاقوں سے تعلقات پیدا کرے اور ہر روز اس کے ہوائی جہاز امرتسر گورداسپور، جالندھر، ہوشیارپور، لدھیانہ اور فیروزپور میں ہر اس قصبہ میں جس کی آبادی چھ سات ہزار ہو اُتر کر وہاں کے حالات معلوم کر کے آیا کرے۔ صرف یہی طریقہ ان علاقوں

میں امن قائم کرنے کا ہے۔ تقریروں سے کچھ نہیں بنے گا جب تک مشرقی پنجاب کے غیر مسلم اور اس علاقہ کی حکومت یہ محسوس نہ کریں گے کہ ان کی ایک ایک کرتوت مغربی پنجاب کے لوگوں تک پہنچ رہی ہے۔ جب تک انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ ضرورت کے موقع پر مسلمان ہوائی جہازوں سے بھی مسلمان بھائیوں کا حال دیکھنے کے لئے پہنچ جائیں گے اس وقت تک نہ مظلوم مسلمانوں کا ڈر کم ہوگا اور نہ دشمن کی دلیری۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ مشرقی پنجاب کے ہر ضلعے اور تحصیل میں مسلمان افسر مناسب تعداد میں بھجوائے جائیں۔ اس کے بدلہ میں اتنی ہی پولیس اور اتنے ہی افسر مغرب میں غیر مسلموں کے لے لئے جائیں۔ مگر یہ کام فوری ہے۔ اس کے بعد سب علاج بیکار ہو جائیں گے۔

سیکرٹری انجمن انصار المسلمین لاہور "

مسلمانانِ پاکستان میں اتحاد تنظیم اور قربانی کی رُوح پیدا کرنے کی تحریک

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے ساتھ ہی مسلمانانِ پاکستان ہزاروں بیرونی اور اندرونی مشکلات میں گھر گئے تھے جن سے نپٹنے کے لئے اتحاد، تنظیم اور قربانی کی رُوح کا پیدا کیا جانا ضروری تھا۔ اخبار "الفضل" نے (جس کے بنیادی اغراض و مقاصد میں پاکستان کا استحکام سر فہرست شامل تھا) اس نازک مرحلہ پر مسلمانانِ پاکستان کو انتباہ کرتے ہوئے صاف صاف لکھا کہ

"یہ عجیب مصیبت ہے جو اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں پر نازل ہوئی ہے اور خدا جانے کب تک جاری رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے ہم پہلے ہی صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ اس مصیبت کا ہر گز یہ علاج نہیں ہے کہ مسلمان بھی پاکستان میں وہی کریں جو ہندوستان مسلمانوں کے ساتھ کر رہا ہے اور ہمیں افسوس ہے کہ مغربی پنجاب میں بھی کئی جگہوں پر اس کا ردِ عمل نظر آیا ہے اور پاکستان کے مسلمان بھی اس رَو میں بہتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن ہماری رائے میں پاکستان کے مسلمانوں کو صرف دینی نقطۂ نظر سے ہی نہیں بلکہ مصلحتِ وقت کے لحاظ سے بھی کوئی ایسے عقلمندانہ طریقے اختیار کرنے چاہئیں کہ جن سے ہندوستانی حکومت کو آمادہ کیا جاسکے کہ وہ ہندوستان

سے مسلمانوں کے مزید اخراج کو روک دے اور جو مسلمان وہاں سے برباد ہو کر نکل آئے ہیں انہیں پھر اپنے گھروں میں آباد کرنے کے لئے کوشش کرے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض فتنہ انگیز لوگوں اور مُسلم لیگ کے دشمنوں نے یہ حالت دیدہ و دانستہ پیدا کی ہے۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ پاکستان میں تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو بسانے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ایک چال ہے جو اچھی طرح سوچ سمجھ کر چلی گئی ہے اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو گذشتہ چند سالوں سے کانگرس مسلم لیگ کے لئے پھیلاتی چلی آئی ہے۔

مسلمانوں کے لئے اس مصیبت کا علاج صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن میں عام بیداری پیدا کی جائے اور آپس کے مذہبی اور سیاسی تمام تفرقات کو نسیاً منسیا کر دیا جائے اور ہر اس شخص کو جو اللہ تعالےٰ اور محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیوا ہے اور مسلمان کہلاتا ہے ایک ہی تنظیم میں منظم کر لیا جائے اور اس مشترکہ مصیبت کا پوری طرح منظم ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں قربانی کی رُوح پیدا کی جائے۔ جب تک ہر مسلمان اپنی جان اپنی اولاد اور اپنا تمام مال قوم کے لئے وقف نہیں کر دے گا اس وقت تک سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی دُنیا کی طاقت ہم کو برباد کرنے سے نہیں بچا سکتی۔ تنظیم اور قربانی ہی ایک ایسی چیز ہے جو اس وقت مسلمانوں کو بچا سکتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہمارے بڑے بڑے لیڈروں کو قربانی کرنا سیکھنا چاہیئے امراء میں قربانی کا ایسا احساس پیدا ہونا چاہیئے . . . . کہ وہ اپنی تمام دولت قوم کے حوالے کر دیں ورنہ نصف جائداد دینے سے تو ذرا دریغ نہ کریں اور تمام مسلمان نفسا نفسی چھوڑ کر تمام تگ و دو اجتماعی مفاد کے لئے وقف کر دیں اور اپنے لئے صرف اس قدر رکھیں جو زندگی کے سہارے کے لئے ضروری ہو۔

اگر مسلمانوں نے اس انتہائی مصیبت کے وقت بھی نفسا نفسی کو ترک نہ کیا تو لازماً قدرت کے عام قانون اور اللہ تعالےٰ کی سُنّت کے مطابق وہ بھی ان قوموں میں شامل ہو جائیں گے جن کا ذکر اب محض عبرت کے لئے کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ایسی کئی قوموں کا ذکر آتا ہے اور

اللہ تعالیٰ نے نہایت پُر اثر انداز سے مسلمانوں کی توجہ ان برباد شدہ قوموں کے اعمالِ بد کی طرف دلائی ہے۔ ہم کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے مخالفین کون سے ولی اللہ ہیں کہ وہ ہر بات میں کامیاب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالےٰ اسلام کی امانت سپرد کرتا ہے اگر وہ اپنا کام چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو خاص طور پر سزا دیتا ہے اور اس کی جگہ کسی اَور قوم کو مقرر کرتا ہے۔ اس کے سزا دینے کے طریقے قانون قدرت کے مطابق ہی ہوتے ہیں اس لئے ایسی ناشکر گزار قوم کو مٹانے والے خواہ ولی اللہ نہ بھی ہوں خواہ وہ باطل پرست ہی ہوں قانونِ قدرت کے مطابق بعض اوقات ان سے بھی وہی کام لینا ہے جو قدرت کی دوسری طاقتوں سے لیتا ہے۔ پھر انہی باطل پرستوں میں سے ایسی قوم پیدا کرتا ہے جو اس کا کام کرتی ہے فتنۂ تاتار کے وقت یہی ہوا تھا۔ تاتاریوں نے مسلمانوں کو مٹانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا تھا۔ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی اور لاکھوں مسلمانوں کا خون اسلامی شہروں کی گلیوں میں ندیوں کی طرح بہہ گیا تھا۔ لیکن ابھی ایک پشت بھی تاتاری غلبہ کی نہیں گذری تھی کہ انہی باطل پرستوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کام کرنے والے چُن لئے اور چند ہی سالوں میں پھر سے وہی دُنیا پر اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

آج مسلمانوں پر جو مصیبت آئی ہے وہ تاتاری فتنے سے بھی سینکڑوں گنا بڑی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کا کام ابھی سے شروع نہ کر دیا تو پھر وہ کسی اور قوم کو اپنے کام کے لئے چُن لے گا اور ہمارا جو حشر ہو گا سو ظاہر ہے" [1]

احمدی طیارے کا کارنامہ

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کو یہ اطلاع پہنچی کہ فتحگڑھ چوڑیاں کے مسلمان محصور ہیں اور قلت خوراک کے سبب زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ اس اطلاع پر انجمن نے اپنا ذاتی طیارہ بھجوایا جس نے بہت بڑی مقدار میں نہ صرف روٹیاں گرائیں بلکہ ان کو حوصلہ دلانے کے لئے اشتہارات بھی پھینکے چنانچہ اخبار "انقلاب" نے "پناہ گزینوں پر روٹیوں کی بارش" اور "احمدی طیارے کا کارنامہ" کے دوہرے عنوان سے حسب ذیل خبر شائع کی:۔ "یہ معلوم ہونے پر کہ فتحگڑھ چوڑیاں میں جو پناہ گزین جمع ہیں وہ قلت خوراک کی وجہ سے بھوکے مر رہے ہیں صدر انجمن احمدیہ لاہور (پاکستان) نے کل اپنے ایک پرائیویٹ ہوائی جہاز کے ذریعے سے بہت بڑی مقدار میں وہاں روٹیاں گرائیں: اس کے علاوہ تسلّی و تشفی کے لئے عزم و استقلال کی تلقین کے ۔۔۔ اشتہارات بھی گرائے گئے (۱۵)" [2]

---

[1] "الفضل" ۲۰ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲-۳ ۔ [2] "انقلاب" ضمیمہ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ کالم ۵ ۔

فصل سوم

مہاجر احمدیوں کو ملک میں باوقار اور منظم طریق سے بسانے کی ملک گیر کوشش

جس طرح برصغیر میں تبادلۂ آبادی کی کوئی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی اسی طرح جماعت احمدیہ کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ اسے اتنے وسیع پیمانے پر ہجرت کرنا پڑی۔

متحدہ ہندوستان میں احمدی افراد کی مجموعی تعداد پانچ لاکھ اور مشرقی پنجاب میں کم و بیش ایک لاکھ ہوگی جس میں سے چودہ ہزار کے لگ بھگ مرکز احمدیت قادیان میں آباد تھے۔ قادیان اور اس کے ماحول میں مندرجہ ذیل محلوں اور ملحقہ دیہات میں احمدی پائے جاتے تھے:۔

مسجد مبارک ، مسجد اقصیٰ ، مسجد فضل ، دارالانوار ، دارالفتوح ، ناصر آباد ، دارالبرکات ، دارالفضل ، دارالعلوم ، دارالسعۃ ، اسلام پور ، بھینی بانگر ، ننگل خورد ، ننگل کلاں باغبانان ، قادر آباد (ترکھانانوالی) ، احمد آباد (نواں پنڈ) ، کھارا ، کریم پورہ۔

قادیان اور اس کے ان قریبی دیہات کے علاوہ ضلع گورداسپور میں مشہور احمدی جماعتیں حسب ذیل مقامات پر قائم تھیں:۔

بٹالہ ، دھرمکوٹ بگہ ، قلعہ لال سنگھ ، بھاگووال ، شاہ پور امرگڑھ ، ونجواں ، اٹھوال ، خان فتح ، لودی ننگل ، تیجہ کلاں ، فیض اللہ چک ، بیبل چک ، تلونڈی جھنگلاں ، سیکھواں ، ہرسیاں ، دیال گڑھ ، گلانوالی ، بسراواں ، کلوسوہل ، گل منج ، سارچور ، چھٹہ ، تلونڈی راماں ، شکارپور ماچھیاں ، دھرمکوٹ رندھاوہ ، ڈیرہ بابا نانک ، ٹھٹھہ غلام نبی ، بیری ، پھیروچیچی ، گھوڑیواہ ، بگول ، بھینی میلواں ، کڑی افغاناں ، ستھیالی ، کاہنووان ، لمین کرال ، گورداسپور ، اوجلہ ، طالب پور بھنگواں ، پیٹھانکوٹ ، دولت پور ، بہلولپور ، ماڑی بچیاں ، بہادر حسین ، مسانیاں ، ٹھیکریوالہ ، میانی شیرا ، پیرو شاہ ، ڈیریوالہ (دارو غیاں) ، ڈلہ ، ڈھیڑ ، پاروال ، دھرمسالہ ، پکیواں ، بھابڑہ ،

رحیم آباد ، کوٹلہ گوجراں، لوہ چپ، بھاگی ننگل، سکوہہ، کھوکھر، دیوانی وال کلاں ، کھوکھر کھجور والی،
دھاریوال ، غازی کوٹ ، غزنی پور ، چوہدریوالہ ، نادون ، لنگروال ، کلو
ڈلہوزی ، اٹر پنڈی ، چھچھریالہ ، پھنہ بیٹ ، پھنہ ریت والہ ، قلعہ ٹیک سنگھ ۔
تلونڈی راجپوتاں ، بھٹیاں ، مرزاجان ، کوٹلی گجراں ، مراد پور ، بہادر توال پنڈ ، گھنیکے بانگر کھوکھو
دھندے ، چمن پنڈوری ، تتلہ ، بازوچک ، دارا پور ، بھینی پسوال ،

ضلع گورداسپور کے علاوہ مشرقی پنجاب کے دیگر حلقوں کی بعض مشہور و معروف احمدی جماعتیں یہ تھیں :۔

نوٹ : حلقہ سے مراد ضلع نہیں بلکہ وہ علاقہ ہے جو صدر انجمن احمدیہ قادیان نے تقسیم سے قبل اپنے نظام مالیات پر کنٹرول کرنے کیلئے متعین کر رکھا تھا۔

حلقہ امرتسر :۔ امرتسر ، بھڈیار ، محلانوالہ ، دوجووال ، گلانوالی ، ترپئی ، بھوئیوال ،
رعیہ ، دیرو وال ، بابا بکالہ ، کڑیال ، بھوماں وڈالہ ، گھونیوالہ ، موتلہ ، سندر گڑھ
اجنالہ ۔

حلقہ فیروزپور[1] :۔ فیروزپور شہر ، فیروزپور چھاؤنی ، قصور ، زیرہ ، فرید کوٹ ، سکھانند ،
لدھیکے نیویں ، کھر یپڑاں مع جوڑہ ، طالاں والہ ، بٹی ، سلیمانکی ہیڈ ورکس ، موگا ، فاضلکا ،
کوٹ کپورا ۔

حلقہ جالندھر :۔ جالندھر شہر ، جالندھر چھاؤنی ، بنگہ ، کھاہوں ، کریام ، مکند پور ،
راہوں ، لنگڑوعہ ، اوڑ ، گوڑ ، صریح ، نورمحل ، لنگیری ، بہرام ، بھاگو ارائیں ،
شیخ وال ، ماڑ میانوال ، پرجیاں خورد ، نکودر ، لوہیاں ، پھلور ، کپورتھلہ ۔

حلقہ ہوشیارپور :۔ ہوشیارپور شہر ، بھمیانی ، ماضربدیال ، سہنسٹ پور ، اجیرہ ، اہرانہ ، کاٹھاں ،
پھگانہ ، سٹھیانہ ، بیرم پور ، گڑھ شنکر ، ماہل پور ، گڑھدیوالہ ، سڑوعہ ، کاٹھ گڑھ ، بیگم پور
کنڈی ، پنام ، عالم پور ، ٹانڈہ ٹھکو پور ، تھینڈہ ، عمروورہ ، گھسیٹا پور ، راہت پور ،
بہبووال چھنیاں ، کنگنہ ۔

حلقہ لدھیانہ :۔ لدھیانہ شہر ، جمسٹ ، ملود ، چک لوہٹ ، رائے کوٹ ، جبگراؤں ،
چنگن ، ساہنے وال ، علی پور کھنہ ، ملہہ ، سمرالہ ۔ کھنہ ۔ شیرپور خورد ۔ مالیر کوٹلہ ۔

حلقہ پٹیالہ :۔ پٹیالہ ، سامانہ ، مروڑی ، سنور ، بنوڑ ، بیرادر ، سرہند ، خان پور ،

---

[1] ۔ حلقہ فیروزپور کے بعض تحصیلات مثلاً قصور ۔ یا گاؤں مثلاً کھر یپڑ پاکستان میں شامل کئے گئے ۔

ماچھیواڑہ ، غوث گڑھ ، رائے پور ، نابھہ ، دھوری ، برنالہ ، بھٹنڈہ ، مانسہ منڈی، سنگرور، ہربنس پور ، سنام ۔ پائل ۔

حلقہ انبالہ :۔ انبالہ ، مکووال ، اٹرپور ۔

حلقہ دہلی و شملہ میں حسب ذیل جماعتیں قائم تھیں :۔

شملہ ، دہلی ، بلب گڑھ حصار ۔ محمود پور ۔ کلانور ۔ کانپور ۔ کرنال ۔

مندرجہ بالا کثر جماعتیں تبادلہ آبادی کے سیلاب کی زد میں آگئیں اور الا ماشاء اللہ نہایت خستہ حالی اور بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان پہنچیں۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے اگر ایک طرف دین اسلام کے ایک غیور جرنیل کی حیثیت سے آنے والے احمدی مہاجرین میں غیرت اسلامی کی رُوح زندہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ تو دوسری طرف ایک مشفق و محسن باپ سے بڑھ کر اُن کے آرام و آسائش کا خیال رکھا اور ان کو پاکستان میں باوقار اور منظم طریق پر بسانے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔

اس تعلق میں حضور نے آتے ہی جودھامل بلڈنگ میں نظارت آبادی اور نظارت تجارت کے شعبے کھلوا دیئے۔ اول الذکر کے ذمہ بنیادی لحاظ سے اُجڑے ہوئے احمدیوں کو منظم طریق پر بسانے کا کام تھا۔ اور ثانی الذکر کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ آباد ہو جانے والے احمدی اقتصادی طور پر جلد سے جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔

ان شعبوں کا طریق کار کیا تھا اور وہ کن خطوط پر اپنی مفوضہ ذمہ داری بجا لا رہے تھے اس کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل دو اعلانات کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو وسط ماہ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء میں بذریعہ "الفضل" اشاعت پذیر ہوئے :۔

نظارت آبادی کی طرف سے اعلان

مشرقی پنجاب سے آنے والے احمدیوں کو اطلاع

ضلع جالندھر، ہوشیارپور ، گورداسپور ، امرتسر کی شہری اور دیہاتی جماعتوں کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جودھامل بلڈنگ لاہور میں اس امر کے لئے دفتر کھول دیا گیا ہے۔ کہ

مذکورہ اضلاع سے آنے والوں کے مستقبل کے متعلق مناسب انتظام کیا جائے۔ اس لئے وہ جماعتیں جو کسی ایک جگہ اکٹھی ہوں وہ ہمارے پاس نمائندے بھجوا دیں اور اگر کسی جگہ جماعتیں اکٹھی نہ ہوں بلکہ منتشر حالت میں ہوں تو جو دوست اس اعلان کو دیکھیں وہ ہمیں خود آ کر ملیں تاکہ انہیں مناسب مشورہ دیا جا سکے۔

ابوالمنیر نورالحق جودھامل بلڈنگ جودھامل روڈ لاہور" [1]

نظارت تجارت کی طرف سے اعلان

"ایسے تاجر جو مشرقی پنجاب سے آ رہے ہیں یا وہ تجار اصحاب جنہوں نے اپنے نام دفتر تجارت لاہور میں لکھوائے ہوئے ہیں وہ اپنی پہلی فرصت میں مجھ سے آ کر ملیں تاکہ میں یہ معلوم کر سکوں کہ وہ کیا کام کرتے تھے اور اب کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں اور کس قسم کی تجارت کا انہیں خاص تجربہ ہے تاکہ ان کے حسب حال انتظام جہانتک ممکن ہو سکے کیا جاوے مثلاً بعض ایسے اصحاب ہیں جو آڑھت کے کام سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں اس کا تجربہ ہے اور بعض کو لوہارا ، اور اسی طرح دوسرے ضروری کاموں سے واقفیت حاصل کروائی جائے گی۔ وہ جودھامل بلڈنگ لاہور پاکستان میں جلد اطلاع دیں تاکہ ان کو مناسب کاموں پر لگایا جائے اور وہ قوم کے لئے مفید وجود بن سکیں۔

ناظم تجارت لاہور پاکستان" [2]

آبادی اور حفاظتِ مرکز کے انتظامات کے مختلف پہلو

مولانا جلال الدین صاحب شمس قائم مقام ناظر اعلیٰ نے اپنے مکتوب (مورخہ ۲۹ احسان/جون ۱۳۲۷ہش ۱۹۴۸ء) میں قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں آبادی اور حفاظت مرکز کے انتظامات کی تفصیل حسب ذیل الفاظ میں لکھی:-[3]

"اس وقت حسب ذیل دوست حفاظت مرکز اور قادیان سے متعلقہ کام کر رہے ہیں۔

---

[1] "الفضل" ۱۵ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ کالم ۱۔ [2] "الفضل" ۱۸ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

[3] یہ زمانہ قیام لاہور کا واقعہ ہے جبکہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے دفاتر جودھامل بلڈنگ میں جاری تھے اور حضرت مصلح موعود کے ارشاد کے مطابق حفاظت مرکز کے کام کو ایک ہی شعبہ سے مخصوص کرنے کا سوال زیر غور تھا۔

ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب کے سپرد اس وقت حسب ذیل کام ہیں :-

آبادی۔ چنیوٹ ، احمد نگر میں لوگوں کو آباد کرنا اور ان کی مشکلات کا حل۔ لاوارث مستورات جو رتن باغ میں مقیم ہیں ان کی ضروریات کی دیکھ بھال۔

حفاظت مرکز۔ طوعی خدام حفاظت کو بُلانے کی تحریک کرنا اور ان کے لئے لاہور میں رہائش اور نگرانی ، ان کے ماہوار اخراجات کا انتظام کرنا ، بوڑھے دوستوں میں تحریک کرنا تا وہ قادیان جانے کے لئے اپنے نام پیش کریں۔

ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب کے علاوہ مولوی محمد صدیق صاحب کے سپرد بعض کام ہیں مثلاً لاوارث مستورات کے لئے روئی کا حاصل کرنا اور کپڑا بنوانا یا قادیان جو اشیاء بھجوانی ہوتی ہیں ان کو مہیا کرنا۔

مستقل خدام کا انتظام میجر شریف احمد باجوہ کے سپرد ہے۔"

سیدنا المصلح الموعود کی ذاتی نگرانی خاص توجہ اور شبانہ روز دعاؤں کے نتیجہ میں کس طرح مرکزی نظام کی پوری مشینری بے خانماں احمدیوں کو آباد کرنے میں وقف رہی اور چند ماہ کے اندر اندر مشرقی پنجاب کی تمام جماعتوں کے بسانے کا انتظام کامیابی کے مراحل میں داخل ہو گیا۔ اس کا اجمالی خاکہ ہم محترم مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب (ناظر انخلاء و آبادی) کے الفاظ میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ موصوف اپنے ایک غیر مطبوعہ بیان میں لکھتے ہیں کہ

"مشرقی پنجاب اور قادیان سے آنے والے احباب کے عارضی قیام کے انتظام اور ان کی آبادی اور قادیان سے انخلاء کا انتظام حضور نے خاکسار کے سپرد کیا تھا۔ چونکہ کثیر تعداد میں آنے والے مہاجرین کے ٹھہرانے کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی اس لئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ ہدایات دیں کہ جودھامل بلڈنگ کے متصل خالی میدان میں (جو اب آباد ہو چکا ہے) سائبان لگا لئے جائیں اور قضائے حاجت کے لئے ایک طرف گہری اور لمبی خندقیں کھود دی جائیں اور ایسا انتظام کیا جائے کہ وبا پھیلنے نہ پائے۔ ان کے کھانے کے انتظام کے لئے لنگر خانہ مسیح موعودؑ میں انتظام کیا گیا۔ یہ سب اخراجات اس وقت ضروری تھے لیکن چندوں کے نہ آنے کی وجہ سے بہت دقتیں تھیں۔ حضورؓ نے اپنے گھر کے افراد کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ تمام لوگ صبح و شام ایک ایک روٹی پر گذارہ کریں اور یہی قانون

باہر والوں کے لئے بھی تھا۔

قادیان سے احباب کا نوائے کے ذریعہ سے گروہ در گروہ لاہور پہنچنا شروع ہو گئے۔ خاکسار کے ذمہ ان لوگوں کو ٹھہرانے اور پھر ان کو آباد کرنے کا کام تھا اور یہ کام بظاہر بڑا مشکل اور بڑا نازک تھا۔ اس غرض کے لئے خاکسار نے جودھامل بلڈنگ میں دفتر قائم کیا اور ملک محمد احمد صاحب واقف زندگی بطور کلرک متعین کئے گئے۔ حکومت کی طرف سے جو محکمہ جات مہاجرین کی آبادکاری کے لئے مقرر کئے گئے تھے اُن کے ساتھ میں نے رابطہ قائم کیا۔ پاکستان کی جماعت کے امراء کے ساتھ اور ذی اثر لوگوں کے ساتھ خط و کتابت کی اور ان حالات کا پوری طرح سے بغور جائزہ لیا جن کے ذریعہ سے ہمارے احمدی احباب کو سر چھپانے کے لئے جگہ اور پیٹ پالنے کے لئے کام مل سکتا تھا۔ چنانچہ جو احباب قادیان سے لاہور پہنچتے ان کو سائبانوں کے نیچے جگہ دی جاتی۔ ان کے لئے کھانے کا بندوبست کیا جاتا اور ہر ایک سے تبادلہ خیالات کرکے ان کے مناسب حال مقامات پر پہنچانے کے لئے سفارشی چٹھیاں دی جاتیں۔ میرے دفتر کی طرف سے آبادکاری کے لئے ہر مہاجر کو ایک سرٹیفکیٹ دیا جاتا تھا جسے دیکھ کر تمام سرکاری محکمہ جات بھی سرٹیفکیٹ کے حامل کو پوری مدد دیتے تھے اور انہیں مکان، زمین اور دیگر سامان مہیا کرتے۔

حضرت امیرالمومنینؓ نے مجھے یہ ہدایت فرمائی کہ چونکہ قادیان ہمارا دائمی مرکز ہے اور ہم اس میں جلد یا بدیر واپس جائیں گے ہمیں اسے اپنے سامنے رکھنے کے لئے زمیندار اصحاب کو قادیان سے قریب ترین علاقہ میں بسانے کی کوشش کی جائے۔ چونکہ قادیان سے قریب ترین علاقہ سیالکوٹ، شکرگڑھ اور نارووال کا تھا اس لئے میں نے زمیندار اصحاب کو وہاں زمینیں دلانے اور آباد کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اب تک کئی ایک احمدی زمیندار ان زمینوں پر آباد ہیں۔ جن مہاجر احمدی احباب کے پاکستان میں رشتہ دار تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ آبادکاری میں وہ ان کو مدد دے سکیں گے ان کی خواہش پر ان کے رشتہ داروں کے پاس پہنچانے کا انتظام کر دیا جاتا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضور رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ لاکھوں کی

تعداد میں ہجرت کرکے آنے والے احمدیوں کو لاہور میں ٹھہرانے اور پھر ان کو پاکستان کے مختلف شہروں میں آبادی کے لئے پہنچانے کا انتظام میرے دفتر کی طرف سے کیا گیا اور اللہ کے فضل سے یہ لوگ جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور اس قابل ہو گئے کہ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ ہی کو سنبھالیں بلکہ جماعت کی بھی مدد کر سکیں۔ بے سروسامانی کے وقت میں یہ کام جس طرح سے کیا گیا یہ محض اللہ کا فضل تھا۔ کیونکہ اتنے لوگوں کو آباد کرنے کے لئے بہت وسائل کی ضرورت تھی جو ہمیں میسّر نہ تھے۔ ہمارے پاس روپیہ نہیں تھا۔ لیکن اس بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے رنگ میں کام کرنے کی توفیق دی کہ جماعت کا روپیہ بھی بہت ہی قلیل خرچ ہوا اور سب دوست آباد بھی ہو گئے۔

اتنے احباب کے ٹھہرانے اور ان کے لئے انتظام کرنا بڑا مشکل تھا اور ہر لحظہ یہ خطرہ ہوتا تھا کہ کوئی وبا نہ پھوٹ پڑے۔ یہ محض اللہ کا فضل تھا کہ ہمارے صرف دو تین احباب ہیضہ کی وجہ سے شہید ہوئے جن میں سے ایک مولوی محمود احمد صاحب خوشابی معلم مدرسہ احمدیہ تھے۔ ان تمام احباب کو خاکسار خود ہی سنبھالتا رہا اور اللہ سے دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں وباؤں سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عام طور پر فرشتوں کے ذریعہ سے ہماری مدد کی اور سوائے دو تین احمدیوں کے جو اس وبا سے شہید ہوئے باقی محفوظ رہے۔ ہمیں آباد کرنے کے لئے دن رات چوبیس گھنٹوں میں جو جدّوجہد کرنی پڑتی تھی اس کا نقشہ کھینچنا الفاظ میں ناممکن ہے کیونکہ عملہ کی کمی تھی اور ہم صرف دو کارکن تھے ہمیں کئی ماہ تک دفتر چوبیس گھنٹے کھلا رکھنا پڑتا رہا حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کا اپنا یہ حال تھا کہ ان بے سروسامان احمدی احباب کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے حضور نے اپنی چارپائی پر سونا ترک کر دیا اور ایک عرصہ دراز تک جب تک احباب آباد نہیں ہو گئے چارپائی سے نیچے ہی سوتے رہے۔ اور دن رات آپ کو یہی فکر ہوتا تھا کہ کسی طرح کسی دوست کو کوئی پریشانی نہ ہو اور وہ آباد ہو جائے" [۱]

مہاجرین کی آبادی کے سلسلہ میں حضرت منشی محمد دین صاحبؓ ملتانی مختارِ عام کی انتھک مساعی اور بے لوث خدمات کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ حضرت منشی صاحبؓ ۱۳ اِخا / اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو قادیان سے

---

[۱] غیر مطبوعہ۔

لاہور تشریف لائے جہاں ۱۸ ر اخاء/ اکتوبر تک دفتر جائیداد لاہور میں کام کیا۔ ۲۰ رتا ۲۲ ر اخاء چنیوٹ میں آپ سلسلہ کے ایک ضروری کام پر متعین رہے۔ بعد ازاں ۲۵ ر اخاء/ اکتوبر سے اراضی مرکز کی خرید کے علاوہ چنیوٹ، احمد نگر، ڈاور وغیرہ جگہوں میں احمدی مہاجرین کی آبادکاری کے لئے مقرر کئے گئے۔[1] چنانچہ آپ کی کوشش سے نہ صرف تعلیم الاسلام ہائی سکول، مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے لئے عمارتوں کا انتظام ہوا بلکہ بہت سے احمدی مہاجرین ان جگہوں میں مکان اور اراضی الاٹ کرا کے آباد کئے گئے۔ یہی نہیں، انہوں نے مہاجرین کے لئے سامان رہائش اور خوراک وغیرہ کا بھی بندوبست کیا۔[2]

حضرت منشی صاحبؓ یکم ماہ وفا/ جولائی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء تک اس خدمت پر مامور رہے۔[3]

احمدی مہاجرین کیلئے کمبلوں لحافوں اور توشکوں کی خاص تحریک

مشرقی پنجاب سے آنے والے ایک لاکھ احمدیوں میں سے غالب اکثریت ان لوگوں کی تھی جو صرف تن کے کپڑے ہی بچا کر نکل سکے تھے۔ اس تشویشناک صورتِ حال نے آبادکاری کے انتظام کے بعد جلد ہی ایک خطرناک اور سنگین مسئلہ کھڑا کر دیا۔ اور وہ یہ کہ جوں جوں سردی کے ایام قریب آنے لگے ہزاروں ہزار احمدی مرد، بچے اور بوڑھے سردی سے نڈھال ہونے لگے۔

سیدنا المصلح الموعود سے اپنے خدام کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ چنانچہ آپ نے مغربی پنجاب کے احمدیوں کے نام پیغام دیا کہ سردی کا موسم سر پر آپہنچا ہے انہیں اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے بستروں کمبلوں اور توشکوں کا فوری انتظام کرنا چاہیئے۔ حضور کے اس پیغام کا مکمل متن حسب ذیل تھا:-

"اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ احمدی مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ جس طرح کتے لاشوں پر جھپٹتے ہیں اسی طرح سکھ جتھوں اور پولیس اور ملٹری نے ان علاقوں کا مال و اسباب لوٹ لیا ہے۔ اکثر تن کے کپڑے بچا کر ہی نکل سکے ہیں۔ بستر بہت ہی کم لوگ لا سکے ہیں۔ ہزاروں ہزار بچہ اور عورت سردی سے نڈھال ہو رہا ہے۔ پانچ ہزار آدمی اس وقت صرف ہمارے پاس جودھامل بلڈنگ، دوسری بلڈنگوں اور ان کے ملحقہ میدانوں میں پڑا ہے۔ ان میں سے اکثر قادیان میں سے آئے ہوئے ہیں جن میں زیادہ مکانوں اور جائدادوں والے تھے مگر ان کے مکانوں پر سکھوں نے قبضہ کر لیا ہے اور ان کے گھروں کو سکھوں نے

---

[1] ریکارڈ نظارت علیا۔ [2] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۲۷-۱۳۲۶ہش/۴۸-۱۹۴۷ء صفحہ ۸۷۔

[3] ریکارڈ نظارت علیا۔

لُوٹ لیا ہے۔ قادیان کے رہنے والوں میں چونکہ یہ شوق ہوتا تھا کہ وہ اپنا مکان بنائیں اس لئے عورتوں کے پاس زیور اور مردوں کے پاس روپیہ بہت ہی کم ہوتا تھا۔ اس لئے جب لوگوں کو قادیان چھوڑنا پڑا تو مکان اور اسباب سکھوں نے لُوٹ لئے اور روپیہ اور زیور ان کے پاس تھا ہی نہیں۔ اکثر بالکل خالی ہاتھ پہنچے ہیں۔ اور اگر جلد ان کے لئے کچھ کپڑے اور رضائیاں وغیرہ مہیّا نہ کی گئیں تو ان میں سے اکثر کی موت یقینی ہے۔ اس لئے مَیں مغربی پنجاب کے تمام شہری، قصباتی اور دیہاتی احمدیوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ آج ان کے لئے ایثار اور قربانی کا جذبہ دکھانے کا وقت آگیا ہے اور سوائے ان بستروں کے جن میں وہ سوتے ہیں اور سوائے اتنے کپڑوں کے جو اُن کے لئے اشد ضروری ہیں باقی سب بستر اور کپڑے ان لوگوں کی امداد کے لئے دے دیں جو باہر سے آرہے ہیں۔ سیالکوٹ کی جماعت کو مَیں ہدایت کرتا ہوں کہ گورداسپور اور اَور کئی جگہوں کے زمیندار وہاں بٹھائے جارہے ہیں ان میں سے بھی اکثروں کے پاس کوئی کپڑا وغیرہ نہیں۔ جو پہلے بھاگ آئے ان کے پاس کچھ کپڑے ہیں مگر جو بعد میں آئے ان کے پاس کوئی کپڑا نہیں۔ خصوصاً جو قادیان میں پناہ گزین تھے۔ اور وہاں سے آئے ہیں ان سب کا مال سکھوں اور ملٹری نے لُوٹ لیا تھا۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے بستر اور کپڑے مہیّا کرنا سیالکوٹ کی جماعت کا فرض ہے۔ ہمارے ملک میں یہ عام دستور ہے کہ زمیندار ایک دو بستر زائد رکھتے ہیں تاکہ آنے والے مہمانوں کو دیئے جاسکیں۔ ایسے تمام بستر ان لوگوں میں تقسیم کر دینے چاہئیں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں اور عزیزوں سے بھی جتنے بستر مہیّا ہوسکیں جمع کرکے ان لوگوں میں بانٹنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ سیالکوٹ کی تمام زمیندار جماعتوں کو اپنا یہ فرض سمجھنا چاہیئے کہ تمام اردگرد کے تالابوں سے کسیر جمع کرکے اپنے چھکڑوں میں ان جگہوں پر پہنچائیں جہاں پناہ گزین آباد ہوئے ہیں۔ اسی طرح گنّوں کی کھوری اور دھان کے چھلکے جمع کرکے ان لوگوں کے گھر میں پہنچا دیں تاکہ بطور بستروں کے کام آسکے۔

تمام جماعتوں اور پریذیڈنٹوں کو اپنی رپورٹوں میں اس بات کا بھی ذکر کرنا چاہیئے کہ انہوں نے اس ہفتہ یا اس مہینہ میں پناہ گزینوں کی کیا خدمت کی ہے اور ان کے آرام کے لئے انہوں نے کیا کوششیں کی ہیں۔ سیالکوٹ کے علاوہ دوسرے اضلاع میں جو آدمی بس رہے ہیں

ان کی امداد کے لئے بھی وہاں کی جماعتوں کو فوراً توجہ کرنی چاہیئے۔ اپنے زائد بستر ان کو دے دینے چاہئیں۔ اسی طرح جو لوگ قادیان سے آرہے ہیں اور لاہور میں مقیم ہیں ان کے لئے بھی کچھ کپڑے بھجوانے چاہئیں۔ زیادہ کمبلوں، لحافوں، توشکوں اور تکیوں کی ضرورت ہے چونکہ سردی روز بروز بڑھ رہی ہے اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہیئے اور خواہ آدمی کے ذریعے سے یہ ضروری چیزیں فوراً جلد یہ چیزیں ہمیں بھجوا دینی چاہئیں۔ اس کے علاوہ میں جماعتوں کو اس بات کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ ان کے ارد گرد کی منڈیوں وغیرہ میں اگر دوکانیں نکالنے کا موقعہ ہو، ایسی دوکانیں جو غریب اور بیکس لوگ بغیر روپیہ کے جاری کر سکیں تو ان کے متعلق بھی فوراً مجھے چٹھیاں لکھیں تاکہ ایسے لوگوں کو جو تعلیم یافتہ ہیں اور تجارت کا کام کر سکتے ہیں، وہاں بھجوا دیا جائے“ [1]

حضرت امیرالمومنین کے اس پُر درد اور اثر انگیز پیغام نے پاکستان کی احمدی جماعتوں پر بجلی کا سا اثر کیا اور انہوں نے اپنے پناہ گزین بھائیوں کی موسمی ضروریات کو پورا کر دینے کی ایسی سرتوڑ کوشش کی کہ انصار مدینہ کی یاد تازہ ہو گئی اور اس طرح حضرت مصلح موعود کی بروقت توجہ سے ہزاروں قیمتی اور معصوم جانیں موسم سرما کی ہلاکت آفرینیوں سے بچ گئیں۔

مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی پہلی سالانہ رپورٹ میں حضور جیسے محسن آقا کے اس لطف و کرم اور شفقت و احسان کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا:۔

”جماعت کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور ہزاروں مرد اور عورتیں اور بچے بے سروسامانی کی حالت میں لاہور میں آکر آستانِ خلافت پر پڑے تھے۔ سینکڑوں تھے جنہیں تن پوشی کے لئے کپڑوں کی ضرورت تھی اور ہزاروں تھے جن کو خورد و نوش کی فکر تھی اور سینکڑوں تھے جو صدموں کی تاب نہ لا کر بیمار اور مضمحل ہو رہے تھے۔ مزید برآں موسم سرما بھی قریب آرہا تھا اور ان غریبوں کے پاس سردیوں سے بچنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ پھر ان لوگوں کو مختلف مقامات پر آباد کرانے اور ان کی وجہ معاش کے لئے حسب حالات کوئی سامان کرنے کا کام بھی کچھ کم اہمیت نہ رکھتا تھا۔ یہ مشکلات ایسی نہ تھیں جو غیر از جماعت لوگوں پر نہیں آئیں مگر ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا اور ہمارا ایک مونس و

[1] ”الفضل“ ۱۹ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش صفحہ ۳ (۱۹۴۷ء)۔

غمخوار تھا۔ جب وہ لوگ پراگندہ بھیڑوں کی طرح مارے مارے پھر رہے تھے ہم لوگوں کو آستانۂ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے کی وجہ سے ایک گونہ تسکینِ قلب حاصل تھی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خدام کی تکالیف کو دیکھا اور ان کے مصائب کو سُنا اور ہر ممکن ذریعہ سے نہ صرف سلسلہ کی طرف سے بلکہ ذاتی طور بھی ان کی دلجوئی کے سامان کئے۔ اپنے رُوح پرور کلام سے ان کی ہمتّوں کو بڑھایا اور ان کے حوصلوں کو بلند کیا۔ مہاجر غرباء کی تن پوشی کے لئے تحریک کر کے ذی استطاعت اور مخیّر اصحاب سے کپڑے مہیا کرائے اور سلسلہ کے اموال کو بے دریغ خرچ کر کے ان کو فقر و فاقہ کی حالت سے بچایا۔ بیماروں کے لئے ادویات اور ڈاکٹروں کا انتظام کرایا[1] اور لاہور سے باہر جا کر آباد ہونے والوں کے لئے حسب ضرورت زادِ راہ مہیا کیا اور ان کے گذاروں کے لئے ہر اخلاقی اور مالی امداد فرمائی۔ موسم سرما میں کام آنے والے پارچات مہیا کرائے۔ غرض ہزاروں لاکھوں برکات اور افضال نازل ہوں اس محبوب اور مقدس آقا پر جس نے ایسے رُوح فرسا حالات میں اپنے خدام کی دستگیری فرمائی۔ ہمارے دل حضور کے لئے تشکر و امتنان کے جذبات سے معمور ہیں لیکن ہماری زبانیں ان جذبات کے اظہار سے عاجز ہیں۔"[2]

احمدی مہاجرین کے معاشی و تنظیمی مسائل حل کرنے کیلئے وفود

اگرچہ سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کی ہدایات و ارشادات

---

[1] صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی پہلی سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء سے سیمنٹ بلڈنگ لاہور میں ایک مختصر سی ڈسپنسری کی صورت میں نور ہسپتال کا احیاء عمل میں آیا جو لاہور میں ۳۰ شہادت/اپریل ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء تک صرف آؤٹ ڈور ڈسپنسری کے طور پر چلتا رہا۔ اگرچہ اِن ڈور مریضوں کے لئے کوئی انتظام ممکن نہ تھا تاہم رتن باغ، جودھامل بلڈنگ، سیمنٹ بلڈنگ اور ۱۳ میکلوڈ روڈ میں جو احمدی اور کارکنان سلسلہ مقیم تھے ان میں سے اگر کوئی زیادہ بیمار ہوتا تو ہسپتال کے فرض شناس کارکن ان کے گھر پہ جا کر باقاعدہ علاج معالجہ کیا کرتے۔ علاوہ ازیں لاہور کے مختلف محلوں کی کثیر تعداد بلکہ بیرونِ شہر کے بعض دوستوں کو بھی ہسپتال سے استفادہ کے مواقع میسر آئے۔

(رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۸-۲۹ہش/۱۹۴۹-۵۰ء صفحہ ۴۳)

[2] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶-۲۷ہش/۱۹۴۷-۴۸ء صفحہ ۵۰۔

کے مطابق ہر جگہ نہایت تیزی سے احمدیوں کو بسانے کا کام جاری تھا۔ مگر چونکہ وقت کا تقاضا تھا کہ اس کو جلد سے جلد پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا جائے اس لئے حضور نے ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کے آخر میں مغربی پنجاب اور صوبہ سرحد کی طرف چار وفود روانہ فرمائے۔ ان وفود نے قریباً ایک ماہ تک مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور احباب جماعت کو جو ابھی تک ایک پراگندہ اور منتشر حالت میں مختلف مقامات پر اپنے معاشی وسائل تلاش کر رہے تھے امداد بہم پہنچائی اور جماعتوں کو توجہ دلائی کہ اپنے بے بس اور مظلوم پناہ گزین بھائیوں کی ہر ممکن اعانت کریں۔[1]

۸ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو حضرت سیدنا المصلح الموعود نے ان وفود کے لئے از خود حلقے متعین فرمائے اور ہدایت فرمائی کہ ہر ضلع میں بڑے بڑے شہر مقرر کر دیئے جائیں مثلاً ملتان میں لودھراں اور کبیروالا، منٹگمری میں اوکاڑہ اور پاک پٹن۔ یہ وفد صرف شہروں میں جائیں۔ شہروں کے بجٹ تو دو تشخیص کریں اور باقی حلقہ کے مبلغین اور سکرٹریاں وغیرہ کو ہدایات بھجوائیں کہ اس شہر میں جمع ہوں۔ اس طرح باقی حلقوں کا کام ان کے سپرد کریں اور ساتھ ہی یہ رپورٹ بھی پیش کریں کہ مشرقی پنجاب کے احمدی کہاں کہاں بسے ہیں اور کس جگہ سے آئے ہیں۔ علاوہ ازیں ارشاد فرمایا کہ وفود جانے سے پہلے حضور سے ملیں اور ہدایات لے کر جائیں اور پھر وہی ہدایات اپنے بعد والوں کو دیں۔

حضرت امیر المومنین نے ان وفود کے حسب ذیل امراء و ارکان تجویز فرمائے:۔

وفد ۱۔ قاضی محمد نذیر صاحب فاضل (امیر وفد)، مولوی نذیر احمد صاحب مبشر، مولوی محمد سعید صاحب انسپکٹر بیت المال۔ (اس وفد نے سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے اضلاع کا دورہ کیا)

وفد ۲۔ صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب عمر ایم۔اے (امیر وفد)، چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے، مولوی غلام احمد صاحب فرخ، ماسٹر فقیر اللہ صاحب انسپکٹر بیت المال (یہ وفد لائل پور، سرگودھا، جھنگ کے اضلاع میں گیا)

وفد ۳۔ مولوی قمرالدین صاحب (امیر وفد)، مولوی محمد حسین صاحب، مولوی محمد احمد صاحب نعیم (اس وفد کے حلقہ میں کیمبل پور، راولپنڈی، جہلم اور گجرات کے اضلاع تھے)

---

[1] رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶-۲۷ ہش/۱۹۴۷-۴۸ء۔

وفد ۴۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی (امیرِ وفد) مولوی غلام باری صاحب سیف، صاحبزادہ محمد طیب صاحب، بابو شمس الدین صاحب (اس وفد کا حلقہ صوبہ سرحد مقرر کیا گیا تھا۔[۱]

المختصر سیدنا المصلح الموعود کی ان تمام کوششوں کا مجموعی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جہاں دوسرے بہت سے مسلم مہاجرین سرکاری سرپرستی اور حکومت کے وسیع ذرائع کے باوجود ایک عرصہ تک بے خانماں لُٹے وہاں مشرقی پنجاب کی نوّے فیصدی جماعتیں چند ماہ کے اندر اندر نہ صرف آباد ہوگئیں بلکہ مالی اور تنظیمی رنگ میں پاکستان کی مقامی جماعتوں اور افراد کے دوش بدوش حصہ لینے لگیں۔

قادیان کی امانتوں کا لاہور میں لانے کا انتظام

حضرت سیدنا المصلح الموعود جب سے ہجرت کے بعد لاہور تشریف لائے تھے اس فکر میں تھے کہ جن لوگوں نے قادیان میں مرکز کے سپرد اپنی امانتیں کر رکھی تھیں وہ جلد سے جلد پاکستان میں پہنچ جائیں حالات سخت مخدوش تھے اور راستے پرخطر، مگر محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی خصوصی توجہ کی بدولت آخر ۲۰ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو حضور کی یہ دلی تمنا پوری ہوگئی جبکہ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی یہ تمام امانتیں پاکستان کی طرف منتقل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل حضرت شیخ صاحب مرحوم کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے:۔

"اگست ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک ہوئی اور قادیان سے نکلنے کا سامان ہونے لگا یہ بڑی مصیبت کے دن تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر اپنی رحمت کے مرہم کا پھایا رکھا۔ حضرت

---

[۱] "الفضل" ۲۷ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۵ کالم ۲۔ مولوی محمد سعید صاحب اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے علاوہ جو شریک وفد ہوئے، اس نازک دور میں بیت المال کے مندرجہ ذیل انسپکٹروں نے جماعت کے مالی اور تنظیمی استحکام میں قابل قدر حصہ لیا اور سفر کی انتہائی مشکلات کے باوجود اپنے فرائض منصبی نہایت عمدگی سے ادا کرتے رہے:۔

۱۔ سید محمد لطیف صاحب، ۲۔ چوہدری محمد شجاعت علی صاحب، ۳۔ چوہدری ظفر اسلام صاحب ۴۔ سید سعید احمد صاحب بنگالی، ۵۔ ماسٹر محمد یٰسین صاحب، ۶۔ سید اصغر حسین صاحب، ۷۔ مولوی عبدالرحیم صاحب ملکانہ، ۸۔ چوہدری محمد طفیل صاحب، ۹۔ سید اعجاز احمد صاحب

(رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۲۷-۱۳۲۶ہش/۴۸-۱۹۴۷ء صفحہ ۲۳)

امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو (جو قادیان میں بحیثیت امیر تمام امور کے منتظم تھے) پیغامات بھیجے کہ قادیان میں جو لوگوں کی امانتیں ہیں لاہور بھجوائی جائیں۔ اس پر حضرت ممدوحؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ امانتیں لاہور لے جاؤں۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح لاہور سے ٹرک بھجوایا کرتے تھے جن میں قادیان کی مستورات اور بچے لاہور جاتے تھے مگر ان ٹرکوں میں لاہور جانا کا دے دارد والا معاملہ تھا۔ قادیان کے غیر احمدی لوگ بڑا بڑا کرایہ دے کر ٹرک والوں سے جگہ لے لیتے تھے اور بہت سے احمدی جگہ نہ پاکر واپس آجاتے تھے۔ یہی حالت میری تھی۔ میں صبح کو امانتوں کے ٹرنک دفتر سے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی کوٹھی پر لاتا۔ جگہ نہ ملتی تو شام کو واپس خزانہ صدر انجمن میں لے جاتا۔ آخر ۲۰ ستمبر کو مجھے جگہ مل گئی اور میں یہ ٹرنک لے کر قادیان سے روانہ ہوا۔ جب ہم قادیان سے ایک میل باہر آئے تو اس چھ بسوں والے قافلہ کو روکا گیا اور سامان اور ٹرنک وغیرہ چیک ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ اتنے میں میاں روشن دین صاحب زرگر میرے پاس آئے اور منت سماجت سے کہنے لگے کہ یہ میرا پارسل لاہور لے جائیں اس میں سونے کی تین سلاخیں ہیں۔ میں نے مان لیا اور ان کا پارسل اپنے کیش بکس میں رکھ لیا۔ اتنے میں ایک ڈوگرہ لیفٹیننٹ آگیا اور سامان چیک کرنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس کیش بکس میں کیا رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے یہ کہہ کر پارسل بطور امانت دیا ہے کہ اس میں تین سلاخیں سونے کی ہیں۔ اس نے پارسل کھولا اور میری طرف مخاطب ہو کر کہا۔ یہ دیکھ لیں میں آپ کی سونے کی سلاخیں آپ کو واپس دے رہا ہوں اور پھر بس کے اندر دوسرے سامان کو چیک کرنے لگا۔ اس میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے جستی ٹرنک اور بڑے بڑے صندوق تھے۔ ان میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ وہ جس صندوق کو کھولتا اُوپر سے نیچے تک چیک کرتا کہ کتابوں کے علاوہ کوئی اور چیز اسلحہ وغیرہ تو نہیں جب وہ دو تین ٹرنک دیکھ چکا اور اس کو اطمینان ہوگیا تو میری طرف آیا اور جہاں میرے والے امانتوں کے جستی ٹرنک تھے ان کو دیکھ کر از خود ہی کہنے لگا۔ یہ بھی ریسرچ کا ہی سامان ہے اور اس نے قافلے کو جانے کی اجازت دے دی۔ بسیں روانہ ہوئیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا

شکر ادا کیا۔ کیونکہ میرے ساتھ جو امانت کے ٹرنک جا رہے تھے ان میں لاکھوں روپے کی ڈبیاں اور پارسل تھے۔ کسی کے زروجواہر، کسی کے زیورات، کسی میں پونڈ وغیرہ۔ واللہ اعلم کیا کچھ نہ تھا۔ اور اگر اس افسر کو شبہ بھی ہو جاتا کہ ان ٹرنکوں میں لاکھوں کا مال ہے تو وہ ضرور روک لیتا اور ٹرنک کھلواتا اور اندر سے ہر ایک ڈبہ کھولتا تو خدا جانے وہ لالچ میں آکر کہتا کہ ہم جانے نہیں دیں گے۔ بھارت سرکار کو رپورٹ ہوگی۔ اگر سرکار نے اجازت دی تو یہ مال جائے گا ورنہ نہیں۔ یہ ایسی مصیبت تھی جس کے تصور سے ہی میری جان پر بن جاتی تھی کہ کسی کو میری بات کا یقین کیسے آئے گا کہ یہ مال فلاں نے لے لیا ہے نہ مجھے کوئی رسید دی جائے گی نہ کوئی اور صورت اطمینان کی ہوگی۔ مگر میں اپنے خدا پر قربان جاؤں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی توجہ سے یہ مشکل یوں حل ہوئی کہ فوجی افسر نے بغیر دیکھے ہی سمجھ لیا کہ یہ ریسرچ کا سامان ہے اور چونکہ وہ ریسرچ کے ٹرنک دیکھ کر اطمینان کر چکا تھا کہ ان میں کتابیں ہیں اور کچھ نہیں اس لئے اس نے یہی گمان کیا کہ ان میں بھی کتابیں ہیں۔ یہ کس قسم کا زمانہ تھا اور کیسی مصیبت کا وقت تھا۔ جن لوگوں نے وہ مصیبت نہیں دیکھی وہ اس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے اور میں نے چونکہ یہ نظارے دیکھے تھے اس لئے میرے دل پر یہی اثر ہے کہ یہ محض خدا کا رحم اور فضل تھا جو حضرت خلیفہ ثانی کی توجہ اور دعاؤں سے مجھ پر ہوا۔ کیونکہ حضور چاہتے تھے کہ امانتیں لاہور پہنچ جائیں اور اس پر زور دیتے تھے۔ جیسا کہ میں نے سُنا ہے یہ کہتے ہوئے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تھی تو حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ امانتیں جلد مدینہ بھجوائی جائیں۔ یہ تڑپ تھی جو احمدیوں کا مال بچا کر لانے کا ذریعہ بن گئی ورنہ بظاہر مجھے کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

جب ہمارا قافلہ موضع تتلے کی نہر کے پُل پر پہنچا تو بس کے کلینر نے شور کرنا شروع کر دیا کہ سر نیچے کر دو، سامنے سکھ بندوقیں لے کر مورچے بنائے بیٹھے ہیں۔ قریب ہے کہ قافلہ پر حملہ کر دیں ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی!

بسیں جب پُل سے پار ہوئیں تو قافلہ کے انچارج حوالدار نے حکم دیا کہ بسیں اسی جگہ ٹھہر

جائیں۔ اس نے اُتر کر اپنی برین گن سیٹ کی، اسی طرح اس کے ایک ماتحت نے بھی۔ سکھوں نے جو کھیتوں کی منڈیروں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قسم کا مورچہ بنائے ہوئے تھے گولیاں چلانی شروع کر دیں مگر خدا تعالیٰ نے بچا لیا۔ قافلہ کے کسی فرد پر نہ لگیں۔ اور حوالدار اور اس کے ساتھی نے فائر کرنے شروع کئے۔ کہا جاتا تھا کہ تیس بتیس سکھ مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ واللہ اعلم۔ غرض قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ اور کچھ دُور ہی گیا تھا کہ سامنے سے سکھوں یا ڈوگروں کی فوج کے افسر ایک جیپ میں آ رہے تھے ہمیں خیال آیا کہ جب وہ سکھوں کی لاشیں دیکھیں گے تو ہمارے قافلے کا تعاقب کر کے ہمیں روک لیں گے مگر خدا تعالیٰ نے رحم کیا اور ہم بٹالہ پہنچ گئے۔ وہاں سڑک پر دیکھا کہ ایک ڈھیر لگا ہوا ہے اور اس میں سینکڑوں قرآن شریف پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے وہاں سے چند قرآن شریف اُٹھائے۔ بٹالہ میں قافلہ کو روکا گیا۔ بڑی دیر میں چلنے کی اجازت ملی۔ ہم نے خدا تعالیٰ کا شکر کیا اور روانہ ہوئے۔ امرتسر پہنچے تو وہاں بڑی دیر لگی۔ وہاں سے چلے تو راستہ میں چھ بسوں میں سے ایک خراب ہو گئی۔ غرض خدا خدا کر کے لاہور بارڈر پہنچے تو یُوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا جنّت میں آ گئے ہیں۔ رات کے دس بجے ہم جودھامل بلڈنگ پہنچے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ"[1]

تقسیمِ ہند کے بعد بھارت اور پاکستان میں مبلّغینِ احمدیّت کے نظامِ عمل پر ایک نظر

جماعتِ احمدیہ برصغیر کی ایک خالص تبلیغی اور رُوحانی جماعت تھی جس کی تمام سرگرمیاں ہمیشہ پُوری انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے وقف رہیں۔ بایں ہمہ ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کی فرقہ وارانہ شورش میں براہِ راست اس کا مرکز بھی انسانیت سوز اور دلدوز مظالم کا نشانہ بن گیا جس نے اس کے تبلیغی نظم ونسق کو تہ وبالا کر دیا اور اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد میں وقتی طور پر تعطّل واقع ہو گیا۔ تاہم یہ حالت صرف چند ماہ تک قائم رہی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی توجہ کے طفیل مبلّغین کے نظامِ عمل میں جو بظاہر بالکل درہم برہم ہو گیا تھا، پھر سے حرکت پیدا ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ازسرِنو مضبوط بنیادوں پر استوار ہو گیا۔

---

[1] "اصحاب احمد" جلد سوم طبع دوم (دسمبر ۱۹۶۹ء) صفحہ ۱۱۸-۱۲۰ (از ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے) ۔

اس جگہ اُن احمدی مبلغین کا ذکر کرنا ضروری ہے جنہوں نے ہندوستان کی آزادی اور قیام پاکستان کے پہلے سال نہایت نامساعد اور پُرخطر ایام میں اسلام اور احمدیت کا جھنڈا بلند کئے رکھا اور ناقابل برداشت مصیبتوں کے دوران بھی نہایت استقلال کے ساتھ اشاعتِ حق میں سرگرم عمل رہے۔

بھارت کے مبلغین:۔ مولانا عبداللہ صاحب مالاباری (جنوبی ہند)، مولوی احمد رشید صاحب مالاباری (مالابار) مولوی محمد سلیم صاحب (کلکتہ) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیال گڑھی (لکھنؤ) مولوی بشیر احمد صاحب (کلکتہ) مولوی سمیع اللہ صاحب[1] دھرم پرکاش (بہار) حکیم محمد دین صاحب (بمبئی) مولوی عبدالمالک خاں صاحب (حیدرآباد دکن) مولوی فضل الدین صاحب (آگرہ حیدرآباد)

ان مبلغین میں سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی اور مولوی عبدالمالک خاں صاحب کچھ عرصہ تک بھارت میں کامیابی سے خدمت سلسلہ کا فریضہ ادا کرنے کے بعد پاکستان میں آگئے جہاں آجتک تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔

پاکستان کے مبلغین:۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی (پشاور) مولوی عبدالغفور صاحب (سرگودھا) مولوی ظل الرحمٰن صاحب (چنیوٹ) مولوی چراغ دین صاحب (مردان) شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) (لاہور) مولوی غلام احمد صاحب فرخ (سندھ) سید احمد علی صاحب (کراچی) سید اعجاز احمد صاحب (بوگرا) صاحبزادہ محمد طیب صاحب (مردان) صاحبزادہ ہبۃ اللہ صاحب (اسماعیلہ) مولوی ابوالخیر محب اللہ صاحب (چٹا گانگ ڈھاکہ) مرزا حسام الدین صاحب لکھنوی (جھنگ) مولوی عبدالرحیم صاحب عارف (جھنگ) مولوی محمد حسین صاحب (جہلم۔ گجرات) گیانی عباد اللہ صاحب (گوجرانوالہ) نہاشہ محمد عمر صاحب (گوجرانوالہ) گیانی واحد حسین صاحب (راہوالی) مولوی محمد احمد صاحب نعیم (کیمبل پور)

ان کے علاوہ مولوی احمد خاں صاحب نسیم انچارج تبلیغ مقامی قادیان جو ۹ ہر تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو گرفتار کر لئے گئے تھے، شہادت/اپریل ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء میں رہا کر دیئے گئے جس کے بعد اپنی گذشتہ روایات کے مطابق سلسلہ احمدیہ کی خدمات دینیہ میں مصروف ہو گئے۔

---

[1] یہ صاحب احمدیت قبول کرنے سے پہلے آریہ ہو گئے۔ بالآخر اخاء/اکتوبر ۱۳۴۸ہش/۱۹۶۹ء میں غیر مبائعین سے منسلک ہو گئے۔

قادیان سے دفاتر کا عملہ، ریکارڈ اور دستاویزات منگوانے کا پہلا مرحلہ

دفتر محاسب کے چند رجسٹروں یا بعض دیگر ضروری کاغذات کے سوا کوئی خاص ریکارڈ قادیان سے شروع میں نہیں لایا گیا تھا۔ لیکن اب جبکہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا قیام ہو گیا تو قادیان سے مزید عملہ اور ریکارڈ منگوانے کی فوری ضرورت پیش آگئی اور گو ماہ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے دوران مختلف اوقات میں سلسلہ کے مرکزی دفاتر کے بعض کارکن مع ریکارڈ لاہور بلوائے گئے مگر عملہ دفاتر اور ریکارڈ کے منگوانے کا حقیقی معنوں میں پہلا مرحلہ ۲۴ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو شروع ہوا۔ حضرت سیدنا المصلح الموعود کی خاص ہدایت پر حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب نے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب امیر مقامی قادیان کے نام حسب ذیل مراسلہ بھیجا:۔

(نوٹ:۔ مراسلہ میں خط کشیدہ فقرات سیدنا المصلح الموعود کے لکھے ہوئے ہیں جن کا اضافہ بعد نظر ثانی خود حضور نے اپنے قلم مبارک سے فرمایا تھا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جودھامل بلڈنگ۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

مکرمی مرزا صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم

حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ سید محمد حسین شاہ ناظم جائیداد، بہاء الحق صاحب ناظم تجارت، مولوی عبد المغنی خاں اور ایک ایک کلرک ریکارڈ سمیت، برکت علی صاحب فنانشل سکرٹری تحریک جدید معہ حساب امانت و وعدہ جات وغیرہ، شیخ نور الحق صاحب جو سندھ کی زمینوں میں کام کرتے ہیں اور پرائیویٹ سکرٹری کے دفتر کے اوپر کے کمرہ میں بیٹھتے ہیں، ان سب (کو)[1] تاکید کی جائے کہ اپنا اپنا مکمل ریکارڈ یا بحالت مجبوری ضروری ریکارڈ لے کر آئیں شیخ نور الحق صاحب اور شاہ صاحب خرید کردہ زمینوں کے قبالے بھی لائیں۔ اگر سرکاری کنوائے کا انتظام نہ ہو تو ان کو پرائیویٹ کنوائے میں ہی بھجوانے کا انتظام کریں مگر یہ دیکھ لیں کہ ساتھ حفاظت کے لئے اسکورٹ کافی ہے کہ نہیں۔ دفتر پرائیویٹ سکرٹری کے آدمی رفیق احمد صاحب کو بھجوا دیا جائے وہ پہرہ یا حفاظت کے قابل نہیں۔ ان کے ساتھ ایک اور تجربہ کار کارکن منشی

[1] سہواً رہ گیا ہے۔

فتح الدین صاحب یا اور کوئی جس کو حفاظت والے بخوشی فارغ کر سکیں۔

عطاء الرحمٰن صاحب پروفیسر فزکس تعلیم الاسلام کالج کو کہا جائے کہ جس قدر سامان کالج کا لایا جا سکتا ہے لے کر لاہور پہنچیں۔ زیادہ اہم اور ضروری سامان کو مقدم کیا جائے جس کا دوسری جگہ ملنا مشکل ہوگا۔ اور حضور نے فرمایا ہے کہ فیملی شیخ محمد حسین صاحب آف کلکتہ والد حافظ بشیر احمد صاحب اور شیخ دوست محمد صاحب آف کلکتہ کی فیملیوں کو بھی بھجوانے کا انتظام کیا جائے۔ اسی طرح شیخ محمد صدیق صاحب کلکتہ کی فیملی کو یعنی جب کنوائے آئے یا کسی ٹرک میں جگہ خالی ہو۔ دیہاتی مبلغین یا زیر تعلیم دیہاتی مبلغین، دعوۃ والتبلیغ کے مبلغین، انجمن کے محصلوں میں سے جن کو عملۂ حفاظت آسانی سے فارغ کر سکے ان کو بھی بھجوایا جائے تا یہاں کام شروع کیا جا سکے۔ کیانی صاحب لیگل ریممبرنس کے چپڑاسی کی فیملی فیروزدین پٹواری کے ہاں رہتی ہے اس کو بھی بھجوانے کا انتظام کریں اگر وہ ابھی تک آ نہیں چکی۔ کلیدی کاموں پر جو لوگ مامور ہیں جن کا ابتداءً نام لے کر ذکر کیا گیا ہے باقیوں کے متعلق حضور نے فرمایا ہے کہ صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب کے مشورہ سے ان کارکنوں کو بھجوایا جائے جن کی ضرورت نہ ہو تا سلسلہ کے کاموں کا تسلسل جاری رہے۔ لیکن بہرحال آپ کی ضروریات قادیان مقدم ہیں۔ پس ان کو ملحوظ رکھیں۔ عبدالباری نائب ناظر بیت المال قادیان میں حراست میں لے لئے گئے ہیں۔ ان کو ضمانت پر چھڑانے کی کوشش کی جائے۔ ان کے پاس لاہور کے حسابات کی رسیدات پیشگی رقوم کا حساب ہے۔ اگر ممکن ہو سکے حاصل کر کے فوراً بھجوانے کا انتظام فرماویں۔ دس بارہ ہزار روپیہ کا ان کے پاس حساب اور رسیدات ہیں۔ اس ضمن میں پوری کوشش وسعی ہونی چاہئیے ممنون ہوں گا۔ خاکسار

محمد عبداللہ خاں

مکرر آنکہ سائیکلوسٹائل پریس قادیان میں تین ہیں۔ ایک ریسرچ میں، دوسرا تحریک جدید میں، تیسرا محکمہ دعوۃ والتبلیغ کے صیغہ اطلاعات میں ہے۔ ان تینوں کو جلدی بھجوانے کا انتظام کریں۔ کم از کم ایک تو فوری طور پر آجانا چاہئیے۔ یہاں ان کی اشد ضرورت ہے۔

حضور نے کسی کنوائے یا پرائیویٹ کنوائے کے آنے (پر)[1] حضرت پیر منظور محمد صاحب کو

[1] سہواً رہ گیا ہے

بھجوانے کا ارشاد بھی فرمایا۔ اس کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ ان کو خاص نگرانی میں آرام سے بھجوایا جائے۔ ضرورت ہو تو کوئی شخص راستہ میں افیون کا ٹیکہ دیتا لائے تا تکلیف نہ ہو۔ ان سے کہہ دیا جائے کہ اس وقت جانوں کا لے جانا اسباب سے مقدم ہے۔ ہاں بار بار لکھا جا چکا ہے کہ الفضل، الحکم، بدر، ریویو، پیغام صلح کا ایک ایک مکمل سیٹ شروع سے آخر تک کا فوراً بھجوایا جائے تا سلسلہ کی تاریخ غائب نہ ہو جائے مگر اب تک توجہ نہیں ہوئی۔ افور صاحب خود یہ کام کریں۔ ..... صاحب اس قابل معلوم نہیں ہوتے"

دوسرا مرحلہ

عملہ اور ریکارڈ کے لاہور میں منتقل کئے جانے کے دوسرے مرحلہ کا آغاز ۲۸ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو ہوا جبکہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اس بارے میں خاص اجلاس منعقد کیا اور منگوائے جانے والے کارکنوں کا انتخاب کر کے اس کی روداد حضرت امیر المومنین کی خدمت میں آخری منظوری کے لئے بھیجی۔

صدر انجمن کے اس اجلاس میں مندرجہ ذیل ممبران موجود تھے:۔

۱۔ مکرم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب صدر ۲۔ مکرم نواب محمد عبداللہ خاں صاحب ناظر اعلیٰ ۳۔ نواب محمد دین صاحب ناظر دعوۃ والتبلیغ ۴۔ مکرم عبدالرحیم صاحب درد ناظر تعلیم و تربیت و امور عامہ و خارجہ ۵۔ مولوی سیف الرحمٰن صاحب ناظر ضیافت ۶۔ ابو المنیر مولوی نور الحق صاحب ناظر انخلاء و آبادی ۷۔ مولوی محمد صدیق صاحب واقف زندگی ممبر ۸۔ خانصاحب منشی برکت علی صاحب ناظر بیت المال ۹۔ مرزا عبدالغنی صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ لاہور۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب نے حسب فیصلہ صدر انجمن احمدیہ حضرت امیر المومنین سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد ناظر اعلیٰ صاحب قادیان کو معیّن ہدایات بھجوانے کے لئے مکتوب کا ایک مسودہ تیار کیا جسے انہوں نے آخری منظوری کے لئے دوبارہ حضور کی خدمت میں رکھا اور بعد منظوری قادیان بھجوایا۔ اس مسودہ کے الفاظ یہ تھے:۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

بخدمت مکرم جناب ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مندرجہ ذیل کارکنان صدر انجمن احمدیہ قادیان دفاتر صدر انجمن احمدیہ لاہور (پاکستان) میں کام کرنے کے لئے لاہور بھجوا دیئے جائیں۔ لیکن پہلے یہ فہرست میاں ناصر احمد صاحب اور آپ بغور دیکھ لیں تو ان میں سے جو لوگ حفاظت کی غرض سے یا دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ضرورت کی غرض سے قادیان رکھے جانے ضروری ہوں ان کے نام اس فہرست سے خارج کر دیئے جائیں اور ان کی بجائے متعلقہ دفاتر کے دیگر کارکن لاہور بھجوا دیئے جائیں۔

۱۔ (ا) عملہ نظارت دعوۃ و تبلیغ ۔ پیر خلیل احمد صاحب کلرک کے علاوہ ایک اور کلرک
ب۔ عملہ مبلغین ۔ مولوی عبد الغفور صاحب مبلغ ۔ مولوی ظل الرحمٰن صاحب بنگالی۔ مہاشہ محمد عمر صاحب۔ مولوی محمد حسین صاحب مبلغ پونچھ۔ گیانی واحد حسین صاحب۔ مہاشہ فضل حسین صاحب مبلغ۔ مولوی عبد العزیز صاحب مبلغ۔ حافظ عبد السمیع صاحب امروہی نیز دیہاتی مبلغین میں سے منسلکہ فہرست میں سے جو قادیان میں ڈیوٹی دے رہے ہیں یا ڈیوٹی کے قابل ہوں ان کے سوا باقی سب کو بھجوا دیا جائے۔
ج۔ عملہ الفضل۔ امیر محمد صاحب کلرک، مینجر معہ ٹائپ مشین و رجسٹر امپرسٹ۔ محمد اسلم صاحب کلرک مینجر عبد الرشید صاحب ۔ نسیم احمد صاحب ۔ عبد الحمید صاحب۔ امیر محمد صاحب مددگار کارکنان۔ دو کاتب حسب انتخاب۔ منیر احمد صاحب ونیس۔
د۔ عملہ اطلاعات۔ عنایت اللہ صاحب ٹائپسٹ معہ رونیو سیٹ اور ٹائپ مشین

۲۔ تعلیم و تربیت ۔ ماسٹر خیر دین صاحب۔ قاری محمد امین صاحب کلرک۔ سید محمد شاہ صاحب کلرک۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی (اگر آنا چاہیں)۔ قاضی عزیز احمد صاحب معہ لاؤڈ سپیکر۔ حافظ محمد رمضان صاحب۔ حافظ فتح محمد صاحب اور حافظ کرم الٰہی صاحب

۳۔ امور عامہ و خارجہ ۔ مولوی فضل الدین صاحب وکیل۔ منشی کظیم الرحمٰن صاحب۔ سید سردار علی شاہ صاحب رشتہ ناطہ۔ ایک مددگار کارکن امور عامہ جو سائیکل چلانا جانتے ہوں۔

نور ہسپتال۔ ایک ڈسپنسر مطابق انتخاب مرزا منور احمد صاحب یہاں بھجوا دیا جائے

امور خارجہ۔ عبد القدیر صاحب اور نسیم احمد صاحب میں سے حسب انتخاب مولوی برکات احمد صاحب

۴۔ دار الافتاء۔ رجسٹرات افتاء

۵۔ نظارت بیت المال۔ چودھری عبد الرحیم صاحب کاٹھگڑی۔ مرزا عبد الحمید صاحب کلرک عطاء الرحمٰن صاحب کلرک۔ مختار احمد صاحب ہاشمی۔ محمد اسلم صاحب کلرک (تابع مرضی شعبہ حفاظت)۔ مولوی عبد العزیز صاحب شرقپوری اور شجاعت علی صاحب انسپکٹران۔ امام دین صاحب مددگار کارکن اور محمد اسمٰعیل صاحب دفتری۔

۶۔ محاسب۔ منشی سردار محمد صاحب۔ شیخ فیض اللہ صاحب۔ منشی غلام نبی صاحب منشی عبد الغنی صاحب۔ پیر مظہر الحق صاحب خزانچی۔ منشی رشید احمد صاحب۔ منشی غلام احمد صاحب۔ چوہدری عبد المجید صاحب۔ عطاء اللہ صاحب عبد الستار صاحب دفتری۔

۷۔ آڈیٹر۔ سید محمود عالم شاہ صاحب۔

۸۔ نظارت علیا۔ قاضی عبد الرحمٰن صاحب یا محمد عبد اللہ صاحب پرویز و سعید اللہ صاحب تابع انتخاب مرضی مرزا عزیز احمد صاحب۔ میاں محمد بخش صاحب مددگار کارکن نیز عارضی عملہ میں سے ایک دو کلرک جو حفاظت سے فارغ ہو سکیں۔

۹۔ صیغہ جائداد۔ منشی محمد دین صاحب معہ رجسٹرات قبالہ جات۔

۱۰۔ بہشتی مقبرہ۔ دو کلرک تابع ضروریات حفاظت (اگر ایسے ہوں جن کے اہل و عیال باہر آ چکے ہوں اور ان کی وہاں ضرورت نہ ہو اور کام سنبھال سکتے ہوں تو بہتر ہوگا

والسلام

خاکسار

(دستخط) محمد عبد اللہ خاں

ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ لاہور

مورخہ ۲۸ $\frac{۹}{۴۷}$

اس مسودہ میں جہاں دیہاتی مبلغین کا تذکرہ تھا وہاں حضور نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا:-

"یہ کُل مبلغ ۱۲۷ ہیں۔ ان میں سے جن کو مرزا ناصر احمد اور مرزا عزیز احمد صاحب اور مولوی شمس صاحب سہولت سے تیس جن کو وہ بہ خوشی فارغ کر سکیں بھجوا دیں تاکہ ان سے تبلیغ اور چندہ کا کام لیا جائے۔ یہ شرط نہیں کہ وہ فارغ شدہ ہے خواہ نئے طالب علموں سے ہوں خواہ پُرانے پاس شدوں میں سے۔ اس طرح مشورہ کر کے بہ شرح صدر اور قادیان کے فائدہ کو مدنظر رکھ کر اطلاع دیں کہ اَور کتنے ان مبلغوں میں سے بغیر ذرہ سے بھی خطرہ کے فارغ کر سکتے ہیں۔ ہمارے احساس کا کسی صورت میں خیال نہ رکھیں۔ سَو فیصدی مقدم قادیان کے فائدہ اور کام کا خیال رکھیں"[۱]

فصل چہارم

مرکزِ احمدیت کی حفاظت کے لئے مخلصینِ جماعت کا قابلِ رشک مظاہرہ

۲۰ تبوک / ستمبر کی مشاورت کے اس فیصلہ پر کہ جماعتیں حفاظتِ قادیان کے لئے بذریعہ قرعہ جوانوں کو بھجوائیں پاکستان کی احمدی جماعتوں نے جس جوش و خروش اور عشق و شیفتگی اور والہانہ اخلاص کا مظاہرہ کیا وہ رہتی دُنیا تک یادگار رہے گا۔

پاکستان میں جہاں جہاں جماعتیں پائی جاتی تھیں انہوں نے حسب فیصلہ اپنی کُل تعداد کے[۲]

---

[۱] ریکارڈ نظارت علیا صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔

[۲] پاکستان کے علاوہ لکھنؤ کی احمدیہ جماعت کے سولہ مخلصین نہایت دشوار گذار راستوں سے محض حفاظت مرکز کے لئے لاہور پہنچے (رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶-۲۷ہش / ۱۹۴۷-۴۸ء صفحہ ۲)

[۳] مولانا جلال الدین صاحب شمس نے اپنے مکتوب (۲۹ احسان / جون ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء بنام حضرت قمرالانبیاء) میں تحریر فرمایا:-

"حضرت امیرالمومنین نے کوئٹہ جانے سے تین چار روز پہلے مجلس میں . . . فرمایا۔ قادیان کے متعلق دو عملی ہو رہی ہے۔ سارے کام کا ایک ہی انچارج ہو۔ میاں بشیر احمد صاحب سے مل کر دریافت کر لیا جائے اگر واقعی کام زیادہ ہو تو دو تین آدمی بطور سکرٹری ان کو دے دیئے جائیں۔ لیکن صیغہ ایک ہی ہو۔ اس کا نام ہی قادیان ہو۔ آدمی جمع کرنا، بھجوانا، قادیان والوں کو ریلیز کرنا، خط و کتابت کرنا اس صیغہ کے ماتحت ہو۔"

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵

آٹھویں حصہ کا قرعہ ڈالا اور عشاق احمدیت دیوانہ وار رتن باغ پہنچنے لگے جہاں حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ نے مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب ناظر انخلاء و آبادی کی زیر نگرانی ایک مستقل کیمپ کھلوا دیا اور انہیں باقاعدہ ایک نظام کے ساتھ قادیان بھجوایا جانے لگا (احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء سے حفاظت مرکز قادیان کا مستقل صیغہ قائم ہوا جس کے نگران و منتظم سیدنا المصلح الموعود نے قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو مقرر فرمایا جو آخر دم تک اس صیغہ کے فرائض نہایت کامیابی سے انجام دیتے رہے)

اگرچہ شمع حق و صداقت کے یہ سب پروانے جو اپنے سینہ میں قادیان کی الفت و محبت کا شہر بسائے ہوئے ملک کے طول و عرض سے کھچے چلے جا رہے تھے یکساں طور پر جذبۂ خلوص و ارادت سے سرشار اور اپنی مثال آپ تھے مگر جماعت احمدیہ کراچی کے بعض جوانوں کا نمونہ ایسا خوشکن اور شاندار تھا کہ خود حضرت مصلح موعود نے ان کے جوش ایمانی، شوق قربانی اور رُوح ایمانی پر اظہار خوشنودی فرمایا اور اسے پوری جماعت کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال قرار دیتے ہوئے (۱۲ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے خطبہ جُمعہ کے دوران) ارشاد فرمایا :-

"۔ ۔ ۔ ۔ جیسے کراچی کے دوستوں نے نمونہ دکھایا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم قادیان جائیں گے اور چونکہ وہاں سرکاری محکموں میں احمدی زیادہ ہیں دفاتر والوں نے سمجھا کہ اگر سب احمدی چلے گئے تو کام بند ہو جائے گا اس لئے انہوں نے چھٹی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر کئی احمدیوں نے اپنے استعفاء نکال کر رکھ دیئے کہ اگر یہ بات ہے تو ہم اپنی ملازمت سے مستعفی ہونے کے لئے تیار ہیں۔ ایک اخبار جو احمدیت کا شدید ترین دشمن تھا میں نے خود اس کا ایک تراشہ پڑھا ہے جس میں وہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ ہوتا ہے ایمان۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اخلاص کا نمونہ دکھایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عزت سے نام لیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا احمدیت کی تاریخ میں نام لکھا جائیگا۔"[۲]

احمدی جوانوں کی جانبازی کا ایک ناقابل فراموش واقعہ

احمدی جوانوں کو پاکستان سے قادیان تک پہنچنے کے لئے کس طرح موت سے کھیلنا اور اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر جانا پڑتا تھا۔ آج کی دنیا اس کا تخیل و تصوّر کرنے سے قاصر ہے اس سلسلہ میں

---

[۱] حاشیہ متعلقہ ھذا صفحہ ۱۱۴ پر درج ہو گیا ہے۔ وہاں سے حاشیہ ۳ مطالعہ فرمائیں۔

[۲] "الفضل" ۳۰ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۳-۴۔

۲ رماہ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کا ایک واقعہ (جسے نونہالان احمدیت کی جانبازی و فداکاری کا قابلِ فخر اور مثالی نمونہ سمجھنا چاہیئے) خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

خان محمد علی جان صاحب (حال سکرٹری اصلاح و ارشاد کوئٹہ) اس سانحہ ہوشربا کا آنکھوں دیکھا حال درج ذیل الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :-

" ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز . . . . نے حکومت پاکستان کی اجازت سے ایک مرتبہ بتیس لاریاں کرایہ پر لے کر قادیان بھجوائیں۔ ان لاریوں کے ساتھ پچاس احمدی تھے جن میں کوئٹہ کے احباب میں سے ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب شہید، ڈاکٹر میجر منیر احمد صاحب خالد، جناب شیخ محمد اقبال صاحب، چوہدری منور علی صاحب درویش، حوالدار محمد ایوب صاحب درویش، میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے، میاں احمد دین صاحب بٹ، میاں کریم بخش صاحب، مرزا محمد صادق صاحب جہلمی، خان عبدالرحمٰن خان صاحب ایجنٹ اور خاکسار بھی شامل تھے۔ ہم میں سے اکثر حفاظتِ مرکز کے لئے جا رہے تھے۔ بعض اپنے رشتہ داروں کو لانے کے لئے گئے تھے۔

۲ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح کی نماز کے بعد حضور نے اس مختصر سے قافلہ کو بعض ضروری ہدایات دینے اور صبر و استقلال کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس قافلہ کے ساتھ کوئی خطرناک حادثہ پیش آنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ اس کے بعد حضور نے لمبی اور پُرسوز دُعا کرائی۔ وہ دُعا تھی یا عرش کو لرزا دینے والا زلزلہ! ہماری ہچکیاں بندھ گئیں اور آہ و بکا سے آسمان گونج اُٹھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا کے ساتھ ہمارا یہ قافلہ منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ کوئی دس بجے کے قریب ہم پاکستان کی سرحد کو عبور کر کے ہندوستان کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ یہاں ملٹری چوکی پر ہمارا قافلہ رُک گیا۔ کچھ دیر کے بعد پوچھ گچھ اور تفتیش ہونے لگی۔ تسلّی پانے کے بعد انہوں نے ہمیں روانگی کا حکم دیا۔

یہ دوپہر کا وقت تھا۔ آسمان پر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ہر طرف سکوت طاری تھا۔ ہماری لاریاں چالیس ۴۰ پینتالیس ۴۵ میل کی رفتار سے جا رہی تھیں۔ سڑک کے دونوں اطراف حدّ نظر تک ویران ہی ویران دکھائی دے رہی تھیں۔ مستقبل کے عجیب و غریب تصورات

آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے اور دل میں قادیان پہنچنے کی خواہش مچل رہی تھی۔ غرض اس قسم کے اور بہت سے تخیّلات ہمارے ذہن کو گھیرے ہوئے تھے کہ اچانک ناقابلِ برداشت بدبُو، ایسی بدبُو جس سے ناک سڑنے لگے اور دماغ پھٹنے لگے محسوس ہوئی۔ لاری سے باہر جو نظر پڑی تو یہ دیکھ کر رُوح کانپ اٹھی کہ سڑک کے دونوں اطراف کچھ فاصلہ پر کھیتوں میں انسانی لاشوں کو بڑے بڑے بدنما گدھ اور کُتّے نوچ رہے تھے۔ اُف! یہ نہایت بھیانک اور تکلیف دہ منظر تھا کہ دیکھتے ہی ہم پر دہشت طاری ہوگئی اور کافی دیر تک ہم بے حس وحرکت ہوکر رہ گئے۔ ابھی ہماری بدحواسی دُور نہ ہونے پائی تھی کہ ہماری نظر مسلمان پناہ گزینوں کے ایک قافلہ پر پڑی جو پاکستان کی طرف جارہا تھا۔ اس جگہ کچھ وقفہ کے لئے ہمارا قافلہ رُکا تاہم اپنے مظلوم اور بدنصیب بھائیوں کی خستہ حالت پر چار آنسو بہائیں۔ یہ لوگ کچھ تو بیل گاڑیوں پر سوار اور کچھ پیادہ تھے۔ اس قافلہ میں سب سے زیادہ دلخراش اور جگرسوز منظر جو میں نے دیکھا وہ ایک عورت کی انتہائی بےچارگی اور مظلومیت کا تھا۔ اس کو دیکھ کر میری آنکھوں سے بے تحاشا آنسو ڈھلک رہے تھے۔ وہ بیچاری پیدل جارہی تھی۔ اس کے پاؤں کافی متورم تھے۔ پیٹ پھُولا ہوا تھا۔ چہرہ بھی سُوجا ہوا تھا۔ پاؤں میں شدید درد کی وجہ سے لنگڑا رہی تھی۔ درد اور کرب سے "ہائے ہائے" کرتی جارہی تھی۔ چند قدم چل کر بیٹھ جاتی اور ماتھے پر ہاتھ مار کر کہتی 'ہائے ربا! میں مری" اور پھُوٹ پھُوٹ کر روتی۔ اس کا رونا اس قدر دلسوز تھا کہ پتھر دل بھی موم ہوجاتا۔ اس عورت کی یہ دردناک حالت دیکھ کر یقین کیجئے کلیجہ پھٹنے لگا۔ بیچاری جب دیکھتی کہ اس کے ساتھی کچھ دُور نکل گئے تو پھر چل پڑتی لیکن بادلِ ناخواستہ۔ کاش اس عورت کی ہم کوئی مدد کرنے کے لائق ہوتے!

خدا خدا کرکے شام پانچ بجے ہم بٹالہ کے حدود میں داخل ہوگئے۔ اس جگہ پہنچ کر قادیان دیکھنے کی آرزو پھر دل میں انگڑائیاں لینے لگی۔ لیکن ہمیں کیا معلوم تھا کہ تقدیر ہم پر مسکرا رہی تھی اور ہماری یہ آرزو دل ہی دل میں مرجانے والی تھی۔ ابھی ہم بٹالہ شہر سے کوئی ایک میل باہر ہی تھے کہ انڈین پولیس اور ملٹری حکام نے ہمارے قافلہ کو رُکنے کا حکم دیا۔ فوراً تعمیل ہوئی۔ ہم نے بھی اس موقعہ کو غنیمت جانا اور اپنی تھکان دُور کرنے اور تازہ دَم ہونے کے

لئے لاریوں سے اُتر کو اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ دائیں بائیں عمارتیں کھنڈرات کی صورت میں نظر آ رہی تھیں۔ فیکٹریاں اور ان کی ٹوٹی ہوئی مشینیں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ ہم سب چُپ چاپ دیر تک ان کھنڈرات میں گھوم رہے تھے۔ یکایک مشرق کی طرف سے ہمارے کچھ آدمی ایک کمرہ نما عمارت کے گرد جمع ہونے شروع ہوئے۔ مَیں بھی دیکھا دیکھی وہاں پہنچ گیا۔ اُف! کیسا مکروہ منظر مجھے دیکھنا پڑا۔ ایک عورت کی نصف لاش کٹی ہوئی پڑی تھی۔ لاش بالکل تازہ تھی۔ مَیں تو زیادہ دیر وہاں ٹھہر نہ سکا۔ سر میں چکّر آنے لگے اور آنکھوں میں اندھیرا۔ فوراً واپس اپنی لاری میں آکر بیٹھ گیا اور ان وحشیانہ تصورات سے قریب تھا کہ مَیں دیوانہ ہو جاتا۔

ہمیں وہاں رُکے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ سُورج غروب ہونے کو تھا۔ دلوں میں خوف و اضطراب کی لہر دوڑنے لگی جوں جوں وقت گذرتا گیا ہمارا اضطراب بھی اسی مقدار سے بڑھتا گیا۔ اس وقت جب سورج کی سنہری کرنیں آنکھوں سے اوجھل ہوئیں اور تاریکی فضا پر چھا رہی تھی۔ مطلع پر ستارے ہماری مظلومیت پر آنسو بہانے کے لئے بے نقاب ہو رہے تھے۔ تب عین اس وقت خبر آئی کہ رات یہیں پر گذاری جائے گی۔ ہم بالکل نہتے تھے۔ اور نہتے ہونے کے احساس نے ہمیں بُری طرح گھائل کیا ہوا تھا۔ "حکم حاکم مرگ مفاجات" ناچار ہمیں رات وہیں گذارنی پڑی۔ لیکن اس بھیانک ماحول میں بھلا نیند کس کو آسکتی تھی۔ بڑی مشکل سے اُٹھتے بیٹھتے ہم نے رات گذار دی۔

صبح کو آٹھ بجے خبر آئی کہ چونکہ بارش کی وجہ سے قادیان کا راستہ خراب ہو چکا ہے اس لئے تم واپس لاہور چلے جاؤ ورنہ یہاں تمہیں ہندو اور سکھ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سُنتے ہی ہمارے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اتنا خرچ، اتنی تگ و دَو اور اتنی صعوبتوں کے بعد بے نیل و مرام واپس جانا ہمارے لئے ایک صدمۂ عظیم تھا۔ ہم نے ان ظالموں کی بڑی منّت و سماجت کی۔ لجاجت اور انکساری سے ان سے درخواست کی۔ کہ وہ ہمیں قادیان جانے کی اجازت دے دیں مگر ان کا پتھر دل ہماری لجاجت سے ذرا بھی متاثر نہ ہوا۔ دراصل راستہ کوئی خراب نہ تھا۔ صرف اس لئے وہ ہمارے واپس جانے پر مصر تھے کہ اس رات وہ قادیان پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف تھے۔ بالآخر ہم نے اپنے ساتھ بٹالہ کے

مسلمان پناہ گزین لے جانے کی اجازت کے لئے ان سے درخواست کی تو کچھ دیر تامّل کے بعد انہوں نے ہمیں ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ ہم کوئی دس بجے ایک میدان میں سے گذر کر پناہ گزین کیمپ میں داخل ہوئے۔ یہاں ایک بہت بڑا جوہڑ تھا جس کے کنارے یہ ستم رسیدہ پناہ گزین پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ ان کی حالت انتہائی قابلِ رحم تھی۔ لاغر اور مفلوک الحال تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا برسوں سے بیمار ہیں۔ اور جیسے خوشیاں ہمیشہ کے لئے ان سے منہ موڑ چکی ہیں۔ چلنے پھرنے کی ان میں سکت نہ تھی۔ ننگی اور کھردری زمین ہی ان کا بستر بچھونا تھی۔ پھٹے پُرانے چیتھڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ کوئی سویا ہوا تھا کوئی لیٹا ہوا تھا۔ کوئی جوہڑ سے پانی پی رہا تھا۔ معمر عورتیں ایک دوسرے کے سامنے آلتی پالتی مارے بیٹھی تھیں۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر یقین جانئے ہمارا کلیجہ پھٹ گیا۔ کیمپ میں ایک ہولناک سکوت طاری تھا۔ ہم حیران تھے کہ ہمیں دیکھ کر یہ خوش کیوں نہیں ہوئے۔ شاید اس لئے کہ ان کی یہاں سے بچ نکلنے کی امید بالکل منقطع ہو چکی تھی اور زندہ رہنے کا احساس مٹ چکا تھا۔ لیکن جونہی ان کو بتایا گیا کہ ہم ان کو پاکستان لے جانے کے لئے آئے ہیں تو خدا معلوم ان میں اتنی پھُرتی اور طاقت کہاں سے آ گئی کہ دیکھتے ہی دیکھتے سب کے سب لاریوں پر ٹوٹ پڑے۔ وہ لاریوں پر چڑھنے کی دُھن میں ایک دوسرے سے بُری طرح ٹکرا رہے تھے اور ان میں وہ گھما گھمی ہوئی کہ ہم انگشت بدنداں رہ گئے۔ آنِ واحد میں ساری لاریاں بھر گئیں۔ کیمپ میں کچھ ہندو اور سکھ اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے نظر آ رہے تھے جو ہمیں غیظ و غضب کی نظروں سے گھور رہے تھے جب ہماری تمام لاریاں بھر گئیں اور ہم روانہ ہونے کو تھے دفعتہً کیمپ کے ارد گرد لمبی لمبی گھاس اور گھنی جھاڑیوں میں سے جہاں مشین گنیں اور برین گنیں تھامے ہوئے یہ ظالم چھپے ہوئے تھے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ ایسی غضب کی بوچھاڑ تھی کہ کانوں کے پردے پھٹ جانے کا اندیشہ ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ہمارے دل دہل گئے اور بے بسی کے عالم میں موت کے ہیبت ناک خوف سے ہمارے جسم کپکپانے لگے۔ بیچارے پناہ گزین جو چند لمحہ پہلے پاکستان پہنچنے کا خوشگوار خواب دیکھ رہے تھے اب ایک دوسرے کی طرف

خوفزدہ نظروں سے تکنے لگے۔ ان بیچاروں کو کیا معلوم تھا کہ ان کا خواب اتنی جلدی شرمندۂ تعبیر ہونے والا نہ تھا۔ بیسیوں پناہ گزین چند لمحوں میں لقمۂ اجل بن گئے۔ اس طرح بے بسی کی حالت میں مارے جانے کا احساس دوسرے انسانوں کو بھی بدحواس کر دینے کے لئے کافی تھا جس لاری میں میں بیٹھا ہوا تھا وہ خاص طور پر ظالموں کا نشانہ بنی ہوئی تھی اور گولیاں بے تحاشہ اس طرف تڑ تڑ کرتی ہوئی آ رہی تھیں۔ یہ صورت حال میرے لئے اور بھی مایوس کن تھی چند سیکنڈ تک میں اپنی جگہ بے حس و حرکت دہشت زدہ آنکھوں سے دیکھتا رہا کہ کس طرح بعض پناہ گزین ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہے تھے۔ بعض کے شانوں سے خون کی دھار اُبل رہی تھی اور بعض خون میں لوٹ پوٹ رہے تھے۔ اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ساری کائنات کراہ رہی ہے۔ ان کے چہرے فرط خوف سے سپید پڑ چکے تھے۔ ٹانگیں تھر تھرا رہی تھیں۔ اگرچہ میری کیفیت یہ نہ تھی تاہم موت کو اتنے قریب پا کر اپنے حواس برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ پناہ گزینوں کو اس طرح مرتے ہوئے اور زخمی ہوتے ہوئے مجھ سے دیکھا نہ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں لاری سے اُتر جانے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اس وقت اُترنا بہت سخت اور جان لیوا مرحلہ تھا مگر مجبوراً دھڑکتے دل کے ساتھ میں لاری سے اُتر گیا اور نزدیک جوہڑ کے کنارے گولیوں کی زد سے بچنے کے لئے ایک مٹی کے ٹیلہ کی آڑ لی۔ لیکن ابھی میں بمشکل وہاں بیٹھا ہی تھا کہ دو گولیاں سنسناتی ہوئی میرے دائیں بائیں سے اتنے قریب سے گذریں کہ میری ذرا سی جنبش مجھے موت کے آغوش میں سُلانے کے لئے کافی تھی اور ایک گولی میرے سامنے آ کر زمین میں دھنس گئی جس کی گرد سے آنکھیں چندھیا گئیں۔ میں ذرا پیچھے ہٹا تا اپنے آپ کو اور محفوظ جگہ پر پہنچاؤں لیکن آپ میرے خوف و ہراس کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب میں نے دیکھا کہ مجھے وہاں تنہا چھوڑ کر لاریاں روانہ ہونے لگی ہیں۔ دل سخت دھڑکنے لگا اور چند سیکنڈ تک میں اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ میرا ذہن بالکل ماؤف ہو چکا تھا میری ہمت قطعاً جواب دے چکی تھی۔ اگرچہ مجھے موت کا کوئی خوف نہیں تھا لیکن اس طرح دشمن کے گھیرے میں کُتّے کی موت مرنے کو میں تیار نہیں تھا۔ اس وقت اگر مجھے غیبی ہاتھ تھامے ہوئے نہ ہوتا تو میں کبھی کا ان درندوں کے ہاتھوں لقمۂ اجل بن چکا

ہوتا۔ اسی وقت طرفۃ العین میں مجھ میں اپنی شکستہ ہمت اور دہشت زدہ حواس پر قابو پانے کی طاقت بجلی کی طرح عود کر آئی اور میں اپنی پوری طاقت سے دوڑ کر ایک لاری پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگرچہ جس جگہ میں چڑھا تھا وہ تکلیف دہ اور غیر محفوظ تھی یعنی ڈرائیور کے پیچھے جہاں لاری کا فالتو پہیہ رکھا جاتا ہے۔ میرا اوپر کا نصف جسم باہر فضا میں تھا اور کسی وقت بھی دشمن کی بے تحاشہ گولیوں سے چھلنی ہو جاتا لیکن کیمپ میں تنہا رہ کر کتے کی موت مرنے کی نسبت یہ جگہ میرے لئے بہشت بریں سے کم نہ تھی۔

ابھی تک ہماری لاریاں اسی وسیع میدان میں چل رہی تھیں جہاں سے ہم گئے تھے اور گولیاں برابر سنسناتی ہوئی ہمارے سروں پر سے گذر رہی تھیں۔ پناہ گزین بیچارے ایسے سہمے بیٹھے تھے جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم میدان سے نکل کر بازار کی ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ عجیب بات تھی۔ یہاں لوگ ہمیں دیکھ کر بے تحاشا اِدھر اُدھر بھاگنے لگے جیسے ہم ان پر حملہ کرنے والے تھے۔ بازار میں سے نکل کر ہم ریلوے سٹیشن کے ساتھ والی سڑک پر آ گئے۔ کافی دور تک سڑک خالی اور غیر آباد تھی۔ کہیں کہیں بے چارے تباہ شدہ مسلمانوں کی ٹوٹی اور لُوٹی ہوئی دکانیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ کچھ دُور جا کر ہماری لاریاں ایک دَم رُک گئیں۔ ہم حیران ہوئے کہ یہ رُکنے کی کونسی جگہ تھی۔ مگر جب میری نظر سڑک کے سامنے پڑی تو یہ دیکھ کر میرا خون منجمد ہونے لگا کیونکہ ہمارا راستہ لوہے کے بڑے بڑے پہیئے رکھ کر بند کیا ہوا تھا اور سڑک کی دونوں جانب زمین پر دو دو سکھ اور دو دو ڈوگرے برین گن تھامے ہوئے اوندھے مُنہ لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے اُنگلی برین گن کی لبلبی پر رکھی ہوئی تھی۔ وہ حکم کے منتظر تھے اور نزدیک ہی جنوب کی طرف ایک دو منزلہ عمارت کی چھت پر کئی مسلح ہندو سکھ لوہے کی ٹوپیاں پہنے ہوئے سُوراخوں سے ہمیں تاک رہے تھے۔ نہ معلوم کتنی دیر ہم وہاں ان کے رحم و کرم پر پڑے رہے۔ اسی اثناء میں سفید لباس میں ملبوس بے شمار سکھ ہندو ہمارے ارد گرد جمع ہونے شروع ہوئے۔ ہر ایک نے کوئی نہ کوئی ہتھیار ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ ان کی آنکھوں سے غیظ و غضب اور وحشت کے شرارے پھوٹ رہے تھے۔

بائیں طرف ایک طویل و عریض میدان تھا جو اُن لوگوں سے اس قدر بھرا ہوا تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ دائیں طرف ایک لمبی چوڑی گلی میں جو ہجوم سے اَٹی پڑی تھی۔ آس پاس سڑک کے کنارے دکانیں تھیں جن کی چھتوں پر بکثرت لوگ چڑھے ہوئے تھے۔ ایک سکھ حوالدار جو اس خوفناک ڈرامے کا ہیرو تھا اور جو اِن ہلاکت خیز سرگرمیوں میں اہم رول ادا کر رہا تھا کی زبانی معلوم ہوا کہ سات ہزار سکھ ہندو اپنے دل کی پیاس ہمارے خون سے بجھانے کی غرض سے جمع ہیں۔ اور وہ ہم پر ٹوٹنے اور ہمارے جسموں کو اپنے تیز اور نوکدار ہتھیاروں سے چھیدنے کے لئے بالکل تیار کھڑے ہیں۔ یہ خونچکاں منظر دیکھ کر ہمارے دل پر جو کیفیت گذری وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ . . . . میں جس جگہ کھڑا تھا وہ چونکہ عین مورچہ کے مُنہ پر تھا اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ مَیں یہاں سے اُتر کر دوسری جگہ چلا جاؤں۔ اس وقت اُترنا یقیناً موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ دل تھام کر مَیں اُتر ہی گیا۔ مگر اس خیال سے پھر واپس اپنی جگہ پر آیا کہ اس وقت موت سے اپنی جان بچانا بزدلی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے یاد آیا کہ مَیں نے ابھی تک ظہر اور عصر کی نمازیں نہیں پڑھیں چنانچہ لاری کے ترپال پر تیمم کر کے مَیں نے دونوں نمازیں اشاروں سے ادا کیں۔ ادھر مَیں نماز سے فارغ ہوا۔ اور ادھر ایک لرزہ خیز دھماکہ سے ساری فضا گونج اُٹھی۔ پیچھے جو مُڑ کر دیکھا تو ہماری سب سے پچھلی لاری پر ایک دستی بم پھینکا گیا جس سے یہ قیامت خیز دھماکہ ہوا تھا۔ اس لاری کے تمام کل پُرزے ہوا میں اس طرح اُڑ رہے تھے جس طرح روئی کے گالے اس میں بیٹھے ہوئے پناہ گزینوں پر جو گذری اس کا اندازہ آپ تصور میں بھی نہیں لا سکتے۔ ان میں سے اکثر موت کے آغوش میں ہمیشہ کی نیند سو گئے اور جو باقی بچے تھے وہ بُری طرح مجروح ہوئے۔ ابھی اس دردناک اور جگرسوز منظر کا زخم مندمل نہ ہونے پایا تھا کہ ان سفاکوں نے مورچے سے پُوری فائرنگ کھول دی۔ الامان الحفیظ! وہ فائرنگ تھی یا بلائے ناگہانی۔ فضا گولیوں کی سنسناہٹ سے گونج اٹھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قریب سے آتش فشاں پہاڑ پھٹ گیا ہے۔ گولیاں بارش کی طرح سَن سَن کرتی ہوئی گذر رہی تھیں۔ پناہ گزین بھاڑ کے دانوں کی طرح بھُنتے جا رہے تھے۔ معلوم نہیں ہم میں سے کتنے زخمی ہوئے اور کتنے مارے گئے

یہ فائرنگ کتنی دیر رہی۔ اس کا صحیح اندازہ لگانا ناممکن تھا۔ اور سچ پوچھئے اس وقت اندازہ لگانے کی ہوش کس کو تھی۔ جب زندہ رہنے کی امیدیں مٹ چکی تھیں تو اندازہ لگا کر کیا کرتے۔

"یا الٰہی! تیرے محبوب کے غلاموں کے لئے یہی موت مقدر تھی" ابھی یہ فقرہ زبان پر ہی تھا کہ میری ٹانگ کو اس زور کا جھٹکا لگا جیسے بجلی کی زبردست کرنٹ اس میں داخل ہوگئی جب ٹانگ پر نظر پڑی تو خون کی موٹی موٹی دھاریں فوارے کی طرح پھوٹ رہی تھیں اور شلوار خون سے لت پت ہو چکی تھی۔ تب مجھے یقین ہوا کہ گولی نے اپنا کام کر لیا ہے۔ گولی دائیں ران کے اُوپر کے حصے میں سے ایک طرف پیوست ہو کر دوسری طرف ایک بہت بڑا زخم کر کے نکل گئی۔ اگر الٰہی نصرت شامل حال نہ ہوتی تو مَیں ضرور سڑک کے اُوپر ڈھیر ہو جاتا اور بعد میں جو میرا حشر ہوتا وہ ظاہر تھا۔ ابھی زخمی ہونے کے احساس سے مَیں فارغ ہی نہ ہوا تھا کہ ایک اَور گولی میری اسی ٹانگ کے نزدیک سے گزرتی ہوئی ہماری لاری کی پٹرول ٹینکی میں پیوست ہو گئی جس سے سارا پٹرول اسی وقت زمین کی نذر ہو گیا۔ آپ یقین جانئے کہ مجھے اپنے زخمی ہونے کا اس قدر صدمہ نہ ہوا جس قدر پٹرول کے ضائع ہونے سے ہوا تھا۔ کیونکہ اس سے زندہ بچنے کی امید کی آخری کرن بھی ختم ہو گئی۔ آپ کے دل میں یہ خیال ضرور گذرا ہوگا کہ میری ٹانگ جبکہ لاری کی موٹی چادر کے پیچھے محفوظ جگہ پر تھی تو گولی وہاں کس طرح پہنچی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فرنٹ سیٹ میں ڈاکٹر میجر منیر احمد صاحب خالد فوجی یونیفارم میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ میاں بشیر احمد صاحب پاسپورٹ آفیسر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کا انھوں نے نشانہ کیا تو گولی ان دونوں کے بازوؤں کے درمیان میں سے نکل کر لاری کی چادر کو چیرتی ہوئی میری ٹانگ کو بُری طرح زخمی کرنے کا موجب بن گئی۔

گولیاں ابھی تک بارش کی طرح برس رہی تھیں اور سات ہزار سکھ ہندو جو اس سے پیشتر کچھ فاصلے پر ہمارے گرد وپیش کھڑے تھے۔ اب ہمارے قریب ہونے لگے۔ دیکھنے میں وہ انسان تھے مگر حقیقت میں وہ خونخوار درندے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی۔ کیا بتاؤں وہ منظر کس قدر خوفناک تھا؟ بس یہی سمجھ لیجئے کہ موت اپنے ہیبت ناک جبڑے کھولے ہوئے خراماں خراماں ہماری طرف آ رہی تھی۔ موت یقینی تھی۔ اس

وقت نہ مجھے اپنی بیوی بچوں کا خیال تھا نہ عزیز رشتہ داروں کا احساس اور نہ ہزاروں روپیہ کے کاروبار کے ضائع ہونے کی فکر تھی۔ ہاں صرف یہ احساس ستائے جا رہا تھا کہ جب ہمارے پیارے امام کو ہماری اس طرح موت کی خبر پہنچے گی تو حضور کو کتنی تکلیف اور قلق ہو گا۔ انہی احساسات میں مَیں گم تھا کہ اچانک سامنے کی طرف سے تین ملٹری ٹرک اپنی طرف آتے ہوئے دیکھے اور یہ ٹرک عین اس جگہ آکر رک گئے جہاں ہمارا راستہ بڑے بڑے لوہے کے پہیئے رکھ کر مسدود کیا ہوا تھا۔ چونکہ جس لاری پر مَیں تھا وہ دوسرے نمبر پر تھی اس لئے مجھے ان ٹرکوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی ایک ایک حرکت صاف نظر آ رہی تھی۔ مَیں نے دیکھا کہ اگلے اور پچھلے ٹرک میں بیٹھے ہوئے چند مسلح فوجیوں نے رائفلیں اٹھائیں اور اُن کا رُخ درمیان والے ٹرک (جس میں ہندو سکھ مرد اور عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں) کی طرف پھیر دیا۔ اس پر ان ہندو سکھوں نے مورچے والوں کی اپنے ہاتھوں کے اشاروں سے منت سماجت کی کہ وہ فائرنگ بند کر دیں۔ واقعہ یوں ہوا تھا کہ لاہور سے ہندو سکھ پناہ گزینوں سے بھرا ہوا ایک ٹرک پاکستانی فوجی دستہ کی نگرانی میں بٹالہ لایا جا رہا تھا۔ اس فوجی دستہ نے جب ہمارا یہ حشر دیکھا تو اس نے ہندو پناہ گزینوں کو رائفلوں سے ڈرا دھمکا کر کہا کہ فائرنگ بند کراؤ ورنہ تم سب کو ابھی یہاں ڈھیر کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ان کی یہ تجویز کارآمد ثابت ہوئی اور فائرنگ بند ہو گئی۔

جونہی فائرنگ بند ہوئی ایک خوبصورت جسیم نوجوان نے جو شکل و شباہت سے اس دستہ کا آفیسر دکھائی دے رہا تھا فوراً لاری سے اُتر کر سڑک پر سے دو پہیئے ہٹا دیئے اور اُنگلی کے اشارے سے ہمارے ڈرائیوروں کو فوراً نکل جانے کو کہا۔ بس پھر کیا تھا اشارہ ملتے ہی ہماری اگلی لاری ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ لاری کو روانہ ہوتے دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میرے سامنے ہماری لاری کا پٹرول گر کر ضائع ہو چکا تھا۔ اور بغیر پٹرول کے لاری چل کس طرح سکتی تھی۔ اور پھر میرے لئے یہ اَور بھی قابلِ افسوس امر تھا کہ ہماری وجہ سے باقی تمام پچھلی لاریاں رُکی رہیں گی۔ لیکن اللہ کی شان نرالی ہے۔ سچ ہے جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔ آپ میری حیرت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب مَیں نے دیکھا کہ ہماری

لاری بھی آنِ واحد میں ہوا میں اُڑنے لگی۔ مجھے اس کا قطعاً علم نہ تھا کہ بعض لاریوں میں دو پٹرول ٹینکیاں ہوا کرتی ہیں۔ ایک ظاہر اور دوسری پوشیدہ۔ اس علم کا انکشاف بعد میں ہوا جبکہ میں ہسپتال میں تھا۔

ابھی تک میرے زخم سے خون کی دھاریں اُبھر رہی تھیں۔ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے میں سخت نڈھال اور کمزور ہو چکا تھا۔ فرنٹ سیٹ کی چھت پر میں نے اپنا سر رکھا اور پھر اس کے بعد ایسی غشی طاری ہوئی کہ واگہ پہنچ کر میری آنکھ کھلی۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو مکرم مرزا محمد صادق صاحب جو اس وقت مکرم میاں بشیر احمد صاحب کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے کی پیٹھ پر اُٹھائے ہوئے دیکھا۔ میں نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ فرمانے لگے تمہارے لئے ایمبولنس کار آئی ہوئی ہے تمہیں میو ہسپتال لے جا رہا ہوں۔ اس جگہ تشکر کے طور پر یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر مرزا صاحب نے جو میری خدمت کی ہے وہ تا قیامت بھلائی نہیں جا سکتی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ انہوں نے نہایت احتیاط اور آرام کے ساتھ مجھے ایمبولنس کار میں لٹا دیا۔ اس وقت زخم شدہ پاؤں میں مجھے شدید درد محسوس ہونے لگی۔ میں نے مرزا صاحب سے عرض کی کہ وہ میرے پاؤں سے بوٹ اُتار دیں لیکن پاؤں سُوجنے کی وجہ سے بُوٹ نہیں اُتر رہا تھا۔ پھر میں نے جیب سے چاقو نکال کر ان کو دیا اور کہا کہ بُوٹ کاٹ کر نکال دیں۔ انہوں نے فوراً ہی بُوٹ کاٹ کر نکال دیئے اور اس طرح مجھے کافی حد تک تسکین ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سکھ ڈاکٹر آئے۔ اُن کے ہاتھ میں کچھ مرہم پٹی تھی۔ میرے زخم کو جُھک کر دیکھنے لگے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ کہنے لگے۔ مرہم پٹی کرنے لگا ہوں میں نے کہا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ چلے جائیں اور میرے زخم کو ہاتھ نہ لگائیں کہنے لگے۔ خان صاحب خون کافی بہہ رہا ہے اور اس حالت میں آپ کا ہسپتال پہنچنا ناممکن ہے۔ میں نے کہا۔ پروا نہیں۔ وہ کوئی رحمدل ڈاکٹر معلوم دیتے تھے اس لئے انہوں نے مرزا صاحب کو کہا۔ آپ اپنے ہاتھوں سے اس کی مرہم پٹی کریں کیونکہ اگر خون

بند نہ ہوا تو یہ راستہ میں ہی ختم ہو جائے گا۔ مَیں نے پھر بھی انکار کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب چلے گئے اور ہماری کار میوہسپتال کی طرف روانہ ہوگئی۔ راستہ میں کار کے ہچکولوں کی وجہ سے مجھے کبھی کبھی ناقابلِ برداشت درد ہوتی تھی۔ معلوم نہیں رات کتنے بجے ہم میوہسپتال پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب فوراً زخم کو دیکھنے کے لئے آئے۔ زخم دیکھ کر فرمانے لگے اس میں کچھ تو گولی کے ذرات رہ گئے ہیں اور کچھ زہر پھیل چکا ہے اس لئے اس وقت پٹی نہیں کی جائے گی۔ البتہ کل صبح کو اس کا اپریشن ہوگا۔ اس کے بعد پھر مجھے معلوم نہ ہوا کہ کس طرح اور کب مجھے سرجیکل وارڈ میں لایا گیا۔ جب آنکھ کھُلی تو مَیں نے مکرم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کو اپنے سرہانے کھڑے دیکھا اور ان کے پاس چند نرسنگ آرڈرلی سٹریچر پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ مَیں نے جان لیا کہ اب مجھے اپریشن کے لئے لے جارہے ہیں۔ مَیں نے ڈاکٹر صاحب سے نہایت انکساری سے عرض کی کہ خدا کے لئے میری ٹانگ نہ کٹوائیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ بغیر ٹانگ کٹنے کے میرا بچنا محال ہے تو بیشک مجھے مرنے دیجئے لیکن ٹانگ نہ کٹوائیں۔ بھلا ڈاکٹروں پر بھی کسی مریض کی لجاجت اثر انداز ہوسکتی ہے۔ وہ تو ڈیوٹی کے بندے ہیں خواہ کسی کی ٹانگ کٹے یا بازو ان کی بلا سے۔ جب ڈاکٹر صاحب نے میری یہ دردمندانہ گذارش سُنی تو مُسکرا کر فرمانے لگے گھبراؤ نہیں اللہ تعالےٰ خیر کرے گا۔ اس کے بعد مجھ پر ایسی غشی طاری ہوئی کہ مجھے قطعاً معلوم نہ ہو سکا کہ کب میرا اپریشن ہوا۔ اور کس وقت مجھے چارپائی پر واپس لایا گیا۔ جب مجھے قدرے ہوش آئی اور مَیں نے آنکھ کھولی تو اپنے اردگرد چند ڈاکٹر، چند نرس اور بعض اپنے عزیز رشتہ داروں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ ان میں اپنے خسر محترم مولوی عطا محمد صاحب[۱] کو بھی دیکھا۔ مَیں نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا میرا اپریشن ہو چکا ہے۔ فرمانے لگے جی ہاں ہو چکا ہے۔ پھر مَیں نے پوچھا کیا میری ٹانگ تو نہیں کاٹی گئی۔ انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری خواہش اپنے خاص فضل سے پُوری کر دی۔ ورنہ ٹانگ کاٹنے کے لئے سارے اوزار یعنی آری و دیگر ضروری سامان تیار رکھے ہوئے تھے۔ اس سے مجھے کافی اطمینان ہوا۔ اور اپنے دل میں مولا کریم کا سجدۂ شکر بجا لایا۔ پھر انہوں نے

[۱] صحابی مسیح موعود برادر ماسٹر [illegible] محمد صاحب [illegible] (ناقل)

سارا واقعہ سُنایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر میری ٹانگ کو کٹنے سے بچایا۔ انہوں نے بتایا کہ ران کی ہڈی کا معائنہ کرنے کے لئے تمہارے زخم کو کافی گہرائی تک چیرا دیا گیا۔ اگر ہڈی کو گولی سے گزند پہنچا ہوتا تو پھر ٹانگ ضرور کاٹ دی جاتی۔ لیکن جب ڈاکٹروں نے دیکھا کہ ہڈی بالکل محفوظ ہے اور گولی ہڈی کے آس پاس گوشت میں ہی گھوم کر نکل گئی تو ششدر رہ گئے۔ کیونکہ ان کے تجربہ میں کبھی ایسا عجوبہ کیس نہیں آیا کہ گولی ہڈی کے سیدھ میں داخل ہونے کے باوجود ہڈی کو نقصان نہ پہنچائے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ محض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناچیز اور حقیر بندے کو موت کے مُنہ سے نکال کر دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔

اب قافلہ کا حال سُنئے۔ جب ہمارا قافلہ پہلے ظالموں سے بچ بچا کے واہگہ پہنچا تو یہاں تین ہزار غیر مسلم فوجیوں نے قافلہ کا استقبال بھری ہوئی رائفلوں سے کیا۔ قریب تھا کہ ہمارا قافلہ ان خونخواروں کی گولیوں سے چھلنی ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف فرمایا کہ عین اس وقت جبکہ وہ فائرنگ کے حکم کے منتظر تھے اللہ تعالیٰ نے بلوچ رجمنٹ کو فرشتۂ رحمت بنا کر وہاں پہنچا دیا۔ بس اس رجمنٹ کا پہنچنا تھا کہ ان لوگوں کے وحشیانہ ارادے خاک میں مل گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے قافلہ کو بال بال بچایا" [1]

اہلِ وفائے قادیان کا مجاہدانہ عزم اور بے مثال مخلصانہ جذبات

مسیح محمدی کی خدا نما بستی اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں نشانوں کی تجلّی گاہ تھی اور اسے اغیار کے حوالہ کر دینا اسلام و احمدیت سے غداری اور ایمانی خودکشی کے مترادف تھا جس کا تصور کوئی کمزور سے کمزور ایمان رکھنے والا احمدی بھی نہ کر سکتا تھا کجا یہ کہ اہلِ وفائے قادیان سے اس کی توقع کی جا سکتی۔ ملّت کے یہ فدائی اور شیدائی تو اس بارہ میں اس درجہ حساس واقع ہوئے تھے اور ان کے جذباتِ اخلاص و محبت کا تو یہ عالم تھا کہ وہ اس مجاہدانہ عزم کے ساتھ مرکزِ احمدیت میں دھونی رمائے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے مگر قادیان میں اسلام

[1] "الفرقان" ربوہ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۵-۲۶

کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔

اس حقیقت کا جائزہ لینے کے لئے ان ایمان افروز خطوط و مکاتیب کا مطالعہ کرنا کافی ہے جو اُس زمانہ میں جوانانِ احمدیت نے سرزمینِ قادیان سے اپنے پیارے آقا سیّدنا المصلح الموعود یا اپنے دوسرے بزرگوں یا عزیزوں کے نام لکھے۔ ان میں سے بعض کے ضروری حصے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ ایک مخلص احمدی جوان نے سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

"قسم ہے اس خدا کی جس نے قادیان کو اشاعت اسلام کا مرکز بنایا ہے۔ ہماری وہ رات جو پہرہ پر گذرتی ہے اس دن سے زیادہ پرسکون ہوتی ہے جو گھر میں گذرتا ہے۔ ہمارے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ رات لمبی ہو جائے اور دن کم ہو جائے۔ رات کو ہم پہرہ دار خدا کے وعدوں کا ذکر کرکے اور موجودہ نشانات کو یاد کرکے اپنے دلوں کو نہایت مضبوط اور طاقتور بنا لیتے ہیں . . . حضور ہماری استقامت کے لئے دُعا فرمائیں" [1]

۲۔ ایک اور احمدی جوان نے اپنے والد کی خدمت میں لکھا:۔

". . . اب تک مجھے چار مواقع پیش آچکے ہیں جن سے محض دستِ قدرت نے مجھے بچا لیا۔ مگر بفضلِ خدا چاروں مواقع پر خوف و ہراس میرے پاس تک نہیں پھٹکے۔ بلکہ جوں جوں خطرہ بڑھتا جاتا توں توں میرا دل اور مضبوط ہوتا جاتا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

الغرض جب مَیں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا خیال کرتا ہوں تو مَیں کہہ سکتا ہوں کہ مَیں خوش و خرم ہوں۔ البتہ جب کبھی ان مقامات مقدسہ اور دیارِ حبیب کے فراق کا خیال کرتا ہوں تو دل سے ایک آہ نکل جاتی ہے اور کہتا ہوں کہ مَیں اس مقدس بستی ہی کی حفاظت کرتے ہوئے اُس امانت کو جو خدا تعالیٰ نے مجھے ودیعت کر رکھی ہے اس کے حضور پیش کردوں۔ تا اس منحوس گھڑی کو جو بظاہر قریب سے قریب تر ہوتی نظر آرہی ہے نہ دیکھوں"

"دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ کریم مجھے استقلال بخشے۔ علوم ظاہری و باطنی اور نورِ ایمان سے منور کرکے خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین! میرا جینا اور میرا مرنا خدا ہی کے لئے ہو اور اس کی

---

[1] "الفضل" ۲۷؍ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء

رضا جوئی میرا منتہائے مقصود۔ میرا آقا مجھ سے راضی ہو اور مَیں اس سے۔ آمین"

"آپ کی طرف خط لکھنے سے پہلے حضرت صاحب کی طرف خط لکھ کے فارغ ہوا ہوں۔ کہ خواہ قرعہ میرے نام نکلے بھی۔ میں قادیان ہی میں رہنا چاہتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ جان وہی ہے جو اسلام اور احمدیت کے کام آئے۔ یوں تو موت ہر کسی کے لئے مقدّر ہے کوئی فرد بشر نہیں جو اس سے بچ سکا ہو تو اس سے ڈرنے کے کیا معنی۔ یہ گھڑی آج نہیں تو کل ضرور آکر رہے گی۔ پھر کیوں نہ اس جان کو دین کی راہ میں نچھاور کریں۔ ۱۰/اکتوبر ۱۱ بجے شب" [۵۱]

۳۔ رشید احمد صاحب سیالکوٹی نے ایک خط اپنی والدہ صاحبہ کے نام بھیجا جس میں لکھا:۔

"جب آپ قادیان سے روانہ ہو رہی تھیں تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے مگر مَیں نے آپ سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ ہم کو دیکھ کر رو رہے ہیں تو مَیں آپ سے نہیں بولوں گا ... ... ہمیں اب آپ سے زیادہ محبت اسلام اور احمدیت سے ہے۔ آپ کا بیشک ہم پر بہت بڑا احسان ہے جو کہ زندگی بھر ہم نہیں بھلا سکتے اور ہم انشاء اللہ نہیں بھلائیں گے مگر آپ ذرہ بھر کے لئے سوچیں تو سہی کہ اگر ہم پیدا ہی نہ ہوتے تو پھر اب ہم جبکہ پیدا ہو گئے ہوئے ہیں اور اب ہم جوان ہیں اور خدا تعالیٰ نے احمدیت کی خاطر صحیح معنوں میں قربانی مانگی ہے ہمیں بہت خوشی ہے"

"اسلام اور احمدیت کا مرکز قادیان اس وقت خطرہ میں ہے اور وہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ گو حفاظت خدا تعالیٰ نے کرنی ہے ہم نے تو لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے۔ پس مَیں آپ کو مطلع کر دینا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خنساء نامی عورت نے اپنے تینوں بیٹوں سے کہا کہ جاؤ بیٹا اسلام کی خاطر تم لڑو۔ یا تو تم لڑائی میں مارے جانا اور یا غازی ہو کر واپس لوٹنا۔ اسی طرح وہاں تو عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا۔ مَیں تیرا بیٹا ماں سے کہتا ہوں کہ مَیں قادیان میں ہی رہوں گا اور تم کو اس وقت تک نہیں ملوں گا جب تک یا تو قادیان کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں یا قادیان کو

---

۵۱ "الفضل" ۲۴/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲۔

واپس لے لوں اور یا حضور کے حکم سے مجھے بُلا لیا جائے۔ . . . . آپ خدا تعالیٰ سے میرے لئے ایسے ہی دعا کریں جیسا کہ ہمارا پیارا امام المصلح الموعود اس وقت اپنی اولاد کے لئے کر رہا ہے یعنی اگر ہمارے مقدّر میں ہماری زندگی ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرے اور اسلام اور احمدیت پر استقامت بخشے اور اگر شہادت ہی ہے تو خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں احمدیت اور اسلام پر شہادت دے“ [1]

۴۔ ایک اَور مخلص نوجوان نے اپنی والدہ کے نام لکھا:۔

”اس وقت قادیان میں کوئی عورت اور بچہ نہیں ہے۔ جو لوگ یہاں ہیں ان کی فہرستیں بنائی جا رہی ہیں۔ یعنی جو جانا چاہتا ہے ان کی الگ فہرست اور جو آخری دم تک یہاں رہنا چاہتا ہے ان کی الگ فہرست۔ خاکسار نے دوسری فہرست میں نام لکھوایا ہے اس لئے میری آپ سے اور تمام بہنوں اور ماں صاحبہ اور چچا اور چچی صاحبہ اور تمام رشتہ داروں سے علیحدہ درخواست ہے کہ آپ ہمارے لئے درد دل سے تمام نمازوں میں دعائیں کرتے رہا کریں لیکن یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ آپ ہمارے متعلق کسی قسم کا کوئی فکر نہ کریں اور جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ اور ان کی عورتوں نے نمونہ دکھایا تھا آج وہی وقت آپ کے لئے بھی آ گیا ہے اور ہمارے متعلق آپ اس طرح خیال کریں کہ گویا ہم خدا تعالےٰ کی امانت تمہارے پاس تھے اور یہ الفاظ آپ کے مُنہ سے نکلنے چاہئیں کہ اے خدا مَیں نے اتنا عرصہ ان کو پالا تھا اور اب تیرے دین کی خاطر ان کی ضرورت پڑی ہے مَیں ان کو محض تیری رضا کی خاطر تیرے سپرد کرتی ہوں۔ اب اے خدا اگر تُو چاہتا ہے کہ یہ تیرے پاس آئیں تو تُو ان کو بُلا لے یا جس وقت تُو چاہے ان کو بُلا سکتا ہے مَیں ہر حالت تیری رضا پر راضی رہوں گی“ [2]

۵۔ ایک احمدی بیٹے نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں لکھا کہ

اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ دشمن کی طرف سے ان مصیبتوں کا اور دشمن کے ان مظالم کا جو اس وقت وہ ہم پر کر رہے ہیں اور جو منصوبے اور تدبیریں وہ ہمارے تباہ و برباد کرنے کے لئے کر رہے ہیں ہمارے دلوں میں ذرّہ بھر بھی فکر یا خوف نہیں اور ہمارے ایمان خدا تعالیٰ کے فضل

---

[1] ”الفضل“ ۵ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ ۔ [2] ”الفضل“ ۱۶ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ ۔

سے مضبوط تر ہوتے چلے جاتے ہیں کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں اور اسی کی طرف پھر کر جانا ہے اور اسی کے لئے ہم نے اس سچے اور مقدس نُور کو قبول کیا تھا جو کہ اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے ہم کو عطا ہوا۔ اس کے علاوہ ہم نے ایسے ظاہری نشان اور ایسے معجزے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں بلکہ روز دیکھتے رہتے ہیں کہ دشمنوں کے منصوبوں اور ان کی مکارانہ چالوں اور ان کی غیر منصفانہ کارروائیوں سے اور ان کے ظلموں سے چاہے یہ ناخنوں تک زور لگالیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ رائی کے دانہ کے برابر بھی ہمارے ایمان میں فرق نہیں آسکتا۔ یہانتک کہ اگر یہ لوگ ہم سب کو باری باری شہید کر دیں پھر بھی جو آخری احمدی رہ جائے گا اس کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہ ہوگا کہ اب میں اکیلا رہ گیا ہوں اب مَیں کیسے مقابلہ کر سکتا ہوں۔ بلکہ جیسے جیسے خطرہ زیادہ ہوتا چلا جائے گا ہمارے ایمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے چٹان کی طرح مضبوط ہوتے چلے جائیں گے اور سب سے آخری آدمی کے دل میں بھی اتنا ہی ایمان اور جوش ہوگا کہ جتنا سب سے پہلے شہید ہونے والے کے دل میں ہوگا اور آخری دم تک لڑتے ہوئے خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرنا قبول کرے گا۔ یہ تازہ رُوح اور یہ تازہ ایمان اور یہ نئی زندگی ہم کو ہمارے پیارے آقا حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی برکت سے ہی حاصل ہوئی ہے۔"

"آج پورے مشرقی پنجاب کے اندر بلکہ پورے ہندوستان کے اندر شاید ہی ایسی جگہ نظر آئے جہاں کہ حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کا جھنڈا بلند ہو۔ اگر کوئی جگہ ایسی ہے تو صرف ایک ہی ہے اور وہ وہ بستی ہے جہاں پر خدا کے بندے ہمارے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کا نام لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے محمد رسُول اللہ کے سچے دینِ اسلام کو اصل رنگ میں دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور یقیناً اس بستی کا نام قادیان دارالامان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بستی واقعی دارالامان بھی ہے کیونکہ آزمائش اور ابتلاء کے دن

تو ہمیشہ ہمیش خدا کے نیک بندوں پر آیا ہی کرتے ہیں لیکن اگر یہ بستی دارالامان نہ ہوتی تو یقیناً آج اس زبردست زلزلہ کے وقت ہم قادیان کے اندر موجود نہ ہوتے"

"اس وقت قادیان کی آبادی تین مقدس جگہوں پر مشتمل ہے۔ اول مسجد اقصیٰ، دوم مسجد مبارک سوم بہشتی مقبرہ۔ یہ وہ مقدس مقامات ہیں جن کے لئے ہر احمدی اپنا خون خوشی سے بہانے کے لئے تیار ہے۔"

"اس لئے ہمارے عزیزوں اور بزرگوں کو چاہیئے کہ ہمارے متعلق بالکل کسی قسم کا فکر نہ کریں اور دعاؤں پر زور دیں۔ ہاں کبھی کبھی اگر ہو سکے تو خیریت کا پیغام ارسال فرما دیا کریں تاکہ ہم کو آپ کی نسبت بھی یہ معلوم ہوتا رہے کہ آپ بھی مرکز کی حفاظت کے لئے اپنے دل میں کچھ تڑپ رکھتے ہیں اور آپ کی تحریروں سے ہمارا ایمان تازہ ہو اور خدمت دین کے لئے سچا جوش پیدا ہو" [1]

بیرونِ قادیان کے احمدیوں کی مرکزِ احمدیت سے بے پناہ عقیدت

جہاں شعائر اللہ کی حفاظت کا فریضہ بجالانے والے احمدی اپنی جان کی بازی تک لگائے بیٹھے تھے وہاں ان کے اقرباء کے دل میں خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، بوڑھے ہوں یا جوان، مرکزِ احمدیت کے لئے بے پناہ عقیدت موجزن تھی اور وہ اپنی بے شمار مشکلات کے باوجود نہ صرف اپنے عزیزوں کا قادیان میں رہنا ان کے لئے باعثِ برکت وسعادت اور اپنے لئے موجب صد افتخار سمجھتے تھے بلکہ اس نازک موقعہ پر قادیان کی پیاری بستی سے اپنی دُوری ومجبوری کا غم انہیں کھائے جا رہا تھا۔ اُن کے بس میں ہوتا تو وہ اُڑ کر دیارِ حبیب میں پہنچتے اور اپنے جسم کا ذرّہ ذرّہ اس کی گلیوں پر قربان کر دیتے۔

مجاہدینِ قادیان کے اعزہ واقارب کے ان دلی جذبات کی عکاسی ان خطوط سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے قادیان لکھے اور جن میں سے بعض کے اقتباسات بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ محترم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم (سابق امیر المجاہدین ملکانہ) کراچی نے اپنے بیٹے مکرم یونس احمد صاحب اسلم کو حسب ذیل خط لکھا:۔

---

[1] "الفضل" ۱۶ر نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۳

"تمہارا ایک خط مجھے ۲۴ ستمبر کو ملا تھا وہ بھی ۱۷ ستمبر کو لکھا ہوا تھا۔ اب جبکہ قادیان پر حملے شروع ہیں کوئی خیریت نامہ تمہارا نہیں ملا۔ میں اور تمہاری والدہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ تمہارے لئے میرا یہی کہنا ہے بُزدلی نہ دکھانا۔ موت صرف ایک دفعہ آئے گی۔ اگر ابھی تمہارا وقت نہیں آیا تو کوئی طاقت تمہاری زندگی کو ختم نہیں کر سکتی اور اگر شہادت کی نعمت تمہاری قسمت میں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہوگا اور ساتھ ہی میری گردن بھی اُونچی ہوگی۔ دُنیا چند روزہ ہے۔ ایسے نازک وقت اگر یہ خط تم کو مل جائے تو ہم سب کے لئے دُعا کرنا اور میرے گناہوں کی معافی خدا تعالیٰ سے مانگنا۔ ہم سب تمہارے لئے دُعا کرتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ تمہارا حافظ و ناصر خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اسی پر کامل یقین رکھو اور قادیان کی حفاظت کو مدنظر۔ فقط۔"

۲۔ مکرم سلطان عالم صاحب احمدی گوٹریالہ ضلع گجرات نے اپنے لختِ جگر مکرم بشارت احمد صاحب کو لکھا:۔

"ایک کارڈ دو لفافے آپ کے پہنچے جن سے ۹/۱۴ ۱۶ تک کے حالات سے آگاہی ہو چکی ہے۔ دل ہر طرح سے مطمئن ہے۔ ملول کیا؟ خوشی ہے کہ اگر میں بذاتہٖ اس خدمت کے بجالانے کے قابل نہیں ہوں تو خدا نے آپ کو توفیق دی ہے"

(۲۸ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۳۔ سید محمد ہاشم صاحب بخاری[1] کا ایک خط اپنے ایک عزیز کے نام:۔

"آج صبح خاندان کے تمام افراد سوائے عزیز عبد الباسط[2] کے بخیریت . . . . پہنچے۔ الحمد للہ۔ عزیز کو نہ پا کر کوفت ہوئی مگر اس خیال سے کہ عزیز خدمت کے زرین موقعہ پر دارالامان رہا ہے دل سکون پا تا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور ہر شر کو دُور فرما دے۔ دشمنوں کے ہاتھوں کو روک دے۔ جیسا کہ مسیح پاک کے الہامات سے واضح ہوتا ہے کہ خدا کا وعدہ ہے۔ اے کاش! یہ وعدہ ہمارے سامنے پُورا ہوتا اور ہم بھی اس خوشی کو دیکھ سکتے۔ تقدیر کے نوشتے ضرور پورے ہوں گے۔ اور یہ اس کی تقدیر ہے

---

[1] سابق مبلغ مغربی افریقہ۔ [2] نائب معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور سید محمد ہاشم صاحب بخاری کے داماد۔

کہ احمدیت پھیلے پھلے اور پھولے اور مرکز بھی محفوظ رہے۔ بہت مبارک ہو کہ مرکز میں خدا کے مقدسین کے سائے میں اور ان کی معیت میں موجود ہو۔ ہمارا فکر نہ کرنا، ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور اب اس امر کے سوا ہمارے پاس اَور کوئی ذریعہ عزیزہ کے ساتھ تعلق کا باقی نہیں ہے۔ شعائر اللہ کی بے حرمتی کا تصوّر کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان روداد وں کے پڑھنے سے جو اخبارات میں دارالامان کے متعلق جلی عنوانات سے آرہی ہیں دل ہولتا ہے مگر چارہ کار کیا؟ میری آنکھوں میں پھر تکلیف ہو گئی ہے مگر یہ محض قادیان کے فکر میں آنسو بہا کر۔ کیا ہماری مساجد گوردوارے بن جائیں گی؟ کیا قادیان کی پرانی گوردوارہ بنی ہوئی مسجد ہی ہمارے لئے کافی نہ تھی کہ اب اَور نیا ظلم ہوگا۔ قادیان سے مستورات کس طرح نکلیں گی اور بچے اور بوڑھے کیا کریں گے یہ خیالات ہیں جو ہر وقت مستولی رہتے ہیں اور کوئی بات تصور میں آتی ہی نہیں۔ ہمیں اپنے مال و اسباب سے محروم ہونے کا غم نہیں۔ جان دینا بھی مشکل نہیں مگر مرکز کی اہانت ناقابلِ برداشت ہے۔ مقبرہ بہشتی کے دشمنوں کی جولانگاہ بن جانا ایک ایسا ہولناک تصور ہے جس کے لئے الفاظ نہیں مل سکتے کہ بیان کر سکوں بہر حال ہم سب دُعا کر رہے ہیں۔"

(۱۳؍اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۴۔ مولوی محمد عثمان صاحبؓ آف ڈیرہ غازیخاں[۱] نے فضل حق صاحب، عبدالغنی صاحب اور ہدایت اللہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:۔

"آپ مومنانہ شان کے ساتھ ہمت اور استقلال سے مرکز کی حفاظت کرتے رہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ آپ خیریت سے رہیں اور خدا تعالیٰ آپ کو دشمن کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین"

(۱۴؍اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۵۔ محترم مولوی عبدالکریم صاحب شرما[۲] واقف زندگی نے اپنے والد ماجد جناب عبدالرحیم صاحب شرما

---

[۱] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آخری عمر میں جماعت احمدیہ ضلع ڈیرہ غازیخاں کی امارت کے فرائض بھی بجا لاتے رہے۔

[۲] سابق مبلغ مشرقی افریقہ۔

اور عبدالرشید صاحب شرما و عبدالحفیظ صاحب شرما (قادیان میں مقیم بھائیوں) کو حسب ذیل عریضہ لکھا:-

"قادیان کے بارہ میں جو خبریں آ رہی ہیں اُن سے دل پھٹا جا رہا ہے۔ وہ پیاری بستی جو ہمیں دُنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے اس پر دشمن قابض ہو گیا ہے۔ آپ لوگ بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ آپ کو اپنے پیارے امام کی ہدایت کے مطابق قادیان کی خدمت کا موقع ملا ہوا ہے۔ قادیان کی حالت ایسی ہے کہ وہاں رہنے کا بظاہر انجام ظاہر ہے۔ مگر انسان کی زندگی کے چند دن ہیں۔ ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے۔ وہ موت کیا ہے! مبارک موت ہے جو شہادت کی موت ہو۔ خدا جانتا ہے کہ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ ایسے موقع پر آپ لوگوں کے ساتھ ہی مروں مگر مجبور ہوں آ نہیں سکتا۔ ہم آپ لوگوں کے لئے دُعا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کو ہم سے کسی کی شہادت ہی منظور ہو تو چاہیئے کہ ہم میں سے کوئی کمزوری نہ دکھائے اور اس امتحان کے موقع پر اپنے خاندان کی لاج رکھ لے"

(۸ / اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۶۔ اہلیہ صاحبہ محترم حسن محمد خاں عارف وکیل التجارت[1] کا مراسلہ اپنے شوہر کے نام:-

"خدا کرے آپ لوگ جلد قادیان کو فتح کر لیں۔ خدا آپ کا اور سب کا حامی و مددگار ہو۔ اس کا فضل آپ سب کے شاملِ حال رہے۔ اور آپ ایسی خدمتِ دین بجا لائیں کہ خدا آپ سے خوش ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ اپنی رحمتیں اور برکتیں آپ لوگوں پر نازل فرمائے"

(۹ / اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۷۔ محترمہ امۃ اللطیف بیگم صاحبہ (لاہور) نے اپنے خاوند محترم ڈاکٹر محمد احمد صاحب کو ایک خط میں لکھا:

"اب میری بھی یہی نصیحت ہے اور اماں جی کی بھی یہی نصیحت ہے کہ وہاں پر خدا کے بھروسہ پر بیٹھے رہیں۔ اللہ تعالےٰ وہاں پر ہی حفاظت کرے گا اور ایمان رکھنے والوں کو ضائع نہیں کرے گا آپ اجازت لینے کی بھی کوشش نہ کریں"

"ہم سب کو خدا کے حوالے کر دیں وہی سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب اس نے پیدا کیا ہے تو وہی حفاظت بھی کرے گا اور کھانے کو بھی دے گا۔ اگر اس نے زندہ رکھنا ہے تو ہر طرح

[1] حال نائب وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ۔

رکھے گا اور مدد کرے گا۔ اور اگر موت مقدر ہے تو اس سے کہیں بھی مفر نہیں چاہے سات پردوں میں چھپ جائیں۔ میری طرف سے آپ اطمینان رکھیں۔ مَیں اتنی بُزدل نہیں ہوں۔ میرا ایمان اللہ تعالیٰ پر مضبوط ہے۔ اگر اس کی طرف سے ابتلاء آنا ہے تو ہر طرح آنا ہے۔ بس یہی دُعا ہے کہ وہ ہر طرح ثابت قدم رکھے اور ہمارا ایمان کسی طرح متزلزل نہ ہو جائے"

"قادیان پر حملے کی خبر سُن کر دل سخت پریشان ہو گیا ہے۔ آج الفضل میں حضرت صاحب کا ایک مضمون چھپا جس میں حملہ کی تفاصیل موجود تھیں جس سے ۲۰۰ مسلمانوں کی شہادت کا علم ہوا۔ نہ معلوم بچارے کون کون سے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول فرمائے۔ اور اُن کا خون اسلام کے پودے کو اس طرح پہنچے کہ یہ کبھی بھی نہ مُرجھائے اور ابدالآباد تک ہرا بھرا اور لہلہاتا اور پھلتا پھولتا نظر آئے۔ آمین یا رب العالمین۔ یا اللہ! تو ان شہداء کا صدقہ قادیان پر رحم کر اور اس کے رہنے والوں کو اپنی حفاظت میں لے لے اور اس کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے اپنے فرشتے بھیج دے جو کافروں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں۔ آمین"

(۱۰ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۸۔ خواجہ عبدالحمید صاحب ضیاء نے اپنے چھوٹے بھائی خواجہ عبداللطیف صاحب آف ڈیرہ دُون کو لکھا:۔

"آپ دونوں بھائیوں نے جس قربانی سے کام لیا ہے وہ سُن کر ہم اپنے دل کی خوشی بیان نہیں کر سکتے۔ ہماری گردنیں فخر سے اُونچی ہوتی ہیں اور ہم نے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے اگر ہمیں نہیں تو ہمارے بھائیوں کو احمدیت کی تاریخی مہم میں نمایاں حصّہ لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ۔ مَیں دونوں بھائیوں کو مبارکباد کہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ تمہاری قربانیوں اور کوششوں کو ضائع نہیں فرمائے گا اور وہ نہ صرف تمہیں ہی بلکہ تمہاری قربانیوں کی خاطر جماعت کے لاکھوں انسانوں کی عزت کو قائم فرمائے گا

آپ لوگوں کی قربانیاں بڑی ہیں لیکن اب آپ ہرگز تمام کئے کرائے پر پانی نہ پھیریں۔ اور بغیر حضور کی یا کارکنوں کی اجازت کے قادیان سے نہ آئیں۔ ایک ذرا سی غلطی تمام نیک اعمال

کو خراب کر دیتی ہے۔ اس لئے حضور کے منشار کے خلاف خود بھی آنے کی کوشش نہ کریں اور جو آنے کی کوشش کریں اُن کو روکیں اور حضور کی ناراضگی سے بچانے کی کوشش کریں۔ اس میں کامیابی ہے اور حضور کے منشار کے مطابق عمل ہی میں نجات ہے۔ آپ لوگ خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے حضور کے منشار کے مطابق عمل کریں اور ڈٹے رہیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے خلیفہ کی برکات حاصل کریں۔

. . . . اماں جی بہت بہت السلام علیکم کہتی ہیں اور تاکید کرتی ہیں کہ بغیر اجازت کے نہ آئیں۔ خدا تعالےٰ حافظ ہے۔ حضور کے فرمان کے مطابق عمل ہی میں برکت ہے۔"

(۱۲ اِخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۹۔ محمد لطیف صاحب ابن مستری نور محمد صاحب گنج مغلپورہ لاہور کو ان کی والدہ صاحبہ نے لکھا:۔

"گو آج قادیان میں رہنا بہت بڑا مجاہدہ ہے تم نہایت استقلال اور جوانمردی سے حفاظت مرکز کی ڈیوٹی دیتے رہو اور اگر اس راہ میں جان بھی دینی پڑے تو دریغ نہ کرو۔ یاد رکھو تم پر ہم تبھی خوش ہوں گے جبکہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس بستی قادیان کی حفاظت میں قربانی کا وہ اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھاؤ جو ایک احمدی نوجوان کے شایانِ شان ہے۔ گھبراؤ نہیں خدا تعالےٰ تمہاری مدد کرے گا۔ ہم آپ کے ماں باپ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمہیں استقامت بخشے" [۱]

۱۰۔ مکرم محمد ابراہیم صاحب پولیس کنسٹیبل منٹگمری (ساہیوال) کے دو خطوط مکرم عمرالدین صاحب آف موگہ ساکن محلہ دارالشکر غربی قادیان کے نام:۔

(الف) "آپ کے صبر و استقلال کو اللہ تعالےٰ اَور بھی ترقی دیوے۔ واقعی میرے عزیز آپ نے وہ قربانی کی ہے جس کا میری زبان سے ذکر ہونا مشکل ہے۔ بعد میں آکر دوڑ ایسی لگائی کہ ہمیں کوسوں پیچھے چھوڑ گئے۔" (۱۹ اِخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

(ب) "میرے جسم کا ہر ذرّہ آپ پر خوش ہے۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے آپ کے کام اور ارادوں اور خدمتِ دین کی باتیں کیں جس سے میرا دل بھر آیا اور نفل ادا کئے اور قادیان اور آپ کے

---

[۱] "الفضل" ۱۹ اِخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۴

لئے اور مجاہدین کے لئے خوب تضرع سے دعائیں کریں۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو خوش رکھے اور سلسلہ کی خدمت کی بیش از پیش توفیق عطا فرماوے"

۱۱۔ یہ مکتوب مکرم بابو غلام رسول صاحب احمدی گڈز کلرک آف شیخوپورہ نے اپنے چھوٹے بھائی مولوی غلام احمد صاحب ارشد کو تحریر فرمایا:۔

"حضرت امیرالمومنین کے حکم کے ماتحت آپ کا وہاں رہنا بہت مبارک اور باعث خوشی ہے اللہ تبارک آپ کے ساتھ ہو اور اس جہاد میں آپ کو کامیابی عطا فرماوے۔ آمین۔ آپ اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہا کریں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو لکھیں"

(۲۳؍اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۱۲۔ فضل محمد خاں صاحب شملوی نے اپنے لخت جگر حسن محمد خاں عارف واقفِ زندگی کے نام متعدد مکتوبات میں اپنے جذبات محبت و اخلاص کا اظہار کیا۔ چنانچہ لکھا:۔

"دن رات آپ کی اور سعید کی خیر مانگنے میں گذرتا ہے۔ سعید بہت پہرے دیتا تھا معلوم نہیں زندہ ہے یا کام آچکا۔ اللہ تعالیٰ آپ دونو کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ قادیان کے عمل نے دُنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے"

"قادیان کی سراسیمگی نے ساری جماعت کو نیم پاگل بنا دیا ہے اور حضرت اقدس خود آسمانی مدد اور تائید پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ کیا ہونے والا ہے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ . . . حضرت کی نمازوں میں دُعا کا شور قیامت ہوتا ہے۔ حضرت دن رات مصلّے پر رہتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ ضرور فتح اور غلبہ ہوگا۔ کاش آپ فتحیاب لوگوں میں زندہ رہیں"

"اسباب کے نہ پہنچنے کے سبب نہایت ہی پریشان کن تکلیف میں مبتلا ہیں۔ کوئی دری بستر یا کسی قسم کا بھی پہننے کا کپڑا نہیں۔ اتنے دنوں میں تیلیوں والا حال ہوگیا ہے۔ معلوم نہیں کس طرح گذارہ ہوگا۔ ان سب باتوں کے باوجود آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ اپنی حفاظت اور قادیان کی حفاظت کے لئے کوشش اور دُعا جاری رکھیں"

(۲۳؍اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۱۳۔ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ رتن باغ لاہور کی طرف سے اپنے خاوند محترم عبدالرحیم صاحب کو ذیل کا

مکتوب موصول ہوا :-

" استقلال اور ہمت سے اور جوانمردی کے ساتھ ڈٹے رہو اور اس کو فتح کرنا آپ کا فرض ہے۔ بہرحال جب تک حضور کا حکم نہ ہو آپ قادیان کو چھوڑ کر یہاں بالکل نہ آئیں۔ مجھے قادیان کی یاد بہت ستاتی ہے اور یہاں دل اُداس رہتا ہے۔ بالکل دل نہیں لگا۔ حضور کافی کمزور ہو چکے ہیں۔ واقعی قادیان کے غم میں ان کی کمر خمیدہ ہو چکی ہے۔ کاش! حضور کے غم کو دُور کر سکتے "

(۲۴؍ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۱۴۔ چوہدری حاجی اللہ بخش صاحب چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ نے اپنے بیٹوں مکرم چوہدری محمد اسحٰق صاحب سابق مبلغ چین و مکرم بشیر احمد صاحب[1] کے نام حسب ذیل مکتوب تحریر فرمایا :-

" میرے پیارے لخت جگر محمد اسحٰق و بشیر احمد

اللہ تعالیٰ ہر آن تم دونوں کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ مدت سے تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔ آج ۲۴ ؍نم کو عزیز محمد عبد اللہ صاحب کیپٹن[2] ٹرک لے کر یہاں اپنی بیوی کو لینے آئے۔ ان سے دارالامان کے حالات معلوم ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ پولیس نے تلاشیاں لے کر پہلے اہلِ قادیان کو نہتہ کیا۔ اور پھر سکھوں نے حملہ کیا اور پولیس اور ملٹری نے ہمارے احمدیوں کا قتل عام کیا اور دو سَو سے اوپر احمدی شہید ہو کر جنت میں جا پہنچے۔ سُنا ہے کہ حملہ دارالرحمت پر ہوا۔ اور تم دونوں بھی دارالرحمت میں تھے۔ اگر تم شہید ہو گئے ہو تو اپنی مراد کو پہنچ گئے ہو۔ اس صورت میں مَیں عثمان غنی[3] کو بھی جلدی قادیان بھیج دوں گا۔ اگر تم زندہ ہو تو مجھے یقین ہے کہ تم نے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا ہوگا۔ تم نے احمدی باپ سے پرورش پائی ہے اور احمدی ماں کا دُودھ پیا ہوا ہے۔ دارالامان سے پیارا ہمیں اور کچھ

---

[1] چوہدری محمد اسحاق صاحب واقف زندگی کے چھوٹے بھائی جو چندر کے منگولے سے نہایت خطرناک حالات میں دوسرے بیس احمدیوں کے ساتھ پیدل قادیان پہنچے (مرتب)

[2] میجر محمد عبد اللہ صاحب مہار مراد ہیں (مرتب)

[3] چوہدری محمد اسحاق صاحب کے تیسرے بھائی کا نام ہے جنہیں ان کے والد ماجد اپنے دو بیٹوں کی شہادت کے بعد قادیان بھیجنے کا فیصلہ فرما رہے تھے۔

نہیں۔ شعائر اللہ ہمارے پاس ہیں اور میری تمہیں نصیحت ہے کہ تمہارے جیتے جی شعائر اللہ تک دشمن نہ آئے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے اور تم قطعاً پرواہ نہ کرو کہ تمہارے بعد ہمارا کیا بنے گا۔ جب سے دارالامان پر حملے کا سُنا ہے سخت بیقراری اور بے چینی ہے اور میرا تو ہمیشہ ہی رونا ہوگیا ہے"

(۲۴ ؍اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء)

۱۵۔ عبدالمجید صاحب نیاز[1] نے اپنے والد محترم عبدالرحیم صاحب (دیانت سوڈا واٹر فیکٹری) کو اپنے ایک خط میں یقین دلایا کہ

"پیارے اور محترم والد صاحب۔ آپ ہمارا کسی قسم کا فکر نہ فرماویں۔ ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ ہاں قسم ہے مجھے ذات پاک کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح قادیان پہنچوں"

(۲۴ ؍اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء)

ایک اور خط میں لکھا:۔

"آپ قادیان میں رہیں تو یہ ہمارے لئے باعث فخر ہے اور خوشی کا موجب ہے"

۱۶۔ سعود احمد خاں صاحب دہلوی[2] بی۔ اے بی ٹی واقف زندگی نے اپنے برادر اکبر مسعود احمد خاں صاحب[3] دہلوی کو لکھا۔

"میرا پاسپورٹ[2] دہلی میں نہیں بن سکا۔ اب انشاء اللہ لاہور سے بنواؤں گا۔ میری شامتِ اعمال کی وجہ سے مَیں اس سعادت سے محروم کر دیا گیا کہ مَیں بھی مرکز کی حفاظت سے نوازا جاؤں۔ آپ تینوں صاحبان (مسعود احمد صاحب بی۔ اے واقف زندگی۔ مولود احمد صاحب بی۔ اے واقف زندگی اور مقصود احمد صاحب واقف زندگی) واقعی قابل مبارکباد ہیں کہ اس نعمت سے سرفراز کئے گئے"

(۲۵ ؍اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء)

---

[1] سابق ٹیچر سیکنڈری سکول کماسی حال پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔

[2] مقصود احمد خاں صاحب کا بیان ہے کہ "مکرم مسعود احمد صاحب دفتر وکالت تبشیر (قادیان) کی ہدایت کے ماتحت دہلی مغربی افریقہ کے لئے پاسپورٹ حاصل کرنے کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ اس دوران میں فسادات شروع ہوگئے جس کی وجہ سے وہاں ان کو تکالیف کا سامنا ہوا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ واپس پہنچ گئے۔ لاہور پہنچ کر یہ خط تحریر کیا"۔ [3] سابق امام مسجد لنڈن۔

۱۷- محترمہ صادقہ بیگم صاحبہ نے موضع مانگٹ اُونچے ضلع گوجرانوالہ سے اپنے شوہر محمد شریف صاحب مولوی فاضل واقف زندگی کو حسب ذیل خط لکھا:-

"یہ پڑھ کر کہ آپ نے اپنا نام ہمیشہ رہنے کے لئے دے دیا ہے، بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ خدا کرے کہ جلدی قادیان ہمارا ہو جائے اور ہم جلدی آکر اس کو آباد کریں۔ (آمین)"

(۲۸ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء)

۱۸- محترمہ امۃ المجید صاحبہ رتن باغ لاہور کا خط جو انہوں نے اپنے والد چوہدری وزیر محمد صاحب پٹیالوی دارالفتوح قادیان کے نام لکھا:-

"ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ اماں جان سست رہتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو کھانے کی سخت تکلیف ہے۔ کوئی چیز نہیں ملتی۔ لانے والا کوئی ہمارے پاس نہیں اس وجہ سے کچھ بچے بیمار ہیں۔ ہم تاریخ میں صحابہ کے کارنامے پڑھا کرتے تھے۔ ہم خوش قسمت ہیں اور وہ نظارہ ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ میں آپ کو ہر کنوائے میں خط لکھتی رہی ہوں۔ لیکن آپ کی طرف سے اتنے عرصہ میں ہمیں ایک بھی خط نہیں ملا۔ یہ تکلیفیں ہم خدا کی رضا کے لئے برداشت کر رہے ہیں اور اگر اَور بھی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں تو ہم بخوشی برداشت کریں گے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے ابّا جان خدا کی رضا کے لئے سلسلہ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں تو ہماری یہ تکلیفیں خوشی میں بدل جاتی ہیں۔ آپ ہمارا کوئی کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ خوب دُعائیں کریں اور خدا کی رضا حاصل کریں۔ خداوند تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ہم بھی ہر وقت دُعاؤں میں لگی رہتی ہیں۔"

(۲۹ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء)

۱۹- مکرم محمد طفیل صاحب ننگلی نے محمد یعقوب صاحب، جلال الدین صاحب، محمد صادق صاحب اور محمد صدیق صاحب کو ذیل کا مکتوب ارسال کیا:-

"آپ کا نوازش نامہ ہمارے لئے باعثِ صد مسرت ہوا۔ اور ہمارے مغموم دلوں کو آپ کے اس نوید جانفزا نے کہ ہم دیارِ محبوب میں شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے درویشانہ زندگی

بسر کریں گے خوشی میں بدل دیا۔ بلاشک ہم اس وقت نہایت کس مپرسی کی حالت میں بے یار و مددگار ہیں۔ بچے بیمار ہیں نہ زاد راہ ہے۔ متوکل علی اللہ اب لاہور سے کسی جہت کو نکل جائیں گے اور صمیم قلب سے یہ دُعا کرتے رہیں گے کہ آپ جو عظیم الشان مقصد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو نوازے اور آپ کے عزم و استقلال و پایۂ ثبات کو ثابت قدم رکھے اور توقع رکھتے ہیں کہ ہر وہ گھڑی جس میں زندگی اور موت کا سوال ہو آپ صفِ اوّل میں کھڑے ہوں گے"

(۳۰ / اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء)

۲۰۔ محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ[۵۱] رتن باغ لاہور کا خط اپنے والد عبد الرحیم صاحب مالک دیانت سوڈا واٹر فیکٹری قادیان کے نام:۔

"جب کنوائے قادیان سے آئے تو نہایت مضطربانہ حالت ہو جاتی ہے . . . جب تک ہم کو قادیان نہ ملے ہمارے لئے دُنیا اندھیر ہے۔ باوجود فراخ ہونے کے تنگ ہے۔ جلد اللہ تعالیٰ کسی قربانی کو نوازے اور ہماری مشکلات حل ہوں۔ امۃ الشکور کو اپنا گھر معلوم نہیں ہوتا۔ ہر وقت روتی رہتی ہے۔ آپ کو اتنا یاد نہیں کرتی جتنا قادیان کو"

(۲ / نبوت / نومبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء)

۲۱۔ سیّد عبد الرشید صاحب (بمبے پوشش ہاؤس) کا مکتوب اپنے فرزند سید سعید احمد صاحب کے نام:۔

"مَیں تو خود قادیان سے کہیں جانے میں خوش نہ تھا مگر آپ کے اصرار پر اور پھر آپ کی والدہ اور ہمشیرگان کی قیام گاہ کا انتظام کرنے کے لئے چل دیا ورنہ مَیں بھی آپ کے ہمراہ ہی رہنے میں خوش تھا۔ ایک عرصہ سے حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشادات سے یہ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ وقت قریب آتا جا رہا ہے کہ جب خدا کے دین کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کا مطالبہ شروع ہوگا مگر ہماری بدقسمتی سے ہم نے اس وقت کو ابھی دُور سمجھا حالانکہ وہ دروازہ پر تھا . . . پس اب صرف ایک اور ایک راستہ ہی ہے جس سے ہمارا پیارا خدا خوش ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے

۵۱۔ اہلیہ صاحبہ شیخ خورشید احمد صاحب نائب مدیر الفضل ربوہ۔

حکم کے مطابق اپنی زندگی کو اس سانچہ میں ڈھال لیں جس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ "اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝"
ہر احمدی کے دروازہ پر، مکانوں پر اور دلوں پر جب تک اس لائحہ عمل کو تحریر نہ کر دیا جاوے اور پورا پورا عمل نہ کیا جاوے کامیابی ناممکن ہے"

(۹ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۲۲۔ محترمہ مسعودہ برلاس صاحبہ نے اپنے بھائی مرزا الطاف الرحمٰن صاحب آف برلاس ہاؤس دارالرحمت قادیان کے نام لکھا:۔

"تم ہمارا فکر نہ کرنا مستقل مزاجی سے قادیان میں رہ کر تکالیف کو برداشت کر کے خداوند کے فضلوں کے وارث بننا - احمدیت کا کارآمد ستون بننا۔
ہمیں خوشی اور فخر ہے کہ ہمارا ایک ہی بھائی ہے جسے احمدیت کی خدمت کے لئے خداوند کریم نے خاص موقع اور اس میں استقامت عطا فرمائی۔ ہم اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے امی بھی تمہیں دعا دیتی ہیں"

(۹ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۲۳۔ محترمہ سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ نے اپنے بیٹے سید سعید احمد صاحب قادیانی متعلم جامعہ احمدیہ قادیان کے نام لکھا:۔

"عزیز ان قادیان میں رہو۔ آج آپ لوگوں کے امتحان کا وقت ہے۔ دعا ہے کہ خدا تم کو امتحان میں کامیاب کرے۔ آپ قادیان میں ہی رہیں یہانتک کہ حضرت امیرالمومنین کی طرف سے آپ کو قادیان سے جانے کی اجازت مل جاوے۔ دوبارہ تاکید ہے کہ بلا اجازت حضرت امیرالمومنین کے کسی صورت میں بھی قادیان سے نہ آئیں کیونکہ اب ایمان کی آزمائش کا وقت ہے۔ خدا سے دعا (ہے) کہ تم اپنے ایمان کا بہتر نمونہ دکھاؤ اور دین کے ستارے بن کر چمکو اور دنیا کے لوگوں کے لئے راہنما بنو"

(۲۳ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

۲۴۔ خط صالحہ بیگم صاحبہ عفیفہ لاہور بنام جناب مقصود احمد صاحب واقفِ زندگی:۔

" آپ سوچتے ہوں گے کہ میری بیوی بھی کیسی دنیا دار ہے کہ ایک دفعہ بھی اس بات

کا اظہار نہیں کیا کہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ قربانی کی گئی ہے جس کا دل پر ہرگز ملال نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر سچ پوچھئے اور یقین جانئے میں یہ باتیں پوشیدہ ہی رکھنا چاہتی تھی۔ میں سوچتی تھی کہ اپنے جذبات ظاہر کر کے خواہ مخواہ ریاکار بنوں۔ مگر پھر دل نے کہا کہ خاوند سے بھی کوئی بات پوشیدہ رکھی جاسکتی ہے، اس لئے اب میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں بالکل مطمئن ہوں اور اپنے آپ میں بہت خوشی محسوس کرتی ہوں کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے اس شاندار قربانی کا موقع عطا فرمایا۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔

لوگ دنیاوی جنگوں میں سمندر پار چلے جاتے تھے اور جُدائی کی گھڑیاں کئی مہینے گذارتے تھے تو کیا آپ جو کہ ایک دینی جنگ میں حصّہ لے رہے ہیں اس کی خاطر اگر ہم تھوڑی سی جُدائی برداشت کریں تو نہ معلوم اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ہم پر کیا افضال نازل فرمائے اے خدا تو ایسا ہی کریو۔ آمین ثم آمین" (بلا تاریخ)

۲۵۔ محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے اپنے بیٹے محترم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی نعیم احمد صاحب اور ان کے بہنوئی محمد رفیق صاحب اور ان کے بھتیجے عبدالرشید کے نام حسب ذیل نصیحت نامہ بھجوایا :۔

"جو آزمائش کا وقت تم سب پر آیا ہے اس کو دلیری اور جوانمردی سے گذارو۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے وہ تم سب کو ثابت قدم رکھے اور دین کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع عطا فرمائے"

۲۶۔ محترمہ[1] امۃ الرشید شوکت صاحبہ نے اپنے بھائی مولوی نورالدین صاحب[2] مُنیر انچارج بیعت کو ذیل کا خط تحریر کیا :۔

" قادیان کے حالات سے مطلع فرمائیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے قادیان میں رہ کر جہاد کرنے کا موقع دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس کی جزا دے اور استقامت عطا فرمائے۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اپنے آپ آنے کی درخواست نہ دیں۔ جب حضور خود بلائیں گے تو

---

[1] بنت حضرت ماسٹر چراغ دین صاحبؓ (مدیرہ "مصباح")۔

[2] حال نائب وکیل التصنیف تحریک جدید ربوہ۔

تائیں۔ والدہ مکرمہ کی طرف سے ماموں شمس[1] و ماموں قمرالدین اور ماموں اسماعیل صاحب کو السلام علیکم دیں "

۲۷۔ محترم چوہدری فضل احمد صاحب[2] کے دو گرامی نامے اپنے بیٹوں (محمد احمد صاحب و شریف احمد صاحب) کے نام :۔

(الف) " یہ خط میں پرائیویٹ سکرٹری صاحب کی معرفت بھیجتا ہوں کیونکہ ویسے نہ تمہارا خط مجھے پہنچ سکتا ہے نہ میرا تمہیں . . . . جو کام ملے خوب کرو۔ صحت کا تم سب خیال رکھو تاکہ اچھی طرح سے خدمت سرانجام دے سکو جو تمہارے سپرد ہو (آمین) "

(ب) " آپ سب تاریخ احمدیت میں عزت سے یاد کئے جاؤ گے۔ اپنی ڈیوٹی استقلال سے کرو۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے ایسے ہی موقعے ہوتے ہیں۔ یہ گھنگنیاں جو آپ کو کھانے میں ملتی ہیں۔ یہ آپ جیسے خوش قسمت نوجوانوں کو ہی نصیب ہو سکتی ہیں جو قومی قربانی کا کام کریں "

۲۸۔ محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ لاہور نے اپنے خاوند اللہ دتا صاحب بٹ محلہ دارالرحمت قادیان کے نام یہ مکتوب لکھا :۔

" آپ نے بڑا اچھا کیا جو قادیان میں رہنے کے لئے نام دے دیا ہے اور اب آپ کو چاہیئے کہ بغیر اجازت امیر صاحب کے ہرگز قادیان سے باہر نہ جائیں "

۲۹۔ محترمہ نصیرہ نزہت صاحبہ رتمل ضلع گجرات سے اپنے شوہر مکرم حافظ بشیرالدین صاحب[3] واقف زندگی کے نام رقمطراز ہیں :۔

" خوش رہیں۔ کامیابی و کامرانی کی مرادیں دیکھیں۔ قادیان کے جھنڈے کو بلند کرنے والوں میں سے ہوں اور دعا بھی کریں کہ خدا کے نام کو پھیلانے والوں میں ہمارا بھی نام ہو . . . . . . آپ کی خیریت کی مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ملتی بھی کیسے ؟ میں ایسی جگہ ہوں جہاں قادیان کی مقدس بستی کے حالات واقعات جو بعد میں رونما ہوئے نہیں پہنچتے۔ میں یہاں (رتمل

---

[1] حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس مراد ہیں ۔ [2] حال ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۔
[3] ابن حضرت مولوی عبیداللہ صاحب رض مبلغ شہید ماریشس ۔

ضلع گجرات) کیوں آئی؟ کس طرح آئی؟ بس سمجھ لیجئے خدا کی کسی حکمت کے ماتحت میرا یہاں آنا ہوا۔ میرے جیسی گنہگار پر خدا تعالیٰ کے اتنے بڑے احسانات !! اف اگر میرے جسم کا ذرّہ ذرّہ بھی اس کے شکریہ میں دن رات سر بسجود رہے تو اس کا عشر عشیر بھی ادا نہیں ہو سکتا. . . . . آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مَیں جب سے یہاں آئی ہوں۔ کس طرح دن گذرتے ہیں اور کس طرح ستارے گنتے گنتے راتیں کٹتی ہوں گی۔ لیکن زبان سے اگر کوئی لفظ نکلتا ہے تو یہی کہ اے قادیان کی بستی تجھ پر لاکھوں سلام! اور اے قادیان میں رہنے والے جانبازو! تم پر لاکھوں درود۔ دنیوی حکومتیں تو تمہیں تباہ کرنے کے لئے تیر اور بم تیار کرتی ہیں جو دس دس پندرہ پندرہ میل تک جا کر رہ جاتے ہیں۔ مگر ہم انشاء اللہ وہ بم تیار کریں گے جو آسمان سے برسیں گے۔ اور زمینی دشمنوں کو تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ اے خدا تُو ایسا ہی کر. . . . . یہاں کے مفصّل حالات تو پھر کبھی سہی مگر یہ تکلیف کہ قادیان کے متعلق ہمیں کوئی خبر نہیں ملتی، ایسی ہے جو ناقابل برداشت ہے۔ اگر کوئی ذریعہ ایسا ہو کہ قادیان سے لاہور تک خط آسکے تو ضرور مندرجہ ذیل پتہ پر لکھ کر ڈال دیں تاکہ میری ہر وقت کی تشویش دُور ہو۔

کاش! خدا آسمان سے کہے کہ دُنیا کے پردے پر میرے کچھ معصوم بندے رہتے ہیں جن کا کوئی والی وارث نہیں۔ وہ بیکس ہیں، وہ بے بس ہیں۔ کوئی ان کا روزگار نہیں لیکن مَیں ان کا حامی ہوں۔ مَیں ان کا محافظ ہوں، ناصر ہوں، مددگار ہوں۔ اے میرے فرشتو! تم دنیا میں جاؤ اور ان میرے بندوں کے بازو بن جاؤ، تم ان کی تلواریں بن جاؤ جس سے وہ دشمن کی صف کو کاٹ کر رکھ دیں۔ اے خدا ایسا ہی کر۔ ہم آسمان سے خدا کی رحمت کو کھینچنے والے بنیں"

سیدنا المصلح الموعود کا ایک پُر جوش اور ولولہ انگیز مضمون اور اُس کا اثر

سیدنا المصلح الموعود نے ماہ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء کے بالکل ابتدائی ایام میں جبکہ قادیان پر آخری فیصلہ کن حملہ کا آغاز ہو چکا تھا مگر ابھی پاکستان میں اس کی خبر نہیں پہنچی تھی ایک ولولہ انگیز مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "جماعت احمدیہ کے امتحان کا وقت" حضرت

امیرالمومنین نے اپنے اس مضمون میں جنگ احزاب کے دوران آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی فدائیت و وارفتگی کا اثر انگیز نقشہ کھینچنے کے بعد احمدیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں احمدیوں سے کہتا ہوں کہ جب وہ بیعت میں داخل ہوئے تھے تو انہوں نے اقرار کیا تھا کہ وہ دین کو دُنیا پر مقدم کریں گے اور اس 'دُنیا' کے لفظ میں ان کی جانیں بھی شامل تھیں ان کے بچوں کی جانیں بھی شامل تھیں۔ ان کی بیویوں اور دوسری گھر کی مستورات کا مستقبل بھی شامل تھا۔ پس آج جبکہ باوجود ہمارے اس اعلان کے کہ ہم جس حکومت کے ماتحت رہیں گے اس کے وفادار رہیں گے، ظالم دشمنوں کو ہم پر مسلط کیا جا رہا ہے حکومت ان کو سزا دینے کی بجائے ہمارے آدمیوں کو سزا دے رہی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ قطعی طور پر بھول جائیں کہ ان کے کوئی عزیز اور رشتہ دار بھی ہیں۔ وہ بھول جائیں اس بات کو کہ ان کے سامنے کیا مصائب اور مشکلات ہیں۔ انہیں صرف ایک ہی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے ایک عہد کیا ہے اور اس عہد کو پورا کرنا ان کا فرض ہے۔ آج خدا ہی ان کا باپ ہونا چاہیئے۔ خدا ہی ان کی ماں ہونی چاہیئے اور خدا ہی ان کا عزیز اور رشتہ دار ہونا چاہیئے۔ میرے بیٹوں میں سے آٹھ بالغ بیٹے ہیں اور ان آٹھوں کو میں نے اس وقت قادیان میں رکھا ہوا ہے۔ میں سب سے پہلے انہی کو خطاب کر کے کہتا ہوں اور پھر ہر احمدی نوجوان سے خطاب کر کے کہتا ہوں کہ آج تمہارے ایمان کا امتحان ہے۔ آج ثابت قدمی کے ساتھ قید و بند اور قتل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قادیان میں ٹھہرنا اور اس کے مقدس مقامات کی حفاظت کرنا تمہارے فرض میں شامل ہے۔ تمہارا کام حکومت سے بغاوت کرنا نہیں۔ تمہارا کام ملک میں بدامنی پیدا کرنا نہیں۔ اسلام تم کو اس بات سے روکتا ہے۔ اگر حکومت ہم کو وہاں سے نکالنا چاہتی ہے تو حکومت کے ذمہ دار افسر ہم کو تحریر دے دیں کہ تم قادیان چھوڑ دو۔ پھر ہم اس سوال پر بھی غور کر لیں گے۔ مگر جب تک حکومت کے ذمہ دار افسر مُنہ سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کو یہاں سے نکالنا نہیں چاہتے اور ان کے نائب ہمیں دُکھ دے دے کر اپنے مقدس مقامات سے نکالنا چاہتے ہیں

اس وقت تک اُن کی کارروائی غیر آئینی کارروائی ہے اور ہم اسے کسی صورت میں بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ مشرقی پنجاب سے اسلام کا نام مٹا دیا گیا ہے۔ ہزاروں ہزار مسجدیں آج بغیر نمازیوں کے ویران پڑی ہیں جن میں جُوئے کھیلے جاتے ہیں۔ شرابیں پی جاتی ہیں۔ بدکاریاں کی جاتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ کم سے کم ہم جب تک ہماری جان میں جان ہے مشرقی پنجاب میں قادیان کے ذریعہ سے محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند رکھیں۔ اسلام کو بغیر قربانی کے ختم نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ اسلام تو پھر جیتے گا ہی، احمدیت تو پھر بھی غالب ہی آئے گی۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہوگی اگر ہم اپنے ہاتھوں سے اسلام کا جھنڈا چھوڑ کر بھاگیں۔ مَیں اگر قادیان سے باہر ہوں تو صرف اس لئے کہ جماعت نے کثرتِ رائے سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جماعت کی تنظیم اور اس کے کام چلانے کے لئے جب تک امن نہ ہو مجھے اور بعض ضروری دفاتر کو قادیان سے باہر رہنا چاہیئے تاکہ دُنیا کی جماعتوں کے ساتھ مرکز کا تعلق رہے۔ لیکن اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ جماعت کے نوجوان خدانخواستہ اس قربانی کو پیش کرنے کے لئے تیار نہیں جس کا مَیں اُوپر ذکر کر چکا ہوں تو پھر اُن کو صاف لفظوں میں یہ کہہ دینا چاہیئے۔ ہم ان کو باہر بُلا لیں گے اور خود ان کی جگہ جانیں دینے کے لئے چلے جائیں گے۔ ہمارا باہر آنا اپنی جانوں کو بچانے کے لئے نہیں بلکہ سلسلہ کے کام کو چلانے کے لئے ہے۔ اگر ہمارا باہر آنا بعض لوگوں کے ایمانوں کو متزلزل کرنے کا موجب ہو تو ہم سلسلہ کی شوریٰ کے فیصلہ کی بھی پرواہ نہیں کریں گے اور ان لوگوں کو جن کے دلوں میں ایمان کی کمزوری ہے اس کام سے فارغ کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہوئے خود اس کام کو شروع کر دینگے میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ قادیان کے اکثر نوجوانوں میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ مجھے کثرت کے ساتھ نوجوانوں کی یہ چھٹیاں آ رہی ہیں کہ وہ دلیری کے ساتھ اور ہمّت کے ساتھ ہر قربانی پیش کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ خود میرے بعض بیٹوں اور بعض دوسرے عزیزوں کی مجھے اس قسم کی چٹھیاں آئی ہیں کہ گو ان کا نام قرعہ کے ذریعہ باہر آنے والوں میں نکلا ہے مگر ان کو اجازت دی جائے کہ وہ قادیان میں رہ کر خدمت کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بخشے جانے والے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو احمدیت اور اسلام کے جھنڈے کو دنیا میں بلند رکھیں گے خواہ مارے جائیں خواہ زندہ رہیں۔

چاہیئے کہ صفائی کے ساتھ اور بار بار حکومت کو جتاتے رہو کہ ہم حکومت کے وفادار ہیں۔ اور ہم ایک اچھے شہری کے طور پر اس ملک میں رہنے کا وعدہ کرتے ہیں اور ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ مسٹر گاندھی اور مسٹر نہرو کی طرف سے اعلان ہو رہے ہیں وہ سچے ہیں جھوٹے نہیں۔ اس لئے ہم ان اعلانوں پر یقین رکھتے ہوئے قادیان میں بیٹھے ہیں۔ اگر ان اعلانوں کا کچھ اور مطلب ہے تو ہمیں کہہ دو کہ قادیان سے چلے جاؤ۔ لیکن اگر مسٹر گاندھی اور مسٹر نہرو کے بیانات صحیح ہیں تو پھر ان کے مطابق عمل کرو اور پُرامن شہریوں کو دق نہ کرو۔ اس طرح بار بار اُن پر حجّت تمام کرتے رہو اور قید و بند اور قتل کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کا ثبوت دو اور خدا تعالیٰ پر یقین رکھو کہ اوّل تو فتح اور نصرت کے ساتھ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ لیکن اگر تم میں سے بعض کے لئے قید و بند یا قتل مقدر ہے تو خدا تعالیٰ تمہیں ابدی زندگی بخشے گا اور اپنے خاص شہداء میں جگہ دے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی ایسی موت اس کی زندگی سے زیادہ شاندار نہیں۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کا حافظ و ناصر ہو اور تم کو ہر تنگی اور ترشی اور مصیبت اور ابتلاء میں صبر اور توکل اور ایثار کی توفیق بخشے اور تم اپنا ایمان نہ صرف خدا تعالیٰ کے سامنے سلامت لے جاؤ بلکہ اس کو نہایت خوبصورت اور حسین بنا کر خدا تعالیٰ کی خدمت میں پیش کرو تا خدا تعالیٰ تم سے اور تمہاری اولادوں سے (اگر کوئی ہیں) اس سے بھی زیادہ نیک سلوک کرے جتنا تم ان کی زندگی میں ان سے کر سکتے تھے“ [۱]

حضرت امیر المومنین رضؓ کے مندرجہ بالا مضمون نے جو دینی غیرت، اولوالعزمی اور مردانگی و شجاعت کا شاہکار تھا، احمدیوں کے لہو کو اَور بھی گرما دیا اور وہ تقدس اسلام کے لئے کٹ مرنے کو پہلے سے بھی زیادہ آمادہ و تیار ہو گئے۔

اس حقیقت کے ثبوت میں بطور نمونہ ایک احمدی خاتون کے قلبی تاثرات ملاحظہ ہوں۔ محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ نے اپنے خاوند محترم درویش خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب احمدی آف بمبئی کو لکھا:-

”کل حضرت امیر المومنین کا ایک مضمون (”جماعت احمدیہ کے امتحان کا وقت“ الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء) شائع ہوا ہے وہ آپ کو بھیج رہی ہوں۔ گو پہلے بھی مَیں نے آپ کو قادیان

---

[۱] ”الفضل“ ۱۴ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ ہش (۱۹۴۷ء) صفحہ ۳ و ۴۔

رہنے سے روکا نہیں تھا۔ لیکن کل حضور کا مضمون پڑھنے کے بعد میں نے سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اے اللہ میں اپنا سرمایہ شرح صدر سے تیرے رسُول کے تخت گاہ کی حفاظت کے لئے پیش کرتی ہوں اور اے میرے خدا تو قادر ہے تو ان کو دین کی خدمت کا موقع دیتے ہوئے بھی اپنی حفاظت میں رکھ۔ آمین۔ اس وقت میں زیادہ نہیں لکھ سکتی۔ اللہ تعالیٰ قادیان کو سلامت رکھے اور سلامتی کے ساتھ ہمیں ملائے۔ آمین۔ اللّٰھم آمین"[1]

فصل پنجم

حضرت مُصلح موعُود کی ہجرت پاکستان کے بعد قادیان اور اُس کے ماحول کے خُونچکاں اور دردناک حالات

سیدنا امیرالمومنین المصلح الموعود کی ہجرت کے بعد قادیان کی مقدس بستی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزند جلیل کی تخت گاہ اور اس کے ماحول پر کیا بیتی ؟؟؟ اس دردناک، زہرہ گداز اور لرزہ خیز داستان (جو دراصل ہزاروں الم انگیز حوادث کا مجموعہ ہے) کی جُملہ تفصیلات کو لکھنے کا ابھی موقعہ نہیں۔ لعلّ اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ تاہم ان پُرفتن ایام اور صبر آزما مشکلات کا کسی قدر اندازہ لگانے کے لئے اس پُرآشوب دَور کے واقعات پر تین پہلوؤں سے روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

اوّل۔ کوائف قادیان کا مختصر خلاصہ

دوم۔ قادیان پر حملہ اور اس کی ضروری تفصیلات

سوم۔ قادیان پر جبر و تشدد کا ایک جامع نقشہ

---

[1] خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب کا بیان ہے کہ " اس وقت میرے چار بچے عمر ۶ سال ۴ سال ۲ سال اور چھ ماہ میری اہلیہ کے ساتھ تھے اور چلتے وقت نقد روپیہ کی قلت کی وجہ سے صرف ۱۰/۲ روپیہ ساتھ دے سکا تھا اور میں نے خود عید دیکھے تھے اور بس۔ میرے بچے پرائیویٹ ٹرک میں ۲۲ ستمبر کو گئے تھے۔ اس خط میں میری اہلیہ نے اپنی اور بچوں کی خیریت تک کا ذکر نہیں کیا اور یہ ان کے جانے کے بعد پہلا خط مجھے ملا تھا "

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے دو[۲] اہم مکتوب

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے سیدنا المصلح الموعودؓ کی ہجرت سے لیکر ۱۶ ماہ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء تک (یعنی قادیان سے آنے والے آخری کنوائے تک) کے حالات و واقعات کا ایک جامع اور حقیقت افروز خلاصہ روزنامچہ کی صورت میں تحریر فرمایا تھا۔

قبل اس کے کہ آپ کا لکھا ہوا یہ اہم خلاصہ درج کیا جائے ہم آپ کے دو مکتوبات حوالہ قرطاس کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں خطوط حضرت مصلح موعودؓ کے نام ہیں اور اس زمانہ کے ہیں جبکہ آپ، حضور کے حکم سے قادیان میں امیر مقامی کے بھاری اور نازک فرائض بجا لا رہے تھے۔ ایک خط آپ کے دَورِ امارت کا پہلا یادگار خط ہے اور دوسرا آخری جس کے بعد آپ پاکستان میں تشریف لے آئے۔ یہ خطوط جن سے اس دَور کے بہت سے تلخ حقائق کی تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے درج ذیل ہیں:۔

پہلا مکتوب

قادیان دارالامان — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ کل ساڑھے چھ بجے کے قریب حضور کی خیریت سے لاہور پہنچ جانے کی اطلاع مل گئی تھی جس سے بھاری فکر دُور ہوا۔ آج وقیع الزمان صاحب کے ذریعہ زبانی پیغام بھی ملا۔ آج قادیان کے ماحول میں پھر سکھوں کی نقل و حرکت زیادہ رہی۔ کیونکہ ایک تو راستے خشک ہیں اور دوسرے مسلمان ملٹری واپس جا رہی ہے ۔ ۔ ۔ آج دو احمدی جو سیکھواں سے قادیان آرہے تھے تتلے اور سیکھواں کے درمیان سکھوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور سٹھیالی پر بھی حملے کا آغاز ہے۔ کرٹری منفصل کا عنوان کو سخت خطرہ لاحق تھا۔ ملٹری نے ہمت کر کے پناہ گزینوں کو گورداسپور پہنچا دیا۔ بھامڑی میں کافی وسیع آغاز میں[۱] سے دیکھی گئی۔ عالمے کا گاؤں جلا دیا گیا اور لوگ اُٹھ کر بھیر وچیچی میں گئے مگر ملٹری کی واپسی کی وجہ (سے) وہاں بھی بہت ہراساں ہیں۔ آج کیپٹن[۲] بٹالے گیا ہوا ہے اور ابھی تک ملٹری عملاً واپس نہیں ہوئی کیونکہ اس سے چارج لینے والی ملٹری ابھی تک نہیں پہنچی۔ شاہ صاحب[۳] واپس قادیان آگئے ہیں۔ انہیں صبح گورداسپور مرزا صاحب[۴]

---

[۱] نقل مطابق اصل۔ [۲] مسلمان ملٹری کے انچارج۔ [۳] حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ

[۴] یعنی مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گورداسپور جو حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ۵ تبوک / ستمبر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کو لانے اور ضلع کے حکام سے ملاپ کرنے کے لئے بھیجا جائے گا۔

حضور کا خط حضور[1] کے تشریف لے جانے کے تین گھنٹے بعد شمس صاحب اور مولوی ابوالعطاء صاحب کو پڑھا دیا گیا تھا اور شام کو جملہ صدر صاحبان کو پڑھا دیا گیا اور آج دوپہر کو مساجد میں سُنا دیا گیا۔ اثر بہت اچھا ہے اور اس کی وجہ سے کوئی گھبراہٹ نہیں مگر تعجب کر رہے ہیں کہ کس طرح علم ہونے کے بغیر حضور تشریف لے گئے۔

باقی سب خیریت ہے اور ہم سب دُعا کے طالب ہیں۔

فقط والسّلام

(دستخط) خاکسار مرزا بشیر احمد

۴۷ - ۹ - ۲

دوسرا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے حضور کی طبیعت اچھی ہو گی۔ آج کا دن کچھ ہنگامی رنگ میں گذرا۔ صبح چھ بجے ہی پولیس اور ملٹری احمدیہ چوک میں پہنچ گئی اور بڑے گیٹ کھلوانے کے لئے آواز دی اور جب اس میں کچھ دیر ہوئی تو ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کے مکان کی ساتھ والی دکانوں کی چھتوں پر سے کود کر احمدیہ چوک میں پہنچ گئے اور ہمارے مکانات کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی تحریک جدید کے دفاتر اور سید ناصر شاہ صاحب کے مکان کا بھی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء) کو قادیان پہنچ گئے۔ مرزا صاحب موصوف نے وہاں مسلم پناہ گزینوں کو پاکستان بھجوانے کی قابل قدر خدمات انجام دی تھیں بلکہ عین اسی روز گورداسپور سے مسلمانوں کا آخری قافلہ جو تیرہ ہزار نفوس پر مشتمل تھا روانہ ہو چکا تھا اور آپ یہ خدمت پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد قادیان تشریف لائے تھے۔ آپ کو گورداسپور کیمپ کے احمدی پناہ گزینوں کی امداد کے بھی متعدد مواقع ملے۔

[1] حضور کا یہ خط جو پیغام کی صورت میں تھا تاریخ احمدیت جلد دہم میں آچکا ہے۔

چاروں طرف نظر رکھنے والی) فوج کی ایک مسلح پارٹی مینار پر چڑھ گئی۔ تھوڑی دیر میں ہی سیّد ناصر شاہ صاحب کے مکان اور سیّدہ ام طاہر احمد مرحومہ کے مکان میں ملٹری اور پولیس گھس گئی اور چابیاں منگوا کر تلاشی شروع کرادی اور اس کے بعد تھوڑی دیر میں ام طاہر مرحومہ کے اُوپر والے صحن اور خلیل والے مکان اور لجنہ کے دفاتر میں بھی پولیس اور ملٹری پہنچ گئی اور پھر میرے مکان سے ہوتے ہوئے عزیز حمید احمد کے چوبارے میں جا پہنچی اور نگرانی کے لئے میرے مکان کے صحن میں ایک فوجی متعین کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے پولیس اور ملٹری نے داخل ہو کر مطالبہ کیا کہ حضور کا اوپر والا دفتر کھلوایا جائے کہ اس کی بھی تلاشی لی جائے گی چنانچہ عزیز منور احمد کو بھیج کر دفتر کھلوا دیا گیا اور مرزا عبدالحق صاحب اور عزیزم منور احمد کی موجودگی میں حضور کے تینوں کمروں کی تلاشی ہوئی مگر کوئی چیز قابل اعتراض برآمد نہیں ہوئی۔ ام طاہر مرحومہ کے مکان میں سے حضور کی بندوق تلاش کرنے والوں نے طاہر کے پاس سے اپنے قبضہ میں کر لی اور لائسنس کا مطالبہ کیا اور چونکہ اس وقت تک لائسنس نہیں ملا تھا (جو تھوڑی دیر بعد عزیز داؤد نے لاہور سے پہنچایا) اس لئے بندوق اپنے ساتھ رکھ لی اور کہا کہ لائسنس دیکھنے کے بعد فیصلہ کریں گے۔ اسی طرح عزیز حمید احمد کے چوبارے میں سے میاں محمد احمد کی ۲۲ بور بندوق تلاشی والوں نے اپنے قبضہ میں کر لی اور باوجود اس کے کہ لائسنس موجود تھا یہ جواب دیا کہ کپتان صاحب لائسنس دیکھ کر فیصلہ کریں گے۔ عزیز حمید احمد کے چوبارے سے صاحبزادہ عبدالحمید ٹوپی کے سُوٹ کیس میں سے ایک ریوالور بھی برآمد ہوئی جس کا لائسنس بھی موجود تھا مگر سرسری مقابلہ میں ریوالور کا نمبر لائسنس کے درج شدہ نمبر سے نہیں ملتا تھا۔ یہ بھی ملٹری اور پولیس نے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ سیّد ناصر شاہ صاحب والے مکان میں انگیٹھی کے اندر سے برچھیوں کے پھالے نکلے اور چند بندوق کے کارتوس، یہ بھی قبضہ میں کر لئے گئے۔ تحریک جدید کے دفتر میں سے چند فوجی تھیلے برآمد ہوئے جو غالباً DISPOSAL سے خریدے ہوئے تھے ان پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ ان کے علاوہ کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ جن مکانوں کی تلاشی ہوئی وہ یہ ہیں۔

(۱) سیّدہ ام طاہر احمد کا سارا مکان مع مکان خلیل احمد

(۲) میرا مردانہ اور عزیز احمد کا بالاخانہ

(۳) مکان ام وسیم احمد

(۴) مکان سید ناصر شاہ صاحب

(۵) حضور کا دفتر

(۶) پرائیویٹ سکرٹری کا دفتر

(۷) تحریک جدید کا دفتر

(۸) لجنہ کا دفتر

(۸)[1] مولوی عبداللہ صاحب اعجاز کا مکان (غالباً)

(۹) محمد امین خاں بخارائی صاحب کا مکان

(۱۰) بابو نور احمد سابق ریویو مکان اور

(۱۱) مہر دین آتشباز کا مکان

تلاشی میں دو برچھیاں پرائیویٹ سیکرٹری کے پہرہ دار کے کمرہ سے نکلیں جو باہر سے مقفل تھا سیدہ ام طاہر کے بالاخانہ عزیز ظفر احمد اور میاں شریف احمد کا اسباب آیا ہوا تھا۔ اس کے کھلوانے میں کچھ دیر ہوئی تو پولیس اور ملٹری نے بعض قفل توڑ دیئے۔ لجنہ کے دفتر میں سے ایک KNIFE [illegible] نکلا اور لجنہ کے دفتر کے ساتھ والے کمرہ میں ۱½، ۲ فٹ زمین کھود کر تسلّی کرنی چاہی کہ یہاں کچھ دبایا ہوا تو نہیں مگر کچھ نہیں ملا۔ غرض یہ تلاشی قریباً ۱۱ بجے تک ہوتی رہی اور حضرت اماں جان اور ام ناصر احمد صاحب کے مکان کے علاوہ پولیس اور ملٹری ہر جگہ پہنچی۔ ہمارے آدمی مرزا عبدالحق صاحب اور مولوی عبدالرحمن جٹ صاحب اور سید محمود اللہ شاہ صاحب اور محمد عبداللہ خاں صاحب سب انسپکٹر اور ملک غلام فرید صاحب اور بعض پیچھے ساتھ تھے۔ فوجی کپتان اور سردار ہزارہ سنگھ بھی تلاشی میں ساتھ تھے گو سارا وقت ساتھ نہیں رہے۔ فوجی صوبیدار عموماً ہمدرد رہا اور اس قسم کے ریمارکس کئے کہ بات کچھ نہیں یونہی شرفاء کو تنگ کرنے والی بات ہے۔ تلاشی کے وقت

---

[1] نقل مطابق اصل (مرتب)۔

پولیس نے لالہ ہری رام کو ملا کر ساتھ رکھا تھا اور اس کا رویہ بظاہر اچھا رہا بلکہ بعد میں مجھے پیغام بھیجا کہ مجھے پولیس مجبور کر کے اور مار کر ساتھ لائی۔ الغرض چار گھنٹے تک یہ ہنگامہ رہا پولیس کے سپاہیوں میں سے بھی بعض کا رویہ اچھا تھا اور بعض کا خراب۔ مَیں اور میاں ناصر احمد اور مرزا عزیز احمد صاحب اور بعض دوسرے بچے اس وقت مصلحتاً حضرت اماں جان کے مکان میں رہے اور پولیس اور ملٹری ادھر ادھر جاتے ہمیں دیکھتی رہی مگر اس طرف نہیں آئی چونکہ بعد میں حضور کا لائسنس پہنچ گیا تھا اس لئے مرزا عبدالحق صاحب کے ہاتھ یہ لائسنس اور میاں محمد احمد صاحب والا لائسنس پولیس اسٹیشن میں بھجوا دیئے گئے تاکہ مقابلہ کر کے تسلی کر لیں۔ صاحبزادہ عبدالحمید والا لائسنس پہلے سے دے دیا گیا تھا مگر ابھی تک کوئی ہتھیار واپس نہیں ملا۔ اور آئندہ کا علم نہیں۔ یہ ہتھیار ملٹری کیمپ میں ہیں۔

کچھ عرصہ بعد ایک ذریعہ سے جو بظاہر پختہ تھا اطلاع ملی کہ میری گرفتاری کے احکام جاری ہو چکے ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ الزام کیا رکھا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شاید صاحبزادہ عبدالحمید کے ریوالور کے تعلق میں کوئی بات ہو یا SAFETY ORDINANCE کے ماتحت کوئی حکم ہو یا کوئی اور بات بنا لی گئی ہو اور ساتھ ہی اطلاع ملی کہ بٹالہ کا D.S.P ایک گارد کے ساتھ قادیان پہنچ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی مقامی پولیس نے کہلا بھیجا کہ D.S.P چار بجے قادیان پہنچ رہے ہیں۔ جماعت کے نمائندے پولیس اسٹیشن میں آ کر ملیں۔ چنانچہ مرزا عبدالحق صاحب، راجہ علی محمد صاحب، سید محمود اللہ شاہ صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ اور ملک غلام فرید صاحب پولیس اسٹیشن میں کافی عرصہ انتظار کرتے رہے اور اس عرصہ میں بٹالہ سے پولیس کی ایک موٹر بھی آئی مگر وہ سیدھی ملٹری کیمپ میں چلی گئی۔ معلوم نہیں اس میں کون تھا۔ البتہ اس میں کچھ ایڈیشنل پولیس تھی۔ اس کے بعد اب تک کوئی مزید کارروائی نہیں ہوئی۔ گو مَیں نے مرزا عزیز احمد صاحب کو امارت کا چارج سمجھا دیا تھا اور بچوں کی تسلی کے لئے بھی انہیں نصیحت کی گئی اور جو دوست موجود تھے یا یہ خبر سُن کر آ گئے انہیں تسلی دی گئی اور ان کی ہمدردی کی گئی۔ دوستوں پر اس خبر کا بہت بھاری اثر تھا اور سب نے استقلال اور رضا بقضا کا ثبوت دیا اور تضرع کے ساتھ دعا کی۔ رات

کے ۱/۲ ۱۰ بجے میں کرفیو لگا ہوا ہے مگر بعض دوست آج میرے مکان پر ہی ٹھیر گئے ہیں۔ تا اگر رات کو کوئی واقعہ ہو تو دُعا کے ساتھ رخصت کر سکیں۔ باقی میں خدا کے فضل سے خدا کی رضا میں راضی ہوں اور حضور سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر یہی خُدا کی مرضی ہے تو مجھے اس امتحان میں ثابت قدمی اور سرخروئی کے ساتھ گذرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ شام کو چودھری عبدالباری صاحب نائب ناظر بیت المال کو گرفتار کر لیا گیا ہے[۵۵] جو اپنی موٹر لے کر کنوائے کے ساتھ باہر جانا چاہتے تھے۔ الزام کا یقینی طور پر علم نہیں ہو سکا۔ لیکن سُنا ہے کہ موٹر کا لائسنس اور PERMIT نہیں تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کے ساتھ ۱۵-۲۰ ہزار روپیہ کا زیور بھی تھا جس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مگر یہ خبر ابھی تک مصدقہ نہیں ہے۔ مَیں حضور کی خدمت میں یہ لکھنا بھول گیا کہ چار دن ہوئے سیّد محبوب عالم صاحب بہاری برادر اکبر سید محمود عالم صاحب صبح کی نماز کے بعد اپنے گھر سے سیر کے لئے نکلے تھے اور ابھی تک باوجود تلاش کے لاپتہ ہیں۔ یہ جمعہ کے دن صبح کی بات ہے۔ غالب گمان ہے کہ وہ سکھوں کے ہاتھ سے قتل ہو چکے ہیں۔

عزیز داؤد احمد دو ٹرک لے کر آیا ہوا ہے اور صبح واپس جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ اگر مَیں آج رات گرفتاری سے محفوظ رہا تو داؤد کے ساتھ میاں ناصر احمد صاحب اور بعض دوسرے بچوّں کو جن کا باہر جانے کا قرعہ نکلا ہوا ہے لاہور بھجوا دیا جائے گا۔ دوستوں کا اب یہی مشورہ ہے اور بہرحال جب حضور کی سکیم پر عمل کرنا ہے تو پھر قرعوں کا بھی نتیجہ یہی ہے۔

دوسرے بچوّں کے قرعہ کے نتیجہ میں مَیں نے عارضی طور پر کچھ تبدیلی کی ہے۔ قرعہ میں رہنے والے یہاں پر نکلے تھے۔ عزیز ظفر احمد، عزیز مجید احمد، عزیز حفیظ احمد، عزیز طاہر احمد

---

۵۵ چودھری صاحب ۲۱ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کو گورداسپور جیل سے رہا ہو کر ۲۳ اخاء کی شام کو سیالکوٹ پہنچے اور ۲۴ اخاء/اکتوبر کو لاہور آئے۔ آپ اپنے ساتھ گورداسپور جیل سے حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور چودھری شریف احمد صاحب باجوہ کے خطوط جو سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کے نام تھے اپنے ہمراہ لائے جن سے ان کے کوائف کا علم ہوا۔

عزیز انور احمد، عزیز مسعود احمد اور عزیز محمد احمد خاں۔ میں نے اس میں حضور کے ارشاد کی وجہ سے محمد احمد کی تبدیلی کے علاوہ دوستوں اور بچوں کے مشورہ سے مندرجہ ذیل تبدیلی سمجھوتہ کے ساتھ کر دی ہے اور اب یہاں کم از کم عارضی طور پر ذیل کے بچے یہاں ٹھہریں گے۔

عزیز مبارک احمد، عزیز منور احمد، عزیز ظفر احمد، عزیز مجید احمد، عزیز میر داؤد احمد، گو فی الحال عزیز اظہر احمد اور طاہر احمد کو بھجوا رہا ہوں یا حضور کے ارشاد کے ماتحت محمد احمد کو۔ باقی انشاء اللہ آہستہ آہستہ تکمیل سکیم کے لئے روانہ کئے جائیں گے۔

بالآخر دعا کے لئے عرض ہے۔ یہ خط ساڑھے گیارہ بجے شب تحریر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ یہاں کا اور وہاں کا حافظ و ناصر ہو۔ والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا بشیر احمد

۹/۴۷ ۲۲ ؎۱

روزنامچہ قادیان

از یکم تبوک/ستمبر تا ۱۶ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مندرجہ بالا خطوط کے بعد اب آپ کا مرتبہ روزنامچہ قادیان درج ذیل کیا جاتا ہے:-

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ مسلمان گاؤں سٹھیالی پر جہاں خود حفاظتی کے خیال سے علاقہ کے اور کئی مسلمان دیہات بھی جمع تھے سکھوں کے حملہ کا آغاز ہوا جس میں جمعدار محمد اشرف احمدی شہید ہوئے۔ ؎۲

؎۱ مکتوب کی عبارت جناب ملک صلاح الدین صاحب کی نوٹ شدہ معلوم ہوتی ہے اور تحریر حضرت میاں صاحبؓ کے قلم سے ہے۔

؎۲ جمعدار صاحب مرحوم احمدیہ کمپنی ۱۵/۸ پنجاب رجمنٹ سے جنوری ۱۹۴۷ء میں فارغ ہوئے اور قادیان تشریف لے آئے تھے۔ ۲۵ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ نے حفاظت سلسلہ کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ ۲۶ اگست کو جناب شیر ولی صاحب کے حکم سے صوبیدار عبد المنان صاحب دہلوی، عبد السلام صاحب سیالکوٹی، حوالدار میجر محمد یوسف صاحب گجراتی، محمد اقبال صاحب عبد القادر صاحب کھارے والے، غلام رسول صاحب سیالکوٹی، فضل احمد صاحب اور عبد الغفار صاحب کے ہمراہ سٹھیالی روانہ کئے گئے جہاں سکھوں نے رائفل، سٹین گن، برین گن اور گرنیڈ ۳۶ کا بے دریغ استعمال کیا۔ جمعدار محمد اشرف صاحب اور صوبیدار عبد المنان صاحب دہلوی اور محمود احمد صاحب عارف تینوں بڑی بہادری دلیری اور جرأت سے دفاع کر رہے تھے کہ یکایک برین گن کا ایک برسٹ جمعدار محمد اشرف صاحب کے سر پر لگا اور آپ اپنے مولائے حقیقی کے حضور پہنچ گئے۔ اس معرکہ میں صوبیدار عبد المنان صاحب زخمی ہوئے اور آپ کے سینے اور منہ پر گولیاں لگیں۔ اسی طرح فضل احمد صاحب کے گھٹنے میں سٹین گن کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۴؍ستمبر ۱۹۴۷ء ۔ قادیان کے مشرقی جانب مواضعات بگول اور خوشحال پور وغیرہ کے سات احمدی نہر کے پُل پر کاہنوان کی پولیس نے گولی مار کر شہید کر دیئے ۔

۶؍ستمبر ۱۹۴۷ء ۔ قادیان کے جنوبی جانب مراد پورہ گاؤں کا ایک احمدی سکھوں نے شہید کر دیا اور بعض دوسرے احمدیوں کے اموال لُوٹ لئے ۔

۷؍ستمبر ۱۹۴۷ء ۔ بٹالہ میں قادیان کے تین احمدی نوجوان جو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو ایک چٹھی پہنچانے کے لئے جا رہے تھے خاکی لباس پہننے کی وجہ سے گرفتار کر لئے گئے اور ان کے موٹر سائیکل چھین لئے گئے[1]

۹؍ستمبر ۱۹۴۷ء ۔ قادیان کے گرد و نواح میں جیپ گاڑیوں کی نقل و حرکت ممنوع قرار دے دی گئی ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) گولی پیوست ہو گئی جو قادیان میں ڈاکٹر میجر شاہ نواز خانصاحب نے اپریشن کر کے نکالی ۔

یہاں ضمناً یہ بتانا بھی مناسب ہوگا کہ ان ایام میں چونکہ روز بروز گرد و نواح سے آنے والے زخمی مسلمانوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہو رہا تھا اس لئے حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی اپیل پر تمام احمدی ڈاکٹروں نے اپنی خدمات زخمیوں کی امداد کے لئے رضا کارانہ طور پر پیش کر دی تھیں حضرت میاں صاحب رضؓ نے اپنی اپیل میں فرمایا :-

"احمدی ڈاکٹروں کا فرض صرف اس حد تک محدود نہیں ہے کہ زخمیوں کو امداد پہنچائیں بلکہ ہر جہت سے اُن کے آرام کا خیال رکھنا اور انہیں بروقت خوراک وغیرہ مہیا کرنا اور اُن میں اچھی رُوح کو قائم رکھنا اور اُن کے ساتھ ہر رنگ میں ہمدردی کے ساتھ پیش آنا بھی ڈاکٹروں کے فرض میں شامل ہے"

نیز انہیں یقین دلایا کہ

"اگر انہیں خرچ کا خیال ہو تو میں اس بات کی ذمہ واری لیتا ہوں کہ انشاء اللہ سلسلہ کی طرف سے تمام ضروری اور معقول خرچ برداشت کیا جائے گا "

لہ حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے ان میں سے دو احمدی جوانوں کا ذکر اپنی سالانہ رپورٹ ۱۳۲۶-۲۷ ہش (۴۸-۱۹۴۷ء) میں بھی کیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ

"ضلع کے حکام کو بار بار لکھا گیا ۔ میں خود خطرناک حالات میں اس غرض سے دو بار گورداسپور گیا اور پھر موٹر سائیکل پر مستری احمد علی صاحب اور عبدالکریم صاحب پسر بابا نظام الدین کو اپنی ضروری چٹھیوں کے ساتھ گورداسپور ڈی ۔ سی اور ڈسٹرکٹ بریگیڈیر کے پاس بھیجا ۔ یہ دونو نوجوان گرفتار کر لئے گئے اور انہیں جیل میں ٹھونسا گیا " (رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۱۳۲۶-۲۷ ہش (۴۸-۱۹۴۷ء) صفحہ ۴۲)

تیسرے احمدی جوان کے ساتھ قید ہوئے محمد یحییٰ صاحب سرساوی تھے ۔ یہ تینوں پہلے بٹالہ اور پھر گورداسپور میں قریباً ایک ماہ تک جیل میں رکھے گئے آخر ایک با ہمہ بود لگ جیل کی سختیاں جھیلنے کے بعد گورداسپور سے رہا ہو کر بٹالہ لائے گئے جہاں سے ایک مسلمان قافلہ کے ساتھ پاکستان پہنچے مستری احمد علی صاحب کا بیان ہے کہ میں گورداسپور جیل سے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے بعض ضروری کاغذات بھی لایا تھا جو میں نے رتن باغ پہنچتے ہی حضرت مصلح موعود کی خدمت میں بھجوا دیئے ۔ ادھر یہ کاغذات پہنچے اُدھر حضور بنفسِ نفیس سیڑھیوں میں تشریف لے آئے اور آتے ہی فرطِ محبت سے بغلگیر ہو گئے اور دیر تک مجھے اپنے سینہ سے لگائے رکھا اور حالات دریافت فرمانے کے بعد متعلقہ کارکنوں کو ارشاد فرمایا کہ ان کے کھانے پینے اور علاج معالجہ کا انتظام کیا جائے چنانچہ حضور کے اس فرمان مبارک کی پوری تعمیل کی گئی ۔

چونکہ ہمارے پاس زیادہ تر جیپ گاڑیاں ہی تھیں اس لئے قادیان کے احمدیوں کی نقل و حرکت بالکل بند ہوگئی۔

۱۱-۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ ماحول قادیان کے بہت سے دیہات خالی ہو کر قادیان پہنچ گئے جس سے بالآخر قادیان میں پناہ گزینوں کی تعداد ۵۰ ہزار تک جا پہنچی اور قادیان کا ہر مکان اور ہر باغ ہر میدان اور ہر راستہ عملاً پناہ گزینوں کا کیمپ[1] بن گیا۔

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ قادیان میں متعینہ[2] فوج نے باہر جانے والے پناہ گزینوں کی تلاشی شروع کر دی اور جلد بعد اس تلاشی کے دوران میں لائسنس والے اسلحہ کو بھی چھیننا شروع کر دیا۔[3]

۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے، ایم ایل اے ناظر مقامی تبلیغ کو بے بنیاد الزام پر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا۔[4]

۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ کو بے بنیاد الزام پر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا۔[5]

---

[1] مندرجہ ذیل مقامات خاص طور پر مسلم پناہ گزینوں کی رہائش گاہ بنے ہوئے تھے۔ نصرت گرلز ہائی سکول، تعلیم الاسلام ہائی سکول، تعلیم الاسلام پرائمری سکول، دارالانوار کے بعض مکانات، برآمدہ تعلیم الاسلام کالج۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مولانا ابوالعطاء صاحب کے ساتھ ان جگہوں کا دورہ بھی کیا۔

[2] حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ امیر مقامی نے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حضرت سیدنا المصلح الموعود کی خدمت میں لکھا کہ

"قادیان کی نئی ملٹری جو آج آئی ہے راجپوتوں کی ہے اور بلا استثناء سب کی سب ہندو ہے یعنی کیپٹن بھی اور ماتحت افسر بھی اور سپاہی بھی اور مزید یہ ہے کہ کیپٹن وہی ہے جو گورداسپور میں تھا اور سٹھیالی میں احمدیوں کے خلاف بہت کچھ کارروائیاں کرتا رہا ہے۔ ملٹری کی درجہ بدرجہ تبدیلی میں مجھے ایک سوچی ہوئی تدبیر کا پہلو نظر آتا ہے۔ سب سے پہلی ملٹری کا افسر بھی مسلمان تھا اور سپاہی بھی۔ دوسری ملٹری کا افسر غیر مسلم تھا۔ مگر سپاہی سب کے سب مسلمان تھے۔ تیسری ملٹری کا افسر غیر مسلم اور سپاہی قریباً نصف مسلمان تھے اور نصف غیر مسلم۔ اور اب جو ملٹری آئی ہے اس کا افسر بھی غیر مسلم ہے اور سب کے سب سپاہی بھی۔ غالباً پولیس نے حکام میں خلاف رپورٹیں کر کے یہ صورت حال پیدا کی ہے۔"

[3] اس تاریخ کو جمعہ تھا مگر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حالات کی نزاکت کے مدنظر ہدایت فرمائی کہ جمعہ ہر محلہ کی مسجد میں ہوگا۔ مسجد اقصیٰ میں مولانا شمس صاحب نے جمعہ پڑھایا۔

[4] چودھری صاحب کو سری گوبند پور کی پولیس نے قادیان میں آکر گرفتار کیا اور الزام یہ رکھا کہ آپ نے موضع ڈھیسی میں سابق ملٹری کی معیت میں کسی سکھ کو گولی کا نشانہ بنایا ہے حالانکہ یہ محض ایک بے بنیاد بات تھی۔

[5] حضرت شاہ صاحب نے اپنی کتاب "حیات الآخرۃ" میں اپنے زمانہ اسیری کے بعض نہایت روح پرور واقعات لکھے ہیں۔

۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ محلہ اسلام آباد متصل آریہ سکول قادیان پر سکھوں نے حملہ کیا اور محمد شریف احمدی کو شہید کر دیا۔

۱۷ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ مقامی امیر نے صحابہ کی جماعت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر جا کر اجتماعی دعا کی کہ اے خدا تو جماعت کے مقدس مرکز کو دشمنوں کے حملہ سے محفوظ رکھ اور اگر تیرے ازلی علم میں یہ حملہ کسی وجہ سے مقدر ہے تو ہمیں صبر و رضاء کے مقام پر قائم رکھ۔[۱]

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ عزیزم مکرم میاں شریف احمد صاحب کو ان کی علالت کی وجہ سے موٹر کنوائے میں لاہور بھجوا دیا گیا۔

۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ محلہ دار السعتہ قادیان پر پولیس کی امداد سے سکھ جتھوں نے حملہ کیا اور اسے زبردستی خالی کرا لیا گیا۔[۲]

بہشتی مقبرہ کے ملحقہ گاؤں ننگل باغباناں کو سکھوں نے خالی کرا لیا۔

---

[۱] قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک بار اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔
"میں جب ایک دن قادیان میں صحابہ اور دوسرے بزرگان کی ایک جماعت کو لے کر بہشتی مقبرہ میں دعا کے لئے گیا تو حضرت مسیح موعودؑ کے مزار کو دیکھ کر میرے منہ سے بے اختیار یہ مصرعہ نکلا کہ

مع اے سیّد الوریٰ مددے! وقتِ نصرت است

اس شعر کے دوسرے مصرعہ (در بوستاں سرائے تو کس باغباں نہ ماند) کے پڑھنے کی مجھے ہمت نہیں ہوئی اور میں نے دل میں کہا کہ جب دشمن اپنی مادّی طاقت کے مظاہرہ سے ہمیں ختم کرے گا تو پھر اس وقت قادیان سے باہر کے دوست اسے پڑھنے کا حق رکھیں گے"
(الفضل ۵ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم ۳-۴)

[۲] ۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو سیّد محبوب عالم صاحب بہاری قادیان میں شہید کئے گئے۔ سیّد صاحب جو ایک نیک اور بے نفس بزرگ تھے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کی صبح کی نماز کے بعد ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سیر کے لئے گئے۔ لیکن ڈی۔اے۔وی سکول قادیان کے قریب موضع رام پور کے مقابل پر کسی نے انہیں گولی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ شروع میں تو ان کی شہادت مشکوک رہی اور انہیں لاپتہ تصور کیا جاتا رہا۔ لیکن اس واقعہ کے تین دن بعد ایک مسلمان دیہاتی نے جو پناہ گزین کے طور پر باہر سے آیا تھا سیّد صاحب کے داماد سیّد صادق حسن صاحب کو بتایا۔ میں نے اس اس حلیہ کی ایک مسلمان نعش جس کے گلے میں نیلا کرتہ تھا ریلوے لائن کے قریب دیکھی ہے۔ چونکہ سیّد صاحب مرحوم اسی طرف سیر کو گئے تھے اور یہ حلیہ بھی اُن سے ملتا تھا۔ اس لئے اس رپورٹ میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔"
(الفضل ۱۰ تبلیغ/فروری ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳ کالم ۴)

۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ موضع قادر آباد مشمولہ قادیان پر سکھ جتھوں نے حملہ کیا اور پولیس کی امداد سے خالی کرا لیا۔

قادیان میں متعینہ ہندو ملٹری نے ان ٹرکوں کی سواریوں میں دخل اندازی شروع کر دی جو پاکستان حکومت کی طرف سے قادیان بھجوائے جاتے تھے جس کے نتیجہ میں کئی کنوائے جزواً اور ایک کنوائے کلیتہً ہمارے ہاتھ سے چھین لیا گیا۔

۲۱ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ چوہدری عبد الباری صاحب بی۔اے نائب ناظر بیت المال کو بے بنیاد الزام پر سیفٹی آرڈیننس کے ماتحت قادیان سے لاہور آتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا اور ان کی پرائیویٹ موٹر کار معہ قیمتی سامان کے ضبط کر لی گئی۔

قادیان میں بلا کسی جائز وجہ کے کرفیو[۱] لگا دیا گیا جو شروع میں ۷ بجے شام سے لے کر ۶ بجے صبح تک رہتا تھا مگر بعد میں وسیع کر دیا گیا اور پھر تو یہ حال تھا کہ پولیس جب چاہتی تھی کسی مصلحت سے دن کے اوقات میں بھی کرفیو لگا دیتی تھی مگر ہندو سکھ عملاً آزاد ہوتے تھے۔[۲]

۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ پولیس اور ملٹری نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مکانات اور دفتر اور خاکسار مرزا بشیر احمد کے مکان کی تلاشی لی اور یہ تلاشی صبح ۶ بجے سے لے کر دن کے گیارہ بجے تک جاری رہی اور ہمارے مکانات کے تمام حصوں اور ملحقہ رستوں میں مسلح پولیس اور ملٹری کا پہرہ لگا دیا گیا۔ تلاشی میں ٹرنکوں، پیٹیوں اور الماریوں وغیرہ کے قفل توڑ توڑ کر ہر چیز کو غور سے دیکھا گیا اور بعض کمروں کے فرشوں کو اُکھیڑ اُکھیڑ کر بھی تسلی کی گئی کہ وہاں کوئی قابلِ اعتراض چیز تو دبائی ہوئی نہیں۔ پولیس اور ملٹری جیسا کہ قاعدہ ہے اپنی تلاشی دینے کے بغیر اور زنانہ مکانوں میں پردہ کرانے کے بغیر جس حصہ میں چاہتی تھی گھس جاتی تھی۔ مگر کوئی قابلِ اعتراض چیز برآمد نہیں کر سکی۔ البتہ لائسنس والا ہتھیار جو بھی نظر آیا اُسے اُٹھا کر لے گئی۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی ایک شارٹ گن، خان محمد احمد خان کی

---

[۱] کرفیو کا نفاذ دراصل قادیان پر براہ راست تشدد کا آغاز تھا جس کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کو صبح اور مغرب و عشاء کی نمازیں مسجدوں میں ادا کرنے کی عملاً ممانعت کر دی گئی۔

[۲] "الفضل" (لاہور) ۱۷ صلح/جنوری ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

ایک بائیس[۲۲] بور رائفل اور عزیز مرزا حمید احمد کا ایک پستول لائسنس دکھانے کے باوجود ابھی تک واپس نہیں کیا گیا۔

۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے حکم کے ماتحت خاکسار مرزا بشیر احمد عزیز میجر داؤد احمد کی اسکورٹ میں قادیان سے روانہ ہو کر لاہور آگیا۔[۱] میرے پیچھے حضرت صاحب کے ارشاد کے ماتحت مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔اے مقامی امیر مقرر ہوئے۔

۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ عزیز مرزا ناصر احمد سلمہ ایم۔اے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان اور حضرت امیر المومنین ایدہٗ کے بڑے صاحبزادے کے مکان "النصرۃ" واقعہ دار الانوار قادیان کی تلاشی لی گئی مگر کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔

۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ پولیس نے محلہ دار الشکر قادیان کے متعدد مکانات کی تلاشی لی اور گو کوئی قابلِ اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی مگر ہزاروں روپے کے زیورات اور نقدی اور دیگر اشیاء

---

[۱] حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی قبل ازیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو بغرض مشورہ آنے کا ارشاد فرما چکے تھے جس پر حضرت قمر الانبیاء نے حضور کی خدمت میں لکھا تھا:۔

"مجھے تو حضور نے جب سے قادیان سے جاتے ہوئے امیر مقرر فرمایا تھا میں نے اس وقت سے سمجھ لیا تھا اور دل میں عہد کر لیا تھا کہ اب یہ زندگی اور موت کی بازی ہے۔ انشاء اللہ اسے خدا کی توفیق کے ساتھ نباہنے کی کوشش کروں گا اس لئے میں تو صرف اس وقت باہر جاؤں گا جبکہ حضور کا معیّن حکم ہوگا مگر میرا خیال ہے کہ میاں ناصر احمد کو جلد باہر بھجوا دیا جائے کیونکہ ان کے متعلق قانونی پیچیدگی کا زیادہ اندیشہ ہے"

سیدنا المصلح الموعود کی طرف سے ۲۰ تبوک ستمبر کو ہدایت پہنچی کہ مسجد مبارک کا قرعہ فوراً ڈال لیا جائے اور اگر مرزا بشیر احمد صاحب کا نام اس قرعہ میں نکل آئے تو انہیں فوراً بھجوا دیا جائے۔ اس پر جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں۔ آپ کے دل پر بھاری بوجھ پڑ گیا کہ میں کام کی تکمیل سے قبل میدانِ عمل سے باہر جا رہا ہوں (الفضل ۵ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء صفحہ ۴)

اسی پریشانی کے عالم میں آپ نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ

"حضور کا ارشاد بہرحال قابلِ تسلیم ہے مگر میں اس وقت عجیب دبدہ میں ہوں کیونکہ ایک طرف تو حضور والی تفصیلی سکیم صدر صاحبان کو بتلا تو دی گئی ہے اور بعض دوسرے اصحاب کے علم میں بھی آگئی ہے مگر حسب ہدایت ابھی مساجد میں اعلان نہیں ہوا۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ عام اعلان کے ہونے اور لوگوں کے اس سکیم کو جذب کر لینے سے قبل میرا یہاں سے جانا گھبراہٹ کا باعث نہ ہو۔ . . . مگر بہرحال حضور کا ارشاد مقدم ہے اور میں نے شمس صاحب اور مولوی ابو العطاء صاحب اور میاں ناصر احمد صاحب کی ایک کمیٹی بنا دی ہے کہ وہ اس معاملہ میں رائے دیں"۔ مگر یہ کمیٹی بھی غور و فکر کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچی کہ حضرت میاں صاحب کا پاکستان جانا سلسلہ کے مفاد و مصالح کے مطابق ضروری ہے۔ تب آپ میجر مرزا داؤد احمد صاحب کے اسکورٹ کے ذریعہ پاکستان تشریف لائے۔

مضافات قادیان کے نہتے اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر شرمناک مظالم

(ستمبر ۱۹۴۷ء)

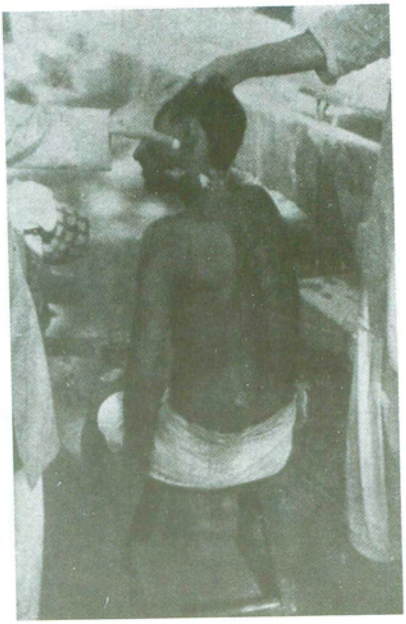

۲۷ تبوک۔ستمبر ۱۳۲۶ ھش/۱۹۴۷ء

کو

قادیان

میں

مویشیوں

کی

وسیع

پیمانے

پر

لوٹ

اُٹھا کر لے گئی اور پناہ گزینوں کی پانچ لڑکیاں بھی پکڑ کر ساتھ لے گئی جنہیں بعد میں واپس کر دیا گیا۔

۲۵؍ستمبر ۱۹۴۷ء۔ چار مسلمان پناہ گزینوں کو جو مکان آشیانہ مبارک محلہ دارالانوار میں پناہ لے کر بیٹھے ہوئے تھے پولیس نے گولی کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا اور ان کی عورتوں کو پکڑ کر لے گئی۔ اس کے علاوہ دو مزید آدمی لاپتہ ہو گئے اور بعض زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ ۲۵ اور ۲۶؍ستمبر کی درمیانی شب کو ہوا۔

۲۷؍ستمبر ۱۹۴۷ء۔ قادیان میں ٹھہرے ہوئے پناہ گزینوں کے علاوہ مقامی احمدیوں کے قریباً پانچ ہزار مویشی (مالیتی قریباً ۲۰ لاکھ روپیہ) پولیس کی امداد کے ساتھ سکھوں نے لُوٹ لئے اور ان کے گڈے اور چھکڑے بھی لے گئے۔ جس کی وجہ سے وہ آئندہ چلنے والے پیدل قافلہ میں اپنا سامان ساتھ رکھنے کے ناقابل ہو گئے۔ پناہ گزینوں کے علاوہ مقامی احمدیوں کے متعدد مویشی بھی سکھ حملہ آور لُوٹ کر لے گئے۔

۲۸؍ستمبر ۱۹۴۷ء تا یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی بیت الظفر[1] واقع محلہ دارالانوار قادیان کا تمام سامان (سوائے کچھ معمولی فرنیچر کے) ملٹری نے لُوٹ لیا اور یہ لُوٹ برابر پانچ دن تک جاری رہی۔ ملٹری کے ٹرک رات کو آتے تھے اور کوٹھی کا سامان سمیٹ سمیٹ کر لے جاتے تھے۔ کوٹھی کے مویشی بھی لُوٹ لئے گئے۔

۲۹؍ستمبر ۱۹۴۷ء۔ مولوی احمد خاں صاحب نسیم مولوی فاضل انچارج مقامی تبلیغ اور مولوی عبدالعزیز صاحب (بھامڑی) مولوی فاضل انچارج شعبہ خبر رسانی جماعت احمدیہ کو پولیس نے دفعہ ۳۹۶ و ۳۹۷ تعزیرات ہند کے ماتحت گرفتار کر لیا۔ اور معلوم ہوا ہے کہ انہیں پولیس کی حراست میں سخت تکلیف دی جاتی رہی ہے۔[2]

---

[1] یہ وہ دن تھے جب کہ چودھری صاحب موصوف قائداعظم محمد علی جناح کے ارشاد کے مطابق یو۔ این۔ او میں شامل ہونے والے پہلے پاکستانی وفد کی قیادت فرما رہے تھے اور آپ کی کوٹھی (بیت الظفر) میں بھامڑی کے مسلمان پناہ گزین تھے۔

[2] حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نظارت امور عامہ کی سالانہ رپورٹ (۱۳۲۶-۲۷ ہش / ۱۹۴۷-۴۸ء) میں "شعبہ کار خاص" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:-

"مولوی عبدالعزیز صاحب کو گذشتہ فسادات کے ایام میں پولیس نے بلاوجہ محض اس شعبہ کا انچارج ہونے کی وجہ سے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور ہنگامی اور انقلابی حالات کے ماتحت مولوی احمد خاں نسیم فاضل مبلغ (برما) . . . . کو بھی مولوی عبدالعزیز صاحب کے ساتھ اس ڈیوٹی پر کام کرنا پڑا۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محلہ دارالانوار قادیان کے متعدد مکانوں کو لُوٹا گیا۔ ان مکانوں میں کرنل ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر جنرل میڈیکل سروس پاکستان اور خان بہادر چودھری ابوالہاشم خاں ایم۔اے ریٹائرڈ انسپکٹر آف سکولز اور مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے سابق امام مسجد لنڈن کے مکانات بھی شامل تھے۔

۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ پولیس نے مقامی خاکروبوں کو حکم دے دیا کہ مسلمانوں کے گھروں میں صفائی کے لئے نہ جائیں جس کی وجہ سے احمدیوں کے گھر نجاست سے اٹ گئے اور احمدیوں کو خود اپنے ہاتھ سے صفائی کا کام کرنا پڑا۔

یکم اکتوبر تا چھ اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ بٹالہ کی ملٹری نے پاکستان کی حکومت کے بھجوائے ہوئے ٹرکوں کو یہ بہانہ رکھ کر قادیان جانے سے روک دیا کہ قادیان کی سڑک زیر مرمت ہے۔ اور جب ہمارے ٹرک بٹالہ میں رکے تو اس پر سکھ جتھوں اور غیر مسلم ملٹری نے مل کر فائر کئے جس کے نتیجہ میں کئی آدمی زخمی ہوئے اور بعض لاپتہ ہیں اور ٹرک بھی جلا دیا گیا۔ اس کنوائے میں میرا لڑکا مرزا منیر احمد بھی شامل تھا جو بٹالہ میں دو دن تک قیامت کا نمونہ دیکھنے کے بعد لاہور واپس پہنچا۔[1] رستہ کے زیر تعمیر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مولوی عبدالعزیز صاحب اور مولوی احمد خاں صاحب نسیم دونوں گرفتار ہوئے۔ ان کا منہ کالا کر کے دھاریوال کے بازاروں میں پھرایا اور لوگوں سے پٹوایا گیا۔ بقول مولوی احمد خاں صاحب کم از کم ایک ایک ہزار جوتا انہیں مارا گیا۔ ان سے پوچھا جاتا تھا کہ بتلاؤ ...... (D یا MPS) ذخائر اسلحہ کہاں کہاں ہیں؟ اس طرح تین ہفتہ تک انہیں بلائے تعذیب میں مبتلا رکھا گیا اور جب انہیں جیل میں لایا گیا اور مجھے دیکھنے کا موقعہ ملا تو نہایت ہی قابل رحم حالت میں پایا گیا۔ ان دونوں نے صبر و تحمل کا قابل رشک نمونہ دکھایا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء ہماری **آنے والی نسلوں کے لئے ان کا نمونہ صبر و تحمل بطور نیک یاد کے انشاء اللہ قائم رہے گا۔"**

[1] اخبار "الفضل" نے سکرٹری انصار المسلمین کے حوالہ سے اس کنوائے کی حسب ذیل خبر شائع کی:۔

"جمعرات کو ایک کنوائے قادیان کے مسلم پناہ گزینوں کو نکالنے کے لئے روانہ ہوا۔ یہ کنوائے ۳۳ ٹرکوں پر مشتمل تھا۔ دس فوجی ٹرک فوجیوں کے بال بچوں کو نکالنے کے لئے، ۵ فوجی ٹرک ۸، سول ٹرک عام مسلم پناہ گزینوں کو نکالنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یہ سب ٹرک مغربی پنجاب کے غیر مسلم پناہ گزینوں کو لے کر گئے تھے۔ جب یہ کنوائے بٹالہ پہنچا تو اُسے روک لیا گیا اور سول ٹرک پناہ گزینوں کے کیمپ میں بھیج دیئے گئے۔ چند ایک ٹرکوں نے قادیان جانے کے لئے اصرار کیا۔ انہیں کہا گیا کہ گورداسپور جا کر اجازت لے لو چنانچہ یہ ٹرک گورداسپور پہنچے لیکن حکام نے یہ کہہ کر قادیان جانے سے روک دیا کہ قادیان کی سڑک خراب ہے چنانچہ یہ ٹرک بٹالہ واپس آگئے اور وہاں سے مسلم پناہ گزینوں کو سوار کر لیا۔ ابھی یہ ٹرک کیمپ سے باہر نکلے ہی تھے کہ ان پر گولیوں کی بارش ہونی شروع ہوئی۔ بٹالہ پولیس اسٹیشن کے قریب پہنچنے پر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہونے کا عذر محض بہانہ تھا اور غرض یہ تھی کہ ان ایام میں بیرونی دُنیا سے قادیان کا تعلق بالکل کاٹ کر قادیان کے احمدیوں کو لُوٹا اور ختم کیا جا سکے چنانچہ جیسا کہ بعد کے واقعات بتائیں گے قادیان پر بڑا حملہ انہی تاریخوں میں ہوا۔

یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا مکان بیت الحمد واقع محلہ دارالانوار قادیان جس میں حضور کے بعض بچے رہائش رکھتے تھے ملٹری نے زبردستی خالی کرا کے اپنے قبضہ میں کر لیا۔

۲؍اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ پولیس نے احمدیوں کی آٹا پیسنے کی چکیاں عملاً بند کرا دیں جس کے نتیجہ میں قادیان کے محصور شدہ ہزاروں احمدیوں کو (جن میں بچے، عورتیں اور بوڑھے شامل تھے) کئی دن تک گندم کے دانے اُبال اُبال کر کھانے پڑے اور اس وجہ سے بیشمار لوگ پیچش کی مرض کا شکار ہو گئے۔

۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ تعلیم الاسلام ڈگری کالج قادیان اور فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قادیان کی عمارت اور سامان پر ملٹری نے جبراً قبضہ کر لیا اور احمدیوں کو زبردستی باہر نکال دیا۔

سکھ جتھوں نے پولیس کی امداد سے محلہ دارالراحت (یہ محلہ دارالرحمت نہیں ہے بلکہ قادیان کی پرانی آبادی کے ساتھ جنوب مغربی جانب دارالصحت کے قریب ایک اَور محلہ ہے) پر حملہ کیا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) معلوم ہوا کہ دشمنوں نے سڑک روک رکھی ہے اور باقاعدہ محاذ بنا رکھا ہے چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد سامنے سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونی شروع ہوئی۔ سات پناہ گزین جاں بحق اور متعدد مجروح ہوئے۔ اس جھتے سے بچ بچا کر جب یہ ٹرک واہگہ پہنچے تو مشرقی پنجاب کی متعینہ فوجی پکٹ نے انہیں کئی گھنٹے روکے رکھا۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ فوج نے اسکارٹ سے ہتھیار رکھوائے۔ کیمپ میں گولیاں تقریباً ایک گھنٹہ تک چلتی رہیں۔

ایک اور اطلاع کے مطابق ان ٹرکوں کے بعد ۱۸ اسول ٹرکوں نے بھی پناہ گزینوں کو سوار کر لیا تھا۔ لیکن ان پر گولیوں کی بے پناہ بارش کی گئی۔ دشمن کا حملہ اتنا شدید تھا کہ کسی پناہ گزین کے بچ کر نکلنے کی امید نہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اترسوں محکمہ شہر کے چار ٹرکوں کے بٹالہ میں روکے جانے پر مغربی پنجاب کی حکومت نے فوجی حکام کے سامنے جب یہ سوال اُٹھایا تو میجر جنرل چمنی نے جواب دیا تھا کہ کنوائے کے کمانڈر کو سرٹیفکیٹ کے لئے اصرار کرنا چاہیئے تھا۔ اس کا یہ مطالبہ جائز ہوتا اور آئندہ کسی ایسے کنوائے کو جس کے پاس سرٹیفکیٹ ہوگا نہیں روکا جائے گا۔ میجر جنرل چمنی نے اس بات کی بھی تردید کی تھی کہ قادیان کی سڑک خراب ہے چنانچہ جمعرات کو یہ کنوائے اسی اطمینان کی بناء پر روانہ ہوا تھا"

(روزنامہ "الفضل" ۵؍اخاء؍اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء صفحہ ۶)

حملہ آوروں کا ایک جتھہ محلہ مسجد فضل قادیان میں بھی گھس آیا اور لوٹ مچائی۔
موضع بھینی بانگر متصل محلہ دارالبرکات و دارالانوار قادیان پر سکھ جتھوں نے حملہ کیا۔ ہندو ملٹری موقعہ پر موجود تھی مگر ہوا میں فائر کرنے کے سوا اس نے حملہ کے روکنے میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور ۲-۳ اکتوبر کی درمیانی شب قریباً ساری رات گولیاں چلتی رہیں۔ بھینی کی کئی مسلمان عورتیں اغوا کر لی گئیں اور گاؤں خالی کرا لیا گیا۔" ؎۱

۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ ۲ اور ۳ اکتوبر کی درمیانی شب کو قادیان کی مسجد اقصیٰ (یعنی منارۃ المسیح والی جامع مسجد) میں بم پھینکا گیا جو ایک قریب کے ہندو مکان کی طرف سے آیا تھا۔ اس بم سے مؤذن مسجد کا لڑکا ؎۲ بُری طرح زخمی ہوا۔ اور دشمن نے ہمیں بتا دیا کہ ہم مسلمانوں کے جان، مال اور عزت ہی کے پیاسے نہیں بلکہ ان کی مقدس جگہوں کی بیحرمتی کے واسطے بھی تیار ہیں۔

۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ یہ دن قادیان کی تاریخ میں خصوصیت سے یادگار رہے گا کیونکہ اس دن دشمنوں کے مظالم اپنی انتہاء کو پہنچ گئے اور لوٹ مار اور قتل و غارت اور اغوا کے واقعات بھیانک ترین صورت میں ظاہر ہوئے۔ سب سے پہلے آٹھ اور نو بجے صبح کے درمیان قادیان کی غربی جانب سے محلہ مسجد فضل پر ہزارہا سکھوں نے پولیس کی معیت میں حملہ کیا اور قتل و غارت کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ کے عقب تک پہنچ گئے اور جو عورتیں مسجد کے پچھواڑے پناہ لینے کے لئے جمع تھیں ان میں سے کئی ایک کو اغوا کر لیا گیا۔ اور جب احمدی نوجوان عورتوں کی آہ و پکار سُن کر اُن کی طرف بڑھے تو دو نوجوانوں کو خود پولیس نے گولیاں چلا کر مسجد کی دیوار کے ساتھ شہید کر دیا۔ عین اس وقت اطلاع ملی کہ قادیان کے محلہ دارالفتوح اور محلہ دارالرحمت پر بھی ہزارہا سکھوں نے حملہ کر دیا ہے اور ساتھ ہی ان کے حملہ کو کامیاب بنانے کے لئے پولیس نے کرفیو کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ اس حملہ میں دو سَو کے قریب مسلمان (احمدی اور غیر احمدی، مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے) یا تو شہید ہو گئے اور یا لاپتہ ہو کر اب تک مفقود الخبر ہیں۔ شہید ہونے والوں میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک حرم محترم کے حقیقی ماموں مرزا احمد شفیع صاحب بی۔ اے

؎۱ روزنامہ "الفضل" ۷ / صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۴-۵

؎۲ (پروفیسر) ناصر احمد صاحب ابن سراج الدین صاحب مؤذن مسجد اقصیٰ مراد ہیں (مرتب)

بھی تھے۔[1] جو اپنے مکان کی ڈیوڑھی میں پولیس کے ہاتھوں گولی کا نشانہ بنے مگر ظالم دشمنوں نے شہید احمدیوں کی لاشیں تک نہیں لینے دیں تا کہ ان کی شناخت اور صحیح تعداد کو مخفی رکھا جا سکے اس دن حملہ آوروں نے لاکھوں روپے کا سامان احمدیوں کے گھروں سے لوٹا۔ اس قسم کے نازک حالات میں بیرونی محلہ جات کے صدر صاحبان نے جماعت کی حفاظت (خصوصاً عورتوں اور بچوں کی حفاظت) کے خیال سے یہ ضروری سمجھا کہ قادیان کی احمدی آبادی کو بعض مخصوص جگہوں میں سمیٹ کر محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ ایک حصہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ میں جمع ہو گیا اور دوسرا دار المسیح اور مدرسہ احمدیہ اور اس کے ملحقہ مکانات میں بند ہو گیا۔ ہزارہا انسانوں کے تھوڑی سی جگہ میں محصور ہو جانے سے صفائی کی حالت نہایت درجہ ابتر ہو گئی اور بعض جگہ پر ایک ایک فٹ تک نجاست جمع ہو گئی جسے احمدی خدام نے خود خاکروبوں کی طرح کام کر کے گڑھوں میں بند کیا۔ دوسری طرف آٹے کی مشینوں کے بند ہونے کی وجہ سے جہاں اکثر حصہ آبادی کا گندم اُبال اُبال کر کھا رہا تھا وہاں بیماروں اور دودھ پلانے والی عورتوں اور چھوٹے بچوں کے واسطے آٹا مہیا کرنے کے لئے بہت

۱؎ جناب مرزا عزیز احمد صاحب (ابن مرزا عطاء اللہ صاحب) تحریر فرماتے ہیں کہ

"برادرم مرزا احمد شفیع صاحب حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ (محاسب صدر انجمن احمدیہ) مرحوم و مغفور کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ اگست ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی نہایت متین اور کم گو واقع ہوئے تھے۔ طبعاً بہت ذہین تھے اور اس کے علاوہ علم کا شوق بھی بہت تھا۔ علم ریاضی کے خاص طور پر ماہر تھے۔ ۱۹۳۱ء میں آپ نے اعلیٰ نمبروں سے میٹرک پاس کیا۔ چونکہ حساب کی طرف خاص رغبت تھی اس لئے ایف۔ اے اور بی۔ اے میں ڈبل میتھ لے کر اعلیٰ نمبروں سے ڈگری حاصل کی طبیعت حد درجہ سادہ تھی اس لئے بورڈنگ میں رہنے کے باوجود اور کالج کی زندگی گذارنے کے بعد بھی آپ نے وہاں کے ماحول کا کوئی اثر نہ لیا اور نہایت ہی سادگی سے یہ ایام گذارے۔

ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۱۹۳۷ء میں آپ ٹریننگ کالج لاہور میں S. A. V. کی ٹریننگ کے لئے داخل ہو گئے۔ جہاں آپ نے ایک سال میں ٹریننگ حاصل کر لی۔ اس وقت سے آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں بطور اُستاد کے اپنے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ سلسلہ کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ نماز باجماعت اور خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے رہے۔ ہر قسم کے چندوں اور خصوصاً تحریک جدید میں ہر سال اضافہ کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے فرائض کو نہایت احسن طور پر نبھاتے رہے اور آخر ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اپنے مرکز اپنے جان سے پیارے قادیان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی کی گود میں جا بیٹھے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر"

(الفضل ۱۳ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء صفحہ ۴)

سے معزز احمدی مردوں کو اپنے ہاتھ سے چکیاں چلانی پڑیں۔ یہ دن وہ تھے جبکہ دارالمسیح اور مدرسہ احمدیہ میں ٹھہرے ہوئے لوگ ان احمدیوں سے بالکل کٹے ہوئے تھے جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ میں محصور تھے کیونکہ درمیانی راستہ بالکل بند اور خطرناک طور پر مخدوش تھا۔ انہی ایام میں نواب محمد علی خاں صاحب مرحوم کی کوٹھی دارالسلام اور عزیزم مکرم میاں شریف احمد صاحب کی کوٹھی پر جبراً قبضہ کر لیا گیا۔

۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ قادیان میں جمع شدہ پناہ گزینوں میں سے چالیس ہزار انسانوں کا پہلا پیدل قافلہ قادیان سے علی الصبح روانہ ہوا۔ ہندو ملٹری ساتھ تھی لیکن ابھی یہ قافلہ قادیان کی حد سے نکلا ہی تھا کہ سکھ جتھوں نے حملہ کر دیا اور چھ میل کے اندر اندر کئی سَو مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ اور بہت سی عورتیں اغوا کر لی گئیں اور جو رہا سہا سامان مسلمانوں کے پاس تھا وہ لُوٹ لیا گیا۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ کئی دن بعد تک نہر کے ساتھ ساتھ میل ہا میل تک لاشوں کے نشان نظر آتے تھے۔[۱]

۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کرفیو اُٹھنے کے بعد جب بعض بیرونی محلوں میں رہنے والے احمدی اپنے مکانوں دیکھ بھال کے لئے باہر جانے لگے تو بڑے بازار کے اختتام پر جو ریتی چھلہ سے ملتا ہے، عین دن دہاڑے برسر بازار سات احمدیوں کو گولی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔ ان لوگوں میں میاں سلطان عالم بی اے معاون ناظر ضیافت بھی تھے۔[۲] اور جب بعض لوگ شہید ہونے والے احمدیوں

---

[۱] اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس روز قادیان سے لاہور کے فون کا کنکشن بحال کیا گیا جس کے ذریعہ قادیان اور اس قافلہ پر حملہ کی خبر پاکستان پہنچی اور پاکستان ریڈیو سے نشر کر دی گئی جس پر ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے حکم سے پاکستان سے فون کے رابطہ کی براہ راست لائن کاٹ دی گئی۔

[۲] مرحوم کے والد ماجد قریشی شیر عالم صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی لکھتے ہیں کہ

"عزیز سلطان عالم ۲۶ نومبر ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوا۔ . . . ۱۹۳۸ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے درجہ اوّل میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس عرصہ میں تحریک جدید بورڈنگ میں داخل رہا اور باقاعدہ تہجد خواں ہونے کی وجہ سے انعام حاصل کرتا رہا۔ زمیندارہ کالج گجرات سے اعلیٰ درجہ دوم میں ایف۔اے پاس کیا اور C.M.A کے مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہو کر ملازم ہو گیا۔ دوران ملازمت میں ہی منشی فاضل کا امتحان پاس کر کے بی اے پاس کر لیا۔ ۱۹۴۲ء میں وصیت کی۔ پھر حضور کے حکم کے ماتحت اپنی جائداد وقف کر دی۔ جون ۱۹۴۷ء میں مرحوم مہمانخانہ میں معاون ناظر ضیافت کے فرائض کی انجام دہی کے لئے تعینات کیا گیا۔ اپنی ۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کی چٹھی میں جو ۱۵ ستمبر کو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی لاشوں کو اُٹھانے کے لئے آگے بڑھے تو وہ بھی گولی کا نشانہ بنا دیئے گئے۔

۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ سٹار ہوزری قادیان کے مال کو لُوٹ لیا گیا جس میں بیش قیمت اُون اور لاتعداد جرابیں اور سویٹر اور کمبل وغیرہ شامل تھے اور یہ لُوٹ مار مقامی مجسٹریٹ کی آنکھوں کے سامنے ہوئی۔

۵؍اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ بیرونی پناہ گزینوں کا دوسرا پیدل قافلہ قادیان سے روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں قریباً دس ہزار مسلمان شامل تھے اور کچھ ۳؍اکتوبر والے حملہ میں قادیان میں شہید ہو چکے تھے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس قافلہ پر راستہ میں کیا گذری۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ میں محصور شدہ احمدیوں سے ہندو ملٹری نے جبراً بیگار لی اور ان کے سر پر کھڑے ہو کر پناہ گزینوں کے چھوڑے ہوئے سامانوں کو اکٹھا کروا کر مختلف مقامات پر پہنچانے کے لئے مجبور کیا۔ اس قسم کی بیگار کئی دن لی جاتی رہی۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت پر معہ اس کے سامان کے قبضہ کر لیا گیا۔

جماعت احمدیہ کا مردانہ اور زنانہ نور ہسپتال جبراً خالی کروا لیا گیا اور بیماروں اور زخمیوں کو بڑی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) گولی کیسی پہنچی۔ مرحوم نے لکھا "حضور کا حکم ہے کہ عورتوں اور بچوں کو بھیجدو اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ ہم تو حضور کے حکم کے مطابق خون کا آخری قطرہ بہانے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں۔" حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی ناظر ضیافت نے ان کی وفات پر اپنے تاثرات کا اظہار درج ذیل الفاظ میں فرمایا:۔ "قریشی صاحب مرحوم واقعی نہایت صالح مخلص نوجوان احمدی تھا۔ اپنی شب و روز محنت و سعی سے جو سلسلہ عالیہ کی خدمت میں اپنے فرائض ادا کرتے ہمیں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ رات کے دس دس بجے تک کام کرتے رہتے اور صبح تہجد کے لئے بھی جاگتے اور نماز فجر کے بعد فوراً جملہ انتظامی امور کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ دراصل ہر وقت فرائض مفوضہ کے ادا کرنے میں مستعد رہتے" (الفضل ۳ فتح ؍دسمبر ۱۳۲۶ ہش؍۱۹۴۷ء صفحہ ۶ کالم ۲)

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی رپورٹ ۲۷-۱۳۲۶ ہش ۴۸-۱۹۴۷ء میں لکھا ہے:۔

"وہ دن رات مہمان خانہ کے اندر رہتے اور مہمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں بہت دلچسپی لیتے تھے مگر افسوس کہ ۴؍اکتوبر کی صبح کو جبکہ وہ اپنے فرائض ادا کر کے کرفیو دو گھنٹے اُٹھ جانے کی وجہ سے باہر محلہ میں جانے کے لئے قصد کرتے ہوئے بھائی محمود احمد صاحب میڈیکل ہال کی دکان سے گذر رہے تھے کہ ایک ظالم سکھ سپاہی نے انہیں گولی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔" (صفحہ ۳۴)

چونکہ بھارت کی حکومت یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس کے ہاتھوں بہت کم نقصان ہوا ہے اس لئے مرحوم کو نور ہسپتال کے ایک گڑھے میں دبا دیا گیا جہاں اب کتبہ بھی نصب کر دیا گیا ہے۔ شہید نے بوڑھے والدین، جوان بیوہ (بنت ڈاکٹر عمر دین صاحب افریقی ساکن گجرات) اور دو بیٹے (خلیل احمد اور نعیم احمد) دو بھائی (پیر محمد عالم صاحب۔ پیر حمید عالم سجاد صاحب) اور تین بہنیں بطور یادگار چھوڑیں۔ خلیل احمد صاحب جو حادثہ شہادت کے وقت تین برس کے تھے اب گورنمنٹ مڈل سکول گولیکی میں جماعت ہشتم کے انچارج ہیں اور نعیم احمد صاحب جو ایک برس کی عمر میں یتیم رہ گئے تھے ان دونوں بھائیوں کی پرورش [illegible] لفٹیننٹ [illegible] خدمات [illegible]

بے دردی کے ساتھ باہر نکال کر ہسپتال کا قبضہ ایک ہندو ڈاکٹر کو دے دیا گیا اور بعد میں ایک سکھ ڈاکٹر کو اس کا انچارج بنا دیا گیا۔[1]

۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ مسجد اقصیٰ پر پھر بمباری کی گئی۔ چار بموں میں سے دو نے پھٹ کر مسجد کے فرش کو نقصان پہنچایا۔ اور ایک بم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد بزرگوار کی عین قبر کے پاس گرا مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ پھٹا نہیں۔[2]

عزیزم مرزا رشید احمد کی بیوک کار ضبط کر لی گئی۔ اس سے قبل ملک عمر علی صاحب بی۔ اے کی پرائیویٹ کار بھی ضبط کر لی گئی تھی۔ اس طرح جماعت کے دو بھاری ٹرک اور دو پندرہ ہنڈرڈ ویٹ والے ٹرک بھی ضبط کر لئے گئے۔ اسی طرح بعض اور موٹر گاڑیاں بھی حکومت کی ضرورت کا بہانہ رکھ کر ضبط کر لی گئیں۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے، کرنل ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب کی اسکورٹ میں لاہور آ گئے اور ان کی جگہ قادیان میں مولوی جلال الدین صاحب شمس سابق امام مسجد لنڈن کو امیر مقامی مقرر کیا گیا۔[3]

---

[1] ۶ تا ۹ اکتوبر کے بعض ضروری واقعات: ۶ اکتوبر۔ قادیان سے ۱۰½ بجے بذریعہ فون یہ اطلاع موصول ہوئی "ہم لوگ گندم اُبال کر کھا رہے ہیں۔ پناہ گزینوں کو گندم اُبال کر بوریوں میں ڈال کر پہنچا دیگئی..... اگر ہمیں فون کرنا ہو تو گورداسپور فون کیا جائے تو ۳۷ نمبر پر گھنٹی بجتی ہے اور ہم لوگ MESSAGE سُن لیتے ہیں ورنہ دوسرے طریقہ سے فون نہیں ہو سکتا۔ ہمارے گھروں میں عورتوں اور بچوں کی کثرت کی وجہ سے تعفن بہت پیدا ہو گیا ہے" (یاد رہے اس روز آٹھ دس ہزار مسلم پناہ گزینوں کا قافلہ قادیان سے روانہ ہوا تھا اور اُبلی ہوئی گندم کی بوریاں جس کا ذکر فون کے ابتدا میں کیا گیا ہے اسی قافلہ کے پناہ گزینوں کو پہنچائی گئی تھیں) ۷ اکتوبر۔ ایک پاکستانی جہاز نے جس پر برین گن کے گولے برسائے گئے حسب ذیل رقعہ پھینکا "میاں صاحب! السلام علیکم۔ کنوائے بٹالہ سے واپس کر دیا گیا ہے۔ اس سے قبل بھی تین دفعہ کانوائے واپس کئے جاتے رہے ہیں کنوائے بھیجنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ۸ اکتوبر۔ تعلیم الاسلام کالج قادیان سکھ نیشنل کالج کے سپرد کر دیا گیا۔ ۹ اکتوبر۔ پندرہ سولہ سکھوں نے صبح اندھیرے میں حملہ کر دیا۔ گولیاں چلائیں اور تین بم ایسے مکان پر پھینکے جہاں احمدی مستورات پناہ گزین تھیں۔

[2] یہ صبح کی نماز کا وقت تھا۔ بم دیسی ساخت کے تھے عین اس وقت جبکہ مسجد اقصیٰ پر بمباری کی جا رہی تھی محلہ دار العلوم کے عقب سے بورڈنگ تحریک جدید پر بھی فائر ہونے شروع ہو گئے۔ (مرتب)

[3] اسی روز (۱۴ ماہ اخاء کو) جامعہ احمدیہ کی عمارت (واقع گیسٹ ہاؤس دار الانوار) پر ملٹری نے قبضہ کر لیا۔ اور اس میں مقیم طلبہ کو زبردستی باہر نکال دیا۔ یہ طلبہ حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحب کے مکان میں منتقل ہو گئے اور ان کے بعد جامعہ کی بیش قیمت لائبریری نذر آتش کر دی گئی۔

۱۵؍اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ جماعت احمدیہ کا پریس جس میں جماعت کا مرکزی اخبار "الفضل" چھپتا تھا اور اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی لائبریری اور اس کے ساتھ شامل شدہ دیگر لائبریریوں پر قبضہ کر کے ان پر مُہریں لگا دی گئیں۔ اس مرکزی لائبریری میں تیس ہزار کے قریب علمی کتابیں تھیں، جو زیادہ تر عربی اور فارسی میں تھیں اور کئی نایاب کتب اور بیش قیمت قلمی نسخے بھی لائبریری میں موجود تھے جن سے احمدی علماء اپنی علمی تحقیقاتوں میں فائدہ اُٹھاتے تھے۔

۳۰؍اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ اس دن معلوم ہوا کہ حملہ کے ایام میں اور اس کے بعد قادیان کی تین مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی ہے یعنی مسجد محلہ دار الرحمت کے مینار مسمار کر دیئے گئے تا کہ مسجد کی علامت کو مٹا دیا جائے۔ مسجد خوجیاں (جو قادیان کے دوسرے مسلمانوں کی مسجد تھی) پر یہ بورڈ لگا دیا گیا کہ یہ آریہ سماج کا مندر ہے اور محلہ دار العلوم کی مسجد نُور جو تعلیم الاسلام کالج کے ساتھ ملحق تھی اسے غیر مسلموں نے اپنی جلسہ گاہ بنا لیا اور صحن مسجد کے نلکوں پر سکھوں نے کپڑے دھونے شروع کر دیئے۔

۱۶؍نومبر ۱۹۴۷ء۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مولوی جلال الدین صاحب شمسؔ اور عزیزم مرزا ناصر احمد صاحب قادیان سے لاہور آگئے۔

اور شمسؔ صاحب کی جگہ قادیان میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی اور عزیزم مرزا ظفر احمد صاحب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے"[1]

قادیان پر حملہ اور خونریز جنگ کی واضح تفصیلات

حضرت قمر الانبیاء کے الفاظ میں قادیان پر ہونے والے مظالم کا اجمالی خاکہ درج کرنے کے بعد اب ہم قادیان پر حملہ اور خونریز جنگ کی واضح تفصیلات سیدنا المصلح الموعود کی زبان مبارک سے پیش کرتے ہیں۔ حضور نے یہ تفصیلات انہی ایام میں تین مفصّل اور معرکۃ الآراء مضامین اور ایک خطبہ جمعہ اور پریس کانفرنس میں بیان فرمائی تھیں۔

---

[1] "الفضل" ۸؍صلح/جنوری، ۷؍صلح/جنوری، ۹؍صلح/جنوری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء۔
حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے الفضل کے ان گرانقدر مضامین کو اُردو میں "مظالم قادیان کا خونی روزنامچہ" کے نام سے اور انگریزی میں "QADIAN DIARY" کے نام سے بکثرت شائع فرما دیا تھا۔

سیدنا المصلح الموعود کا پہلا مضمون بعنوان "قادیان"

حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ نے کوائف قادیان کی نسبت جو پہلا اہم مضمون تحریر فرمایا وہ بجنسہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے[1]:-

"قادیان اس وقت ہندوستان یونین کی دیانتداری کی آزمائش کا محل بنا ہوا ہے۔ قادیان احمدیہ جماعت کا مرکز ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہیں اس کے پورے طور پر فرمانبردار اور مددگار رہیں۔ جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی احمدیہ جماعت ہمیشہ حکومت کے ساتھ تعاون کرتی تھی گو مناسب طریق پر اس کی غلطیوں سے اسے آگاہ بھی کرتی رہتی تھی۔ بعض لوگ جماعت احمدیہ کے اس طریق پر اعتراض کرتے تھے اور اسے انگریزوں کا خوشامدی قرار دیتے تھے۔ جماعت احمدیہ اس کے جواب میں ہمیشہ یہی کہتی تھی کہ ہم صرف انگریزوں کے فرمانبردار نہیں بلکہ افغانستان میں افغانی حکومت کے اور عرب میں عربی حکومت کے، مصر میں مصری حکومت کے اور اسی طرح دوسرے ممالک میں ان کی حکومتوں کے فرماں بردار اور مددگار ہیں۔ ہمارے نزدیک دُنیا کا امن بغیر اس کے قائم ہی نہیں رہ سکتا کہ ہر حکومت میں بسنے والے لوگ اس کے ساتھ تعاون کریں اور اس کے مددگار ہوں۔ پچھلے پچاس سال میں جماعت احمدیہ نے اس تعلیم پر عمل کیا ہے اور آئندہ بھی وہ اسی تعلیم پر عمل کرے گی جب ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور اس میں ہندوستان یونین اور پاکستان قائم ہوئے تو اس وقت بھی جماعت احمدیہ نے اعلان کیا کہ ہندوستان یونین میں رہنے والے احمدی ہندوستان یونین کی پوری طرح اطاعت کریں گے اور پاکستان میں رہنے والے احمدی پاکستان حکومت کے متعلق جاں نثاری اور اطاعت سے کام لیں گے۔ پاکستان حکومت نے تو ان کے اس اعلان کی قدر کی اور اچھے شہریوں کی طرح اس سے برتاؤ کیا لیکن ہندوستان یونین نے ان کے اس اعلان کی ذرا بھی قدر نہیں کی اور ۱۶؍ اگست کے بعد پہلے قادیان کے اردگرد اور پھر قادیان میں وہ فساد مچوایا کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔ ایک ایک کر کے احمدی گاؤں کو برباد کیا گیا اور جنہوں نے دفاع کی کوشش کی ان کو پولیس اور ملٹری نے گولیوں سے مارا۔ جب قادیان کے اردگرد کے گاؤں ختم ہو گئے تو پھر قادیان پر حملہ شروع ہوا۔ احمدی جماعت کے معززین پکے

---

[1] یہ مضمون پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا جسے بھارتی حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔

بعد دیگرے گرفتار ہونے شروع ہوئے۔ قتل، ڈاکے اور خونریزی کے الزام میں گویا وہ جماعت جس نے اپنی طاقت اور قوت کے زمانہ میں قادیان کے رہنے والے کمزور اور قلیل التعداد ہندوؤں اور سکھوں کو کبھی تھپڑ بھی نہیں مارا تھا اس نے تمام علاقہ کے مسلمانوں سے خالی ہو جانے کے .... بعد اور سکھ پولیس اور ہندو ملٹری کے آجانے کے بعد ان علاقوں میں نکل کر جن میں کوئی مسلمان نہ دن کو جا سکتا تھا نہ رات کو، ڈاکے مارے اور قتل کئے اور یہ ڈاکے اور قتل بھی ان لوگوں نے کئے جو جماعت کے چوٹی کے آدمی تھے۔ جن میں سے بعض ساٹھ سال کی عمر کے تھے۔ مرکزی نظام کے سیکرٹری تھے اور یونیورسٹیوں کے گریجوایٹ تھے۔ گویا احمدیہ جماعت جو اپنی عقل اور دانائی میں دنیا بھر میں مشہور تھی اس وقت اس کی عقل کا دیوالہ نکل گیا اور سکھ اور ہندو ملٹری کے آنیکے بعد اس نے اپنے مرکزی کارکنوں کو زمیندار سکھوں کو مروانے کے لئے باہر بھیجنا شروع کر دیا اور اس کے گریجوایٹ مبلّغ ڈاکے مارنے کے لئے نکل پڑے۔ شاید پاگل خانہ کے ساکن تو اس کہانی کو مان لیں مگر عقلمند لوگ ان باتوں کو قبول نہیں کر سکتے شاید ہندوستان یونین کے افسر یہ خیال کرتے ہیں کہ دُنیا ان کی ہر بے وقوفی کی بات مان لیگی یا شاید وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے سوا باقی ساری دُنیا جاہل یا مجنون ہے۔ ہندوستان یونین کے وزراء نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ وہ کسی مسلمان کو اپنے ملک سے نکل جانے پر مجبور نہیں کرتے لیکن قادیان کی مثال موجود ہے کہ ان لوگوں کو جو ہندوستان یونین میں رہنے پر راضی ہی نہیں بلکہ مصر ہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کر پولیس اور ملٹری کے زور سے نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قادیان کے متعلق ہندوستان یونین دُنیا کو کیا جواب دے گی۔ کیا وہ یہ کہے گی کہ یہ لوگ اپنے مقدس مذہبی مقام کو چھوڑ کر جا رہے تھے ہم نے ان کو روکا نہیں۔ یا وہ یہ کہے گی کہ ایک کیپٹن اور ایک پوری کمپنی ملٹری کی وہاں موجود تھی اور اس کے علاوہ پولیس کا تھانہ بھی وہاں موجود تھا۔ ۳۰۳ کی رائفلوں کے علاوہ سٹین گن اور برین گن بھی موجود تھیں مگر ان کے باوجود ہندوستان یونین ان سکھوں کے حملوں کو نہ روک سکی جو قادیان پر حملہ کر رہے تھے اور ان احمدیوں کو اپنے مکانات خالی کرنے پڑے جن کے بڑھے بھی بقول ہندوستان یونین اس فتنہ کے زمانہ میں بھی آٹھ آٹھ دس دس میل باہر جا کر سکھوں کو مار رہے

تھے اور جن کے مبلغ اور گوجوابیٹ ارد گرد کے سکھوں کے دیہات پر جاکر ڈاکے مار رہے تھے کیا دُنیا کا کوئی شخص اس کو تسلیم کر سکے گا کہ یہ باہر نکل نکل کر ڈاکے مارنے اور قتل کرنے والے لوگ ان سکھ جتھوں سے ڈر کر جن کے مالوں کو لُوٹنے کے لئے وہ باہر جاتے تھے اپنے مکان چھوڑ دیں گے اور ملٹری اور پولیس بھی ان بہادر سکھوں کے مقابلہ میں بے کار ہو جائے گی۔ جن کے گاؤں پر دو دو احمدی جاکر ڈاکہ مارنے کے قابل ہو سکے اور جنہیں سلسلہ احمدیہ کے بڈھے سیکرٹری ارد گرد کے علاقہ میں گولیوں کا نشانہ بناتے پھرتے تھے۔ ہر عقلمند انسان اس بات کو تسلیم کرے گا کہ دونوں کہانیوں میں سے ایک کہانی جھوٹی ہے اور یا پھر دونوں ہی جھوٹی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں کہانیاں ہی جھوٹی ہیں۔

آج ہندوستان کی یونین کے افسر حکومت کے نشہ میں اس قسم کے افتراء کو معقول قرار دے سکتے ہیں مگر آئندہ زمانہ میں مؤرخ ان کہانیوں کو دنیا کے بدترین جھوٹوں میں سے قرار دیں گے۔ احمدیہ جماعت قادیان میں بیٹھی ہے اور اپنے عقائد کے مطابق بار بار حکومت کو کہہ چکی ہے کہ ہم یہاں رہنا چاہتے ہیں لیکن اگر تم ہمارا یہاں رہنا پسند نہیں کرتے تو ہمیں حکم دے دو۔ پھر ہم تمہارے اس حکم کے متعلق غور کر کے کوئی فیصلہ کریں گے۔ لیکن ہندوستان یونین کے افسر ایسا نہیں کرتے اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے ان کی ناک کٹ جائے گی اور وہ دنیا میں ذلیل ہو جائیں گے۔ وہ گولیوں کی بوچھاڑوں اور پولیس اور ملٹری کی مدد سے بغیر کسی آئینی وجہ کی موجودگی کے احمدیوں کو قادیان سے نکالنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ چند دن سے قادیان جانے والی لاریوں کو سڑک کی خرابی کے بہانہ سے روکا جا رہا ہے۔ لیکن اصل منشاء یہ ہے کہ دنیا سے قادیان کو کاٹ کر وہاں من مانی کارروائیاں کی جائیں۔ چنانچہ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات کو جبکہ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر سے انتظامی معاملات کے متعلق فون پر بات کر رہے تھے۔ انہیں یکدم قادیان کے فون کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ قادیان کا کوئی شخص ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو فون کر رہا ہے۔ وہ ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو یہ اطلاع دے رہا تھا کہ دو دن سے یہاں گولی چلائی جا رہی ہے۔ قادیان کے دو محلوں کو لوٹا جا چکا ہے اور

ان محلّوں کے احمدی سمٹ کر دوسرے محلّوں میں چلے گئے ہیں۔ اور یہ گولی پولیس اور ملٹری کی طرف سے چلائی جا رہی ہے۔ اس خبر کے سننے کے بعد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور سے پوچھا کہ آپ نے یہ بات سُنی۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں یہ تو اطلاع تھی کہ بھینی پر سکھ حملہ کر رہے ہیں مگر یہ اطلاع نہیں تھی کہ قادیان پر سکھ حملہ کر رہے ہیں۔ گویا بھینی میں انسان نہیں بستے اور وہ ہندوستان یونین کے شہری نہیں اور اس لئے بھینی میں مسلمانوں کا خون بالکل ارزاں ہے۔ اس پر ڈی۔ سی سیالکوٹ نے کہا۔ اب آپ کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو ڈی۔ سی گورداسپور نے جواب دیا کہ میں کل سپرنٹنڈنٹ پولیس کو وہاں بھجواؤں گا۔ ڈی۔ سی سیالکوٹ نے ان کو کہا۔ یہ اس قسم کا اہم معاملہ ہے کہ اس میں آپ کو خود جانا چاہیئے .... آپ خود کیوں نہیں جاتے۔ انہوں نے کہا۔ اچھا میں خود ہی جاؤں گا۔ اس کے بعد قادیان سے فون پر حالات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور اتفاقاً فون مل گیا جو اکثر نہیں ملا کرتا۔ اس فون کے ذریعہ جو حالات معلوم ہوئے ہیں وہ یہ ہیں کہ کل تک ۱۵۰ آدمی مارا جا چکا ہے جن میں سے دو آدمی مسجد کے اندر مارے گئے ہیں۔ احمدیہ کالج پر بھی پولیس اور ملٹری نے قبضہ کر لیا ہے اور دو احمدی محلّے اُٹھوا دیئے ہیں۔ دارالانوار اور دارالرحمت۔ دارالانوار میں سر ظفر اللہ خاں کی کوٹھی بھی اور امام جماعت احمدیہ کا بیرونی گھر بھی لُوٹا گیا ہے۔

لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اب ان باتوں کا نتیجہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، احمدیہ جماعت کا یہ مسلک نہیں کہ وہ حکومت سے ٹکر کھائے۔ اگر سکھ جتھے ایک ایک احمدی کے مقابلہ میں سَو سَو سکھ بھی لائیں گے تو قادیان کے احمدی ان کا مقابلہ کریں گے اور آخر دم تک ان کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن جہاں جہاں پولیس اور ملٹری حملہ کرے گی وہ ان سے لڑائی نہیں کریں گے۔ اپنی جگہ پر چمٹے رہنے کی کوشش کریں گے۔ مگر جس جگہ سے ملٹری اور پولیس ان کو زور سے نکال دے گی اس کو وہ خالی کر دیں گے اور دُنیا پر یہ ثابت کر دیں گے کہ ہندوستان یونین کا یہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے کہ جو ہندوستان یونین میں رہنا چاہے خوشی سے رہ سکتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ اگر ایسی ہی بات ہے تو آپ لوگ اپنے آدمیوں کی جانیں کیوں خطرہ

میں ڈال رہے ہیں۔ آپ قادیان کو فوراً خالی کر دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم قادیان میں تین اصول کو مدنظر رکھ کر ٹھہرے ہوئے ہیں۔

اوّل مومن کو خدا تعالیٰ کی مدد سے آخر وقت تک مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ جب تک ہم کو پکڑ کر نہیں نکالا جاتا ہمیں کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا کی مشیت اور خدا کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے احمدی وہاں ڈٹے رہیں گے تاکہ خدا تعالیٰ کے سامنے ان پر یہ حجّت نہ کی جائے کہ خدا کی نصرت تو آرہی تھی تم نے اس سے پہلے کیوں مایوسی ظاہر کی۔

دُوسرے جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے احمدیوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ ہندوستان یونین کے دعووں کی آزمائش کریں گے اور یہ حقیقت آشکار کر کے چھوڑیں گے کہ جب وہ کہتے ہیں کہ کسی کو ہندوستان یونین سے جانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا تو وہ سچ کہتے ہیں یا جھوٹ۔ احمدی چاہتے ہیں کہ انہیں بھی معلوم ہو جائے اور دُنیا کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہندوستان یونین کے وزراء جھُوٹے ہیں یا سچے۔ بے شک احمدیوں کو وہاں ٹھہرے رہنے میں قربانی کرنی پڑے گی لیکن ان کے وہاں ٹھہرے رہنے سے ایک عظیم الشان حقیقت آشکار ہو جائے گی یا تو دُنیا کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہندوستان یونین کے افسر نیک نیتی اور دیانت داری کے ساتھ اپنے ملک میں امن قائم رکھنا چاہتے تھے اور یا دنیا پر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ مُنہ سے کچھ اَور کہتے تھے اور ان کے دلوں میں کچھ اَور تھا۔ کیونکہ قادیان سے احمدیوں کا نکالا جانا ایک فوری واقعہ نہیں تھا کہ جس کی اصلاح ان کے اختیار میں نہیں تھی۔ قادیان پر حملہ ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ سے چلا آرہا ہے۔ اس کے علاوہ خود میں نے پنڈت جواہر لال صاحب نہرو سے باتیں کیں اور ان کو اس طرف توجہ دلائی۔ پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے مجھے یقین دلایا کہ ہندوستان یونین ہرگز مسلمانوں کو اپنے علاقہ سے نکلنے پر مجبور نہیں کرتی۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ تین چار دنوں تک وہ فون اور تار کے راستے کھُلوانے کی کوشش کریں گے اور دو ہفتہ تک قادیان کی ریل گاڑی کے جاری کروانے کی کوشش کریں گے۔[1] احمدیہ جماعت کا وفد سردار بلدیو سنگھ صاحب سے بھی ملا اور انہوں نے اصلاح کی ذمہ واری لی اور یہانتک کہا کہ وہ خود قادیان جا کر ان معاملات کو درست کرنے کی کوشش کریں گے۔ احمدیہ جماعت

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

کے وفد نے ہندوستان کے ہائی کمشنر مسٹر سری پرکاش صاحب سے کراچی میں ملاقات کی اور ان کو یہ واقعات بتائے۔ انہوں نے کہا مَیں نے ہندوستان یونین کو اس طرف توجہ دلائی ہے اور دو تاریں اس کے متعلق دی ہیں مگر مجھے جواب نہیں ملا۔ احمدیہ جماعت کا وفد اس عرصہ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ) حضرت سیدنا المصلح الموعود نے "سیر روحانی" میں اس ملاقات کا ذکر درج ذیل الفاظ میں فرمایا ہے:۔

"چنانچہ جب پارٹیشن ہوئی تو مَیں جو پہلے اس طرف آیا ہوا تھا اس غرض سے آیا تھا کہ پنڈت نہرو صاحب یہاں آئے ہوئے تھے۔ مَیں نے سمجھا کہ اس سے جا کر بات کروں کہ یہ کیا ظلم ہو رہا ہے۔ سردار شوکت حیات صاحب کے ہاں وہ ٹھہرے تھے مَیں نے انہیں ملنے کے لئے لکھا تو انہوں نے وقت دے دیا۔ مَیں نے ان سے کہا ہم قادیان میں ہیں۔ گاندھی جی اور قائداعظم کے درمیان سمجھوتہ ہوا ہے کہ جو ہندو ادھر رہے گا وہ پاکستانی ہے اور جو مسلمان ادھر رہ جائے وہ ہندوستانی ہے اور اپنی اپنی حکومت اپنے اپنے افراد کو بچائے اور وہ لوگ جو حکومت کے وفادار رہیں قائداعظم اور گاندھی جی کے اس فیصلہ کے مطابق ہم چونکہ ہندوستان میں آ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کے ساتھ وفاداری کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ آپ ہمیں ہندوستانی بنائیں اور رکھیں۔ وہ کہنے لگے ہم تو رکھ رہے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ آپ کیا رکھ رہے ہیں۔ فسادات ہو رہے ہیں۔ لوگ مار رہے ہیں۔ قادیان کے ارد گرد جمع ہو رہے ہیں مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے۔ کہنے لگے۔ آپ نہیں دیکھتے ادھر کیا ہو رہا ہے۔ مَیں نے کہا اِدھر جو ہو رہا ہے وہ تو مَیں نہیں دیکھ رہا میں تو اُدھر سے آیا ہوں۔ لیکن فرض کیجئے ادھر جو کچھ ہو رہا ہے ویسا ہی ہو رہا ہے تب بھی میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہاں کا جو ہندو ہے وہ تو پاکستانی ہے اور اس کی ہمدردی پاکستان گورنمنٹ کو کرنی چاہیئے۔ ہم ہیں ہندوستانی آپ کو ہماری ہمدردی کرنی چاہیئے۔ اس کا کیا مطلب کہ یہاں کے ہندوؤں پر سختی ہو رہی ہے تو آپ وہاں کے مسلمانوں پر سختی کریں گے۔ کہنے لگے۔ آپ جانتے نہیں لوگوں میں کتنا جوش پھیلا ہوا ہے۔ مَیں نے کہا۔ آپ کا کام ہے کہ آپ اس جوش کو دبائیں۔ بہرحال اگر آپ مسلمانوں کو رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو ان کی حفاظت کرنی پڑیگی۔ وہ کہنے لگے ہم کیا کر سکتے ہیں لوگوں کو جوش اس لئے آتا ہے کہ آپ کے پاس ہتھیار ہیں۔ آپ انہیں کہیں کہ جو ہتھیار ناجائز ہیں وہ چھوڑ دیں۔ مَیں نے کہا آپ یہ تو فرمائیے مَیں ان کا لیڈر ہوں اور مَیں انہیں کہتا رہتا ہوں کہ جُرم نہ کرو، شرارت کرو نہ فساد کرو۔ اگر کسی نے ناجائز ہتھیار رکھا ہوا ہے تو کیا وہ مجھے بتا کر رکھے گا۔ مَیں تو انہیں کہتا ہوں جرم نہ کرو۔ پس وہ تو مجھ سے چھپائے گا اور جب اس نے اپنا ہتھیار مجھ سے چھپایا ہوا ہے تو مَیں اسے کیسے کہوں کہ ہتھیار نہ رکھے۔ کہنے لگے آپ اعلان کر دیں کہ کوئی احمدی اپنے پاس ہتھیار نہ رکھے۔ مَیں نے کہا۔ اگر مَیں ایسا کہوں تو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں سردار سمپورن سنگھ صاحب ڈپٹی ہائی کمشنر ہندوستان یونین سے ملا اور متعدد بار ملا۔ انہوں نے یقین دلایا کہ انہوں نے افسران کی توجہ کو اس طرف پھرایا ہے اور انہوں نے ایک خط بھی دکھایا جو انہوں نے ڈاکٹر بھارگوا صاحب وزیراعظم مشرقی پنجاب اور سردار سورن سنگھ صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میری جماعت تو مجھے لیڈر اس لئے مانتی ہے کہ میں معقول آدمی ہوں۔ وہ مجھے کہیں گے صاحب! ہم نے آپ کو معقول آدمی سمجھ کے اپنا لیڈر بنایا تھا۔ یہ کیا بیوقوفی کر رہے ہیں کہ چاروں طرف سے ہندو اور سکھ حملہ کر رہا ہے اور مار رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ تم اپنے پاس کوئی ہتھیار نہ رکھو۔ آپ یہ بتائیں کہ ہم جان کیسے بچائیں گے۔ کہنے لگے، کہئیے ہم بچائیں گے حکومت بچائے گی۔ جب انہوں نے کہا حکومت بچائے گی تو میں نے کہا، بہت اچھا۔ میں اس وقت اپنے ساتھ تمام علاقہ کا نقشہ لے کر گیا تھا۔ میں نے کہا۔ قادیان کے گرد اسّی گاؤں پر حملہ ہو چکا ہے جو ہندوؤں اور سکھوں نے جلا دیئے ہیں اور لوگ مار دیئے ہیں۔ میں یہ نقشہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جب میں ان سے کہوں گا کہ دیکھو اپنے پاس ہتھیار نہ رکھو کیونکہ حکومت تمہیں بچائے گی تو وہ کہیں گے کہ سب سے آخری گاؤں جو حد پر تھا جس پر حملہ ہوا تو کیا گورنمنٹ نے اسے بچایا۔ میں کہوں گا۔ ارے گورنمنٹ خدا تھوڑی ہی ہے اسے آخر آہستہ آہستہ پتہ لگتا ہے کچھ عقل کرو۔ دو چار دن میں گورنمنٹ آجائے گی۔ پھر وہ اگلے گاؤں پر ہاتھ رکھیں گے اور کہیں گے۔ تین دن ہوئے یہ گاؤں جلا تھا۔ کیا گورنمنٹ نے مسلمانوں کو کوئی امداد دی۔ میں کہوں گا خیر کچھ دیر تو لگ جاتی ہے تو وہ اگلے گاؤں پر ہاتھ رکھیں گے۔ اچھا ہم مان لیتے ہیں کہ کچھ دیر لگنا ضروری ہے۔ مگر اس گاؤں پر حملہ کے وقت حکومت نے حفاظت کا انتظام کیوں نہ کیا۔ میں نے کہا۔ یہ اسّی گاؤں ہیں۔ اسّی گاؤں پر پہنچ کر وہ مجھے فاترالعقل سمجھنے لگ جائیں گے یا نہیں کہ جتنے گاؤں ہم پیش کر رہے ہیں ان میں سے کسی پر بھی حملہ ہوا تو حکومت نہیں آئی۔ شرمندہ ہو گئے اور کہنے لگے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ امن قائم رکھوں گا۔ میں نے کہا کتنی دیر میں۔ کہنے لگے پندرہ دن میں۔ پندرہ دن میں ریلیں بھی چلا دیں گے تاریں بھی کھل جائیں گی۔ ڈاکخانے بھی کھل جائیں گے اور ٹیلیفون بھی جاری ہو جائے گا۔ آپ چند دن صبر کریں۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا ہم صبر کر لیتے ہیں۔ لیکن جب پندرہ دن ختم ہوئے تو آخری حملہ قادیان پر ہوا جس میں سب لوگوں کو نکال دیا گیا۔ پھر ان حملوں میں بچے مارے گئے اور ایسے ایسے ظالمانہ طور پر قتل کئے گئے کہ بچوں کے پیٹوں میں نیزے مار مار کے انہیں قتل کیا گیا ہم نے اس وقت تصویریں لی تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ بچوں کے ناک کاٹے ہوئے ہیں۔ کان چیرے ہوئے ہیں۔ پیٹ چرا ہوا ہے۔ انتڑیاں باہر نکلی ہوئی ہیں اور وہ تڑپ رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے چھ چھ مہینہ کے اور سال سال کے تھے جن پر یہ ظلم کیا گیا۔"

("سیر روحانی" جلد سوم صفحہ ۲۵۳ تا ۲۵۵)

ہوم منسٹر مشرقی پنجاب کو لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ مشرقی پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو گیا ہے۔ اب صرف قادیان باقی ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے اور احمدیہ جماعت کا مقدس مذہبی مرکز ہے۔ اسے تباہ کرنے میں مجھے کوئی حکمت نظر نہیں آتی۔ اگر اس کی حفاظت کی جائے تو یہ زیادہ معقول ہوگا۔ پھر ڈپٹی ہائی کمشنر کے مشورہ سے احمدیہ جماعت کا ایک وفد جالندھر گیا اور ڈاکٹر بھارگو صاحب اور سردار سورن سنگھ صاحب سے[1] ملا اور چوہدری لہری سنگھ صاحب سے ملا۔ ان لوگوں نے یقین دلایا کہ وہ احمدیہ جماعت کے مرکز کو ہندوستان یونین میں رہنے کو ایک اچھی بات سمجھتے ہیں۔ اچھی بات ہی نہیں بلکہ قابلِ فخر بات سمجھتے ہیں اور یہ کہ فوراً اس معاملہ میں دخل دیں گے۔ پھر اس بارہ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بھی متواتر تاریں دی گئیں مسٹر گاندھی کو بھی متواتر تاریں دی گئیں[2]۔ بہت سے ممالک سے ہندوستان یونین کے وزراء کو تاریں آئیں۔ انگلستان کے نومسلموں کا وفد مسٹر ہینڈرسن سے جو ہندوستان کے معاملات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ملا۔ مسز وجے لکشمی پنڈت نے بھی اپنے بھائی کو تار دی۔ اس عرصہ میں قادیان کے بہادر

---

[1] اس ملاقات کی خبر اخبار "نوائے وقت" لاہور نے اپنی ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں بھی دی تھی جو یہ تھی :-

"**مشرقی پنجاب کے وزیر اعظم سے احمدیوں کے وفد کی ملاقات**

لاہور ۲۳ ستمبر۔ آج احمدیوں کے ایک وفد نے مشرقی پنجاب کے وزیر اعظم ڈاکٹر گوپی چند بھارگو اور سردار سورن سنگھ سے ملاقات کر کے قادیان کے عوام پر حکومت کے ناجائز تشدد کا شکوہ کیا۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کی اطلاع کے مطابق ڈاکٹر بھارگو اور سورن سنگھ نے اس وفد کو یہ یقین دلایا ہے کہ مشرقی پنجاب کی حکومت مسلمانوں کے مکمل اخراج کی خواہاں نہیں ہے"

(نوٹ: یہ پہلا وفد حسب ذیل ارکان پر مشتمل تھا۔ حضرت نواب محمد الدین صاحب۔ چوہدری اسد اللہ خاں صاحب۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ یہ وفد ۲۳ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو جالندھر میں مشرقی پنجاب کے وزراء اور ہوم منسٹر سے ملا)

[2] اخبار "انقلاب" لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ پر "گاندھی جی کو مرکزی انجمن احمدیہ کا تار" کے عنوان سے حسب ذیل خبر شائع ہوئی :-

"لاہور۔ ۱۸ ستمبر پاکستان کی مرکزی جماعت احمدیہ نے گاندھی جی کی اس تجویز کا دلی خیر مقدم کیا ہے کہ آبادی کا تبادلہ نہ کیا جائے سکرٹری صاحب نے جو تار گاندھی جی کو بھیجا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اقلیتوں کے تحفظ کی ذمہ داری متعلقہ حکومت پر عائد ہوتی ہے جو حکومت اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی وہ دنیا کی نظروں میں قابلِ احترام نہیں ٹھہر سکتی۔ اور آبادی کا تبادلہ حکومتوں کو دیوالیہ بنا کر رکھ دیگا۔ وہ احمدی جن کے گھر مشرقی پنجاب میں ہیں وہ اپنے گھروں کو واپس چلے جانے پر آمادہ ہیں۔ گاندھی جی سے استدعا کی گئی کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کو معرض استعمال میں لا کر ان لوگوں کی حفاظت کا انتظام کرائیں" (ا۔ پ)

باشندے انسانوں کے ڈر کو دل سے نکال کر پولیس، ملٹری اور سکھ جتھوں کے مشترکہ حملوں کو برداشت کرتے چلے گئے۔ لیکن اس تمام لمبے زمانہ میں حکومت کی طرف سے کوئی قدم اصلاح کا نہیں اُٹھایا گیا۔ ان واقعات کی موجودگی میں ہندوستان یونین یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہمیں اصلاح کا موقعہ نہیں ملا۔[1]

تیسرے: اپنے مقدس مقامات کو یونہی چھوڑ دینا ایک گناہ کی بات ہے۔ جب تک تمام ممکن انسانی کوششیں اس کے بچانے کے لئے خرچ نہ کی جائیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کام میں احمدیہ جماعت کو بہت سی قربانی کرنی پڑے گی اور بظاہر دُنیا کو وہ بیکار نظر آئے گی لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا

---

[1] جماعت احمدیہ کی طرف سے کس طرح ہر مرحلہ پر بھارتی حکومت اور اس کے راہنماؤں کو مطلع اور باخبر رکھا اور قیام امن کے لئے اپیلیں کیں، تار دیئے، وفود بھیجے۔ اس کی مکمل تفصیل حضرت قمرالانبیاء نے ایک کتابچہ "QADIAN A TEST CASE" میں نہایت جامعیت کے ساتھ شائع فرما دی تھیں۔ روزنامہ "انقلاب" نے اس رسالہ پر حسب ذیل الفاظ میں تبصرہ شائع کیا تھا:۔

تنقید و تبصرہ "قادیان ایک آزمائشی کیس"

QADIAN —— A TEST CASE

مرکزی انجمن احمدیہ (رتن باغ لاہور) کے چیف سیکرٹری صاحب نے سو صفحے کے اس پمفلٹ میں یہ بتایا ہے کہ ۱۲ اگست سے لے کر اب تک قادیان میں کیا کچھ، قتل، خون، لُوٹ مار گرفتاریاں ہوئیں۔ ناظر امور عامہ قادیان نے ۱۲ ستمبر کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو ایک مفصل چٹھی لکھی جس میں قادیان کے واقعات بیان کرکے ان کے تدارک کی طرف توجہ دلائی۔ مرزا بشیر احمد صاحب نے سردار سورن سنگھ کو مراسلہ بھیجا۔ ناظر امور عامہ نے سردار پٹیل کو چٹھی لکھی۔ پھر ۷ اکتوبر کو پنڈت جواہر لال نہرو کو خط لکھا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے پنڈت سندر لال کی وساطت سے گاندھی جی کو ایک بیان بھیجا۔ پھر چیف سیکرٹری انجمن احمدیہ نے ڈپٹی کمشنر اور علاقہ مجسٹریٹ کو خط لکھے۔ پھر پنڈت جواہر لال نہرو کو تار دیا۔ ائی کمشنر مسٹر ریکاش کو چٹھی لکھی۔ پھر ناظر امور خارجہ نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خط لکھا۔

ان تمام مراسلات میں قادیان کے حوادث کی ۔۔۔۔۔ اطلاع دی گئی اور بتایا گیا کہ ہم پُرامن ہیں۔ پُرامن رہنا چاہتے ہیں۔ حکومت کے لئے کسی قسم کی پریشانی کا باعث نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن ہمارے ہاں بے شمار آدمی مارے جا چکے ہیں۔ سینکڑوں عورتیں اغوا کی جا چکی ہیں۔ قتل و خون کا بازار گرم ہے۔ ہماری جائیدادیں لُوٹی جا رہی ہیں۔ اگر آپ کہیں تو ہم قادیان چھوڑ کر چلے جائیں۔ اگر آپ یہ کہنے کے لئے تیار نہیں۔ تو ہماری حفاظت کا انتظام کیجئے۔ لیکن ان تمام خطوط کا کسی نے جواب نہ دیا۔

اس پمفلٹ میں قادیان اور اس کے نواحی دیہات کی تباہی، مساجد کے انہدام، قتل و جروح اور لُوٹ مار

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے حقیقت میں وہ بیکار نہیں ہوگی۔ وہ قربانی جو قادیان کے احمدی پیش کریں گے وہ پاکستان کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں کام آئے گی۔ اور اگر ہندوستان یونین نے اب بھی اپنا رویہ بدل لیا تو اس کا یہ رویہ ایک پائیدار صلح کی بنیاد رکھنے میں ممد ہوگا۔

جماعت احمدیہ کمزور ہے۔ وہ ایک علمی جماعت ہے۔ وہ فوجی کاموں سے ناواقف ہے۔ لیکن وہ اسلام کی عزت قائم رکھنے کے لئے اپنے ناچیز خون کو پیش کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے۔ ہمارے سینکڑوں عزیز بھاگتے ہوئے نہیں اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہوئے مارے گئے ہیں اور شاید اور بھی مارے جائیں۔ کم سے کم لوکل حکام کی نیت یہی معلوم ہوتی ہے کہ سب کے سب مارے جائیں لیکن ہم خدا تعالیٰ سے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمارے دلوں کو صبر اور ایمان بخشے گا۔ ہمارے مارے جانے والوں کی قربانیاں ضائع نہیں جائیں گی وہ ہندوستان میں اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں کام آئیں گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو

خاکسار مرزا محمود احمد"[1]

سیدنا المصلح الموعود کا دوسرا اہم مضمون بعنوان "قادیان"

پہلے مضمون کے بعد قادیان کے حالات جلد جلد پلٹا کھانے لگے جس پر حضور نے "قادیان" ہی کے عنوان سے حسب ذیل دوسرا مضمون سپرد قلم فرمایا:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی تفصیلات کے اعداد و شمار بھی فراہم کئے گئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قادیان کے معاملے نے مشرقی پنجاب کی حکومت اور حکومت ہند کی بدنیتی اور فساد پروری کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ بعض دوسرے واقعات کے متعلق وہ لوگ لاعلمی کا اظہار کر سکتے ہیں۔ لیکن قادیان کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہیں واقعات کا علم نہ تھا۔ کیونکہ ہر مرحلے پر ہر متعلقہ حاکم اور وزیر کو اطلاع دی گئی۔ اخباروں میں شور مچایا گیا لیکن جالندھر اور دہلی والوں نے ایسی عجیب سادھی گویا سازش کر رکھی ہے۔ قادیان کے معاملے میں حکومت ہند اور حکومت مشرقی پنجاب پر غفلت اور سنگدلی اور مسلم کشی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ قادیان والے تقسیم پنجاب کی رُو سے مشرق میں رہ گئے تھے اور امن و امان سے رہنے کا عہد کر چکے تھے لیکن انہیں بھی وہاں نہ رہنے دیا گیا اور ان کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ کیا گیا"
(روزنامہ انقلاب لاہور ۶ جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۱۱)

[1] "الفضل" ۷ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲

"ہم قادیان کے متعلق پہلے کچھ حالات لکھ چکے ہیں۔ ہم بتا چکے ہیں کہ قادیان اور مشرقی پنجاب کے دوسرے شہروں میں فرق ہے۔ قادیان کے باشندے قادیان میں رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن مشرقی پنجاب کے دوسرے شہروں کے باشندوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ مشرقی پنجاب میں نہ رہیں۔ ہندوستان یونین کی گورنمنٹ بار بار کہہ چکی ہے کہ ہم کسی کو نکالتے نہیں۔ لیکن قادیان کے واقعات اس کے اس دعویٰ کی کامل طور پر تردید کرتے ہیں۔ حال ہی میں قادیان کے کچھ ذمہ دار افسر گورنمنٹ افسروں سے ملے اور باتوں باتوں میں ان سے کہا کہ آپ لوگ اپنی پالیسی ہم پر واضح کر دیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم قادیان چھوڑ دیں تو پھر صفائی کے ساتھ اس بات کا اظہار کر دیں۔ افسر مجاز نے جواب دیا کہ ہم ایسا ہرگز نہیں چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ قادیان میں رہیں۔ جب اسے کہا گیا کہ وہ کہاں رہیں۔ پولیس اور ملٹری کی مدد سے سکھوں نے تو سب محلّوں کے احمدیوں کو زبردستی نکال دیا ہے اور سب اسباب لُوٹ لیا ہے۔ آپ ہمارے مکان خالی کرا دیں تو ہم رہنے کے لئے تیار ہیں تو اس پر افسر مجاز بالکل خاموش ہو گیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ درحقیقت وہ افسر خود تو دیانتدار ہی تھا لیکن وہ وہی کچھ رَٹ لگا رہا تھا جو اُسے اُوپر سے سکھایا گیا تھا۔ جب اس پر اپنے دعویٰ کا بودا ہونا ثابت ہو گیا تو خاموشی کے سوا اس نے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ شاید دل ہی دل میں وہ ان افسروں کو گالیاں دیتا ہو گا جنہوں نے اسے یہ خلافِ عقل بات سکھائی تھی۔

قادیان کے تازہ حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکڑی تقریباً ختم ہے۔ گندم بھی ختم ہو رہی ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے غذا مہیا کرنے کا کوئی انتظام نہیں۔ اب تک ایک چھٹانک آٹا بھی گورنمنٹ نے مہیا نہیں کیا۔ عورتوں اور بچوں کے نکالنے کا جو انتظام تھا اس میں دیدہ دانستہ روکیں ڈالی جا رہی ہیں۔ بارش ہوئے کو آج نو دن ہو چکے ہیں۔ بارش کے بعد قادیان سے دو قافلے آ چکے ہیں۔ اسی طرح قریباً روزانہ ہندوستانی یونین کے ٹرکس فوج یا پولیس سے متعلق قادیان آتے جاتے ہیں۔ اور اس کے ہمارے پاس ثبوت موجود ہیں۔ چار تاریخ کو پولیس کا ایک ٹرک قادیان سے چل کر واہگہ تک آیا۔ تین تاریخ کو پاکستان کے ان فوجی افسروں کے سامنے جو گورداسپور کی فوج سے قادیان جانے کی اجازت لینے گئے تھے ایک فوجی افسر نے آ کر میجر سے پوچھا کہ وہ

ٹرک جو قادیان جانا تھا کس وقت جائے گا۔ پاکستانی افسروں کی موجودگی میں اس سوال کو سُن کر میجر گھبرا گیا اور اس کو اشارہ سے کہا چلا جا۔ اور پھر پاکستانی افسروں سے کہا اس شخص کو غلطی لگی ہے۔ قادیان کوئی ٹرک نہیں جا سکتا۔ چار ہی تاریخ کو پاکستان کے جو ٹرک قادیان گئے تھے اور ان کو بٹالہ میں روکا گیا تھا، انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دو ملٹری کے ٹرک قادیان سے بٹالہ آئے۔ سب سے کھُلا ثبوت اس بات کے غلط ہونے کا تو یہ ہے کہ انہی تاریخوں میں جن میں کہا جاتا ہے کہ قادیان جانے والی سڑک خراب ہے پُرانی ملٹری قادیان سے باہر آئی ہے اور نئی ملٹری قادیان گئی ہے۔ کیا یہ تبدیلی ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ پس یہ بہانہ بالکل غلط ہے اور اصل غرض صرف یہ ہے کہ قادیان کے باشندوں کو جنہوں نے استقلال کے ساتھ مشرقی پنجاب میں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس جُرم میں ہلاک کر دیا جائے کہ وہ کیوں مشرقی پنجاب میں سے نکلتے نہیں۔ مونہہ سے کہا جاتا ہے ہم کسی کو نکالتے نہیں۔ لیکن عمل سے اس بات کی تردید کی جاتی ہے۔ یہ بات اخلاقی لحاظ سے نہایت ہی گندی اور نہایت ناپسندیدہ ہے جماعت احمدیہ نے مسٹر گاندھی کے پاس بھی بار بار اپیل کی ہے، تاریں بھی دی ہیں اور بعض خطوط بھی لکھے ہیں لیکن مسٹر گاندھی کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں مسٹر نہرو کو بھی اس طرف توجہ دلائی گئی ہے مگر وہ بھی بڑے کاموں میں مشغول ہیں۔ چند ہزار بیگناہ مسلمانوں کا مارا جانا ایسا معاملہ نہیں ہے جس کی طرف یہ بڑے لوگ توجہ کر سکیں۔ ایک چھوٹی سی مذہبی جماعت کے مقدس مقامات کی ہتک ان بڑے آدمیوں کے لئے کوئی قابلِ اعتناء بات نہیں۔ اگر اس کا سَوواں حصہ بھی انگریز قادیان میں بس رہے ہوتے اور ان کی جان کا خطرہ ہوتا تو لارڈ مونٹ بیٹن کو حقوقِ انسانیت کا جذبہ فوراً بے تاب کر دیتا۔ مسٹر گاندھی بیسیوں تقریریں انگریزوں کے خلاف کارروائی کرنے والوں کے متعلق پبلک کے سامنے کر دیتے۔ مسٹر نہرو کی ایفیشنٹ مشین فوراً متحرک ہو جاتی مگر کمزور جماعتوں کا خیال رکھنا خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔ وہی غریبوں کا والی وارث ہوتا ہے یا وہ انہیں ایسی تکالیف سے بچاتا ہے اور یا پھر وہ ایسے مظلوموں کا انتقام لیتا ہے۔ ہم تمام شریف دنیا کے سامنے اپیل کرتے ہیں کہ اس ظلم کے دُور کرنے کی طرف توجہ کریں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ پاکستان گورنمنٹ اس ظلم کو دُور کرنے میں کیوں بے بس ہے۔ بجائے

اس کے کہ ان باتوں کو سُن کر پاکستان گورنمنٹ کے متعلقہ حکام کوئی موثر قدم اُٹھاتے انہوں نے بھی یہ حکم دے دیا ہے کہ چونکہ قادیان کی سڑک کو مشرقی پنجاب نے ناقابل سفر قرار دیا ہے اس لئے آئندہ ہماری طرف سے بھی کوئی کانوائے وہاں نہیں جائے گی حالانکہ انہیں چاہیئے یہ تھا کہ جب مغربی پنجاب کے علاقوں میں بھی بارش ہوئی ہے تو وہ ان علاقوں کو بھی ناقابل سفر قرار دے دیتے اور مشرقی پنجاب جانے والے قافلوں کو روک لیتے۔ قادیان کے مصائب کو کم کرنے کا ایک ذریعہ یہ تھا کہ قادیان کو ریفیوجی کیمپ قرار دے دیا جاتا۔ لیکن دونوں گورنمنٹیں فیصلہ کر چکی ہیں کہ ریفیوجی کیمپ وہی گورنمنٹ مقرر کرے گی جس کی حکومت میں وہ علاقہ ہو۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ جو معاہدہ ہو اس کی پابندی کی جائے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اگر بار بار توجہ دلانے کے بعد بھی ہندوستان یونین مسلمان پناہ گزینوں کے بڑے بڑے کیمپوں کو ریفیوجی کیمپ قرار نہیں دیتی تو پاکستان کی حکومت کیوں مشرقی پنجاب کے پناہ گزینوں کے نئے مقامات کو ریفیوجی کیمپ قرار دے رہی ہے۔ حال ہی میں پاکستان گورنمنٹ نے پانچ نئے ریفیوجی کیمپ مقرر کئے جانے کا اعلان کیا ہے۔ کیا وہ اس کے مقابلہ میں ہندوستان یونین سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ تم بھی ہماری مرضی کے مطابق پانچ نئے کیمپ بناؤ۔ ہمیں موثق ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ حال ہی میں ہندوستان یونین نے ڈیرہ اسمٰعیلخاں میں ریفیوجی کیمپ بنانے کا مطالبہ کیا ہے جہاں صرف پانچ ہزار پناہ گزین ہیں۔ پاکستانی حکومت کو چاہیئے کہ ہندوستان یونین سے کہے کہ اگر تم ڈیرہ اسمٰعیلخاں میں کیمپ بنوانا چاہتے ہو تو قادیان میں بھی کیمپ بناؤ۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پاکستانی حکومت کا رُعب کم ہوتا جائے گا اور ہندوستان یونین کے مطالبات بڑھتے جائیں گے اور مسلمانوں کے حقوق پامال ہوتے چلے جائیں گے۔

تازہ آفیشل رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک سولہ لاکھ چھیالیس ہزار سات سو پچاس مسلمان مشرقی پنجاب کے کیمپوں میں پڑے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں صرف سات لاکھ سینتالیس ہزار دوسو بہتر غیر مسلم مغربی پنجاب میں ہیں۔ ہمارے حساب سے تو یہ اندازہ بھی غلط ہے مسلمان ساڑھے سولہ لاکھ نہیں۔ ۲۵-۲۶ لاکھ کے قریب مشرقی پنجاب میں پڑے ہیں اور خطرہ ہے کہ اپنے حقوق کو استقلال کے ساتھ نہ مانگنے کے نتیجہ میں یہ سات لاکھ غیر مسلم بھی جلدی سے اُدھر

نکل جائے گا اور ۲۵ لاکھ مسلمانوں میں سے بمشکل ایک دو لاکھ ادھر پہنچے گا یا کوئی اتفاقی بچکر نکلا تو نکلا ورنہ جو کچھ سکھ جتھے اور سکھ ملٹری اور پولیس ان سے کر رہی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی امید ان کے بچنے کی نظر نہیں آتی۔ بعض چھوٹے افسر یہ کہتے بھی سُنے گئے ہیں کہ مغربی پنجاب اتنے پناہ گزینوں کو سنبھال نہیں سکتا۔ پس جتنے مسلمان ادھر مرتے ہیں اس سے آبادی کا کام آسان ہو رہا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی خطرناک خیال ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ مغربی پنجاب کی حکومت کے اعلیٰ حکام اور وزراء کا یہ خیال نہیں مگر اس قسم کا خیال چند آدمیوں کے دلوں میں بھی پیدا ہونا قوم کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔ مغربی پنجاب کے مسلمانوں کو جلدی منظّم ہو جانا چاہیئے اور جلد اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ اگر آج تمام مسلمان منظّم ہو جائیں اور اگر آج بھی حکومت اور رعایا کے درمیان مضبوط تعاون پیدا ہو جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان اس ابتلاءِ عظیم میں سے گذرنے کے بعد بھی بچ سکتا ہے اور ترقی کی طرف اس کا قدم بڑھ سکتا ہے“[1]

سیدنا المصلح الموعود کا تیسرا اہم مضمون بعنوان ”قادیان کی خونریز جنگ“

مندرجہ بالا دو مضامین کے بعد سیدنا المصلح الموعود نے تیسرا اہم مضمون ” قادیان کی خونریز جنگ “ کے عنوان سے تحریر فرمایا جس میں پہلی بار دُنیا کے سامنے حملہ کی اہم تفصیلات منظر عام پر آئیں۔ اس مضمون[2] کا مکمل متن یہ تھا:-

”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

قادیان کی خونریز جنگ

(از حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ)

اکتوبر کی پہلی تاریخ کو جب گورداسپور کی ملٹری نے قادیان میں کنوائے جانے کی ممانعت کر دی تو

---

[1] ”الفضل“ ۹ ماہ اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۱ و ۲۔

[2] یہ مضمون بھی جو پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا گیا تھا بھارتی حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔

مَیں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اب قادیان پر ظلم توڑے جائیں گے۔ لاہور میں کئی دوستوں کو مَیں نے یہ کہہ دیا تھا اور مغربی پنجاب کے بعض حکام کو بھی اپنے اس خیال کی اطلاع دے دی تھی۔ اس خطرہ کے مدنظر ہم نے کئی ذرائع سے مشرقی پنجاب کے حکام سے فون کر کے حالات معلوم کئے۔ لیکن ہمیں یہ جواب دیا گیا کہ قادیان میں بالکل خیریت ہے اور احمدی اپنے محلوں میں آرام سے بس رہے ہیں۔ صرف سڑکوں کی خرابی کی وجہ سے کنوائے کو روکا گیا۔ لیکن جب اس بات پر غور کیا جاتا کہ لاہور ایویکویشن کمانڈر کی طرف سے مشرقی پنجاب کے ملٹری حکام کو بعض کنوائز کی اطلاع دی گئی اور انہیں کہا کہ اگر قادیان کی طرف کنوائے جانے میں کوئی روک ہے تو آپ ہم کو بتا دیں۔ میجر چمنی سے بھی پوچھا گیا اور بریگیڈیر پریچ پائے متعینہ گورداسپور سے بھی پوچھا گیا تو ان سب نے اطلاع دی کہ قادیان جانے میں کوئی روک نہیں۔ باوجود اس کے جب کنوائے گئے تو اُن کو بٹالہ اور گورداسپور سے واپس کر دیا گیا۔ یہ واقعات پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ ان واقعات نے میرے شبہات کو اور بھی قوی کر دیا۔ آخر ایک دن ایک فون جو قادیان سے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے نام کیا گیا تھا اتفاقاً سیالکوٹ میں بھی سُنا گیا۔ معلوم ہوا کہ قادیان پر دو دن سے حملہ ہو رہا ہے اور بے انتہا ظلم توڑے جا رہے ہیں۔ پولیس حملہ آوروں کے آگے آگے چلتی ہے اور گولیاں مار مار کر احمدیوں کا صفایا کر رہی ہے۔ تب اصل حقیقت معلوم ہوئی۔

دوسرے دن ایک سب انسپکٹر پولیس[1] جو چھٹی پر قادیان گیا ہوا تھا کسی ذریعہ سے جس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں لاہور پہنچا اور اس نے بہت سی تفاصیل بیان کیں۔ اس کے بعد ایک ملٹری گاڑی میں جو قادیان بعض مغربی پنجاب کے افسروں اور بعض مشرقی پنجاب کے افسروں کو قادیان کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی بعض اَور لوگ تھے جنہوں نے اور تفصیل بیان کی ان حالات سے معلوم ہوا کہ حملہ سے پہلے کرفیو لگا دیا گیا تھا۔ پہلے قادیان کی پُرانی آبادی پر جس میں احمدیہ جماعت کے مرکزی دفاتر واقع ہیں، حملہ کیا گیا۔ اس حصہ کے لوگ اس حملہ کا مقابلہ کرنے لگے۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ باہر کے محلّوں پر بھی تھوڑی دیر بعد حملہ کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ سات گھنٹہ تک لڑتے رہے اور اس خیال میں رہے کہ یہ حملہ صرف مرکزی مقام پر ہے۔

[1] جناب راجہ محمد عبداللہ خاں صاحب (ابن راجہ مدد خاں صاحبؓ) مراد ہیں (مرتب)

باہر کے مقام محفوظ ہیں۔ چونکہ جماعت احمدیہ کا یہ فیصلہ تھا کہ ہم نے حملہ نہیں کرنا بلکہ صرف دفاع کرنا ہے اس لئے تمام محلوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب تک ایک خاص اشارہ نہ کیا جائے کسی محلہ کو باقاعدہ لڑائی کی اجازت نہیں۔ جب افسر یہ تسلی کر لیں کہ حملہ اتنا لمبا ہو گیا ہے کہ اب کوئی شخص یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ احمدیہ جماعت نے مقابلہ میں ابتدا کی ہے، وہ مقررہ اشارہ کریں گے اس وقت جماعت منظم طور پر مقابلہ کرے گی۔ اس فیصلہ میں ایک کوتاہی رہ گئی وہ یہ کہ اس بات کو نہیں سوچا گیا کہ اگر پولیس بیرونی شہر اور اندرونی شہر کے تعلقات کو کاٹ دے تو ایک دوسرے کے حالات کا علم نہ ہو سکے گا۔ پس ان حالات میں ہر محلہ کا الگ کمانڈر مقرر ہو جانا چاہیئے جو ضرورت کے وقت آزادانہ کارروائی کر سکے۔ یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ قادیان کے لوگ فوجی تجربہ نہیں رکھتے وہ تو مبلغ، مدرس، پروفیسر، تاجر اور زمیندار ہیں۔ ہر قسم کے فوجی نقطہ نگاہ پر حاوی ہونا ان کے لئے مشکل ہے۔ بہر حال یہ غلطی ہوئی اور باہر کے محلوں نے اس بات کا انتظار کیا کہ جب ہم کو وہ اشارہ ملے گا۔ تب ہم مقابلہ کریں گے۔ لیکن اس وقت اتفاق سے سب ذمہ دار کارکن مرکزی دفاتر میں تھے اور باہر کے محلوں میں کوئی ذمہ دار افسر نہیں تھا۔ اور مرکز کے لوگ غلطی سے یہ سمجھ رہے تھے کہ حملہ صرف مرکزی مقام پر ہے باہر کے محلوں پر نہیں اور باہر کے محلے یہ سمجھ رہے تھے کہ ہمارے حالات کا علم مرکزی محلہ کو ہوگا کسی مصلحت کی وجہ سے انہوں نے ہمیں مقابلہ کرنے کا اشارہ نہیں کیا۔ سات گھنٹہ کی لڑائی کے بعد جب مرکزی محلہ پر زور بڑھا تو مرکزی محلہ کی حفاظت کے لئے معین اشارہ کیا گیا مگر اس وقت تک بہت سے بیرونی محلوں کو پولیس اور ایک حد تک ملٹری کے حملے صاف کروا چکے تھے۔ حملہ آوروں کی بہادری کا یہ حال تھا کہ سات گھنٹہ کے حملہ کے بعد جب جوابی حملہ کا بگل بجایا گیا تو پانچ منٹ کے اندر پولیس اور حملہ آور جتھے بھاگ کر میدان خالی کر گئے۔ ان حملوں میں دو سو سے زیادہ آدمی مارے گئے لیکن ان کی لاشیں جماعت کو اُٹھانے نہیں دی گئیں تا اُن کی تعداد کا بھی علم نہ ہو سکے اور ان کی شناخت بھی نہ ہو سکے۔ بغیر جنازہ کے اور بغیر اسلامی احکام کی ادائیگی کے یہ لوگ ظالم مشرقی پولیس کے ہاتھوں مختلف گڑھوں میں دبا دیئے گئے تاکہ دُنیا کو اس ظلم کا اندازہ نہ ہو سکے جو اس دن قادیان میں مشرقی پنجاب کی پولیس نے کیا تھا۔ مشرقی پنجاب کے

بالا حکام سے جو ہمیں اطلاع ملی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامی حکام نے مرکزی حکام کو صرف یہ اطلاع دی کہ سکھ جتھوں نے احمدی محلّوں پر حملہ کیا۔ تیس آدمی سکھ جتھوں کے مارے گئے اور تیس آدمی احمدیوں کے مارے گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسَو سے زیادہ قادیان میں احمدی مارے گئے جن میں کچھ غیر احمدی بھی شامل تھے جیسا کہ آگے بتایا جائے گا اور سکھ بھی تیس سے زیادہ مارے گئے کیونکہ گو اس غلطی کی وجہ سے جو اُوپر بیان ہو چکی ہے منظم مقابلہ نہیں کیا۔ لیکن مختلف آدمی بھی حفاظتی چوکیوں پر تھے، انہوں نے اچھا مقابلہ کیا اور بہت سے حملہ آوروں کو مارا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب باہر سے پولیس اور سکھ حملہ کر رہے تھے اور ملٹری بھی ان کے ساتھ شامل تھی (گو کہا جاتا ہے کہ ملٹری کے اکثر سپاہیوں نے ہوا میں فائر کئے ہیں) اس وقت کچھ پولیس کے سپاہی محلّوں کے اندر گھُس گئے اور انہوں نے احمدیوں کو مجبور کیا کہ یہ کرفیو کا وقت ہے اپنے گھروں میں گھُس جائیں۔ چنانچہ ایک احمدی گریجوایٹ[1] جو اپنے دروازے کے آگے کھڑا تھا اسے پولیس مین نے کہا کہ تم دروازے کے باہر کیوں کھڑے ہو۔ جب اس نے کہا کہ یہ میرا گھر ہے، مَیں اپنے گھر کے سامنے کھڑا ہوں تو اسے شوٹ کر دیا گیا اور جب وہ تڑپ رہا تھا تو سپاہی نے سنگین سے اس پر حملہ کر دیا اور تڑپتے ہوئے جسم پر سنگین مار مار کر اسے مار دیا۔ اس کے بعد بہت سے محلّوں کو لُوٹ لیا گیا اور اب ان کے اندر کسی ٹوٹے پھوٹے سامان یا بے قیمت چیزوں کے سوا کچھ باقی نہیں۔ مرکزی حصّہ پر جو حملہ ہوا اس میں ایک شاندار واقعہ ہوا ہے جو قرونِ اولیٰ کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے۔ جب حملہ کرتے ہوئے پولیس اور سکھ شہر کے اندر گھُس آئے اور شہر کے مغربی حصّہ کے لوگوں کو مار پیٹ کر خالی کرانا چاہا۔ اور وہ لوگ مشرقی حصّہ میں منتقل ہو گئے تو معلوم ہوا کہ گلی کے پار ایک گھر میں چالیس عورتیں جمع تھیں وہ وہیں رہ گئی ہیں۔ بعض افسران کو نکلوانے کے لئے گلی کے سرے پر جو مکان تھا وہاں پہنچے اور ان کے نکالنے کے لئے دو نوجوانوں کو بھیجا۔ یہ نوجوان جس وقت گلی پار کرنے لگے تو سامنے کی چھتوں سے پولیس نے ان پر بے تحاشا گولیاں چلانی شروع کیں اور وہ لوگ واپس گھر میں آنے پر مجبور ہو گئے۔ تب لکڑی کے تختے منگوا کر گلی کے مشرقی اور مغربی مکانوں کی دیواروں پر رکھ کر عورتوں کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کی گئی۔ جو نوجوان اس

---

[1] مرزا احمد شفیع صاحب بی۔ اے (ناقل)۔

کام کے لئے گئے ان میں ایک غلام محمد صاؔ ولد مستری غلام قادر صاحب سیالکوٹ تھے اور دوسرے عبد الحق نام قادیان کے تھے جو احمدیت کی طرف مائل تو تھے مگر ابھی جماعت میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ یہ دونوں نوجوان برستی ہوئی گولیوں میں سے تختے پر سے کودتے ہوئے اس مکان میں چلے گئے جہاں چالیس ؔعورتیں محصور تھیں۔ انہوں نے ایک ایک عورت کو کندھے پر اٹھا کر تختے پر ڈالنا شروع کیا اور مشرقی مکان والوں نے انہیں کھینچ کھینچ کر اپنی طرف لانا شروع کیا۔ جب وہ اپنے خیال میں سب عورتوں کو نکال چکے اور خود واپس آ گئے تو معلوم ہوا کہ انتالیس عورتیں آئی ہیں اور ایک بڑھیا عورت جو گولیوں سے ڈر کے مارے ایک کونے میں چھپی ہوئی تھی رہ گئی ہے۔ اب اِرد گرد کی چھتوں پر پولیس جتھوں کا ہجوم زیادہ ہو چکا تھا گولیاں بارش کی طرح گر رہی تھیں اور بظاہر اس مکان میں واپس جانا ناممکن تھا مگر میاں غلام محمد صاحب ولد میاں غلام قادر صاحب سیالکوٹی نے کہا جس طرح بھی ہو میں واپس جاؤں گا اور اس عورت کو بچا کر لاؤں گا اور وہ برستی ہوئی گولیوں میں جو نہ صرف درمیانی راستہ پر برسائی جا رہی تھیں بلکہ اس گھر پر بھی برس رہی تھیں جہاں احمدی کھڑے ہوئے بچاؤ کی کوشش کر رہے تھے کود کر اس تختے پر چڑھ گئے جو دونوں مکانوں کے درمیان پُل کے طور پر رکھا گیا تھا۔ جب وہ دوسرے مکان میں کود رہے تھے تو رائفل کی گولی ان کے پیٹ میں لگی اور وہ مکان کے اندر گر پڑے۔ مگر اس حالت میں بھی اس بہادر نوجوان نے اپنی تکلیف کی پروا نہ کی اور اس

ؔ بعض احمدی عورتوں نے بھی اس دن شجاعت اور بہادری کا شاندار نمونہ دکھایا۔ چنانچہ سیدنا المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

”جب قادیان میں ہندوؤں اور سکھوں نے حملہ کیا تو شہر کے باہر کے ایک محلہ میں ایک جگہ پر عورتوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان کی سردار بھی ایک عورت ہی بنائی گئی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی اس عورت نے مردوں سے بھی زیادہ بہادری کا نمونہ دکھایا۔ ان عورتوں کے متعلق یہ خبریں آئی تھیں کہ جب سکھ یا ہندو حملہ کرتے تو وہ عورتیں ان دیواروں پر چڑھ جاتیں جو حفاظت کی غرض سے بنائی گئی تھیں اور ان سکھوں اور ہندوؤں کو جو تلواروں اور بندوقوں سے ان پر حملہ آور ہوتے تھے بھگا دیتی تھیں اور سب سے آگے وہ عورت ہوتی تھی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی۔ اور ان کی سردار بنائی گئی تھی“

(رسالہ مصباح ماہ صلح/جنوری ۱۳۳۶ہش/۱۹۵۷ء، الازھار لذوات الخمار صفحہ ۱۷۱ بار دوم جلد دوم)

بڑھیا کو تلاش کر کے تختے پر چڑھانے کی کوشش کی لیکن شدید زخموں کی وجہ سے وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور دو تین کوششوں کے بعد نڈھال ہو کر گر گیا۔ اس پر میاں عبدالحق صاحب نے کہا کہ میں جا کر ان دونوں کے بچانے کی کوشش کرتا ہوں اور وہ کود کر اس تختہ پر چڑھ گئے۔ ان کو دیکھتے ہی ایک پولیس مین دوڑا ہوا آیا اور ایک پاس کے مکان سے صرف چند فٹ کے فاصلہ پر سے ان کی کمر میں گولی مار دی اور وہ وہیں فوت ہو گئے۔ جب حملہ آور بگل بجنے پر دوڑ گئے تو زخمی غلام محمد صاحب اور اس بڑھیا کو اس مکان سے نکالا گیا۔ چونکہ ہسپتال پر پولیس نے قبضہ کر لیا ہے اور وہاں سے مریضوں کو زبردستی نکال دیا ہے اور تمام ڈاکٹری آلات اور دوائیاں وہاں ہی پڑی ہیں، مریضوں اور زخمیوں کا علاج نہیں کیا جا سکتا اور یوں بھی غلام محمد صاحب شدید زخمی تھے معمولی علاج سے بچ نہ سکے اور چند گھنٹوں میں فوت ہو گئے مرنے سے پہلے انہوں نے ایک دوست کو بُلایا اور اسے یہ باتیں لکھوائیں کہ "مجھے اسلام اور احمدیت پر پکا یقین ہے۔ میں اپنے ایمان پر قائم جان دیتا ہوں۔ میں اپنے گھر سے اسی لئے نکلا تھا کہ میں اسلام کے لئے جان دوں گا۔ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور جس مقصد کے لئے جان دینے کے لئے آیا تھا میں نے اس مقصد کے لئے جان دے دی۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا دیکھنا پیٹھ نہ دکھانا۔ میری ماں سے کہہ دینا کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری وصیت پُوری کر دی اور پیٹھ نہیں دکھائی اور لڑتے ہوئے مارا گیا۔"

چونکہ ظالم پولیس نے سب راستوں کو روکا ہوا ہے مقتولین کو مقبروں میں دفن نہیں کیا جا سکا اس لئے جو لوگ فوت ہوتے ہیں یا قتل ہوتے ہیں انہیں گھروں میں ہی دفن کیا جاتا ہے ان نوجوانوں کو بھی گھروں میں ہی دفن کرنا پڑا۔ اور میاں غلام محمد اور عبدالحق دونوں کی لاشیں میرے مکان کے ایک صحن میں پہلو بہ پہلو سپردِ خاک کر دی گئیں۔

یہ دونوں بہادر اور سینکڑوں اور آدمی اس وقت منوں مٹی کے نیچے دفن ہیں لیکن انہوں نے اپنی قوم کی عزت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مرنے والے مر گئے۔ انہوں نے بہرحال مرنا ہی تھا۔ اگر اور کسی صورت میں مرتے تو ان کے نام کو یاد

رکھنے والا کوئی نہ ہوتا اور وہ اپنے دین کی حفاظت اور اسلام کا جھنڈا اُونچا رکھنے کے لئے مرے ہیں۔ اس لئے حقیقتاً وہ زندہ ہیں۔ اور آپ ہی زندہ نہیں بلکہ اپنے بہادرانہ کاموں کی وجہ سے آئندہ اپنی قوم کو زندہ رکھتے چلے جائیں گے۔ ہر نوجوان کہے گا کہ جو قربانی ان نوجوانوں نے کی وہ ہمارے لئے کیوں ناممکن ہے۔ جو نمونہ انہوں نے دکھایا وہ ہم کیوں نہیں دکھا سکتے۔ خدا کی رحمتیں ان لوگوں پر نازل ہوں اور ان کا نیک نمونہ مسلمانوں کے خون کو گرماتا رہے اور اسلام کا جھنڈا ہندوستان میں سرنگوں نہ ہو۔

اسلام زندہ باد! محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ باد!

خاکسار

مرزا محمود احمد"[1]

سیدنا المصلح الموعود کے خطبہ جمعہ میں شہدائے قادیان کا درد انگیز ذکر

اب ہم سیدنا المصلح الموعود کے ایک خطبہ جمعہ (فرمودہ ۱۰/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء) کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں شہدائے قادیان سے ہونے والے بہیمانہ سلوک کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ حضور نے فرمایا:-

"آج ایک عرصہ کے بعد قادیان سے جو خطوط موصول ہوئے ہیں ان سے اور اُن آنے والوں سے جو پچھلے ایک دو دن میں یہاں آئے ہیں وہ حالات معلوم ہوئے ہیں جو گذشتہ چھ دنوں میں گورنمنٹ کے مقامی نمائندوں نے قادیان میں پیدا کر دیئے تھے اور جن کی مثال شاید پُرانے زمانہ کی وحشی اقوام میں بھی نہیں ملتی۔ ہمارے دو سَو سے زیادہ احمدی مارے گئے ہیں اور ان کی لاشیں بھی ہمارے حوالے نہیں کی گئیں بلکہ گڑھے کھود کر ان کو خود ہی دفن کر دیا گیا ہے۔ جنرل تھمایا جو ایسٹ پنجاب گورنمنٹ میں جالندھر ڈویژن کے افسر ہیں وہ بعض احمدیوں کے ساتھ ایک سکیم کے ماتحت جب قادیان گئے تو انہوں نے کہا ہماری رپورٹیں تو یہ ہیں کہ تیس کے قریب احمدی مارے گئے ہیں اور جب انہوں نے افسروں سے پوچھا کہ کتنے احمدی مارے گئے ہیں تو انہوں نے بھی کہا۔ ٹھیک ہے تیس احمدی مارے گئے ہیں۔ اس وقت ہمارے لوکل نمائندوں

[1] "الفضل" ۱۱/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲

نے کہا کہ آپ کہتے ہیں تیس احمدی مارے گئے ہیں۔ ہمیں ایک گڑھے کا علم ہے جس میں چالیس احمدیوں کی لاشیں دبائی گئی ہیں۔ چلئے ہم ابھی آپ کو وہ چالیس لاشیں دکھانے کے لئے تیار ہیں اور اس کے علاوہ ہم اور بھی کئی گڑھے دکھا سکتے ہیں جن میں احمدیوں کو دفن کیا گیا ہے۔ اس پر جنرل تھمایا خاموش ہو گئے (مگر تعصب کا بُرا ہو کہ ریڈیو کے اعلان سے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے جا کر رپورٹ یہی دی ہے کہ قادیان پر معمولی حملہ ہوا۔ دونوں طرف کے ساٹھ آدمی مارے گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون) نہایت ذلیل ترین حرکت جو کوئی قوم کر سکتی ہے وہ مُردوں کی ہتک ہے۔ ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے بعد کیا ہندو اور سکھ قوم یہ نہیں سمجھ سکتی تھی کہ مسلمانوں میں جنازہ کے متعلق کیا احکام ہیں۔ وہ کس طرح غسل دیتے، کفن پہناتے جنازہ پڑھتے اور پھر اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہیں مگر ان اسلامی رسوم کے ادا کرنے سے بھی ہمیں محروم کر دیا گیا اور ہماری لاشوں کو بغیر اس کے کہ ہم ان کا جنازہ پڑھتے گڑھوں میں دبا دیا گیا۔ ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق تو یہ تھا کہ جنگ احزاب کے موقعہ پر جب کفار کا ایک لیڈر خندق میں گرا اور وہیں مارا گیا تو مکہ والوں نے کئی ہزار روپیہ اس غرض کے لئے پیش کیا کہ اس شخص کی لاش ہمیں دے دی جائے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ ہم نے تمہارا مُردہ رکھ کر کیا کرنا ہے تم اس کو اُٹھا کر لے جاؤ اور اپنا روپیہ بھی اپنے پاس رکھو۔ لیکن یہ وہ گورنمنٹ ہے جو کہتی ہے کہ ہم ایک بڑے مُلک کی گورنمنٹ ہیں جو کہتی ہے کہ رعایا ہماری فرمانبردار رہے۔ کیا یہی طریقے فرمانبرداری کے حصول کے ہوتے ہیں اور کیا یہ طریق حکومت کرنے کے ہوتے ہیں کہ بیگناہ شہریوں کو مارا جائے، بے قصور شہریوں کو قتل کیا جائے اور پھر ان کی لاشوں کی تذلیل کی جائے اور گڑھوں میں بغیر گور و کفن کے دفن کر دیا جائے۔ بہرحال وہ مرنے والے مر گئے اور ہر حالت میں انہوں نے مَرنا ہی تھا۔ اب وہ ہماری یادگار اور ہماری تاریخ کی امانت ہیں اور ہماری جماعت ان کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے گی اور اگر وہ بے نام ہیں تب بھی وہ احمدیہ تاریخ میں زندہ رہیں گے اور احمدی نوجوان ان کے واقعہ کو اپنے سامنے رکھ کر ہمیشہ قربانی کی رُوح اپنے اندر تازہ رکھیں گے۔ پس وہ مَرے نہیں زندہ ہیں۔ خدا کرے اُن کی

قربانی ضائع نہ جائے بلکہ ہماری جماعت کے افراد اُن سے سبق حاصل کریں اور اسی قسم کی قربانی کے لئے ہر احمدی تیار ہے“ [1]

کوائفِ قادیان سے متعلق سیدنا المصلح الموعود کی پریس کانفرنس

سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے ۱۶ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو لاہور کے پریس نمائندوں کو بیان دیتے ہوئے فرمایا :-

”قادیان کے مقامی افسر اب ہم کو قادیان سے ایسی چیزیں اور سامان بھی نہیں لانے دیتے جن کی ان کو تو ضرورت نہیں مگر ہمارے لئے وہ نہایت ضروری ہے۔ مثلاً ہماری لائبریری کو جس میں ہماری مذہبی علمی کتب کا نہایت قیمتی ذخیرہ ہے جن میں بعض عربی کے قلمی نسخے بھی ہیں بند کر کے مُہر لگا دی گئی ہے۔ نیز ہمارے ضیاء الاسلام پریس کو بھی جس سے الفضل چھپتا تھا سِیل کر دیا گیا ہے۔ پھر ہماری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا سامان ہے۔ ڈاکٹر بھٹناگر نے جب وہ قادیان گئے تھے تو انہوں نے بھی کہا تھا کہ ہندوستان کے بہترین انسٹی ٹیوٹوں میں اس کا شمار ہو سکتا ہے لیکن مسلمانوں کا تو یہ واحد سائنس کا ادارہ ہے وہ بھی ضبط ہو گیا ہے۔ فسادات کی وجہ سے ہمارا یہ کام دو سال پیچھے جا پڑا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اب ہمارے ٹرک جو قادیان سے عورتوں اور بچوں کے لینے کے لئے گئے تھے پہلے ان کو باہر ہی روک دیا گیا۔ پھر جب وہ باہر سامان اور بچوں اور عورتوں کو لے کر نکلے تو سکھوں اور پولیس نے حملہ کر کے سامان لُوٹ لیا۔ حالانکہ یہاں سے ہندو اور سکھ پناہ گزین بہت سا سامان ساتھ لے جاتے ہیں مگر اُدھر سے مسلمانوں کا سامان نہیں آنے دیا جاتا۔

آپ نے کہا کہ قادیان کی بڑی آبادی کو نہایت چھوٹی سی جگہ میں مقید کر دیا گیا ہے۔ یہانتک کہ کثرت نفوس کی وجہ سے ٹخنوں ٹخنوں تک غلاظت جمع ہو گئی تھی جس کو ہمارے لڑکوں اور دیگر احمدیوں نے خود صاف کیا۔ ہسپتال بھی ہمارے قبضہ سے لے لیا گیا ہے اور زخمیوں اور بیماروں کو وہاں سے نکال دیا گیا ہے جن کا اب علاج کرنا بھی مُشکل ہو گیا

---

[1] ”الفضل“ ۱۸ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲ ؎

ہے۔ آپ نے کہا کہ ہمارے ۲۰۰ آدمی وہاں حملوں میں مارے گئے ہیں۔ قادیان میں دونوں حکومتوں کے نمائندے جنرل کری آپا کے حکم سے تحقیقات کے لئے گئے تھے لیکن جنرل تھمایا نے حکومت ہندوستان کو بالکل خلافِ واقعہ رپورٹ دی ہے۔ اتنے بڑے افسر سے اتنی امید نہ تھی۔ آپ کے قادیان میں اس وفد کے سامنے ہمارے لوگوں نے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ ۲۰۰ مسلمان شہید ہوئے ہیں اور حملہ کروا کر ہمارے محلوں کو لُوٹ لیا اور خالی کرا لیا گیا اور بے شمار مال لُوٹ لیا گیا اس پر جب جنرل تھمایا نے سوال کیا کہ میری رپورٹ تو یہ ہے کہ صرف تیس آدمی مرے ہیں۔ تو میرے بڑے لڑکے نے بتایا کہ میں آپ کو صرف ایک گڑھا ایسا بتا سکتا ہوں جس میں ۱۹ مسلمان دبے پڑے ہیں اور ابھی اور بھی بہت سے گڑھے ہیں۔ اس پر تھمایا صاحب خاموش ہو گئے۔ مگر پھر بھی بیان اس کے خلاف دیا۔ جن پناہ گزینوں کو قافلوں کی صورت میں قادیان سے بالجبر بھیجا گیا تھا ان کو خوراک نہیں دی گئی۔

ایک عورت کا بیان ہے کہ اس نے چھ دن شیشم کے پتے کھا کر گذارے۔ ہماری جماعت نے قادیان سے قافلے کے لئے ۲۰ بوری گندم اُبال کر افسروں کی خواہش پر بھیجی مگر وہ بھی اُن کو نہ دی گئی اور جانوروں کو کھلا دی گئی۔

پھر کئی دن کے بعد ان کو آدھی آدھی روٹی دی گئی اور ساتھ یہ کہا کہ ہم نے مسٹر جناح اور تمہارے خلیفہ کو تار دی تھی مگر انہوں نے روٹی نہیں دی مگر آج نہرو جی کی طرف سے تم کو کھلائی جاتی ہے۔

ان حالات کے باوجود ہمارا پختہ ارادہ ہے کہ جب تک حکومتِ ہندوستان ہم کو قادیان سے نکل جانے کا حکم نہیں دے گی ہمارے آدمی قادیان کو نہیں چھوڑیں گے اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے نوجوان وہاں مارے جائیں گے مگر قومیں قربانی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتیں۔ اگر ہم آج قربانیاں نہ دیں گے تو ہماری آئندہ نسلوں کو بھی قربانیاں دینے کی تحریک نہ ہو گی۔

آپ نے فرمایا کہ میرے لڑکے نے بذریعہ فون مجھے بتایا ہے کہ ایک اکالی لیڈر نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اگر ننکانہ صاحب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا ہمیں یقین دلایا جائے تو ہم قادیان کے مقدس حصہ کو آباد رہنے دیں گے۔

مگر یہ صرف قادیان کا سوال نہیں بلکہ اسلامی مقدس مقامات کا سوال ہے مثلاً سرہند، درگاہ نظام الدین اولیاء، درگاہ اجمیر شریف وغیرہ۔ ان کے متعلق باعزت سمجھوتہ کی کوشش ہونی چاہیئے۔

آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں ہمارے مقدس مقامات جو مشرقی پنجاب اور ہندوستان میں واقع ہیں ہمیں ان کو بغیر قربانی کے کبھی نہیں چھوڑنا چاہیئے کیونکہ قومی زندگی کے لئے ایسی قربانیاں نہایت ضروری ہوتی ہیں۔

آپ نے کشمیر کے متعلق فرمایا کہ کشمیر اور حیدرآباد کا فیصلہ اکٹھا اور ایک ہی اصول پر ہونا چاہیئے ورنہ ڈر ہے کہ دونوں ہاتھ سے نکل جائیں۔ اگر حکمران کی مرضی پر فیصلہ ہو تو ہمیں حیدرآباد مل جائے گا۔ اور اگر رعایا کی مرضی پر ہو تو ہمیں کشمیر مل جائے گا۔ اگر اکٹھا فیصلہ نہ ہوا تو اس سے مسلمانوں کو سخت نقصان ہوگا۔ کیونکہ ایک فیصلہ کو اپنے حق میں کرا کے انڈین یونین پھر اپنا اصول بدل کر دوسری ریاست کے بارے میں جھگڑا کر سکتی ہے۔

بالآخر آپ نے فرمایا کہ گو حیدرآباد اور کشمیر دونوں کا سوال اہم ہے مگر بعض لحاظ سے میرے خیال میں کشمیر کا معاملہ بہت زیادہ اہم ہے خصوصاً اس لئے کہ اس سے پاکستان کی حفاظت اور مضبوطی پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔"[1]

قادیان پر جبر و تشدد کے متفرق خونی واقعات کا جامع نقشہ ایک مستند عینی شاہد کے قلم سے

قادیان کے کوائف کا خلاصہ، اس پر حملہ کی تفصیلات درج ہو چکیں۔ اب ہمیں اس دور جبر و تظلّم کے متفرق خونی واقعات کا ایک جامع نقشہ قارئین کے سامنے رکھنا ہے۔ سیدنا المصلح الموعود اور حضرت قمرالانبیاء کے علاوہ قادیان سے ہجرت کے معاً بعد متعدد اہل قلم احمدی اصحاب مثلاً خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی سابق ایڈیٹر الفضل، حضرت ڈاکٹر محمد طفیل صاحب بٹالوی[2]، مولانا ابوالعطاء صاحب[3] اور

---

[1] "الفضل" ۲۷ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۴-۵

[2] ملاحظہ ہو "الفضل" ۷ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۳-۴

[3] آپ کے ایام محاصرہ سے متعلق دو قیمتی نوٹ "الفضل" ۲۴ تبلیغ / فروری ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۴، "الفضل" ۳۰ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵ میں شائع شدہ ہیں

قریشی ضیاء الدین صاحب بی۔ اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ اور بعض دوسرے اصحاب[۵] نے بھی اپنے چشم دید اور گوش شنید واقعات شائع کرادیئے تھے۔ جن میں سب سے مفصّل خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی کے قلم سے نکلے جنہوں نے "قادیان کے المناک اور خونچکاں حادثات میں سے کچھ" کے زیر عنوان آٹھ اقساط میں ایک مبسوط اور مستند مضمون لکھا تھا جو ذیل میں لفظاً لفظاً درج کیا جاتا ہے :۔

"مَیں حال ہی میں اس قافلہ کے ساتھ قادیان سے لاہور پہنچا ہوں جس میں پچاس سال سے زائد عمر کے اصحاب کو بھیجا گیا ہے۔ مَیں نے قادیان میں شروع سے لے کر ۲۰ اکتوبر تک اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا اور کانوں سے سُنا وہ اگرچہ مقامی پولیس اور ملٹری کی عائد کردہ پابندیوں اور انتہائی خطرات کی وجہ سے جو سیلاب کی طرح اُمڈے چلے آتے تھے، ایک نہایت ہی محدود اور مختصر حلقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تاہم اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے کہ ان ایام میں قادیان کی مقدس بستی اور اس کے امن پسند ساکنین جو اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان میں آ بیٹھے تھے اور جن کی زندگی کا مقصد اپنے خالق و مالک کی عبادت اور رضا جوئی اور اس کی مخلوق کی خواہ وہ کسی مذہب و ملّت کی ہو خدمت گذاری اور خیر خواہی تھی اور جو گذشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے اپنے قول اور فعل سے اس بات کا ناقابل تردید ثبوت دُنیا کے سامنے پیش کرتے چلے آرہے ہیں، ان پر کیا کچھ گذری۔ کیسے کیسے شرمناک اور انسانیت سوز مظالم کا انہیں نشانہ بنایا گیا اور حکومت کے ان کارندوں نے جو قیام امن کے ذمہ دار، قانون کے محافظ اور رعایا کی جان و مال اور عزت و آبرو کے نگہبان سمجھے جاتے ہیں۔ امن پسند، قانون کے پابند اور مخلوقِ خدا کے حقیقی خیر خواہ اور ہمدرد انسانوں کو بلا وجہ اور بغیر قصور کس طرح انتہائی مصائب اور آلام کا نشانہ بنایا اور اس وقت تک چین نہ لیا جب تک گلستان کی طرح پھلے پھولے قادیان کو اور اس کے بے شر ساکنین کو بے گھر نہ کر دیا اور بستے گھروں کو اُجاڑ کر وحشی لٹیروں کی تحویل میں نہ دے دیا چونکہ میرا مکان محلہ دارالرحمت میں واقع تھا اور آبادی کے مغرب میں اسی طرف تھا جدھر سے سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے مطابق انتہائی شدّت اور پورے انتظام کے ساتھ سکھ غنڈوں نے کثیر تعداد میں جمع ہو کر پولیس اور ملٹری کی امداد کے ساتھ ۳ اکتوبر کو حملہ کیا اور مَیں اپنے مکان کی چھت پر

---

[۵] "الفضل" ۳۰ صلح/جنوری، ۷ امان/مارچ، ۱۹ امان/مارچ ۱۳۲۷ہش ؍ ۱۹۴۸ء۔

کھڑے ہو کر کسی قدر ان کی نقل و حرکت دیکھ سکا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ مَیں چشم دید واقعات اور دوسرے حالات جو براہ راست شنید سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی صداقت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، احباب کے سامنے پیش کردوں۔

۱۔ بلا وجہ کرفیو

قادیان میں تشدد تو اسی دن سے شروع کر دیا گیا تھا جس دن کہ مسلمان ملٹری کو واپس بُلا لیا گیا تھا۔ گو اردگرد کے مسلمانوں کے دیہات اس سے پہلے ہی سکھوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن کر اور اپنا سب کچھ لُٹا کر ہزاروں کی تعداد میں روزانہ قادیان آنے لگ گئے تھے۔ لیکن ۱۲ر ستمبر کو جب قادیان میں بلا وجہ کرفیو لگا دیا گیا۔ بلا وجہ اس لئے کہ فرقہ دارانہ فساد تو رہا ایک طرف، کوئی معمولی لڑائی جھگڑے کا واقعہ بھی تو رونما ہوا تھا اور نہ اس بات کا امکان تھا۔ کیونکہ جماعت احمدیہ کو نہ صرف پُر امن رہنے اور قانون کی پوری پوری پابندی کرنے کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ احکام جاری کر چکے تھے جن کی تعمیل ہر احمدی اپنے لئے باعثِ سعادت یقین کرتا تھا خواہ اس کے لئے اپنی جان اور مال ہی کیوں نہ قربان کر دینا پڑتا۔ بلکہ یہ بھی ارشاد فرما چکے تھے کہ ان مصیبت اور افراتفری کے ایّام میں ہر اس شخص کو امداد دو جو تمہاری امداد کا محتاج ہو خواہ وہ کسی مذہب کا ہو۔ اور ہر وہ امداد دو جو تم دے سکتے ہو۔ اس ارشاد کی تعمیل بھی ہر احمدی کے فرائض میں داخل تھی۔ ان حالات میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ قادیان میں کوئی احمدی کسی قانون کی خواہ وہ ہنگامی ہوتا یا مستقل خلاف ورزی کرتا اور کسی لڑائی جھگڑے کی خواہ وہ کیسا ہی مجبور کن ہوتا طرح ڈالتا۔ ہاں اپنی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت کرتے ہوئے قانون شکن حملہ آوروں کا مقابلہ احمدی اپنا حق سمجھتے تھے، ایسا حق جو ہر مہذب گورنمنٹ نے اپنی رعایا کو دے رکھا ہے اور جس کا انکار کوئی حکومت کھلم کھلا کر کے دُنیا میں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہ سکتی۔ قادیان میں مقیم پولیس نے اسی حق سے احمدیوں کو محروم کرنے اور قانون شکن سکھ غنڈوں کو خلاف امن و قانون کھُلا چھوڑ دینے کے لئے ۱۲ر ستمبر سے کرفیو لگا دیا اور اس طرح مسلمانوں کو مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں مسجدوں میں ادا کرنے سے روک دیا۔ پھر گھنٹی اتنی تھوڑی دیر اور اتنی ہلکی بجائی جاتی کہ عام طور پر کرفیو کے شروع

اور ختم ہونے کا پتہ ہی نہ لگتا۔ اور خاص کر اس وجہ سے لوگ سخت بےچینی اور اضطراب میں رہتے کہ دن کو بھی جس وقت پولیس والوں کا جی چاہتا اور جب وہ تشدد کا کوئی نیا کارنامہ سرانجام دینا چاہتے گھنٹی کھڑکا دیتے۔ کرفیو لگ جانے پر نہ تو کوئی احمدی گھروں سے نکلتا تھا اور نہ کوئی پناہ گزین جو گھروں کے علاوہ گلیوں اور میدانوں میں پڑے تھے اپنی جگہ سے ہلتے تھے اور پیشاب پاخانہ کی ناقابلِ برداشت تکلیف خاص کر بچے اور عورتیں برداشت کرتے تھے یا پھر جہاں پڑے ہوتے اسی جگہ کو گندہ کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ لیکن ارد گرد کے دیہات کے غنڈے سکھ نہ صرف ٹولیاں بنا بنا کر اور تلواریں کندھوں پر رکھ کر آبادی میں پھرتے بلکہ جہاں موقعہ پاتے حملہ کر کے مال واسباب بھی لُوٹ لیتے اور پناہ گزین مسلمان خواتین کی عصمت دری بھی کرتے اور جب اس پر بیکس و بے بس مسلمان چیختے، چلاتے، اور شور مچاتے تو بجائے اس کے کہ پولیس اور ملٹری انہیں ظالموں کے دستِ ظلم سے بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلاتی نہ معلوم کہاں بیٹھی دنادن گولیاں چلانا شروع کر دیتی۔ ادھر محلّوں میں متعینہ سپاہی ہوائیں گولیاں برسانے لگ جاتے۔ اور اس طرح مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کی آہیں دب کر رہ جاتیں۔

کچھ دیر کے بعد کسی اَور طرف سے آہ و زاری کا شور مچتا اور اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ دن کے وقت جب کرفیو لگایا جاتا اس وقت مسلح سکھوں پر کوئی پابندی عائد نہ نظر آتی۔ وہ تلواروں برچھیوں بھالوں کلہاڑیوں اور ٹکووں سے سجے ہوئے جھوم جھوم کر اِدھر اُدھر اس طرح پھرتے جس طرح کسی دیہاتی میلے میں شراب پی کر پھرا کرتے ہیں۔ یوں بھی عام طور پر بڑا بڑا ہجوم بنا کر اور تلواریں کندھوں پر رکھ کر پھرتے اور اُن لوگوں کو ڈرا دھمکا کر جو اُن کے گاؤں سے بھاگ آئے تھے مختلف قسم کے مفادات حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک موقعہ پر اتفاقاً مَیں نے دیکھا چند سکھوں نے ایک مسلمان کو جو اُن کے گاؤں کا مکین معلوم ہوتا تھا۔ اور ایک دوکان کے کونہ میں بیوی بچوں کو لے کر بحالت خستہ پڑا تھا اشارہ سے بُلایا اور وہ مسحور پرند کی طرح کھنچا ہوا ان کی طرف دوڑتا چلا آیا اور نہایت لجاجت سے سلام کر کے بولا۔ آپ اچھے ہیں۔ بتائیے مَیں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ ایک اور موقعہ پر مَیں نے دیکھا دو تین سکھ ایک مسلمان سے کہہ رہے تھے ہم جو گھوڑی لے گئے تھے تم اس کے فروخت کرنے کی اپنی طرف سے رسید لکھ

دو۔ انگوٹھا بیشک نہ لگاؤ وہ ہم کسی اَور کا لگالیں گے اور وہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی حالت میں مبتلا نظر آرہا تھا۔

ان حالات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قادیان میں قیام امن کے ذمّہ داروں اور قانون کے محافظوں نے مصیبت زدہ ستم رسیدہ اور بے دست و پا مسلمانوں کو کن جکڑ بندیوں میں کس رکھا تھا اور ان کے مقابلہ میں ظالموں، لٹیروں، ڈاکوؤں، قاتلوں، قانون شکنوں کو کس طرح ظلم پر ظلم کرنے کے لئے آزادی دے رکھی تھی اور پھر کس دیدہ دلیری سے ان کی مدد کی جاتی اور انہیں آسانیاں اور سہولتیں بہم پہنچائی جاتی تھیں۔[1]

۲۔ بجلی بند

قادیان میں ایک طرف تو کرفیو لگا کر احمدیوں کو مجبور کر دیا گیا کہ ۶ بجے شام سے پانچ ساڑھے پانچ بجے صبح تک گھروں میں بند رہیں اور ہزارہا پناہ گزین مرد عورتیں اور بچے جو قادیان کے گلی کوچوں اور ارد گرد کے کھیتوں میں دُور دُور تک پڑے تھے اپنی اپنی جگہ پر دبک جائیں اور دوسری طرف بجلی بند کر کے تمام آبادی کو تاریکی اور ظلمت میں گم کر دینے کی ظالمانہ کوشش کی گئی۔ علاوہ ازیں قریباً دو لاکھ کی مظلوم اور ستم رسیدہ آبادی کو بھوکوں مارنے کے لئے آٹا پیسنے والی مشینوں کو جو بجلی سے چلتی تھیں آٹا پیسنے کے ناقابل بنا دیا اور آخر کار بجلی اس وقت تک جاری نہ ہوئی جب تک کثیر التعداد مسلح سکھ لٹیروں کے ساتھ مل کر ملٹری اور پولیس نے قادیان میں بسنے والے لوگوں کو نہایت ہی بے سرو سامانی کی حالت میں انتہائی جبر و تشدد کر کے گھروں سے نہ نکال دیا۔ جس دن یہ ظالمانہ اقدام کیا گیا اور جب کئی میلوں میں پھیلی ہوئی قادیان کی آبادی کو سمیٹ کر اندرون اور بیرون شہر کے دو نہایت ہی محدود حلقوں میں ٹھونس دیا گیا اور مکانات خالی کرا لئے گئے تو اسی دن شام کے قریب بجلی بھی جاری کر دی گئی تاکہ رات کی تاریکی سکھ لٹیروں کی راہ میں حائل نہ ہو اور وہ اطمینان کے ساتھ ایک ایک چیز پسند کر کے اور قیمتی اشیاء چھانٹ چھانٹ کر لے جا سکیں۔ چنانچہ صبح تک محلہ دار الرحمت کا کوئی مکان ایسا نہ رہا جو مکمل طور پر لُوٹ نہ لیا گیا۔ دوسرے محلوں اور پُرانی آبادی کے بعض مکانات بچ گئے لیکن ایسے تمام مکانات پر جن کے مالک مکان خالی کر دینے پر مجبور کر دیئے گئے

---

[1] "الفضل" ۲۹ ماخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء

تھے ملٹری اور پولیس نے قبضہ کر لیا اور مالکوں کو اپنے مکانوں میں جانے اور بھرے گھروں سے کھانے پینے اور پہننے تک کے لئے کوئی چیز لانے سے روک دیا اور اگر کوئی کچھ لاتا ہوا نظر آیا تو اس سے چھین لیا۔

پھر بجلی بند ہو جانے کے دوران میں سکھ لٹیروں اور غنڈوں کے رات کے حملوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ سرِ شام ہی مختلف اطراف سے چیخ و پکار اور آہ و فغاں کی دردناک آوازیں آنی شروع ہو جاتیں۔ ملٹری بڑی فیاضی سے رات بھر بندوقوں اور برین گنوں کے مُنہ کھولے رکھتی لیکن نہ تو کوئی قاتل اور لٹیرا سکھ ان کی زد میں آتا اور نہ ہی ستم رسیدہ مسلمانوں کی آہ و زاری بند ہوتی۔

غرض مسلسل کئی دنوں تک بجلی بند کر کے اور اس وقت تک بند رکھ کر جبتک مکانات سے ان کے مکینوں کو نکال نہ دیا گیا سکھ غنڈوں نے ملٹری اور پولیس کی امداد سے وہ وہ ستم ڈھائے جو حد بیان سے باہر ہیں۔

۳۔ غلّہ چھین لیا

بجلی سے چلنے والی آٹا پیسنے کی مشینوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے گو کھانے کی سخت دقّت پیش آئی کیونکہ کثیر التعداد انسانوں کو آٹے سے محروم کر کے فاقہ کشی کے لئے مجبور کر دیا گیا۔ تاہم ان حالات میں جو کچھ ہو سکتا تھا کیا گیا۔ اکثر لوگ گیہوں اُبال کر اس سے پیٹ بھرنے لگے۔ بعض گھروں میں دستی چکیاں تھیں وہ دن رات چلنے لگیں اور مرد عورتیں آٹا پیسنے لگے۔ ہمارے محلہ میں ایک تیل سے چلنے والی چکّی تھی وہ ادھر ادھر سے تیل مہیا کر کے حرکت میں آنے کی کوشش کرتی رہی لیکن یہ جد و جہد ان لوگوں کو کب گوارا ہو سکتی تھی جو دن رات مظلومین کو زیادہ سے زیادہ دُکھ دینے میں مصروف رہتے اور روز نئے ستم ایجاد کرنے میں منہمک ہوتے تھے۔ انہوں نے یہ منادی کرا دی کہ کسی گھر میں دو بوری سے زائد گندم نہیں رہنی چاہیئے اور سب گندم پولیس چوکی میں پہنچا دی جائے اور دوسری طرف تیل کی چکی پر قبضہ کر کے پہرہ بٹھا دیا۔ وہاں جس قدر آٹا اور غلّہ موجود تھا وہ چھین لیا اور اس کے ساتھ ہی جو مرد عورتیں اور بچے تھوڑا تھوڑا غلّہ پسانے کے لئے بیٹھے تھے اُن سے چھین لیا۔ اگر کسی نے اپنی فاقہ کشی کی دردناک کہانی سُناتے

ہوئے یلمت و نعل کی تو اس کی تواضع مکّوں طمانچوں اور بندوق کے بٹ سے کی گئی۔

چونکہ پناہ گزین کثیر تعداد میں ایک لمبے عرصہ سے قادیان میں پڑے تھے اور باوجود انتہائی جدوجہد اور پناہ گزینوں کی اتنی بڑی تعداد کے حکام نے قادیان میں کیمپ بنانا منظور نہ کیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں کی خوراک کا بہت بڑا بوجھ قادیان کے رہنے والوں پر پڑا ہوا تھا اور وہ اپنی خریدی ہوئی گندم انہیں کھلا رہے تھے کیونکہ ان لوگوں کو ملٹری اور پولیس نے نہایت بے سروسامانی کی حالت میں گھروں سے نکال کر بلکہ راستہ میں لُوٹ مار کا شکار بنا کر قادیان پہنچایا تھا۔ مگر پولیس نے ہر ممکن کوشش کی کہ ان کو بھُوکا مارے تا کہ وہ یا تو یہیں ختم ہو جائیں یا مجبور ہو کر کسی طرف اُٹھ بھاگیں تو وہاں ان کا خاتمہ ہو جائے۔

۴۔ قاتلانہ حملے

قادیان کے شمال مغرب کی طرف مسلمانوں کے جو دیہات تھے وہاں کے مظلوم زیادہ تر محلہ دارالرحمت میں آئے تھے۔ اُن میں سے جن کو سکھ راستہ میں قتل کرتے اور اُن میں سے جو لاشیں کسی نہ کسی طرح لائی جا سکتیں وہ ہمارے محلہ میں آتیں اور قریب کے قبرستان میں دفن کرنے کا انتظام کیا جاتا۔ ایک دن اتفاقاً مَیں نے ایسی تین لاشیں دیکھیں اور ایک اَور دن جبکہ پناہ گزینوں کا قافلہ ریلوے لائن کے قریب ٹرکوں پر سوار ہونے کے لئے بہت بڑی تعداد میں کھڑا تھا پولیس اور ملٹری اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر دھکیل رہی تھی مَردوں پر لاٹھیاں برسا رہی تھی، قریب ہی ایک پناہ گزین کو سکھوں نے کرپانوں سے دم زدن میں قتل کر دیا اور اس کے بعد تھوڑی دُور جا کر کھڑے ہو گئے۔ مقتول کے وارث آہ و فغاں کرتے ہوئے لاش کے پاس پہنچے اور روتے دھوتے لاش کو چارپائی پر ڈال کر تمام مجمع میں سے گذرے مگر پولیس اور ملٹری ٹس سے مَس نہ ہوئی۔ البتہ کچھ دیر بعد اتنا اس نے ضرور کیا کہ ہوا میں بندوقیں چلانی شروع کر دیں۔ پھر ایک احمدی کے مکان میں گھُس کر چھت پہ جا چڑھی اور ہوا میں کارتوس ضائع کرنے لگی۔

دراصل جب کوئی قافلہ روانہ ہونے والا ہوتا تو ارد گرد کے دیہات کے سکھ بہت بڑی تعداد میں مسلح ہو کر اِدھر اُدھر منڈلانا شروع کر دیتے تا کہ لُوٹ مار کے لئے کوئی موقع تلاش کریں

لیکن جب قافلے ٹرکوں پر مسلمان ملٹری کی حفاظت میں جانے لگے تو لٹیرے اس تاک میں رہتے کہ سوار ہوتے وقت جو ہجوم ہوتا ہے اسے خوفزدہ کریں تاکہ وہ اپنا تھوڑا بہت اسباب بھی چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے۔ اس کے لئے پولیس اور ملٹری کی موجودگی میں قتل تک نوبت پہنچا دی مگر کسی نے ان کو نہ روکا۔ البتہ ملٹری اور پولیس نے گولیاں چلا کر مظلومین پر اپنی موجودگی اور شدید سے شدید اقدام کے لئے تیاری ظاہر کر دی اور بندوق کی زبان سے اعلان کر دیا کہ بے حس وحرکت قاتلوں اور لٹیروں کے آگے پڑے رہو۔

ایک دن عصر کے قریب آریہ سکول کے قریب مسلمانوں کی چھوٹی سی آبادی میں رونے دھونے اور چیخ وپکار کا شور بلند ہوا۔ مَیں نے مکان کی چھت سے دیکھا تو کچھ لوگ ادھر دوڑے جاتے نظر آئے۔ پھر پولیس پہنچی۔ فائروں کی آوازیں آنے لگیں۔ آخر نتیجہ یہ معلوم ہوا کہ چند سکھ آبادی میں گھس کر دو مسلمانوں کو قتل کر گئے ہیں اور پولیس نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو گھروں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ اگر جان بچانی ہے تو گھروں سے نکل جاؤ۔ چنانچہ لوگ نہایت ابتر حالت میں آنے شروع ہو گئے۔ اس طرح جب وہ ساری آبادی خالی کرالی گئی تو قریب کے دیہات کے سکھوں نے لُوٹنا شروع کر دیا جو پرا باندھے وہاں کھڑے تھے اور صبح تک سب کچھ لے جانے کے بعد مکانوں کی چھتیں اُکھیڑ کر لے جانے لگے۔ یہ سب کچھ وہ کھلم کھلا کرتے نظر آرہے تھے مگر ملٹری اور پولیس نے جس کے لئے مسلمان مظلومین کی آہ تک ناقابلِ برداشت تھی ظالم سکھوں کی ان حرکات کو توجہ کے قابل ہی نہ سمجھا اور کسی نے ان کو روکنے کی تکلیف گوارہ نہ کی۔ راتوں کو کرفیو کے باوجود جو حملے پناہ گزینوں پر کئے جاتے اور جن میں جان و مال کے علاوہ خواتین کی عصمت کو بھی لُوٹا جاتا اور جن کے دوران پولیس اور ملٹری حملہ آوروں کی پُشت پر نہیں بلکہ ان کے پہلو بہ پہلو ہوتی۔ ان کا کسی قدر ذکر کرفیو کے عنوان کے نیچے کیا جا چکا ہے۔

غرض یہ حملے روز بروز زیادہ شدید اور کثیر ہوتے گئے حتیٰ کہ انتہا کو جا پہنچے۔[1]

۵۔ تباہ حال مسلمانوں کے مویشی لُوٹ لئے۔

دو دن اور تین رات کی مسلسل بارش کے بعد جب مطلع صاف ہوا تو سُورج نکلنے کے

---

[1] "الفضل" ۲۹ر اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء۔

تھوڑی دیر بعد ہی کرفیو لگا دیا گیا۔ اس پر وہ لوگ جو مکانوں میں یا کھلے میدان کے کیچڑ اور پانی میں پڑے تھے ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ کسی قدر سردی اور بہت زیادہ بھوک سے نڈھال گھٹ کر رہ گئے اور پھر معًا بعد ہتھیار بند پولیس کی معیت میں مسلح سکھوں کی ٹولیاں محلہ دارالرحمت کے جنوب سے محلہ میں داخل ہونا شروع ہو گئیں اور تمام مال مویشی جن میں اونٹ بیل بھینسیں بھینسے گائیں گھوڑیاں خچریں گدھے اور بھیڑ بکریاں شامل تھیں کیلوں سے کھول کر ہانکنے لگے۔ اور تمام محلہ میں سے نہ صرف تباہ حال پناہ گزینوں کے بلکہ بعض مقامی اصحاب کے مویشی بھی ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے کر کے محلہ کے شمال کی طرف نکل گئے۔ مویشیوں میں زیادہ تر اعلیٰ نسل اور بھاری قیمت کے بیل تھے جن کے ذریعہ پناہ گزین گڈوں میں اپنا بچا کھچا اسباب لاد کر لائے تھے اور اس امید میں پڑے تھے کہ پیدل قافلہ روانہ ہو گا تو وہ گڈوں میں سامان لے جا سکیں گے لیکن پولیس نے نہایت شقاوت قلبی سے تمام مویشی چھین کر اُن کو بے دست و پا بنا دیا۔ اور جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اب نہ صرف گڈوں کا لے جانا ان کے لئے ممکن نہیں بلکہ گڈے بھی لُٹیرے سکھ پولیس کی مدد سے چھین لیں گے تو انہوں نے گڈے جو کئی سو کی تعداد میں تھے توڑ پھوڑ کر جلانے شروع کر دیئے اور دوسرے تیسرے دن جب سکھ گڈوں کی تلاش میں آنکلے تو اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

۶۔ ۳ر اکتوبر کا المناک دن

ان حالات میں آخر وہ دن آگیا جب ملٹری پولیس اور سکھوں نے مل کر قادیان میں قیامت برپا کر دی اور ان لوگوں کو اپنے انتہائی ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جو نہ صرف حکومت کے قوانین کی پوری پوری پابندی کرنے اور سچی وفاداری کا ثبوت دینے کا اعلان کر چکے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین کر رہے تھے اور جن کے ہاتھوں پاکستان کے کسی حصہ میں نہ صرف کسی سکھ یا ہندو کو جانی یا مالی کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ کثیر التعداد سکھوں کی جان و مال اور عزت و آبرو احمدیوں نے بچائی۔ انہی ایام میں جبکہ سکھوں نے قادیان کو نہایت بے دردی اور بے رحمی سے اپنی طرف سے اُجاڑ دیا اور نہایت شرمناک مظالم احمدیوں پر کئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک نہایت معزز عمر رسیدہ سکھ جن کی شکل و شباہت سے شرافت اور عالی نسبی ظاہر تھی مع چند

اور ساتھیوں کے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانوں سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا اس لئے شکریہ ادا کر کے واپس جا رہے تھے کہ ایک معزز احمدی افسر نے نہایت نازک وقت میں ان کی حفاظت کی اور ان کو بال بچوں سمیت بخیریت محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔

۲۔ ۳ اکتوبر کی درمیانی رات بڑی کثرت سے گولیاں چلتی رہیں۔ برین گنیں تڑ تڑ کرتی رہیں بموں کے چلنے کی آوازیں بھی آتی رہیں۔ مصیبت زدہ لوگوں کی چیخ و پکار بھی سنائی دیتی رہی۔ اور ساری رات یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب دن چڑھا تو مَیں نے مکان کی چھت پر سے دیکھا کہ ارد گرد کے دیہات سے سکھ بڑی کثرت کے ساتھ آ رہے ہیں اور محلہ دارالرحمت کے قریب کھیتوں میں اور ایک مندر میں جمع ہو رہے ہیں۔ جوں جوں دن چڑھتا گیا ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ سینکڑوں سے گذر کر ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ کچھ لوگ قادیان کے ہندوؤں اور سکھوں کے محلّوں سے نکل کر بھی ان میں شامل ہوتے نظر آئے اور بعض دیہاتی گھوڑے، خچریں اور گدھے وغیرہ قادیان کی پُرانی آبادی سے ہانک کر اپنے گاؤں کی طرف لے جاتے دیکھے گئے۔ سکھوں کے اس اجتماع کے آگے جو لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا سکھ پولیس کے سوار اور پیدل سپاہی بھی موجود تھے جو ادھر ادھر نقل و حرکت کرتے دکھائی دیتے تھے اور معلوم ایسا ہوتا تھا کہ وہ ڈاکو اور لٹیرے سکھوں کو لُوٹ مار اور قتل و غارت سے روکنے اور منتشر کرنے کی بجائے خاص ہدایات دے رہے اور احمدیہ آبادی پر حملہ کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ لٹیرے پولیس کے پاس سے گذرتے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر آگے بڑھ جاتے۔

عین اس وقت جب پولیس کی موجودگی میں بے بس و بے کس مسلمانوں پر ستم ڈھانے کے لئے یہ تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ کئی ہزار سکھ تلواریں چمکا چمکا کر خوف و ہراس پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور کمریں کس کر تیار بہ تیار کھڑے تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ عین اس جگہ سے جہاں پولیس کے سپاہی کھڑے تھے کچھ سکھ تلواریں سونت کر نکلے اور محلّہ کی طرف بڑھنے لگے اور جب انہوں نے دیکھا کہ سامنے ایک بوڑھا آدمی پاخانے بیٹھا ہوا ہے تو للکارتے ہوئے اس پر پل پڑے اور وہیں اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ دو تین اور آدمیوں کی طرف بڑھے کہ وہ بھی پاخانہ کرنے بیٹھے تھے مگر انہوں نے حملہ آوروں کو ذرا دُور سے دیکھ لیا اور بھاگ کر

آبادی میں آگئے۔ سکھ گندی گالیاں بکتے ہوئے ان کے پیچھے دوڑے لیکن یکایک تھوڑی دُور جا کر ٹھٹکے اور پھر سر پہ پاؤں رکھ کر پیچھے کو بھاگ آئے۔ آگے بڑھنے اور آبادی میں گھسنے کی انہوں نے جرأت نہ کی۔ اس کے متعلق معلوم ہوا کہ ان قاتلوں کا شور و شر سُنکر ہمارے چند جاں نثار نوجوان اس مورچہ پر پہنچ چکے تھے جس کے پاس سے وہ سکھ قتل و خونریزی کے ارادہ سے آبادی میں داخل ہو سکتے تھے۔ سکھوں کی نظر جب اُن پر پڑی تو آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے کو بھاگنا انہوں نے ضروری سمجھا۔ احمدی فدائیوں کو یہ سخت ہدایت تھی کہ وہ نہ تو آبادی سے باہر نکل کر سکھوں پر حملہ کریں اور نہ بھاگتے ہوئے سکھوں کا تعاقب کریں بلکہ اپنے مورچہ میں رہ کر یا پھر محلہ کی گلیوں میں خود حفاظتی کا فرض ادا کریں اور اس خوبی سے ادا کریں کہ جہاں اس کی ادائیگی کی ضرورت پیش آئے وہاں سے کامیابی یا شہادت ہی ان کے قدم ہٹائے۔ کسی صورت میں انہیں ہٹنے کا خیال تک نہ آئے۔

ہمارے مجاہد نوجوانوں نے بڑی خوشی اور بیحد جوش کے ساتھ یہ عہد کر رکھا تھا اور وہ اسے پُورا کرنے کے لئے ہر لمحہ تیار تھے ورنہ ان کے لئے حملہ آور دشمن کا اور ایسے کمینہ اور انسانیت کش دشمن کا آبادی سے نکل کر مقابلہ کرنا کوئی مرعوب کن بات نہ تھی جو عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں تک کو بے دریغ قتل کر دینا اپنا بڑا کارنامہ سمجھتا تھا اور جو پاخانہ بیٹھے ہوئے بیخبر بیمار اور بوڑھے انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہ کرتا تھا۔ لیکن اپنے نفس پر قابو رکھنے، قانون کا زیادہ سے زیادہ احترام کرنے اور مسلمانوں کے خلاف بھری ہوئی ملٹری اور فوج کو ظلم و ستم میں غیر معمولی اضافہ کرنے کا حتی الامکان کوئی موقع نہ دینے کی خاطر احمدی مجاہدین کی اس ہدایت پر عمل کیا کہ وہ کسی حالت میں بھی بھاگتے ہوئے حملہ آوروں کا آبادی سے باہر جا کر تعاقب نہ کریں ورنہ اس ہدایت کی پابندی نہ کرنے والے دشمن کے ہاتھوں اگر کوئی نقصان اُٹھائیں تو نہ صرف اس کی کوئی قدر نہ کی جائے گی بلکہ ایسے لوگوں کو سلسلہ کی طرف سے بھی سزا دی جائے گی۔

یہ تھی وہ ہدایت اور وہ ارشاد جس نے ہمارے عزیز نوجوانوں کو مقررہ جگہ سے ایک انچ بھی آگے بڑھنے نہ دیا ورنہ وہ منظر جو اس وقت پیش نظر تھا کہ سکھوں کا ایک بہت بڑا

مجمع گدھوں کی طرح حملہ کرنے کے لئے پَر تول رہا تھا اور بوڑھے بیکس مسلمان کو محض اس لئے کہ وہ مسلمان تھا اس کا اور کوئی قصور نہ تھا، ابھی ابھی قتل کر چکا تھا اور اس کے خون کے قطرے ان سکھوں کی تلواروں سے ٹپک رہے تھے۔ جو دوسرے مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے ان کے پیچھے بھاگ کر آتے ہوئے زد میں آچکے تھے اور ان کا زندہ بچ کر واپس چلا جانا ممکن نہ تھا۔ ان کو ٹھکانے لگا دینا بالکل آسان تھا۔ لیکن ایسے وقت میں ہمارے نوجوانوں نے جوش کو دبایا اور تعمیلِ حکم کے جذبہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے نظم اور ضبط کے احترام کا قابلِ ستائش ثبوت دیا۔ یہ سُور مے سکھ جو ایک بوڑھے اور بیمار کو بیٹھے ہوئے قتل کر کے اور ہمارے چند چھوٹی عمر کے نوجوانوں کو دیکھ کر سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے تھے جب اپنے مجمع میں واپس پہنچے تو وہاں کچھ غیر معمولی حرکت نظر آنے لگی۔ کچھ سکھ اِدھر اُدھر منتشر ہوتے بھی نظر آئے مگر پولیس نے اُن پر قابو پالیا اور اُن کے اُکھڑتے ہوئے قدم پھر ٹھہر گئے۔[1]

۷۔ پولیس اور ملٹری کی معیت میں سکھوں کا حملہ اور انتہائی مظالم

۳ر اکتوبر کو جب سکھوں نے محلہ دارالرحمت کے قریب کے کھیت میں ایک بوڑھے بیمار پاخانہ بیٹھے ہوئے پناہ گزین مسلمان کو قتل کر دیا اور بعض اور کو قتل کرنے کے لئے اُن کے پیچھے بھاگے تو اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ شرارت کا آغاز کریں اور لوگوں کو خوفزدہ کر کے مکانات خالی کر دینے پر مجبور کر دیں۔ لیکن جب حملہ آوروں نے دیکھا کہ احمدی نوجوان آبادی کے اندر مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں تو بھاگ کر اسی مجمع میں چلے گئے جس سے نکل کر آئے تھے اور وہاں کچھ دیر ہلچل مچی رہی۔ اس دوران میں پولیس اور ملٹری دوسری طرف سے محلہ میں داخل ہو گئی اور کثرت سے گولیاں چلانے لگی۔ اِدھر محلہ کی گلیوں میں اور پناہ گزینوں کے آس پاس ملٹری اور پولیس گولیاں چلا رہی تھی اُدھر میں نے دیکھا کہ سکھ غنڈوں کے مجمع سے قطاریں باندھ کر سکھ مختلف اطراف سے محلہ کی طرف بڑھنے لگے یہ لوگ مختلف قسم کے ہتھیاروں سے مسلّح تھے جن میں سے تلواریں اور برچھیاں خاص طور پر نمایاں تھیں۔ سوار اور پیدل پولیس ان کے پاس کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ مگر وہ بھی

---

[1] "الفضل" ۴؍ نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ ہش/ ۱۹۴۷ء

چونکہ کلیتہً سکھوں اور ہندوؤں پر مشتمل تھی اس لئے بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ حملہ آور دل کو لوٹ مار کے متعلق ضروری ادگھات بتا کر روانہ کر رہی ہے اور غنڈے پولیس و ملٹری کے گولیاں چلانے کے اشارہ پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس دوطرفہ حملہ کو دیکھ کر پناہ گزین مسلمان جو گھروں میں اور کھلی جگہوں میں پڑے تھے۔ تھوڑا بہت اسباب سمیٹ کر بے تحاشا بھاگنے لگے مگر ان کو بتایا گیا کہ آبادی سے باہر نہ جائیں ورنہ غنڈے سکھ ان سے سب کچھ چھین لینگے اور اُن کی جان کے علاوہ عزّت و آبرو پر بھی ڈاکہ ڈالیں گے بلکہ بورڈنگ کی عمارت کی طرف جائیں اور وہاں جا کر پناہ لیں۔ چونکہ محلّہ میں ابھی تک بہت سی احمدی عورتیں اور بچے موجود تھے اور سکھ غنڈے ملٹری اور پولیس کی پناہ میں آبادی میں داخل ہو رہے تھے اس لئے ہمارے نوجوان ان کی حفاظت کے لئے ملٹری اور پولیس کی گولیوں اور سکھوں کی کرپانوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے ضروری مقامات پر پہنچ گئے۔ ان نوجوانوں کو جہاں یہ ہدایت تھی کہ کسی موقع پر بھی پولیس اور ملٹری سے نہ ٹکرائیں خواہ وہ کتنا ہی ظلم وستم کرے وہاں یہ بھی حکم تھا کہ اگر کسی عورت کی عصمت پر حملہ کیا جائے تو خواہ حملہ کرنے والا کوئی ہو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور کسی قسم کے خطرہ کی کوئی پرواہ نہ کریں بلکہ مردانہ وار دادِ شجاعت دیں۔ اس فرض کی ادائیگی کے لئے ہمارے عزیز بچے برستی گولیوں اور چمکتی کرپانوں کے دوران اپنی اپنی مقررہ جگہ پر جم کر کھڑے ہو گئے اور اس طرح انہوں نے عورتوں اور بچوں اور نہتے مردوں کی جو ہزاروں کی تعداد میں محصور ہو چکے تھے گھروں سے نکلتے وقت قابلِ تعریف شجاعت کے ساتھ حفاظت کی۔ سارے محلّہ میں ملٹری اور پولیس کی گولیوں اور وحشی سکھوں کی کرپانوں نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔ انہوں نے خالی مکانوں میں گھس کر اور تالے توڑ کر لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ کئی لوگوں کو زخمی کر چکے تھے اور بہت بڑی تعداد میں جنگلی درندوں کی طرح شور مچاتے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ مگر احمدی عورتیں اور بچے پوری احتیاط اور حفاظت کے ساتھ گھروں سے نکال کر بورڈنگ میں پہنچائے جا رہے تھے۔ اس وقت ہماری خواتین اور بچوں نے بھی بڑے حوصلے اور وقار کا اظہار کیا باوجودیکہ انتہائی خطرات ہر طرف سے انہیں گھیرے ہوئے تھے اور دیہاتی پناہ گزین عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار ہر چہار اطراف سے سنائی دے

رہی تھی۔ مگر کیا مجال کہ کسی احمدی عورت اور بچے نے کسی قسم کے خوف و ہراس کا اظہار کیا، یا اضطراب اور بے چینی کا کوئی کلمہ مُنہ سے نکالا۔ ہمارا ہر مرد، ہر عورت بلکہ ہر بچہ رضا بالقضا کا مجسمہ نظر آرہا تھا اور چپ چاپ اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کہ ملٹری اور فوج کا مقابلہ نہیں کرنا بھرے گھروں کو خالی کیا جا رہا تھا کیونکہ ملٹری اور مسلح پولیس ایک ایک مکان پر جا کر کہہ رہی تھی کہ فوراً مکان خالی کر دو ورنہ گولی چلا دی جائے گی اور سکھ جن کو ہم نے روک رکھا ہے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے۔ اس ظالمانہ اور وحشیانہ حکم کو بعض جگہ پولیس اور ملٹری نے عملی جامہ بھی پہنایا۔ چنانچہ میرے مکان کے بالکل قریب مرزا احمد شفیع صاحب بی۔ اے کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

جب ظلم و ستم اور جبر و تشدّد کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو اکثر لوگ مکان خالی کر دینے پر مجبور ہو گئے اور ایسی حالت میں خالی کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اکثر احباب بالکل خالی ہاتھ نکلے کیونکہ اگر کوئی کچھ لے کر نکلتا تو پولیس اور ملٹری کی موجودگی میں سکھ لُوٹ لیتے اور ملٹری والے بھی اس میں حصہ دار ہوتے۔

۸۔ احمدی نوجوانوں کی شجاعت اور جاں نثاری

مَیں اپنے ایک بچے حمید احمد سمیت جو مرکزی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے والے نوجوانوں میں شامل تھا اور محلّہ کی مخدوش حالت کی اطلاع پا کر اور یہ سُن کر کہ سکھوں کے حملہ کا بہت بڑا زور ہمارے مکان کے پاس ہے میری خبر معلوم کرنے کے لئے گھر آیا تھا اور ہم یہ دیکھ کر کہ قریب قریب کی عورتیں اور بچے جا چکے ہیں اپنے مکان سے نکلے اور بابو اکبر علی صاحب مرحوم کی کوٹھی میں پہنچے جہاں مرکزی حفاظت کرنے والے نوجوان مقیم تھے۔ میرے وہاں جانے کے تھوڑی دیر ہی بعد انچارج صاحب کو اطلاع پہنچی کہ ایک مکان میں ابھی تک بہت سی عورتیں اور بچے محصور ہیں اور خطرہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جا رہا ہے ان کو بحفاظت نکالنے کا انتظام کیا جائے اس پر انچارج صاحب نے نوجوانوں کو آواز دی اور وہ دوڑتے ہوئے آ کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور جب انہیں بتایا گیا کہ فلاں مکان میں عورتیں اور بچے موجود ہیں ان کو نکال لائیں تو ایک لحظہ کا توقف کئے بغیر سارے کے سارے نوجوان جن کی تعداد ۱۵۔۔ ۲۰ سے زیادہ نہ تھی اور

جو اس وقت وہاں پہنچے تھے۔ ملٹری اور پولیس کی گولیوں اور سکھوں کی چار چار فٹ لمبی کرپانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف لاٹھیاں لے کر دوڑ پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں دو سَو کے قریب عورتوں اور بچّوں کو بحفاظت نکال لائے۔ ان عورتوں اور بچّوں سے بھی کسی قسم کی گھبراہٹ اور بے صبری کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ جب ہمارے مجاہد اُن کو اپنی حفاظت میں بورڈنگ کی طرف لا رہے تھے تو موضع بٹراں سے قادیان آنے والے راستے کے قریب جو محلہ دارالرحمت اور محلہ دارالعلوم کے درمیان واقع ہے۔ بہت سے مسلّح سکھوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی یہ دیکھ کر ہمارے نوجوان جن کے پاس صرف لاٹھیاں تھیں اُن کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی خاص مدد اور نصرت فرمائی۔ جب تک ملٹری اور پولیس وہاں پہنچی کئی ایک سکھّوں کو انہوں نے مار گرایا اور باقی دُم دبا کر بھاگ گئے اور پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ہمارے نوجوانوں میں سے کسی کو خراش تک نہ آئی بحالیکہ ان کے پاس صرف لاٹھیاں تھیں اور سکھوں کے پاس کرپانیں، اور وہ سمجھتے تھے کہ پولیس اور ملٹری ان کی پشت پناہ ہے۔ خواتین اور بچّوں کو نرغہ سے نکالنے کے لئے جو مجاہدین اپنی جانیں ہتھیلی پہ رکھ کر مردانہ وار آگے بڑھے تھے اگرچہ وہ اپنے مقصد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوئے لیکن ان میں سے ایک مجاہد جو نہایت سجیلا جوان تھا اور رضاکارانہ قادیان کی حفاظت کا فرض ادا کرنے کے لئے کھاریاں ضلع گجرات سے آیا ہوا تھا۔ نیاز علی نام تھا۔ نہ معلوم اپنے ساتھیوں سے کس طرح علیحدہ ہو گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ ملٹری نے نہایت سفّاکی سے اسے گولی کا نشانہ بنایا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس کی لاش بھی نہ اُٹھانے دی۔ خدا تعالیٰ کی بے شمار برکات اور انعامات نازل ہوں ہمارے اس شہید پر جنہوں نے اس ظلم و ستم کے دَور میں مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں مومنانہ شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے جام شہادت پیا۔ ہماری آئندہ نسلیں ان کی ذات پر فخر کریں گی اور ان کے کارنامے یاد کر کے اپنی محبت اور اخلاص کے پھُول ان پر نچھاور کریں گی۔ ان کی جُدائی سے ہمارے دل غمگین اور ہماری آنکھیں نمناک ہیں مگر انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر کے جو درجہ اور مرتبہ حاصل کر لیا ہے اس پہ ہم ان کو مبارکباد کہتے

ہیں۔ نہ صرف ان کو بلکہ اُن ماؤں کو بھی جنہوں نے ایسے بہادر اور خدا تعالیٰ کی خاطر فدا ہونے والے سپوت جنے، اُن باپوں کو بھی جن کے ہاں ایسے جوانمرد اور دلیر بچے پیدا ہوئے، ان بہنوں اور بھائیوں کو بھی جن میں وہ کھیلے کودے اور پروان چڑھے، اُن سہاگنوں کو بھی جن کے سہاگ ہمیشہ کی زندگی پاکر لازوال بنا گئے، ان بچوں کو بھی جن کی قدر و منزلت کو چار چاند لگا گئے۔ وہ خود زندہ ہو گئے کیونکہ خدا تعالےٰ کا ان کے متعلق یہ ارشاد ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ کہ جو خدا تعالےٰ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مُردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ اور دوسروں کے لئے ایسی زندگی حاصل کرنے کے لئے اس زمانہ میں مثال قائم کر گئے ہیں۔ پس ہم ان کے درجات کی مزید بلندی کے لئے دُعا کرتے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے ان شہیدوں کو قصرِ احمدیت میں بلند مقام پر جگمگاتے ہوئے ستارے بنائے گا اور دوسرے نوجوان ان سے روشنی حاصل کریں گے۔

ہمارے ان مقامی اور بیرونی مجاہد نوجوانوں نے اپنے مقاماتِ مقدسہ اور قادیان میں بسنے والے لوگوں کی حفاظت کے سلسلہ میں کئی ماہ مسلسل جو خدمات سرانجام دیں ان کا ذکر کوئی ایسا بھائی کرے جو ان کی تفصیلات سے واقف اور ان کا عینی شاہد ہو تو زیادہ موزوں ہوگا۔ مجھے ان کی سرگرمیوں اور مجاہدانہ جدوجہد کا جو ایک آدھ نظارہ اتفاقاً دیکھنے کا موقعہ ملا میں اسی کا ذکر کرسکتا ہوں۔

ہمارے محلہ دارالرحمت میں سکھوں سے مقابلہ کا ایک اور نہایت شاندار کارنامہ بھی عمل میں آیا۔ اس وقت جبکہ سکھ محلہ میں داخل ہو چکے تھے۔ ملٹری اور پولیس ان کی حمایت میں گولیاں چلا رہی تھی۔ ایک اور مکان میں کچھ عورتیں اور بچے محصور ہو چکے تھے اور مسلح سکھ غنڈوں نے اس مکان کے اردگرد منڈلانا شروع کر دیا تھا حتیٰ کہ اس مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ جب نوبت یہانتک پہنچ گئی تو ہمارے نوجوانوں نے مقابلہ کرنا ضروری سمجھا اور وہ ہر قسم کے خطرات کا پورا پورا احساس رکھتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ پولیس اور ملٹری نہ صرف سکھ ڈاکوؤں اور لٹیروں کی اپنے اسلحہ سے حفاظت کر رہی ہے

بلکہ ان کی حمایت میں بیگناہ اور نہتے احمدیوں کو بغیر کسی وجہ کے قتل بھی کر رہی ہے ، سر پہ کفن باندھ کر خواتین کی حفاظت کے لئے اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آن کی آن میں نہ صرف محلہ کا وہ حصہ درندے سکھوں سے خالی ہو گیا جہاں عورتیں اور بچے رو کے پڑے تھے بلکہ ملٹری اور پولیس کے سورمے بھی بھاگ گئے اور دُور دُور تک اُن کا نام و نشان نظر نہ آیا۔ اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اور یہ سمجھ کر کہ ملٹری اب مزید کمک حاصل کر کے لوٹے گی عورتوں اور بچوں کو بخیریت وہاں سے نکال کر محفوظ مقام پر پہنچا دیا گیا اس مقابلہ میں بھی کئی سکھ جان سے گئے مگر ہمارے مجاہدین خدا تعالیٰ کے فضل سے بخیریت نکل آئے۔

یہ ہیں اس سفاکانہ حملہ کے کچھ حالات جو مسلح سکھوں کے ایک بہت بڑے ہجوم نے پولیس اور ملٹری کی معیت میں محلہ دارالرحمت پر کیا اور جو پولیس کی عائد کردہ شدید پابندیوں کی وجہ سے مَیں محض اتفاقیہ طور پر ایک نہایت محدود حلقہ میں دیکھ سکا کیونکہ اس بات کا کوئی امکان ہی نہ تھا کہ چل پھر کر سارے حالات معلوم کئے جا سکتے۔ ان بیان کردہ حالات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قادیان کی بے بس اور نہتی آبادی کو اس کے گھروں سے نکالنے اور اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چلے جانے کے لئے ملٹری اور پولیس نے سکھوں کو امداد دے کر کیسا سفاکانہ حملہ کرایا اور کیسے کیسے شرمناک مظالم کا نشانہ بنایا۔

۹۔ حیرت انگیز غلط بیانی

مگر ہندوستان ریڈیو نے اپنے ایک بڑے افسر کے حوالہ سے اعلان کیا کہ قادیان پر کوئی حملہ نہیں کیا گیا بلکہ لوگ خود بخود گھر چھوڑ کر گھروں سے نکل گئے اور لکھا گیا کہ قادیان کے ارد گرد چونکہ سکھوں کے گاؤں آباد ہیں اس لئے احمدی قدرتاً خوفزدہ ہو کر اپنے گھر چھوڑ گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ احمدی نہ کبھی ارد گرد کے سکھوں سے خوفزدہ ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے اور اس کا ناقابلِ تردید ثبوت یہ ہے کہ وہ سکھ جنہوں نے علاقہ میں ایک عرصہ سے لُوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا اور جب سے گورداسپور کو ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا اس وقت سے تو سکھوں کی سفاکیاں اور ستم آرائیاں حد سے بڑھ چکی

تھیں لیکن انہیں قادیان کی احمدی آبادی پر حملہ کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی حتّٰی کہ ارد گرد کے مسلمانوں کے تمام دیہات ویران کر دینے کے باوجود بھی اس وقت تک جرأت نہ ہوئی جب تک پولیس اور ملٹری کھلم کھلا ان کی حمایت میں کھڑی نہ ہو گئی اور ۳؍ اکتوبر تک اس کے لئے اس نے پوری تیاری نہ کر لی۔ ملٹری اور پولیس بہت بڑی تعداد میں قادیان میں جمع کر لی گئیں۔ لائسنسوں سے بندوقیں لے لی گئیں اور متواتر کئی روز تشدّد کا سلسلہ جاری کر کے خوف و ہراس پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ جب یہ سب کچھ کر لیا گیا تو سکھوں کو ہزاروں کی تعداد میں جمع کر کے قادیان پر دھکیل دیا اور ان کی امداد کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی۔ حتّٰی کہ بہت سے بیگناہوں کو گولیوں سے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

یہ نہتے اور بے بس احمدیوں پر حملہ اور نہایت شرمناک حملہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر پولیس اور فوج سکھوں کی پشت پناہ اور مددگار بن کر اس حملہ میں شریک نہ ہوتی تو سکھوں کو قطعاً جرأت نہ ہوتی کہ احمدیوں کی طرف مُنہ بھی کر سکتے اور اگر کرتے تو دُنیا دیکھتی کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اب فوج اور پولیس کے جبر و تشدد کے ذریعہ قادیان کو خالی کرا کر یہ کہنا کہ احمدی سکھوں کے خوف سے اپنے گھروں کو خود خالی کر گئے، حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش اور سیاہی کے ان دھبوں کو مٹانے کی ناکام سعی ہے جو اِن فوجیوں اور پولیس والوں کے ہاتھوں پر لگ چکے ہیں اور جو قیامت تک مٹائے بھی نہ مٹیں گے۔

۱۰۔ غلاظت اور عفونت کی بھرمار

ملٹری اور پولیس نے انتہائی تشدّد اور ظلم سے کام لے کر اور گولیوں سے بہت سے بیگناہوں کی جانیں ضائع کر کے قادیان کے مختلف محلّوں کے ہزاروں مردوں اور عورتوں اور بچّوں کو بورڈنگ کی عمارت اور اس سے ملحقہ جانب غرب کے گرے پڑے احاطوں میں جب بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھونس دیا تو ساتھ ہی یہ حکم دے دیا کہ کوئی اِدھر اُدھر حرکت نہ کرنے پائے ورنہ گولی سے اُڑا دیا جائے گا۔ اور رات بھر گولیاں چلا چلا کر بتا دیا کہ ملٹری اور پولیس اپنے اس حکم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تیار کھڑی ہے۔ بورڈنگ کے قریب کے میدانوں اور عمارتوں میں ارد گرد کے دیہات کے ہزارہا پناہ گزین بہت دنوں سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر

وقت گذار رہے تھے اور کرفیو کی پابندیوں اور پولیس و ملٹری کے مظالم کی وجہ سے وہ چونکہ آس پاس ہی رفع حاجت کے لئے مجبور تھے اس لئے بورڈنگ کے قریب قریب کا حصہ غلاظت اور عفونت کی وجہ سے پہلے ہی سنڈاس بن چکا تھا اور ان رستوں سے گذرنا محال تھا لیکن ملٹری اور پولیس کی شکل میں ظلم وستم کی آندھی ہزاروں مقامی مردوں عورتوں اور بچوں کو جب اُن کے آباد گھروں سے اُڑا کر باہر لے آئی تو انہیں اسی سنڈاس میں رات گذارنی پڑی اور صبح اُٹھ کر دیکھا کہ بورڈنگ ہاؤس کے صحن کا وہ حصہ جو گیلا ہو جانے کی وجہ سے پناہ گزینوں کے ٹھیرنے کے قابل نہ تھا غلاظت سے اَٹ گیا اور اس میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اسی دن صبح ہی صبح ان ہزارہا لوگوں کو جو اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے اور بہت دنوں سے انتظار میں تھے کہ ملٹری کی حفاظت میں قافلہ پیدل روانہ ہو تو وہ بھی کسی طرف کا رُخ کریں، انہیں ملٹری اور پولیس نے زبردستی ہانک ہانک کر بٹالہ کی طرف روانہ کرنا شروع کر دیا۔ اور وہ لوگ نہ صرف بہت کچھ اپنا اسباب پھینک کر بلکہ اپنے بوڑھے اور بیمار رشتہ داروں کو بھی چھوڑ چھاڑ کر جانے لگے۔ اس وقت ہمارے منتظمین نے اعلان کر دیا کہ کوئی احمدی اس قافلہ میں نہ جائے کیونکہ راستہ میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا سخت خطرہ ہے۔ آخر اس لٹتے ہوئے قافلہ کو جسے ملٹری اور پولیس نے یہ کہہ کہہ کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس کی حفاظت کرے گی بٹالہ پہنچتے پہنچتے بالکل ہی لُٹوا دیا اور بیسیوں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ کیونکہ راستہ کے دونوں طرف ہزارہا مسلح سکھ لٹیرے کھڑے تھے جو کھلم کھلا لُوٹتے اور قتل کرتے تھے اور کوئی ان کو روکنے والا نہ تھا۔ تباہ حال پناہ گزینوں کو موت کے مُنہ زبردستی دھکیل کر پولیس اور ملٹری نے جو جگہ خالی کروائی تھی وہ اگرچہ غلاظت اور گندگی کی وجہ سے ہی ٹھیرنے کے ناقابل تھی لیکن جس تکلیف اور مصیبت میں گذشتہ رات جگہ کی تنگی کی وجہ سے گذاری گئی تھی۔ وہ مجبور رکھی گئی کہ قریب قریب کی عمارتوں میں جو سکول اور بورڈنگ سے ہی متعلق تھیں۔ سر چھپانے کی کوشش کی جائے لیکن ملٹری کی طرف سے حکم جاری ہو گیا کہ اس سارے علاقہ میں جہاں سے پناہ گزین اُٹھے ہیں کوئی داخل نہ ہو بلکہ ادھر سے گذرنے کی بھی جرأت نہ کرے ورنہ گولی سے اُڑا دیا جائے گا۔ اس طرح کئی ہزار مردوں عورتوں اور بچوں کو ایک چھوٹے سے احاطہ میں محصور کر کے جہاں کھانے پینے کی ضروریات سے یکسر محروم کر دیا گیا وہاں اس بات کے لئے

بھی مجبور کر دیا کہ عفونت اور گندگی کی شدید تکلیف میں پڑے رہیں جو کہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی ان حالات میں مسلسل کئی دن گذارے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بورڈنگ کے صحن میں چلنا پھرنا یا اس کے آس پاس آنا تو الگ رہا بدبُو اور تعفّن کی وجہ سے کمروں کے اندر بیٹھنا تک محال ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی غلاظت کی بھرمار کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے انتہا کثرت کے ساتھ مکھی پیدا ہو گئی جس نے رہا سہا چین بھی چھین لیا۔ اس دوران میں غلاظت سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر سوائے اس کے کیا بھی کیا جا سکتا تھا کہ محدود سی جگہ میں گڑھے کھود کھود کر غلاظت کو دبانے کی کوشش کی جاتی۔ سب سے پہلے یہ کام کرتے ہوئے مَیں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس کا نام عطاء اللہ ہے اور محلہ دارالفضل کا رہنے والا تھا اس نے دوسرے ہی دن کدال ہاتھ میں لے کر یہ کام شروع کر دیا اور روزانہ کرتا رہا۔ بعد میں اُور بھی نوجوان اس کام میں مصروف ہوتے گئے اور انہوں نے یہ خدمت ادا کرنے میں قابلِ تعریف اور لائق تحسین سرگرمی دکھائی۔ باوجود اس کے حالت نہایت ہی تکلیف دہ اور پریشان کُن تھی۔ آخر ایک دن جب یہ معلوم ہوا کہ اعلیٰ فوجی افسر ہوائی جہاز کے ذریعہ حالات ملاحظہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں تو اتنی اجازت دی گئی کہ کالج کے ہوسٹل اور قریب دو چار مکانوں میں جو لوگ رہنا چاہیں جا سکتے ہیں اس پر کچھ لوگ وہاں چلے گئے۔

۱۱۔ جبراً تبدیلیٔ مذہب

کالج کے ہوسٹل میں ایک دن صبح ہی صبح دو مرد عورتیں اور چند بچے ہانپتے کانپتے متصل کے ایک گاؤں ہوگی چیمہ سے پہنچے۔ جنہوں نے بتایا کہ گاؤں کے سکھوں نے انہیں زبردستی سکھ بنا کر ایک مکان میں زیرِ حراست رکھا ہوا تھا۔ لیکن گذشتہ رات موقع پا کر وہ کھیتوں میں چھپتے چھپاتے بھاگ آئے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سکھوں کے دیہات میں جو مسلمان بستے تھے انہیں نہ صرف گھروں سے نہ نکلنے دیا گیا بلکہ جبراً ان کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

۱۲۔ کالج اور ہوسٹل پر قبضہ

کالج کی عمارت سے سخت بارش کے دوران پناہ گزینوں کو نکال کر ملٹری نے پہلے ہی اس پر قبضہ کر لیا تھا اور وہاں اپنا اڈہ قائم کر رکھا تھا۔ اب کالج کے ہوسٹل کو بھی خالی کرا لیا گیا۔

اور جو لوگ یہاں رہنے لگے تھے انہیں پھر بورڈنگ آنا پڑا۔

۱۳۔ کھانے پینے کی مشکلات

بورڈنگ کا تعلق اسی دن سے شہر میں رہنے والے احمدیوں سے منقطع کر دیا گیا جس دن کہ لوگوں کو گھروں سے نکال کر بورڈنگ میں ٹھونس دیا گیا تھا۔ نہ کوئی شہر میں جا سکتا تھا اور نہ آسکتا تھا۔ کھانے پینے کی ضروریات پوری کرنے سے بالکل روک دیا گیا لیکن باوجود اس کے ہمارے منتظمین نے ہزاروں مردوں عورتوں اور بچوں کی جانیں بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ بورڈنگ اور ہوسٹل میں غلّہ کا کافی ذخیرہ موجود تھا جو اس آڑے وقت کام آیا۔ ابتدا میں کچھ دن گندم اُبال اُبال کر کھانے کے لئے دی جاتی رہی۔ بعد میں تھوڑے بہت آٹے کا انتظام ہو گیا اور فی کس ایک ایک روٹی صبح و شام ملنے لگی۔ کچھ چاول بھی میسّر آگئے۔ وہ بھی اُبال کر تھوڑے تھوڑے دیئے جاتے۔ اس قسم کی خوراک سے پیچش کی بیماری عام طور پر پھیل گئی جس کے لئے نہ تو کھانے پینے میں پرہیز ممکن تھا۔ نہ علاج میسّر تھا۔ کیونکہ ہمارے ہسپتال پر قبضہ کر لینے کے علاوہ پرائیویٹ دکانوں کو بھی ملٹری اور پولیس نے اپنے تصرّف میں لے کر کسی دوائی کا حاصل کرنا ناممکن بنا دیا تھا۔

۱۴۔ ہوائی جہاز پر گولیوں کی بوچھاڑ

بیرونی دُنیا سے بالکل منقطع کر دینے کے لئے ڈاک، تار، اور ٹیلیفون وغیرہ کا سلسلہ تو پہلے ہی کاٹ دیا گیا تھا۔ لاہور سے ہوائی جہاز کبھی کبھی ظلم و ستم کا نظارہ کرنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ آخر جہاز کا آنا بھی بند ہو گیا۔ لیکن جب قادیان کو ملٹری اور پولیس نے غنڈے سکھوں کی آڑ میں ویرانہ بنا دیا تو ایک دن ایک زرد رنگ کا ہوائی جہاز آیا۔ حسبِ معمول پولیس اور ملٹری نے اس پر بھی گولیاں برسانی شروع کر دیں مگر وہ ان کی کوئی پرواہ کئے بغیر بہت نیچے اُڑتا ہوا اور ساری قادیان پر کئی چکر لگا کر تباہی و بربادی کو اچھی طرح دیکھ کر چلا گیا۔

۱۵۔ خواتین کی حفاظت کا انتظام

بورڈنگ کے قریب قریب کے مکانوں میں چونکہ فوراً ہی سکھوں کو داخل کر دیا۔ اُدھر

رات بھر ملٹری ہمارے اردگرد چکر لگاتی اور گولیاں چلاتی رہتی۔ ایسی حالت میں ان سکھوں نے شرارتیں کرنی شروع کردیں۔ اور ایک رات ایک مکان سے ہماری طرف دو بم بھی پھینکے گئے مگر وہ نہ پھٹے۔ اس سے ان کی غرض بورڈنگ خالی کرانا تھی۔ مگر ہمارے نوجوانوں کی سرفروشی اور خود حفاظتی کے جذبہ نے اُنہیں ناکام رکھا اور نوجوانوں کے اسی جذبہ نے اس وقت بھی بہت کام دیا جب عورتوں اور بچوں کو نکالنے کے لئے ملٹری ٹرک بہت بڑی تعداد میں قادیان پہنچے اور ان میں عورتوں اور بچوں کو سوار کرکے روانہ کیا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کو نہ صرف پوری حفاظت کے ساتھ سوار کرایا گیا بلکہ راستہ میں بھی پوری حفاظت کا انتظام کیا گیا اور سارا قافلہ امن و امان سے لاہور پہنچ گیا۔ جتنے دن عورتیں اور بچے قادیان میں محصور اور غیر معمولی خطرات میں گھرے رہے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نہایت ہی بے چین اور بیکل رہے۔ اس بے چینی کا کسی قدر اظہار حضور نے ایک والا نامہ کے ذریعہ بھی فرمایا جو اہلِ قادیان کے نام تھا اور سب کو سُنایا گیا اور اس کے سُننے سے جہاں ہر مرد وعورت کے حوصلے بلند اور دل اور زیادہ مضبوط ہو گئے وہاں ہر ایک نے یہ بھی محسوس کیا کہ حضور کو اپنی جماعت کے اس ناتواں طبقہ کا جو عورتوں اور بچوں پر مشتمل ہے کس قدر فکر اور خیال ہے اور اس کی حفاظت کے لئے کس قدر بے چین ہیں۔ دراصل ظلم وستم کے خوفناک طوفان بیکراں میں سے مرکز جماعت کی تمام خواتین اور بچوں کا جن کا شمار ہزاروں میں تھا ہر طرح کی حفاظت کے ساتھ بخیر وعافیت نکال لینا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے کارناموں میں سے ایک عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی اہمیت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ اور جوں جوں زمانہ گذرتا جائے گا اور غور وفکر کرنے کا موقعہ ملے گا اس کی اہمیت بڑھتی ہی جائے گی اور غور کرنے والوں کو محوِ حیرت کرتی رہے گی اور اس سلسلہ میں جن احباب کو حضور کے ارشادات اور تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی سعادت حاصل ہوئی اگر اُن میں سے کوئی تفصیلی حالات قلمبند کرکے شائع کرائے تو بہت ہی اچھا ہو۔[1]

---

[1] "الفضل" ۱۴ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۳-۴

. . . . .[1] حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خاص انتظامات کے ماتحت تمام عورتوں اور بچوں کے قادیان سے روانہ ہو جانے کے بعد مَردوں کے کندھوں سے ان کی حفاظت کی ذمہ داری کا بہت بڑا بوجھ اُتر گیا تو ملٹری اور پولیس نے یہ کہہ کر کہ بورڈنگ میں سے عورتوں کے چلے جانے کی وجہ سے مَردوں کے رہنے کی گنجائش نکل آئی ہے فضل عمر ہوسٹل اور قریب قریب کے مکانات جن میں احمدی پناہ گزین تھے جبراً خالی کرانے شروع کر دیئے اور پھر سب کو بورڈنگ میں محبوس کر دیا۔

۱۷۔ بیگار

ان ایام میں فوجی پہرہ میں ہم سے کئی قسم کی بیگار بھی لی گئی۔ منتظمین سے کہا جاتا کہ کام کرنے کے لئے فوراً اتنے آدمی بھیج دو ورنہ ملٹری جبراً کام کرائے گی۔ ایک دن مولوی ابوالعطاء صاحب نے فضلِ عمر ہوسٹل میں آکر بھی اعلان کیا کہ دوست خود بخود چلے جائیں اور احباب چلے گئے۔ بیرونی دیہات کے ہزارہا مرد، عورتیں اور بچے بہت دنوں سے بورڈنگ اور کالج کے وسیع میدانوں میں پڑے تھے جہاں انہوں نے شدید گرمی اور شدید بارشوں کی صعوبتیں جھیلی تھیں اور تھوڑا بہت سامان خاص کر لحاف اور کپڑا وغیرہ جو گھروں سے لائے تھے وہ ضائع ہو گئے تھے۔ جب انہیں جبراً ۷ ؍اکتوبر کو پیدل بٹالہ کی طرف دھکیلا اور درندہ صفت سکھوں کے آگے بے دست و پا کر کے ڈال دیا گیا جنہوں نے انتہائی کمینگی کا اظہار کرتے ہوئے بیکسوں کو نہایت بیرحمی سے لُوٹا اور قتل کیا تو وہ اپنے برتن اپنی چارپائیاں اپنے ٹرنک، اپنے لحاف اور کپڑے جو چیتھڑے ہو چکے تھے اور جو غلاظت سے لتھڑے ہوئے تھے وہیں چھوڑ گئے۔ ملٹری نے یہ سب چیزیں ہمارے آدمیوں کو جن میں گریجوایٹ، اعلیٰ تعلیمیافتہ اور اعلیٰ خاندانوں کے افراد بھی شامل تھے بیگار میں پکڑ کر اکٹھی کرائیں۔ پھر اینٹیں جن کے فرش بنا کر پناہ گزینوں نے بارش کے دن گذارے تھے اور کیچڑ میں لت پت ہونے کی بجائے ان پہ بیٹھ کر راتیں کاٹی تھیں اُن کو جمع کرانے کے لئے بھی

---

[1] اس مقام پر خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم نے احمدی خواتین کی حفاظت کے بارہ میں حضرت مصلح موعود کے کارنامہ پر تفصیلی روشنی ڈالی تھی جو فصل دوم کا حصہ بن چکا ہے۔

ہم سے بیگار لی گئی۔ یہ اینٹیں جو ہزاروں کی تعداد میں زمین میں گڑی ہوئی تھیں ان کو چونکہ خالی ہاتھوں سے ہمیں اکھیڑنا پڑا۔ اس لئے ہمارے ہاتھ اس مشقت سے چھل گئے۔ چار چار کوڑی کے ڈوگرہ اور سکھ سپاہی ہمیں کام کرتے ہوئے ڈانٹتے ڈپٹتے بھی اور شاباش شاباش بھی کہتے۔ مگر ہمیں ان کی کسی حرکت کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ہم تو اپنے نظام کے ماتحت چل رہے تھے اور قضاو قدر کے کرشمے دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے ترانے گا رہے تھے۔ ایسی حالت میں ان کی شاباش ان کی ڈانٹ ڈپٹ سے زیادہ ایذارساں محسوس ہوتی تھی

۱۷۔ ملٹری کی لوٹ مار

پولیس والوں اور فوجیوں کی لوٹ مار کے شرمناک حادثات کی داستانیں تو روزانہ سننے میں آتی تھیں۔ لیکن اس بارے میں خود مشاہدہ کرنے کا موقع اس وقت ملا جب میں بورڈنگ سے قصبہ میں آگیا اور دفتر "الفضل" کی بالائی منزل میں رہنے لگا۔ یہاں سے میں نے دیکھا کہ جب سابقہ ہندوستانی ملٹری کا تبادلہ ہوا۔ اور وہ لوگ فوجی ٹرکوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے تو کئی ایک بڑے بڑے ٹرک لبالب مختلف قسم کے اسباب سے بھرے ہوئے تھے اور اس کے اوپر تھوڑے تھوڑے سپاہی بیٹھے تھے۔ قادیان سے باہر جانے والوں کو جب ٹرکوں پر چڑھنے کے لئے تھوڑا بہت اسباب لے کر قصبہ سے باہر جانا پڑتا تو ہندو ملٹری کی موجودگی میں سکھوں نے دن دہاڑے رہزنی شروع کر دی۔ اکیلے دوکیلے پر اچانک حملہ کر کے اسباب چھین لیتے اور بعض حالتوں میں زخمی کر کے بھاگ جاتے۔ البتہ چند افراد اگر اکٹھے مل کر جاتے تو حملہ کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ میں جب بورڈنگ سے قصبہ میں آیا تو میرے ساتھ پانچ سات نوجوان بچے بھی تھے۔ اس دن بھی اگرچہ کئی اصحاب پر حملے ہو چکے تھے مگر ہم بخیریت پہنچ گئے۔ رہزنی کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک مسلمان ملٹری نہ پہنچ گئی۔ اور ہر خطرہ کے مقام پر ہندو فوجی کے ساتھ مسلمان فوجی نہ کھڑا کر دیا گیا۔

یہ وہ مختصر حالات ہیں جو میں نے آنکھوں دیکھے بیان کئے ہیں۔ اگر کانوں سنے بھی بیان کئے جاتے تو یہ المناک داستان نہایت ہی طویل ہو جاتی۔ "[1]

---

[1] "الفضل" ۱۸ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۵

فصل ششم

قادیان کے المناک کوائف اور جماعت احمدیہ کی مظلومیت اور ملّی خدمات کا چرچا عالمی پریس میں،

قادیان چونکہ ایک بین الاقوامی فعّال اور منظّم جماعت کا ایک شہرۂ آفاق مرکز تھا، اس لئے جہاں مشرقی پنجاب بلکہ دہلی جیسے شہر میں خونِ مُسلم سے جو ہولی کھیلی گئی اس پر بیرونی اخبارات نے بہت کم نوٹس لیا وہاں قادیان میں فتنہ و فساد اور قتل و غارت کی تفصیلی خبریں برصغیر پاک و ہند کے مشہور اخبارات کے علاوہ دوسرے عالمی پریس نے بھی جلی عنوانوں سے شائع کیں جس سے دُنیا بھر میں زبردست تہلکہ پڑ گیا اور قادیان کے احمدی جوانوں کی جرأت و مردانگی اور استقلال و پامردی کی ہر جگہ دھوم مچ گئی

پاکستانی اخبارات

پاکستان کے مسلم پریس کو ہمیشہ یہ امتیاز حاصل رہے گا کہ اس نے اس موقعہ پر دیگر سب ممالک سے بڑھ کر فرض شناسی، مسلم نوازی اور بیدار مغزی کا ثبوت دیا۔ بالخصوص زمیندار، احسان، نوائے وقت اور انقلاب کے کالم دُنیا کو قادیان اور اہل قادیان کے حالات سے باخبر رکھنے کے لئے گویا وقف رہے۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ، ڈان، ڈیلی گزٹ اور آبزرور میں بھی گاہے گاہے فسادات قادیان کی خبریں چھپتی رہیں۔

اخبار "زمیندار" لاہور

اخبار "زمیندار" (لاہور) اپنے نامہ نگار خصوصی اور دوسرے ذرائع سے ملنے والی خبریں نہایت اہتمام سے اپنے قارئین تک پہنچاتا رہا جو بطور نمونہ درج ذیل کی جاتی ہیں:-

۱۔ اخبار "زمیندار" کے ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کے شمارہ میں "قادیان کے نواحی دیہات پر پولیس کا حملہ، مقتدر مسلمانوں کی گرفتاریاں۔ خانہ تلاشیاں اور ظلم و تشدد" کے عنوان سے قادیان کے ایک پناہ گزین (عبدالرحمٰن خاں) کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا جس کا ایک حصہ یہ تھا:-

" پریتم سنگھ نے ایک پروگرام قادیان پر حملہ کرنے کے واسطے تیار کر کے ایک کنسٹیبل کو برائے تعمیل مختلف جتھوں کے واسطے بھیجا تھا۔ جب وہ کنسٹیبل موضع سٹھیالی پہنچا تو وہاں فرنٹیر

فورسز کی کیمپ تھی۔ انہوں نے اسے روک لیا۔ اس کی رائفل بھی لے لی اور اس کو گرفتار کر لیا۔ اس کی تلاشی سے قادیان پر حملہ کے پروگرام کا کاغذ برآمد ہوا۔ قادیان میں اس وقت قریباً ایک لاکھ پناہ گزین موجود ہیں جو اس طرف کے علاقہ سری گوبند پور وغیرہ سے اور ضلع ہوشیار پور سے جمع ہوئے ہیں۔ خوراک وغیرہ کی از حد تکلیف ہے۔ سکھ جتھے کھلم کھلا کیمپ میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور پناہ گزینوں کا قیام بالکل غیر محفوظ ہو چکا ہے اس واسطے گذارش ہے کہ اس کیمپ کے تمام پناہ گزینوں کو جلد سے جلد نکال لیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ کسی وقت حملہ آور تمام کے تمام پناہ گزینوں کا کسی وقت خاتمہ کر دیں ... الخ "

۲۔ اخبار "زمیندار" نے اپنی ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں سید غلام مصطفےٰ شاہ خالد گیلانی آف راولپنڈی کا "جہاد کشمیر کی اہمیت" کے عنوان پر ایک مضمون شائع کیا جس میں قادیان کی مثال پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ :-

"صبح و شام امن امن کا وظیفہ کرنے والے عاقبت نااندیش لوگ مجھے بتائیں کہ جس قوم کی کم و بیش بیس ہزار بہو بیٹیاں اور مائیں بہنیں اغیار کے قبضہ میں ہوں اور اغیار بھی وہ جن کا تہذیب و شرافت کی تاریخ میں نام و نشان تک نہ ہو وہ قوم ہجرت کرنے میں حق بجانب ہے! ہرگز نہیں۔ ۵۴ لاکھ مسلمان اگر مقابلہ کا ارادہ کر لیتے تو صورت حالات بالکل مختلف ہوتی۔ قادیان کی مثال ہمارے سامنے ہے "

۳۔ اخبار "زمیندار" نے اپنی ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت کے صفحہ اول پر حسب ذیل خبر دی :-

" موجودہ فسادات کی ذمہ داری سکھوں پر عائد ہوتی ہے

بیاس کا تمام مغربی علاقہ پاکستان میں شامل ہونا چاہیئے

لندن ۲۳ ستمبر۔ ڈاکٹر او۔ ایچ۔ کے سپیٹ آف لندن سکول آف اکنامکس نے لندن ماسک میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پنجاب باؤنڈری کمیشن ایوارڈ یک طرفہ اور لغو تھا۔ ڈاکٹر سپیٹ حال ہی میں ہندوستان سے واپس آئے ہیں جہاں وہ حد بندی کمیشن میں قادیان کے نمائندہ کے طور پر پیش ہوئے تھے اور مسلم لیگ کونسل کے غیر سرکاری مشیر تھے۔ ڈاکٹر سپیٹ نے کہا۔ کانگرس نے سکھوں کو اپنا آلۂ کار بنایا اور انہیں لڑائی پر آمادہ کیا۔ ہندو اور سکھوں کی انتہائی چالبازیاں

اور مسلمانوں کی انتہائی دیانتداری میرے لئے ازحد تعجب کا باعث ہوئی۔ دارالعوام میں ہنڈرسن اور ہٹلر کے اعلانات نے بھی حالات پر بہت بُرا اثر ڈالا اور سکھوں کو غیر ضروری طور پر دلیر بنا دیا۔ پنجاب کی تقسیم ہر حالت میں سکھوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اُن کی اس حالت پر افسوس ہوتا ہے لیکن۔ خود کردہ را چارہ نیست ۔ آپ نے ہندو سکھوں اور مسلمانوں کے کیس کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ اوّل الذکر کا کیس سرمایہ داری اور موخر الذکر کا کیس انسانیت پر مبنی تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ایوارڈ میں مُسلم اکثریت کے علاقوں کی تحصیلوں کو تقسیم کر کے ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔ مزید اچھوتوں، عیسائیوں اور اینگلو انڈینوں کو ان کی مرضی کے خلاف ہندوستان کے رحم و کرم پر ڈال دیا گیا۔

آپ نے کہا کہ حد بندی کے مسئلہ کو دوبارہ اُٹھایا جائے۔ میرے خیال میں بیاس سے اس طرف کا تمام علاقہ پاکستان میں شامل ہونا چاہیئے۔ گورداسپور مُسلم اکثریت کا علاقہ ہے۔ سر سیرل نے سکھوں کے جذبہ جنگ کی تسکین کے لئے اسے سکھوں اور ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔ لیکن سکھوں نے پھر بھی فتنہ پردازی کی جو طے شدہ سکیم کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ مسٹر وکٹرننڈ (ایڈیٹر ٹیبین) نے برطانیہ کو تمام فسادات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ مسٹر ہیڈ فورڈ ریٹائرڈ چیف انجنیئر کینال پنجاب نے پُرجوش تقریر میں کہا۔ مَیں سکھوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کا واحد علاج رائفل ہے۔ اگر حکومت پاکستان نے مزید نرمی سے کام لیا تو یقین جانیئے سکھوں کا اگلا قدم مغربی پنجاب میں ہوگا۔

چوہدری مشتاق احمد باجوہ امام لندن ماسک نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا۔ مسلمانوں کو منظّم ہونا چاہیئے دگرنہ سپین کی طرح ہندوستان میں بھی ان کا بُرا حال ہوگا۔“[له]

۴۔ اخبار ”زمیندار“ نے اپنے نامہ نگار خصوصی کی ایک اور رپورٹ مع اپنے تعارفی نوٹ کے حسب ذیل الفاظ میں شائع کی :۔

”اس وقت جبکہ مشرقی پنجاب کے تمام اضلاع قریباً مسلمانوں سے خالی ہو چکے ہیں

له ”زمیندار“ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱۔

قادیان میں کم از کم ڈیڑھ لاکھ پناہ گزین جمع ہیں جن کو پاکستان لانے کی ضرورت ہے۔

قادیان اور اس کے نواحی دیہات کی مفصل رپورٹ جو ہمارے نامہ نگار خصوصی نے قادیان کے دورے کے بعد مرتب کی ہے درج ذیل ہے۔

قادیان کے ساتھ اس کے ملحقہ دیہات بھی جوانمردی کے ساتھ سکھوں کے مسلح جتھوں کی روک تھام کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بات پوری ذمہ داری اور یقین کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ مشرقی پنجاب کی حکومت مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے نکل جانے پر خود مجبور کر رہی ہے۔ قادیان اور اس کے دیہات اس لئے بیٹھے تھے کہ جب تک حکومت خود ہمیں نکل جانے کے لئے نہیں کہے گی ہم اپنے گاؤں خالی نہیں کریں گے۔ چنانچہ قادیان کے ذلیل خصلت اور فتنہ پرداز سکھ تھانیدار نے پولیس اور ہندو ملٹری کی مدد سے مسلمانوں کے گاؤں زبردستی ان سے خالی کروائے اور ان دیہات کے معزز مسلمانوں کو بیحد بےعزت کیا موضع ڈیریوالہ کا ذیلدار چوہدری سلطان ملک اس علاقے میں بہت ہی عزت دار آدمی تھا۔ سکھ تھانیدار اسے قید کر کے قادیان لے آیا جہاں لا کر تھانے میں اس کی مونچھیں کھینچیں۔ پھر اُسے سپاہیوں کی حراست میں ڈیری والہ واپس کیا۔ اس کے مُنہ پہ کالک اور گندی کیچڑ ملی۔ اور سارے علاقہ میں اسے پھرایا۔ چوہڑے اس کے مُنہ پہ جُوتے مارتے اور تھوکتے تھے اسی طرح کئی معزز مسلمانوں کو ذلیل و خوار کیا جاتا ہے۔

قادیان کے چند معزز شہری جن میں چوہدری فتح محمد سیال ایم ایل اے اور زین العابدین سید ولی اللہ شاہ ناظر امور عامہ قادیان بھی شامل ہیں گرفتار کئے جا چکے ہیں اور گورداسپور جیل میں اُن کے ساتھ بھی بہت بُرا سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس سے قبل قادیان کا ایک معزز شہری چوہدری محمد شریف باجوہ بھی گورداسپور جیل میں ہے جس کے ساتھ نہایت بہیمانہ اور انسانیت سوز ظلم کیا جاتا ہے۔ کبھی اس کے بدن پر خنجر مارے جاتے ہیں۔ کبھی اس کے مُنہ میں پیشاب ڈالا جاتا ہے اور کبھی یک لخت اُسے ٹھنڈے پانی میں ڈال دیا جاتا ہے اور سکھ پولیس کے ظالم سپاہی اور افسر اس سے پُوچھتے ہیں

" بتاؤ قادیان میں اسلحہ وغیرہ کہاں ہے "

جب جرمنی کے وحشی درندوں کے سے مظالم کے بعد چودھری محمد شریف لاعلمی کا اظہار کرتا اور کہتا ہے کہ قادیان میں کوئی اسلحہ وغیرہ نہیں وہاں صرف چند لائسنس والی بندوقیں ہیں جن کا حکومت کو علم ہے تو سکھ سپاہی بے تحاشہ طیش میں آکر وحشیانہ انداز میں اُسے زدوکوب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

چودھری محمد شریف باجوہ کے خلاف الزام یہ ہے کہ وہ قادیان کا رہنے والا اور مسلمان ہے۔ سکھ پولیس کے نازی ظلم و ستم سے تنگ آکر اس مرد مجاہد نے کئی دفعہ مطالبہ کیا ہے کہ میں جانتا ہوں میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں مُسلمان ہوں اس لئے تم مجھے اس جُرم کی سزا میں ایک ہی دفعہ شوُٹ کر دو اور میرا قصہ پاک کرو۔ لیکن اس کے اس صبر و استقلال کو دیکھ دیکھ کر سکھ پولیس اَور بھی وحشیانہ سزاؤں پر اُتر آئی ہے۔ اگر گورداسپور جیل کے تمام واقعات کو منظر عام پر لایا جائے تو سنگدل سے سنگدل انسان بھی کانپ جائے۔ مراد پور کے مسلمان جو قادیان آرہے تھے ڈلہ کے سکھوں نے لوٹ لئے۔ جب تھانیدار کے پاس رپورٹ کی گئی تو اس نے ان بیچاروں کی اَور بھی بے عزتی کی۔ مسلمانوں کا تمام سامان ڈلہ کے گوردوارہ میں مقفل کر دیا گیا۔ چند مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ ایک زخمی عورت نے وہیں چھپ کر اپنی جان بچائی اور کھیتوں میں چھپ چھپا کر قادیان پہنچی۔ صاف شہادتوں کے باوجود قادیان کی پولیس نے کوئی ایکشن نہیں لیا۔

تلونڈی جھنگلاں کے مسلمان بھی جب قادیان آئے تو اُن کا بھی سب سامان اور مویشی ان سے زبردستی چھین لئے گئے۔

۱۸ ستمبر کو قادیان کی ہندو ملٹری نے سکھوں کو اسلحہ دے کر موضع کھارا میں بھیجا اور مسلمانوں کو زبردستی وہاں سے نکلوا دیا اور کوئی چیز نہیں لانے دی۔ اُن کا آٹا وغیرہ بھی راستے میں چھین لیا اور ان کے مکان تباہ و برباد کر دیئے۔

۱۳ ستمبر کو چند سکھ تحصیلدار کا ایک رقعہ لے کر قادیان کے تھانیدار کے پاس آئے۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ انہیں موضع ننگل میں بسایا جائے جو قادیان سے ایک میل کے فاصلے پر ہے لیکن اس میں مسلمان آباد تھے۔ ۱۹ ستمبر کو ہزارہ سنگھ تھانیدار سکھ پولیس کو لے کر

ننگل پہنچا اور مسلمانوں سے کہا کہ ننگل کو فوراً خالی کر دو جو نہیں کرے گا اسے شوٹ کر دیا جائے گا مجبوراً مسلمان اپنا سب سامان چھوڑ کر آ گئے۔

اسی طرح کڑی افغاناں نزد بیاس کے مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔ اور ان بچاروں کو صرف پندرہ منٹ کا نوٹس دیا گیا کہ گاؤں کو خالی کر دو۔ جب قافلہ قادیان کی طرف روانہ ہوا تو پیچھے سے سکھوں کے ایک زبردست جتھے نے حملہ کر کے اُن کا سامان لُوٹ لیا اور کئی مُسلمان شہید ہوئے۔ سکھ پولیس اور ہندو ملٹری نے قادیان کو زیر کرنے کے لئے اس کے تمام ملحقہ دیہات زبردستی خالی کروائے اور اس طرح مشرقی پنجاب اور ہندوستان کی حکومتوں کے مُنہ پر اپنے ہاتھوں سے سیاہی ملی۔ جو یہ کہتی تھی کہ مشرقی پنجاب میں سے کسی کو زبردستی نہیں نکالا جائے گا۔ لیکن جب ان حکومتوں کو توجہ دلائی گئی کہ دیکھو کیا ہو رہا ہے تو وہ مندر کی مورتی کی طرح ٹس سے مس نہ ہوئیں۔

اس وقت قادیان میں کم از کم ڈیڑھ لاکھ پناہ گزین موجود ہیں جو ہندو ملٹری اور سکھ پولیس کے رحم و کرم پر پڑا ہے۔

ہمارے نامہ نگار نے ان پناہ گزینوں سے مختلف قسم کے سوالات دریافت کئے اور خصوصیت کے ساتھ ایک بات کے متعلق تمام مسلمان حیران و ششدر ہیں اور وہ یہ کہ جب مسٹر لیاقت علی خان اور پنڈت جواہر لعل نہرو کے درمیان یہ بات طے پا چکی ہے کہ مغربی پنجاب کے غیر مُسلموں کی حفاظت ہندو سکھ ملٹری کرے گی اور مشرقی پنجاب میں مسلمان پناہ گزینوں کی حفاظت مسلمان ملٹری کرے گی تو پھر قادیان جس میں اس وقت ڈیڑھ لاکھ مسلمان پڑے ہیں ان کے اُوپر کیوں ہندو ملٹری چھوڑی گئی جو غریب مسلمانوں کو ڈراتی اور دھمکاتی ہے۔ قادیان کے پناہ گزین مسلمان پاکستان کے وزیرِ اعظم مسٹر لیاقت علی خاں سے دریافت کرتے ہیں کہ پاکستان کی مسلم فوج کہاں ہے وہ کیوں قادیان میں نہیں پہنچتی؟ کیا ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کی جانیں ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ ایک طرف سکھ پولیس ہے دوسری طرف ہندو ملٹری جو آنکھیں سُرخ کئے تیوریاں چڑھائے عہد گذشتہ کے مصری فرعونوں کی طرح ظلم و استبداد اور غرور و نخوت

کے مظاہرے کر رہی ہے۔ اگر پاکستان کی مسلمان ملٹری قادیان میں مقیم مسلمانوں کی حفاظت کے لئے نہیں بھیجی جا سکتی تو کم از کم انہیں جواب ہی دے دیا جائے۔

قادیان بیرونی دُنیا سے بالکل منقطع ہو چکا ہے۔ واہگہ تک تمام راستے پُرخطر ہو چکے ہیں۔ قادیان کے مجاہدین موت سے نہیں ڈرتے بلکہ وہ اس موت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں جو مُنہ کھولے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ وہ صرف پناہ گزینوں بوڑھوں عورتوں اور بچّوں کو جلد سے جلد پاکستان بھیج دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ آنے والی موت کے ساتھ بے فکر ہو کر لڑ سکیں۔

ہمارے نامہ نگار نے "محکمہ حفاظتِ قادیان" کے ماتحت کام کرنے والے نوجوانوں سے بھی ملاقاتیں کیں۔ یہ نوجوان ساری ساری رات جاگتے اور پہرہ دیتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کو چوبیس چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹیاں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ ان کے بدن تھکے ہوئے، آنکھیں سُوجی ہوئی، اعضاء مضمحل ہیں لیکن اس کے باوجود وہ خوفزدہ نہیں بلکہ مسرور و شادماں نظر آتے ہیں جب ان سے پُوچھا جاتا ہے "کیا تم لاہور جانا چاہتے ہو" تو وہ جواب دیتے ہیں "ہم موت سے ڈر کر بھاگنا نہیں چاہتے بلکہ موت کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں"

پہرہ داروں میں سے ایک نوجوان نے جس کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی ہمارے نامہ نگار کو کہا کہ "پہلے ہمارے اردگرد سکھوں کا گھیرا تھا۔ مگر اب ہمیں چاروں طرف موت نظر آ رہی ہے۔ یہ موت کیا ہے۔ ہندو سکھ ملٹری جو ہمیشہ اسی تاک میں رہتی ہے کہ کب موقعہ ملے تو وہ ہمیں ہلاک کر دے لیکن ہم موت سے نہیں ڈرتے"

قادیان کے اردگرد کے دیہات کو مسلمانوں سے صاف کر کے اور وہاں سکھوں کو بسا کر اب ہندو ملٹری قادیان تک محلّوں پر حملے کروا رہی ہے۔ پہلے قادیان کے ایک محلّے اسلام آباد کو زبردستی خالی کروایا گیا جو آریہ ہائی سکول اور ریلوے لائن کے ساتھ ہے۔ پھر پولیس نے دوسرے محلّے قادر آباد کے مسلمانوں کو گرفتار کیا۔ ان کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ دیئے۔ فائر کئے۔ انہیں لاٹھیوں سے زد و کوب کیا اور ہزارہ سنگھ تھانیدار نے انہیں گالیاں دیں کہ بدمعاشو یہاں سے نکل جاؤ، تم کیوں نہیں نکلتے۔ پھر ملٹری نے بھی وہاں پہنچ کر پولیس

کی حمایت کی۔

پنڈت جواہر لعل نہرو اور اس کی نام نہاد حکومت کہاں ہے جو کہتی تھی کہ زبردستی کسی کو نہیں نکالا جائے گا۔ کیا اس نے قادیان کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں؟

پھر سکھ محلہ دارالسعۃ کی طرف بڑھے اور اسے لُوٹنا شروع کر دیا۔ اہلِ قادیان نے فوراً ملٹری کو توجہ دلائی کہ تم ہماری حفاظت کے لئے آئے ہو۔ دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے؟ مگر ملٹری کے سپاہی اس وقت والی بال کھیل رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ چلے جاؤ ہم کچھ نہیں کر سکتے پھر پانچ نہتے لڑکے دارالسعۃ کی طرف بڑھے اور انہوں نے سکھوں کو بھگا دیا۔

سکھ ہزاروں کی تعداد میں قادیان کی خالص مسلم آبادی کی گلیوں میں تلواریں برچھیاں اور دیسی ساخت کی بندوقیں لے کر پھرتے اور جب ملٹری اور پولیس سے کہا جاتا۔ ان لوگوں کا یہاں کیا کام ہے تو جواب ملتا ہے ہم شریف آدمیوں کو چلنے پھرنے سے کیونکر روک سکتے ہیں اور ادھر اگر کسی مسلمان کے پاس کوئی سونٹا یا چاقو یا غلیل ہوتی ہے تو وہ بھی چھین لی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم ہراس پھیلاتے ہو۔ گویا اس وقت ہر سکھ غنڈہ اور لٹیرا ایک شریف آدمی ہے اور ہر مسلمان شریف آدمی غنڈہ ہے۔ سکھ مسلم پناہ گیروں کے مال اور مویشی زبردستی اُٹھا لیتے ہیں اور مسلمانوں کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔

ملٹری کے ہندو کیپٹن نے سکھ تھانیدار کے ساتھ مل کر یہ سازش کی کہ کسی طرح مسلم پناہ گیروں کو قادیان سے باہر لے جا کر ہلاک کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے سکیم بنائی کہ ان کو قافلہ کی صورت میں بٹالہ کی طرف ہانکا جائے اور راستہ میں تہ تیغ کیا جائے۔ کیپٹن نے اعلان کروایا کہ قادیان سے قافلہ جائے گا اور تمام پناہ گیروں کو قادیان سے نکال دیا جائے گا۔ جو رہ جائے گا ہم اس کی حفاظت کے ضامن نہیں۔ ادھر سکھ تھانیدار جیپ کار پر سوار ہو کر تمام سکھ دیہات میں گھوم آیا اور سکھوں کو مطلع کر دیا کہ قافلہ آنے والا ہے تیار ہو جاؤ کوئی بچ کر نہ جانے پائے۔ اہلِ قادیان نے اس قافلہ کی مخالفت کی اور کہا کہ ہم ہندو ملٹری کی حفاظت میں قافلہ روانہ نہیں ہونے دیں گے۔ ۲۰ ستمبر کو ہندو کیپٹن نے ڈھنڈورا پٹوایا کہ کل قافلہ جائے گا اور جو شخص اس کے ساتھ نہ جائے گا اُسے گرفتار کر کے

شوٹ کر دیا جائے گا۔ لیکن مسلمانوں میں سے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔ ادھر سکھ ارد گرد کے دیہات میں جمع ہوتے رہے کہ قافلہ آنے والا ہے اس کو لوٹیں گے انہوں نے سکھ تھانیدار کو پیغام دیا کہ قافلہ جلد بھیجو ہم تو گھروں سے نکل کر اب کماد وں میں بیٹھے ہیں۔

۲۰ ستمبر کو قادیان سے چار ٹرک جن میں پناہ گزین بیٹھے تھے۔ جب قادیان سے نکل کر نہر پر آئے تو پنجگرائیاں کے موڑ پر سکھوں کے ایک جتھے نے ان ٹرکوں پر حملہ کر دیا۔ ملٹری نے فائرنگ کی تو سکھ بھاگ گئے اور قادیان میں ہندو ملٹری نے یہ بات مشہور کر دی کہ مسلمان ملٹری نے جو ٹرکوں کے ساتھ تھی یونہی جان بوجھ کر شرارت کی ہے اور سات سکھ مار دیئے ہیں۔ سکھ کہتے ہیں کہ ہم قادیان کے قبرستان میں ہل چلائیں گے اور یہاں کی مسجدیں اب گوردوارے بنیں گے۔ ہندو ملٹری ان کے ساتھ پورا تعاون کر رہی ہے۔ ۲۱ ستمبر کو انہوں نے قادیان میں کرفیو نافذ کر دیا ہے جس کا صاف طور پر مطلب یہ ہے کہ اب سکھ رات کو پولیس اور ملٹری کی مدد سے لوٹ مار مچائیں گے۔ قادیان میں بیس مزید سپاہی بھرتی کئے گئے ہیں جو سب کے سب سکھ ہیں۔ مسلمانوں نے کہا کہ مسلمان سپاہی بھی رکھو چنانچہ بعض احراری بھی گئے۔ انہوں نے کہا۔ ہم نے پاکستان کی مخالفت کی ہے۔ ہم مسلم لیگی نہیں ہیں۔ بعض نیشنلسٹ مسلمان بھی تھے۔ مگر تھانیدار نے کہا ہم کسی "مُسلے" کو بھرتی نہیں کر سکتے یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ قادیان میں جلد سے جلد مسلمان ملٹری بھیجی جائے تاکہ ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کی حفاظت ہو سکے۔ پناہ گزین عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو وہاں سے بحفاظت پاکستان میں لایا جائے۔ ہم پاکستان کے ڈیفنس منسٹر لیاقت علی خان سے پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد قادیان میں مُسلم ملٹری کو بھیجے۔ مغربی پنجاب کے ہر مسلم کیمپ میں گورکھا ہندو اور سکھ ملٹری ہے وہاں کیوں پاکستان کی فوج نہیں بھیجی جاتی قادیان میں راشن کی قلت ہے۔ ہم مغربی پنجاب کی حکومت اور وزیر اعظم پاکستان سے درخواست کرتے ہیں کہ قادیان میں ٹرینیں بھیجی جائیں جن کے ساتھ اچھی خاصی مُسلم ملٹری ہو۔ ہر گاڑی کے ساتھ دو انجن ہوں۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ ایک کرین بھی ہو اور پٹڑی جوڑنے کا سامان

بھی ہو کیونکہ سکھوں نے کہا ہے کہ ہم قادیان سے چلنے والی گاڑیوں کو بھی روکیں گے۔ گاڑیوں کے ڈرائیور بھی مسلمان ہوں کیونکہ سکھ ڈرائیور کوئلہ یا پانی ڈالنے کے بہانے انجن کو گاڑی سے علیحدہ لے جاتے ہیں اور پھر سکھ جتھے گاڑیوں پر حملے شروع کر دیتے ہیں"[۱]

۵۔ اخبار "زمیندار" نے چند دن بعد اپنے اداریہ میں جماعت احمدیہ کی ملی خدمات کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا:۔

"ضلع گورداسپور میں یوں تو متعدد مقامات پر مسلمان محصور ہیں مگر تین کیمپ بہت بڑے ہیں (۱) بٹالہ کے پناہ گزینوں کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ نہ سر چھپانے کے لئے کوئی پناہ گاہ ہے نہ کھانے کے لئے کوئی چیز ہے۔ ہندو فوجیوں نے قیامت برپا کر رکھی ہے۔ زیورات اور سامان پر ڈاکے ڈالے ہی جاتے تھے اب تو خواتین کی عصمت و عزت پر بھی ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ دوسرا کیمپ سری گوبند پورہ میں ہے۔ وہاں کی صورتِ حال بھی بٹالہ سے کم خوفناک نہیں۔ تیسرا کیمپ قادیان میں ہے۔ اس میں شک نہیں۔ مرزائیوں نے مسلمانوں کی خدمت قابلِ شکریہ طریقے پر کی۔ لیکن اب حالات بدل رہے ہیں۔ جوانوں کے سوا تمام مرزائیوں کو قادیان سے نکالا جا رہا ہے۔ لہذا وہ فوجی لاریوں میں گنجائش رہنے ہی نہیں دیتے۔ حکومت کا فرض ہے کہ اوّل تینوں کیمپ میں مُسلم فوج بھجوائے۔ دوم راشن کا خاطر خواہ انتظام کرے۔ سوم مہاجرین کو لاریوں اور محفوظ قافلوں کے ذریعے سے پاکستان پہنچانے کی کوشش کرے۔ ورنہ دو لاکھ مسلمان عزت و دولت کے ساتھ ہی زندگی بھی گنوا بیٹھیں گے"[۲]

۶۔ اخبار "زمیندار" نے "قادیان کے دردناک کوائف" کے عنوان سے اپنے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے ستمبر کے آخری ایام کی ایک اور مفصل رپورٹ شائع کی جو بجنسہٖ درج ذیل کی جاتی ہے:۔

" قادیان میں حالات اب نازک ترین صورت اختیار کر چکے ہیں۔ زمیندار کے نامہ نگار خصوصی نے جو رپورٹ بھیجی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی پنجاب کی حکومت کسی گہری سازش کے ماتحت قادیان کو خالی کروانے پر تُلی ہوئی ہے کیونکہ قادیان کی ہندو ملٹری اور سکھ

---

[۱] "زمیندار" ۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۔ [۲] "زمیندار" ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۔

پولیس اب شدید ظلم و ستم پر اُتر آئی ہے اور پولیس اور ملٹری کے سپاہی ارد گرد کے دیہات میں جاکر سکھوں سے کہتے ہیں کہ تم قادیان پر حملہ کرو۔ اگر تم قادیان پر حملہ نہیں کرو گے تو ہم تم پر ہی گولی چلا دیں گے۔

(پولیس کی امداد سے ڈاکہ)

۲۷ ستمبر کو سکھوں نے پولیس کی مدد سے مظلوم پناہ گزینوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ پولیس نے کوئی مداخلت نہیں کی بلکہ پناہ گزینوں کے پانچ ہزار مویشی لوٹ لئے گئے اور جب تھانہ میں کہا گیا کہ یہ اندھیر نگری کیا ہے تو جواب دیا گیا کہ چونکہ قادیان میں چارہ نہیں اس لئے ان مویشیوں کے مرجانے کا خطرہ تھا لہذا یہ آزاد کر دیئے گئے ہیں۔

مشرقی پنجاب کی حکومت کے کارنامے

قادیان میں شدید بارش ہوئی ہے ایسی بارش کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ غریب پناہ گزینوں نے تعلیم الاسلام کالج، جامعہ احمدیہ، ہائی سکول، بورڈنگ ہاؤس، نصرت گرلز ہائی سکول اور محلہ جات کے مکانوں میں پناہ لی۔ بعض باہر ہی بھیگ گئے اور پھر اس پر پولیس کا جابرانہ رویہ۔ کسی شخص کو پکڑ لیا اور اس کی جیب خالی کروا لی۔ کسی کے گھر میں گھس گئے اور لوٹ مار شروع کر دی۔ کسی کے مویشی ہانک لئے۔ کسی کا زیور اور روپیہ چھین لیا۔ گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں کوئی حکومت ہی نہیں اور پولیس اور ہندو ملٹری کو ہر قسم کا جبر و تشدد کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔

تلاشیاں لی جا رہی ہیں

باوجود اس امر کے کہ پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں میں ایک دوسرے کے کنوائے کی تلاشی نہ لینے کا معاہدہ ہو چکا ہے اور پاکستان کی حکومت اس معاہدے پر پورا پورا عمل کر رہی ہے مگر قادیان سے جو قافلہ روانہ ہوتا ہے اس کی وہیں زبردست تلاشی لی جاتی ہے۔ اس تلاشی میں تو بعض لوگوں سے گھڑیاں قلمیں اور بعض اس قسم کی دوسری چیزیں بھی چھین لیں اور ادھر مغربی پنجاب میں غیر مسلموں کے پوڈر اور لپ اسٹک کے بل بن رہے ہیں۔

بھوکوں مارنے کی سازش

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مغربی پنجاب میں جہاں جہاں ہندو اور سکھ جمع ہیں، پاکستان کی حکومت ان کی خوراک کا معقول بندوبست کرتی ہے حتیٰ کہ ان کے لئے پھل، ترکاریاں اور دودھ بھی سرکاری طور پر مہیا کیا جاتا ہے مگر قادیان میں حالت یہ ہے کہ پولیس نے ۲۹ ستمبر کو منادی کرا دی کہ قادیان میں جس شخص کے گھر میں دو بوریوں سے زیادہ آٹا یا گندم ہوگی اُسے فوراً گرفتار کر لیا جائے گا۔ گویا اس کا صاف طور پر مطلب یہ ہے کہ قادیان کے لوگوں کا راشن اپنے قابو میں کر کے انہیں بھوکوں مارا جائے۔ اس وقت ہزاروں پناہ گزین احمدیوں کے گھروں سے روٹیاں کھا رہے ہیں۔ قادیان کے مسلمانوں نے حکومت سے راشن کے لئے درخواست نہیں دی۔ اور حکومت (جس کا نام ایک تھانیدار اور چند سکھ سپاہی ہے) قادیان سے غلہ غصب کر کے وہاں کے باشندوں اور پناہ گزینوں کو بھوکوں مارنا چاہتی ہے۔

کیا دنیا میں کسی قوم پر اس سے بڑھ کر بھی ظلم و ستم کیا جا سکتا ہے۔ مغربی پنجاب کی حکومت کیوں قادیان کی طرف توجہ نہیں دیتی۔ کم از کم وہاں مسلمان ملٹری ہی بھجوا دی جائے اور مشرقی پنجاب کی حکومت سے نوٹس لیا جائے کہ وہ کیوں قادیان کے باشندوں سے گندم زبردستی چھین رہی ہے۔

لیڈر توجہ کریں

پاکستان کے وزیراعظم مسٹر لیاقت علی خان اور میاں افتخار الدین صاحب ذرا اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لیں کیونکہ قادیان میں اب حالات انتہائی نازک صورت اختیار کر چکے ہیں۔

اگر تم قصور نہ کرو گے

رپورٹ میں ہمارے نامہ نگار نے ایک دلچسپ لطیفہ بھی سپرد قلم کیا ہے کہ سکھا شاہی عہد کی عجیب و غریب حکایتیں سُنا کرتے تھے مگر قادیان میں عملی طور پر دیکھ لی ہیں مثلاً ایک آدمی چلا جا رہا تھا کہ سکھ سپاہی نے اسے فوراً گرفتار کر لیا۔ جب اس آدمی نے پوچھا۔ میرا قصور کیا ہے تو یہ سُن کر سکھ سپاہی نے جواب دیا کہ اگر تم قصور نہ کرو گے تو کیا ہم تمہیں پکڑیں گے ہی نہیں؟

عام گرفتاریاں

پولیس جس شخص کو چاہتی ہے گرفتار کر لیتی ہے چنانچہ اس وقت تک قادیان کے پچاس آدمیوں کے وارنٹ نکل چکے ہیں اور اگر دریافت کیا جائے تو کوئی جواب نہیں ملتا اور ادھر اُدھر جھوٹے الزام لگا کر ٹال دیا جاتا ہے۔

ہر طرف اندھیرا

جوگندر نگر کی بجلی فیل ہو جانے سے قادیان میں تین دن سے اندھیرا رہا۔ وہاں تیل بھی نہیں ہے۔ بعض ضروریاتِ زندگی تو پہلے ہی ختم ہو چکی ہیں۔ آٹا اور گندم رہ گئی تھی اس پر پولیس کا جبر و تشدد نازل ہو چکا ہے۔ آٹے کی چکیاں نہ چلنے کی وجہ سے شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

ظلم و ستم کا دَور

قادیان کے ارد گرد چاروں طرف سکھ ہی سکھ آباد ہیں۔ سکھ پولیس اور ہندو ملٹری کے ظلم و ستم انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ وہاں جو ٹرک جاتے ہیں۔ ملٹری کپتان ان کے چلنے میں دیر کراتا ہے تاکہ اندھیرا ہو جائے اور سکھوں کے جتھوں کو ان پر حملہ آور ہونے کا موقعہ مل سکے۔ ملٹری کے سپاہی شرابیں پی کر قادیان میں پھرتے ہیں اور پناہ گزینوں کی لڑکیاں اُٹھا کر لے جاتے ہیں جن میں سے بعض کو واپس لایا گیا ہے۔

خاکروبوں کی دھمکی

۲۹ ستمبر کی رات کو پولیس نے خاکروبوں کو دھمکی دی کہ اگر تم نے مسلمانوں کے مکانوں کی صفائی کا کام نہ چھوڑا تو ہم تمہارے ساتھ بہت بُرا سلوک کریں گے۔

نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ قادیان چاروں طرف سے گھیرے میں آیا ہوا ہے اور اس ماحول میں رہتے ہوئے بھی آدمی کا دل گھبرانے لگ جاتا ہے اور اس پر ثبوت کا ہیبت ناک احساس طاری ہو جاتا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ قادیان کا مسئلہ مغربی پنجاب کی حکومت براہ راست اپنے ہاتھ میں لے۔ عورتوں بچوں اور بوڑھوں کا اخراج بہت ضروری ہے پہرہ دیا جا رہا ہے۔

نوجوان باقاعدہ پہرہ دے رہے ہیں۔ مگر ہم پاکستان کے وزیر دفاع سے پُرزور درخواست کرتے ہیں کہ اب بالکل دیر نہ کریں اور قادیان میں تھوڑی بہت مسلمان ملٹری ضرور بھجوا دیں۔ مغربی پنجاب میں تو سکھوں کے گوردواروں اور ہندوؤں کے مندروں اور ان کے کالجوں کی حفاظت کے لئے بھی گورکھے سپاہی مقرر ہیں۔ کیا قادیان کے ایک لاکھ سے زائد پناہ گزینوں کی جانوں کی حفاظت کے لئے چند مسلمان فوجی بھی نہیں بھیجے جا سکتے "[1]

۷۔ اخبار "زمیندار" (۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۷ء) میں یہ خبر شائع ہوئی:۔

" قادیان کے تمام حصے صحرا کا منظر پیش کر رہے ہیں

ہندوستانی فوج کے چار بڑے افسروں کا دَورہ کے بعد بیان

لاہور ۹ر اکتوبر۔ کل صبح ہندوستانی فوج کے ایک بڑے افسر نے مع تین بریگیڈیرز کے قادیان کا دورہ کیا۔ اس پارٹی کا متفقہ بیان ہے کہ قادیان کے تمام حصے صحرا کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ ہر جگہ ہُو کا عالم ہے۔ البتہ تین علاقے ایسے ہیں جہاں ایسے مسلمان دکھائی دیئے جو کفار کے مقابلہ کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کا عزم صمیم کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کے چہروں سے بشاشت ٹپکتی ہے

یہ بھی خبر ملی ہے کہ پولیس نے مسلمان مجروحین اور بیماروں کو فوراً ہسپتال سے نکال دیا ہے یہ ہسپتال ایک غیر مسلم ڈاکٹر کے حوالے کر دیا گیا ہے اور علاقوں کی مسلم خواتین کے لئے نہ تو خوراک کا کوئی خاص انتظام ہے اور نہ انہیں طبّی امداد دی جاتی ہے۔ جو کثیر التعداد مسلمان باہر سے پناہ لینے کے لئے قادیان میں جمع ہوئے تھے انہیں نکال دیا گیا ہے اور پیدل قافلوں کی صورت میں انہیں پاکستان چلے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

ان پناہ گزینوں کی حالت بہت ابتر ہے۔ مقامی ملٹری نے انہیں خوراک دینے سے انکار کر دیا ہے اور احمدیہ انجمن سے کہا ہے کہ وہ ان مصیبت زدوں کی خوراک کا انتظام کرے۔ چنانچہ انجمن اپنا راشن کم کرکے ان پناہ گزینوں کو خوراک دے رہی ہے۔ اُبلی ہوئی گندم دی جا رہی ہے۔ (او۔پی) "[2]

---

[1] "زمیندار" ۱۶ر اکتوبر ۱۹۴۷ء

[2] "زمیندار" ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۸ کالم ۳

اخبار "احسان" لاہور

اخبار "احسان" لاہور نے لکھا :۔

۱ ۔ " قادیان میں اس وقت بیس ہزار کے قریب پناہ گزین جمع ہیں۔ سکھوں نے آٹھ آٹھ نو نو میل تک مسلم دیہات کو تباہ کر دیا ہے اور پھر قادیان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ راشن کا بھی شدید خطرہ ہے۔ مغربی پنجاب کی حکومت وہاں فوراً ریلیف کیمپ قائم کرے اور جلد از جلد وہاں پاکستان کی فوج مقرر کی جائے تا پناہ گزینوں کو جانی اطمینان ہو جائے "[1]

۲۔ اسی اخبار نے ۲۴ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو مندرجہ ذیل دو خبریں شائع کیں :۔

(الف) " لاہور ۲۲ر ستمبر۔ ۱۹ر ستمبر کو مسلح سکھوں نے قادیان کے ایک شمال مشرقی محلے پر ہلّہ بول دیا لیکن کارگر نہ ہوا۔ اس کے بعد پولیس نے اہل محلہ کی تلاشیاں شروع کر دیں۔ پولیس جانتی ہے کہ حملے ہو رہے ہیں پھر بھی وہ اسلحہ کے لئے تلاشیاں لے رہی ہے اور اس کی یہ حرکت معنی خیز ہے۔ تقاضائے وقت یہ تھا کہ پولیس مسلمانوں کو معمولی سے اسلحہ سے محروم کرنے کی بجائے مسلح جتھوں کے قلع قمع کی طرف توجہ دیتی جو فتنہ و فساد اور قتل و غارت پر تُلے بیٹھے ہیں۔ سکھوں نے موضع ننگل (قادیان سے آدھ میل دُور) پر قبضہ کر لیا ہے۔ پولیس نے اس وقت تک حملہ آور سکھوں پر گولی نہیں چلائی اور اگر اس کی یہی رفتار رہی تو فساد کے بڑھ جانے میں کوئی کسر نہ رہے گی۔ کل قادیان سے ایک قافلہ چلا تھا۔ لیکن سکھوں نے قادیان اور بٹالہ کے درمیان اس پر ہلّہ بول دیا۔ لیکن قافلہ کے فوجی محافظ ٹس سے مس نہ ہوئے "

(ب) " لاہور ۲۲ر ستمبر۔ سکرٹری انجمن احمدیہ نے اعلان کیا ہے کہ ۲۱ر ستمبر سے قادیان میں شام کے ۶ بجے سے صبح کے ۵ بجے تک کرفیو لگا دیا گیا ہے۔ اگر یہ اقدام حقیقی طور پر قیام امن کے لئے ہو تو مسلمان اس کے لئے ممنون ہوں گے۔ لیکن اگر اس اقدام کا مطلب صرف یہ ہو کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف فتنہ و فساد برپا کرنے والی طاقتوں کو بھڑکایا جائے اور مسلمانوں کے پاس دفاع کا جو معمولی سا سامان رہ گیا ہو اس سے بھی انہیں محروم کر دیا جائے تو یہ بڑا افسوسناک ہوگا۔ غیر سرکاری اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ پولیس کی طرف

[1] :۔ احسان ۵ر ستمبر ۱۹۴۷ء

سے مسلمانوں کی تلاشیاں لی جا رہی ہیں اور مسلمانوں کو لائسنس والے اسلحہ سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ امیر جماعت احمدیہ کے اقامت گاہ کی بھی تلاشی لی گئی ہے اور پولیس اس اسلحہ آتشیں اور کارتوسوں کو بھی لے گئی ہے جن کے لئے باقاعدہ طور پر لائسنس حاصل کئے گئے تھے۔ اس امر کا شدید خطرہ ہے کہ اب غیر متوقع واقعات پیش آئیں گے اور حکام صرف یہ کہہ دیں گے کہ جتھے ہمارے کنٹرول سے باہر ہیں۔"

۳۔ **اسی اخبار (احسان) نے اگلے دن (۲۵ ستمبر کو) یہ خبر شائع کی۔**

"لاہور ۲۳ ستمبر۔ کل احمدیوں کے وفد نے جالندھر میں ڈاکٹر گوپی چند بھارگوا اور مسٹر سورن سنگھ وزیر داخلہ مشرقی پنجاب سے ملاقات کی۔ دونوں وزیروں نے انہیں اطمینان دلایا کہ حکومت مشرقی پنجاب مسلمانوں کو نکالنا نہیں چاہتی۔ وفد کے استفسار کرنے پر وزیروں نے کہا، کہ قادیان میں کرفیو آرڈر اس لئے لگایا گیا ہے کہ قادیانیوں نے موضع کھارہ (متصل قادیان) میں چار سکھوں کو گولیوں سے مجروح کیا۔ ۲۶ ستمبر کو کابینہ مشرقی پنجاب کے اجلاس میں قادیان کی حالت پر غور ہوگا۔ وفد نے کہا کہ موضع کھارہ میں کسی احمدی نے کسی سکھ پر گولی نہیں چلائی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ موضع کھارا پر مسلح سکھوں نے حملہ کیا تھا اور وہاں گولیوں کا تبادلہ ہوا تھا جس کے نتیجے پر چند سکھ ہلاک و مجروح ہوئے۔ کیا ایک قریبی گاؤں کے واقعات کی وجہ سے قادیان میں کرفیو آرڈر لگانا درست ہے۔ سکھوں اور مسلمانوں میں گولیوں کے مبادلے کی وجہ یہ ہے کہ سکھوں نے پیدل جانے والے قافلہ پر حملہ کر دیا تھا۔ سکھوں پر گولی محافظ فوج کی طرف سے چلائی گئی تھی۔ فوج کے قصور پر قادیان کو سزا دینا درست نہیں۔"

۴۔ **"احسان" کے اسی پرچہ میں "قادیان کے باشندوں پر سکھ فوج اور پولیس کے بے پناہ مظالم ان لوگوں نے آخری وقت تک مقابلہ کی ٹھان لی" کے زیر عنوان حسب ذیل مضمون چھپا:۔**

"آخر قادیان کے متعلق بھی ہندوؤں اور سکھوں کی سازشیں بروئے کار آگئیں۔ ۲۱ ستمبر سے شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا ہے۔ تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ سکھ پولیس اور ہندو ملٹری کی مدد سے قادیان میں تباہی مچانا چاہتے ہیں۔ اس وقت قادیان میں کم از کم ڈیڑھ لاکھ پناہ گزین جمع ہیں۔ ہندو ملٹری اور سکھ پولیس کے ظلم و ستم اور آئین سوز حرکات کے باوجود

قادیان کے نوجوان ہراساں نہیں ہوئے۔ وہ خندہ پیشانی کے ساتھ موت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہاں سے عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کو جلد از جلد پاکستان میں لے آئے۔ نامہ نگار کی تازہ رپورٹ درج ذیل ہے:۔

۱۳ ستمبر کو چوہدری سلطان ملک ذیلدار ڈیری والہ کو جو علاقہ کے معززین میں سے ہیں۔ قادیان کے سکھ تھانیدار نے گرفتار کر لیا۔ انہیں گالیاں دیں۔ مونچھیں کھینچیں اور پھر منہ پہ سیاہی اور کیچڑ لگا کر تمام علاقہ میں گشت کروایا اور چوہڑوں سے جوتے مروائے گئے۔

مراد پور کے مسلمان قادیان آرہے تھے کہ ڈلہ کے مقام پر سکھوں نے ان کا سب سامان لوٹ لیا۔ وہ سامان گوردوارہ میں منتقل کر دیا گیا۔ جب قادیان کے تھانیدار کو اطلاع دی گئی تو اس نے الٹی مسلمانوں کو گالیاں دیں اور شہادتوں کے باوجود کوئی ایکشن نہیں لیا۔

۱۴ ستمبر کو تلونڈی کے مسلمانوں کو پولیس نے کماد میں بیٹھ کر شوٹ کیا۔ ۱۵ اور ۱۶ ستمبر کو قادیان میں سکھوں کے جتھے خالص مسلم آبادی میں پھرتے رہے۔ اور انہوں نے بازار میں لائن بنا کر جلوس بھی نکالا۔ جب جلوس نکالا گیا تو اس وقت سکھ برچھیوں، تلواروں اور دیسی ساخت کی بندوقوں سے مسلح تھے۔ پولیس اور ملٹری نے انہیں منتشر کرنے کا کوئی اقدام نہیں اٹھایا۔ جب پولیس کو کہا گیا کہ مسلم آبادی کی گلیوں میں سکھوں کا یوں مسلح ہو کر پھرنے کا مطلب کیا ہے تو تھانیدار نے جواب دیا کہ ہم شریف آدمیوں کو چلنے پھرنے سے نہیں روک سکتے۔

ایک ہوائی جہاز قادیان پہ دو دن پرواز کرنے آیا۔ ملٹری نے اس پہ فائرنگ کی مگر ہوائی جہاز بچ کر نکل گیا۔

سکھ پولیس نے چوہدری فتح محمد سیال ایم اے اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر امور عامہ قادیان کی گرفتاری کے علاوہ ان کے مکانوں کی تلاشی لی اور لائسنس والا اسلحہ بھی قابو کر لیا۔ پھر ملٹری نے تعلیم الاسلام کالج کا محاصرہ کر لیا اور کہا کہ ہم تلاشی لیں گے مگر "محکمہ حفاظت قادیان" کے پہرہ داروں نے تلاشی دینے سے انکار کر دیا۔ ملٹری کے ہندو کیپٹن نے نہایت مغرورانہ انداز میں کہا کہ ہم شوٹ کر دیں گے۔ پہرہ داروں نے جواب دیا

کہ ہم گولیوں سے ڈرنے والے نہیں۔ کافی ردّ و قدح کے بعد ملٹری واپس چلی گئی۔

۸ار ستمبر کو ننگل خورد کے چند آدمی مویشی چرا رہے تھے کہ سکھوں نے حملہ کر دیا۔ اور مویشی بھگا کر لے گئے۔ پولیس اور ملٹری کو رپورٹ کی گئی مگر وہ سپاہی ہنس کر چُپ ہو گئے۔

قادیان میں جو پناہ گزین جمع تھے ان کو قافلہ کی صورت میں روانہ کرنے کا خیال تھا۔

۱۸ستمبر کو سکھوں کا ایک وفد تھانیدار سے ملا اور اس نے کہا کہ ہم مسلمانوں کو ایک پائی تک ساتھ نہیں لے جانے دیں گے۔

۱۸ستمبر کو ملٹری کیپٹن نے اعلان کیا جو شخص قافلے کے ساتھ نہیں جائیں گے ان کی حفاظت کے ہم ذمہ دار نہیں۔ تھانیدار نے جیپ کار میں سوار ہو کر سکھوں کے گاؤں کا دورہ کیا۔ اور انہیں بتایا کہ قافلہ آنے والا ہے تیار ہو جاؤ ایک بھی شخص بچ کر نہ جائے۔ سکھ گھروں سے نکل کر کمادوں میں بیٹھ گئے۔

۱۸ستمبر کو ملٹری نے سکھوں کو اسلحہ دے کر کھارا کے مسلمانوں پر حملہ کرایا اور جب مسلمان قادیان کی طرف چلے تو کوئی چیز ساتھ نہیں لینے دی حتیٰ کہ آٹا وغیرہ بھی چھین لیا۔ ان کے مکانوں کو تباہ کیا۔ چھت کی کڑیاں شہتیر اور دروازے اُکھاڑ کر لے گئے۔ اسلام آباد جو قادیان کا ایک محلہ ہے پہلے ہی خالی ہو چکا تھا اور وہاں سکھ آباد ہو گئے تھے۔

۱۹ستمبر کو تکیہ کمال الدین پر قبضہ کیا گیا اور اس دن محلہ دارالساعت[1] پر سکھوں نے حملہ کر دیا۔ اہلِ قادیان نے ملٹری کے سپاہیوں کو اطلاع دی جو والی بال کھیل رہے تھے مگر انہوں نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ پھر چند نہتے نوجوان آگے بڑھے اور سکھوں کو بھگا دیا۔

۱۴ستمبر کو تحصیلدار نے چند سکھوں کو ننگل نزد قادیان میں بسانے کے لئے بھیجا حالانکہ ننگل میں مسلمان آباد تھے۔ ۱۹ستمبر کو تھانیدار نے پولیس کی مدد سے ننگل کے مسلمانوں کو زبردستی وہاں سے نکال دیا اور اُن کا سامان لُوٹ لیا۔

۲۰ستمبر کو محلہ قادر آباد کے مسلمانوں کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ ان کی مشکیں باندھیں فائر کئے۔ لاٹھیوں سے زدوکوب کیا اور تھانیدار ہزارہ سنگھ نے مسلمانوں کو گالیاں دیں۔

---

[1]:۔ مراد دارالسعتہ (ناقل)

کہ "بدمعاشو! یہاں سے نکل جاؤ"

۲۰ ستمبر کو جو کنوائے قادیان سے بٹالہ کی طرف جا رہی تھی۔ پنجگرایاں میں نہر کے پُل پر سکھوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ ملٹری نے فائرنگ کی۔ حملہ آور بھاگ گئے۔ قادیان کی ہندو ملٹری نے یہ غلط پراپیگنڈہ کر دیا کہ مسلم ملٹری نے جان بوجھ کر شرارت کی اور جاتے جاتے سات سکھ مار دیئے ہیں۔

۱۹-۲۰ ستمبر کی درمیانی رات کو ہندو کیپٹن نے قادیان میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ کل یہاں سے پیدل قافلہ روانہ ہوگا اور ہم تمام پناہ گزینوں کو قادیان کی حد سے پار کر دیں گے جو قافلہ کے ساتھ نہیں جائے گا اسے شوٹ کر دیا جائے گا۔ مگر ۲۰ ستمبر کو قافلہ روانہ نہ ہوا۔ کیونکہ مسلمان ہندو ملٹری کے ساتھ روانہ ہونے پر تیار نہ تھے اور پھر اس قافلے کو لوٹنے اور تباہ کرنے کیلئے منظم سازش کے ماتحت سکھ دو دن تک نہر کی پٹڑی اور کھیتوں میں چھپے ہوئے تھے اور وہ سکھ تھانیدار کو پیغام بھیج رہے تھے کہ قافلہ جلد روانہ کرو۔

۲۱ ستمبر کو قادیان میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ اس سے قبل پولیس نے بعض لڑکوں کے پاس سے قلمتراش اور غلیلیں پکڑ لی تھیں اور سکھ قادیان کے بازاروں میں لمبے لمبے برچھے تلواریں اور بغیر لائسنس کی بندوقیں لے کر گھومتے تھے۔

اس وقت جو مسلمان کھیتوں میں چارہ کاٹنے کے لئے جاتے ہیں اُن کو پولیس پکڑ لیتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ہندوستان کے کھیت ہیں تم چارہ نہیں کاٹ سکتے۔ شاید کل پولیس یہ کہہ کر کہ قادیان میں جو مسلمان مقیم ہیں وہ ہندوستان میں ہیں اس لئے یہ سانس بھی نہیں لے سکتے تمام مسلمانوں کو ہلاک کر دے۔

قادیان کے نوجوان ملٹری کے جبر و تشدّد کے باوجود خوفزدہ نہیں۔ وہ صرف اس بات کے خواہشمند ہیں کہ عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو یہاں سے نکال دیا جائے وہ خوب جانتے ہیں کہ اب وہ آہستہ آہستہ موت کے گھیرے میں آتے جاتے ہیں اور نہرو کی وہ حکومت جو کہتی تھی کہ کسی مسلمان کو مشرقی پنجاب سے نکلنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا وہ قادیان کے مسلمانوں کو وہاں سے زبردستی نکلوانے اور انہیں تباہ کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔" محکمہ حفاظت

قادیان" کے ماتحت کام کرنے والے نوجوان بعض اوقات چوبیس چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ادا کرتے اور رات دن پہرہ دیتے ہیں۔ گو نیند اور بے آرامی کی وجہ سے ان کی صحت کمزور ہو چکی ہے مگر وہ موت کے ڈر سے بھاگنے کی بجائے موت سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ وہاں کوئی ملٹری مسلمان نہیں ہے۔ ہندو ملٹری اور سکھ پولیس انہیں ڈراتی دھمکاتی ہے۔ ہندو کیپٹن بھرا ہوا پستول ہاتھ میں پکڑے دہشت پھیلانے کے لئے ادھر اُدھر پھرتا رہتا ہے۔

مغربی پنجاب کی حکومت اور پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خان کو چاہیئے کہ وہاں فوراً مسلمان ملٹری بھیجی جائے اور ادھر سپیشل ٹرینیں چلائی جائیں۔ ٹرینوں کے ساتھ بھی کافی مسلمان ملٹری ہونی چاہیئے۔ ڈرائیور بھی مسلمان ہوں۔ کیونکہ سکھ ڈرائیور کوئلے یا پانی کا بہانہ کر کے انجن کو گاڑی سے الگ کر لیتے ہیں اور مسلح جتھے ٹرین پر حملہ کر دیتے ہیں۔ ایک ٹرین کے ساتھ کم از کم دو انجن ایک کرین اور پٹری جوڑنے کا سامان اور چند فٹر ضرور ساتھ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ خفیہ طور پر ایسی سازش کا انکشاف ہو چکا ہے کہ قادیان سے اگر کوئی ٹرین چلی تو سکھوں نے اس کو لوٹنے اور تباہ کر دینے کا پورا تہیہ کیا ہوا ہے۔ پاکستان گورنمنٹ حالات کا مقابلہ کرنے اور پناہ گزینوں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قادیان سے نکالنے کا فوری بندوبست کرے۔"

۵۔ اخبار "احسان" نے اسی اشاعت میں "قادیان کے پچاس ہزار مسلمانوں کو بچاؤ" کے عنوان سے حسب ذیل نوٹ بھی شائع کیا:۔

پاکستان گورنمنٹ کی توجہ کے قابل

قادیان میں اس وقت نواحی علاقہ جات سے جمع شدہ مسلمانوں کی تعداد پچاس ہزار کے قریب ہے۔ یہ لوگ چاروں اطراف سے ہندو سکھ فوج کے نرغہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قادیان سے ملحقہ علاقوں سے اپنا سب کچھ لُٹا کر آئے ہیں اور اب بے بسی اور خاک بسری کے عالم میں مقیم ہیں۔ حالات روز بروز بد سے بدتر ہو رہے ہیں۔ اگر گورنمنٹ کی طرف سے جلد ان کو نکالنے کا انتظام نہ کیا گیا تو ڈر ہے انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح نہ کر ڈالا جائے۔ خلیفہ صاحب قادیان اپنی جماعت کو یہی مشورہ دے رہے ہیں کہ قادیان کی حفاظت

کے لئے آخری دم تک وہیں رہے۔ خلیفہ صاحب کی یہ ہمت قابل داد ضرور ہے۔ لیکن حالات سے بے نیاز ہو کر کام کرنا اور ہزارہا نہتے لوگوں کو اتنی بڑی آزمائش میں ڈالنا مناسب نہیں۔ قادیان میں کرفیو لگا ہوا ہے وہاں محلوں میں تمام لوگوں کی سختی سے تلاشی لی جا رہی ہے۔ بیرونی محلہ جات پر حملے ہو رہے ہیں۔ نزدیک کے دیہات پر سکھوں کا قبضہ ہو چکا ہے اور کچھ عجب نہیں قادیان میں بھی قتل عام شروع ہو جائے۔ اس وقت افراتفری کے عالم میں اگر لوگ وہاں سے نکلے تو پھر اس قدر نفوس موت کے گھاٹ اُتر جائیں گے جن کا اندازہ لگانا مشکل ہو گا اور مشرقی پنجاب کی پراپیگنڈا مشینری اسے معمولی سا حادثہ قرار دے کر دُنیا کی نظروں میں دھول ڈالنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ یہ محض خام خیالی ہے کہ وہاں بہت دیر تک مقابلہ میں جمے رہنے سے اس بات کو اس قدر شہرت ملیگی کہ ہندوستانی حکومت مرعوب ہو کر قادیان کو تباہ کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لے گی۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہاں ابھی تک ہزاروں خواتین اور بچے موجود ہیں جن کو وہاں سے نکالا نہیں جا سکا۔ کیا ان سب کو اس لئے موت کے مُنہ میں چھوڑ دیا جائے کہ خلیفہ صاحب قادیان سے ہجرت نہیں کرنا چاہتے۔ یہ معاملہ ایسا نہیں کہ ایک شخص کی مرضی پر اسے چھوڑ دیا جائے۔ پاکستان گورنمنٹ کو چاہیئے کہ سپیشل ٹرینیں چلا کر جس قدر لوگوں کو وہاں سے نکالا جا سکتا ہے نکال لے اور ہم خلیفہ صاحب قادیان سے بھی یہی گذارش کریں گے کہ نہتے لوگوں کو اس کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ دینا ٹھیک نہیں۔ بلکہ وہ ان لوگوں کو یہاں لا کر ہر طرح سے مسلح اور منظم کریں تو جہاں ایک طرف یہ اقدام پاکستان حکومت کو تقویت کا موجب ہو گا وہاں ہزارہا بے گناہ لوگوں کو موت کے پنجے سے بھی نکال لائے گا۔

(شیخ محمد طفیل ایم۔ اے) ”[1]

۶۔ اس اخبار کا ایک اور نوٹ ملاحظہ ہو :-

”لمبی چوڑی باتیں لکھنے کا وقت نہیں . . . . . اس وقت ہم کم و بیش ۵ ہزار افراد قادیان میں پناہ لئے بیٹھے ہیں۔ ہمیں احمدیوں کی طرف سے زندہ رہنے کے لئے کھانا مل رہا ہے۔ بعض کو مکان بھی مل چکے ہیں۔ مگر اس قصبہ میں اتنی گنجائش کہاں؟ ہزاروں آسمان کی

---

[1] ”احسان“ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء میں یہ مضمون شائع ہوا۔

چھت کے نیچے زمینی فرش پر پڑے ہیں جنہیں دھوپ بھی کھانا پڑتی ہے اور بارش میں بھی بھیگنا پڑتا ہے۔ پھر بھی ہم جوں توں کر کے زندگی کے دن گذار رہے ہیں مگر جو تنگی اب ملٹری اور پولیس کی طرف سے دی جا رہی ہے اور جو مصیبتیں اب نازل ہو رہی ہیں ان کا کیا علاج۔ پچھلے جمعہ کو ہمیں یہاں سے قافلہ کی صورت میں ملٹری نے چلے جانے کا حکم دیا۔ لیکن یہاں کے بھلے لوگوں نے ہمیں اس لئے روک لیا کہ حفاظت کے بغیر رستے میں لٹ جاؤ گے اور مارے جاؤ گے" ؎۱

اخبار "نوائے وقت" لاہور

اخبار " نوائے وقت " نے لکھا :-

۱ - " قادیان کا مورچہ

قادیان مشرقی پنجاب میں ایک قصبہ ہے۔ جہاں مسلمان ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ خاص قادیان میں مسلمانوں کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہ تھی کیونکہ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے مگر ارد گرد کے دیہات سے ہزاروں مسلمانوں نے اس قصبہ میں پناہ لی ہے اور اب ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار مسلمان قادیان میں پناہ گزین ہیں۔ مشرقی پنجاب کی حکومت یہ اعلان کرتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس صوبہ سے نکالنا نہیں چاہتی۔ مسٹر گاندھی بھی مسلمانوں سے یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ واپس آجائیں مگر قادیان کے متعلق جہاں مسلمان ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں حکومت مشرقی پنجاب اور حکومت ہند دونوں کی پالیسی یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر ——— اور اگر ضرورت پڑے تو مار پیٹ کر ——— قادیان سے نکال دیا جائے۔ قادیان سے بعض معززین کی بلا وجہ گرفتاریاں، قصبہ کا محاصرہ، ریل تار اور ڈاک کی بندش اور قادیان پر ہوائی جہاز کی پرواز کی ممانعت، یہ سب حربے اسی ایک مقصد کے پیش نظر استعمال کئے جا رہے ہیں کہ مسلمان قادیان چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

ہم اس وقت اختلاف عقائد کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے نہ یہ وقت اس بحث کو چھیڑنے کے لئے موزوں ہے۔ مسلمانوں سے ہماری درخواست صرف اس قدر ہے کہ اغیار کو اس وقت اس سے کوئی غرض نہیں کہ فلاں شخص کے عقائد کیا ہیں حتیٰ کہ انہیں اب کانگرسی اور

؎۱ " احسان " (لاہور) ۲ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء

لیگی کا بھی کوئی امتیاز نہیں۔ وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ نام مسلمانوں کا ہے اور شکل وصورت مسلمانوں کی سی ہے ایسا ہر شخص ان کے نزدیک واجب القتل ہے۔ اگر اہلِ قادیان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ غنڈہ گردی کا مقابلہ کریں گے اور مدافعت و مزاحمت کئے بغیر یہاں سے نہیں نکلیں گے تو ہر کلمہ گو کو ان سے حسب استطاعت عملی یا محض اخلاقی ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیئے۔" [1]

۲۔ اسی اخبار "نوائے وقت" نے اپنی اشاعت ۲۳ ستمبر میں حسب ذیل خبر شائع کی :-

" قادیان میں حکام نے کرفیو نافذ کر دیا ـــــ خانہ تلاشیوں کی بھرمار

لوگوں سے اسلحہ چھینا جا رہا ہے۔ سکرٹری انجمن احمدیہ پاکستان کا بیان

لاہور ۲۲ ستمبر۔ وسطی انجمن احمدیہ پاکستان کے سکرٹری نے مندرجہ ذیل بیان اخبارات کے نام جاری کیا ہے کہ ۱۲ ستمبر سے قادیان میں ۶ بجے شام سے لے کر صبح پانچ بجے تک کے لئے کرفیو لگا دیا گیا ہے۔ اگر تو اس اقدام سے امن قائم رہا تو مسلمان اس کارروائی پر حکومت کے ممنون ہوں گے لیکن اگر اس کارروائی سے قادیان کے مسلمانوں کے خلاف کوئی جارحانہ حملہ کیا جانا مقصود ہے تو اس بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوگی کہ کرفیو اس لئے لگایا جائے کہ مسلمانوں کو جو دفاع کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں، انہیں تہس نہس کر دیا جائے۔

سرکاری خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ پولیس تلاشیاں لے رہی ہے اور لائسنس یافتہ بندوقیں اور گولی بارود ضبط کر رہی ہے۔ پولیس نے احمدیہ جماعت کے امام کے گھر پہ چھاپہ مارا اور ان کا تمام اسلحہ ضبط کر لیا جس کا لائسنس ان کے پاس موجود تھا۔

اس امر کا خدشہ ہے کہ کوئی حملہ نہ ہو جائے اور حکومت پھر یہ عذر نہ کرے کہ سکھ قابو سے باہر ہو گئے اور انہوں نے فوج پر حملہ کر دیا اس لئے احمدیوں کے خلاف کارروائی کرنی پڑی۔ ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ کرفیو کے نفاذ کے بعد سکھ جتھے اور پولیس کا کوئی کارروائی کرنا سوائے اس کے اور کچھ مقصد نہیں رکھتی کہ پولیس احمدیوں کے خلاف ان جتھوں کی مدد کرے۔" [2]

---

[1] "نوائے وقت" ۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ ۔ [2] "نوائے وقت" ۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۴ ۔

۳۔ پھر اگلے دن (۲۴ ستمبر کو) درج ذیل خبر شائع کی گئی:۔

"

قادیان کے قریب ایک گاؤں پر سکھوں کا قبضہ

سکھوں نے قادیان پر حملہ شروع کر دیا

لاہور ۲۲ ستمبر۔ قادیان سے پناہ گزینوں کو لانیوالی ایک ٹرین پر بٹالہ اور قادیان کے درمیان حملہ کر دیا گیا۔ اس ریل گاڑی کے ساتھ فوجی دستہ بھی تھا۔ فوج نے گولی چلا دی جس سے حملہ آور بھاگ گئے۔

جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اُن سے معلوم ہوا ہے کہ سکھوں نے قادیان سے آدھ میل کے فاصلہ پر واقعہ ننگل پر قبضہ کر لیا ہے اور اب سکھ دستے قادیان کے بیرونی محلوں پر حملے کر رہے ہیں۔" [۱]

۴۔ "نوائے وقت" (لاہور) نے ۴ اکتوبر کے پرچہ میں یہ خبر شائع کی کہ

"

مسلمان پناہ گزینوں کو قادیان سے پاکستان نہ آنے دیا گیا

چار ٹرک بٹالہ سے واپس لاہور بھیج دیئے گئے

لاہور۔ ۲ اکتوبر۔ انجمن انصار المسلمین لاہور کے سکرٹری نے ایک بیان میں کہا ہے کہ "کل نیوی ڈیپارٹمنٹ کے چار ٹرک اس محکمہ کے ملازمین کے رشتہ داروں کو لانے کے لئے قادیان گئے اور لاہور سے غیر مسلم پناہ (گزین) امرتسر لے گئے۔ یہاں سے انہوں نے دریافت کیا کہ آیا کوئی ایسے غیر مسلم پناہ گزین ہیں جو امرتسر سے بٹالہ یا قادیان جانے کے خواہاں ہوں۔ لیکن یہاں ٹرک والوں کو بتایا گیا کہ ایسے کوئی پناہ گزین امرتسر میں موجود نہیں۔ جب یہ ٹرک بٹالہ پہنچے تو انہیں قادیان نہ جانے دیا گیا اور وجہ یہ بتائی گئی کہ وہ اپنے ساتھ غیر مسلم پناہ گزین نہیں لائے علاوہ بریں چند دن تک قادیان جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ٹرکوں کو بالآخر ناکام لاہور واپس آنا پڑا اور تضییع اوقات کے علاوہ پٹرول بھی ضائع ہوا" [۲]

---

[۱] اخبار "نوائے وقت" (لاہور) مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۶

[۲] " " " " ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱

۵ - پھر اسی اخبار نے لکھا کہ:۔

"قادیان پر سکھ غنڈوں کے حملے فوج اور پولیس حملہ آوروں کو امداد دے رہی ہے
فوج نے سر محمد ظفر اللہ کا مکان خود لوٹا۔ شہر میں تباہی کے آثار

لاہور ۸ ؍اکتوبر۔ سکرٹری انجمن انصار المسلمین نے ایک بیان میں کہا ہے کہ قادیان کی تازہ ترین صورت حال کے متعلق جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کی حالت پہلے سے بھی ابتر ہو گئی ہے۔ قادیان کے ایک محلہ پر سکھ غنڈوں نے حملہ کر دیا لیکن محلہ والے تیس غنڈوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ بعد ازاں پولیس اور فوج حملہ آوروں کی امداد کے لئے پہنچ گئی اور محلے والوں کو بُری طرح گولیوں کا نشانہ بنا دیا۔ پولیس اور فوج کی کارروائیوں میں بیشمار مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کی لاشوں کے پاس تک نہ جانے دیا گیا۔

قادیان سے ایک فوجی مسلمان کپتان لاہور پہنچا ہے۔ اس کا مکان لُوٹ لیا گیا ہے چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں کا مکان بھی لُوٹا جا چکا ہے۔ ٹی۔ آئی ڈگری کالج کی عمارت پر قبضہ کر لیا گیا ہے اور کالج کی عمارت لاہور کے سکھ نیشنل کالج کے لئے وقف کر دی گئی ہے۔ پاکستان کا ایک ہوائی جہاز کل قادیان پر سے ہو کر لاہور پہنچا ہے۔

ہوائی جہاز والوں کی روایت کے مطابق ہر طرف تباہی و بربادی کے آثار پائے جاتے ہیں مقامی مسلمان مسجدوں میں ٹھیرے ہوئے ہیں۔" [۱]

۶ - پھر اسی اخبار" نوائے وقت" نے حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کی پریس کانفرنس میں بیان فرمودہ قادیان کی موجودہ صورت حال کے متعلق ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

"قادیان اور حکومت ہندوستان
مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پریس کانفرنس

لاہور ۱۶ ؍اکتوبر۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد امیر جماعت احمدیہ نے آج شام کو ایک پریس کانفرنس میں اخباری نمائندوں کو قادیان کی موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا۔ مرزا صاحب نے بتایا کہ قادیان میں اکا دکا حملے ابھی تک ہو رہے ہیں۔ پناہ گزینوں کو ہراساں کیا جا رہا ہے۔

[۱] " نوائے وقت " ۱۰ ؍اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱

اور جماعت احمدیہ پر ہر جائز و ناجائز طریقے سے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ وہ قادیان کو خالی کر دیں۔ شہر کے بہت سے حصے خالی کر دیئے گئے ہیں اور باقیماندہ آبادی کو مجبور کیا گیا ہے کہ وہ شہر کے صرف ایک حصے میں جس میں آبادی کی تعداد کے لحاظ سے بہت کم مکانیت ہے جا کر رہے۔ یہ جگہ بہت تنگ ہے۔ وہاں کے لوگوں کو تنگ جگہ میں رہنے پر مجبور کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بالآخر وہ شہر خالی کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ راشن دینا بھی بالکل بند کر دیا گیا ہے اور قادیان کے باشندوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مرزا صاحب نے بریگیڈیئر بھتاپا کے حالیہ بیان اور آل انڈیا ریڈیو کے اس اعلان کو کہ قادیان میں بالکل امن ہے جھٹلایا اور حیرانی ظاہر کی ہے کہ اتنے بڑے اور ذمہ دار عہدے پر فائز کوئی افسر اتنا سفید جھوٹ بول سکتا ہے۔

مرزا صاحب نے کہا۔ ہم پہلے بھی بارہا اعلان کر چکے ہیں اور میں پھر دوہرانا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کا مسلک ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ با اقتدار حکومت کا ساتھ دے اور اس کی وفادار رہے۔ ہم نے حکومت ہند کو بھی یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ احمدیہ جماعت کے جو پیرو قادیان میں مقیم رہیں گے وہ ہندوستان کے ہر طرح سے وفادار رہیں گے۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ باوجود ہمارے یقین دلانے کے اور باوجود گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے بار بار یہ کہنے کے کہ ہندوستان سے ان مسلمانوں کو نہیں نکالا جائے گا جو انڈین ڈومینین سے اپنی وفاداری کا یقین دلائیں گے مشرقی پنجاب کی حکومت کی انتہائی کوشش یہ ہے کہ کسی طرح قادیان خالی ہو جائے۔ اور اس ارادے کا اظہار کئی طریقوں سے مشرقی پنجاب کے افسر کر چکے ہیں۔ ان سب تکلیفوں، مظالم اور مشکلات کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب نے اس مصمم ارادے کا اظہار کیا کہ جب تک حکومت ہند صاف الفاظ میں یہ نہ کہہ دے کہ تم لوگوں کو قادیان خالی کر دینا چاہیئے ہم قادیان ہرگز ہرگز خالی نہ کریں گے اور ہم اس مقصد کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ان کے سات نوجوان بیٹے ابھی تک قادیان میں ہیں اور آخری دم تک وہیں رہیں گے

مرزا صاحب نے آخر میں انتہائی ناراضگی اور افسوس کا اظہار کیا کہ قادیان کے حکام

نے جماعت کو اپنی لائبریری اور سائنس انسٹی ٹیوٹ کو پاکستان منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے بتایا کہ یہ لائبریری ہندوستان بھر میں سب سے بڑی چار اسلامی لائبریریوں میں سے تھی اور اسی طرح ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی۔ یہ دونوں جماعت کی اپنی ملکیت تھیں اور ان پر قبضہ کرنے کا حکومت کو کوئی حق نہیں۔

(نامہ نگار)" [1]

۷۔ نیز یہ خبر شائع کی کہ

"۱۶ر اکتوبر کو انبالہ سے اسی ہزار مسلمان مہاجرین ریل گاڑیوں میں لاہور پہنچے۔ اسی ہزار مہاجرین سہارنپور سے اور سات ہزار قادیان سے موٹروں پر پہنچے" [2]

۸۔ اخبار" نوائے وقت" ہی میں ذیل کی خبر بھی شائع ہوئی:۔

" قادیان میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا، دو سو مسلمان شہید ہوئے کئی عورتیں اغوا کر لی گئیں اور بیشمار محلے لوٹ لئے گئے

لاہور ۲۲ر اکتوبر۔ قادیان میں مسلمانوں پر ظلم و تشدد اور گرفتاریوں کے واقعات کے سلسلہ میں پنڈت نہرو نے وزیر اعظم پاکستان کو ایک تار بھیجا تھا جس میں ان واقعات کی تردید کرنے کی جرأت کی گئی تھی۔ آج احمدیہ ہیڈکوارٹرز لاہور نے وزیر اعظم ہندوستان کو یہ تار روانہ کیا

" قادیان میں دو سکرٹری، ایک اسسٹنٹ سکرٹری، تین مشنری اور کئی دوسرے کارکنان غلط الزامات کی بناء پر گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ جن مسلمانوں کے مکانات کی تلاشیاں ہوئیں ان میں موجودہ خلیفہ قادیان کا مکان بھی شامل ہے۔ کئی محلے جبراً خالی کرا کے لوٹے جا چکے ہیں۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول، احمدیہ پریس اور سنٹرل لائبریری پر قبضہ کیا جا چکا ہے۔ کئی خواتین اغوا کی گئیں اور تقریباً دو سو مسلمان شہید کئے گئے اور ان کی لاشیں ورثاء کے حوالہ نہیں کی گئیں۔ اس کے باوجود آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ احمدیوں کو تنگ نہیں کیا گیا اور ان کی حفاظت کی جا رہی ہے" [3]

---

[1] " نوائے وقت" ۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ ؛ [2] " نوائے وقت" ۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ ؛

[3] " " ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ ؛

اخبار "انقلاب" لاہور | اخبار "انقلاب" (لاہور) نے لکھا :-

۱- "قادیان میں مسلمان برابر ڈٹے ہوئے ہیں
پاکستان کی فوج ان کی حفاظت کرے

قادیان کے نواحی علاقے میں سکھوں نے متعدد دیہات میں تباہی پھیلا رکھی ہے مسلمانوں کو قتل اور ان کی جائیدادوں کو برباد کیا جا رہا ہے لیکن انہیں قادیان پر حملہ کرنے کی ابھی جرأت نہیں ہوئی۔ اہل قادیان اللہ کے فضل سے طاقتور اور منظم ہیں اور حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ان کو ہر وقت صبر و سکون اور توکل علی اللہ کی تلقین کر رہے ہیں لیکن مسلمانان پاکستان کا مطالبہ یہ ہے کہ خطرے کے سد باب کے لئے فی الفور پاکستانی فوج قادیان کی حفاظت کے لئے مقرر ہونی چاہیئے مبادا سکھ غیر مسلم فوج اور پولیس کی امداد یا اغماض سے فائدہ اٹھا کر قادیان کے خلاف کوئی سازش کریں" [1]

۲- "مسلمانوں کے قتل عام کی ذمہ داری باؤنڈری کمیشن کے صدر پر ہے
قائد اعظم کو مجلس خدام الاحمدیہ دہلی کا تار

نئی دہلی ۱۲ ستمبر۔ مجلس خدام الاحمدیہ دہلی نے پاکستان کے گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناح کو ایک برقی پیغام ارسال کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا ہے اس کی ذمہ داری صدر پنجاب باؤنڈری کمیشن کے کندھوں پر ہے۔ مسلم اکثریت والے علاقوں کو ہندوستان میں منتقل کر کے مشرقی پنجاب کے غیر مسلموں کو صاف اشارہ کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جارحانہ مہم کا آغاز کر دیں۔ مسٹر جناح سے استدعا کی ہے کہ وہ اس معاملے کو جمعیت اتحاد امم کے حوالے کر دیں" [2]

۳- قادیان میں نواحی علاقہ کے پچاس ہزار پناہ گزین
آخری دم تک حفاظت خود اختیاری کا تہیہ

ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۱۲ ستمبر۔ چوہدری شکر اللہ خاں نے مندرجہ ذیل بیان انقلاب اور دوسرے

---

[1] و [2] "انقلاب" ۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۸ کالم ۲ +

اخباروں کو ارسال فرمایا ہے:۔

اس وقت جب سارے مشرقی پنجاب میں افراتفری زوروں پر ہے اور لاکھوں مسلمان اپنے عزیز وطن چھوڑ کر محض جان بچا کر مغربی پنجاب میں پہنچ رہے ہیں اور بحیثیت مجموعی مسلمانوں کے وقار کو ضعف پہنچ رہا ہے۔ قادیان ضلع گورداسپور کے مسلمان اپنے مقام پر ڈٹے ہوئے ہیں اور وہ باعزت موت کو ذلت اور رسوائی کی زندگی پر ترجیح دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ اہل قادیان کے علاوہ نواحی علاقہ کے پچاس ہزار اور پناہ گزین وہاں جمع ہو چکے ہیں۔ قادیان کے امام جماعت احمدیہ نے اعلان کر دیا ہے کہ جب تک حکومت ہمارے نام قادیان خالی کر دینے کا حکم صادر نہ کرے ہم اپنے محبوب وطن اور مرکز کو کسی قیمت پر خیر باد نہیں کہہ سکتے اور آخری دم تک اپنی اور اپنے پناہ گزینوں کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

مسلمانوں پر یہ نہایت ہی خطرناک وقت ہے کہ دشمن اس کے قومی وقار کو ہمیشہ کے لئے (ختم)[۱] کر دینا چاہتا ہے۔ اس وقت ہر قسم کی کشیدگیوں اور اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر قادیان اور اس کے پناہ گزینوں کی سلامتی کے لئے دُعائیں کرنی چاہئیں "[۲]

۴۔ احمدیوں کے طیاروں کو پرواز سے حکماً روک دیا گیا

ایریا کمانڈر کا حکم، کوئی جیپ کار باہر نہیں جا سکتی

لاہور ۱۱ ستمبر۔ صدر انجمن احمدیہ لاہور نے آج مندرجہ ذیل اعلان جاری کیا ہے۔ ۱۰ ستمبر کی سہ پہر کو چار بجے ہمیں یہ پیغام ملا کہ اس علاقے کی فوج کے انچارج بریگیڈیر نے چند احمدی نمائندوں کو قادیان سے بٹالے بُلا کر مندرجہ ذیل احکام ان کے گوش گذار کئے۔

۱۔ آئندہ کسی ہوائی جہاز کو اس ایریا کی فضا میں پرواز کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

۲۔ قادیان کے احمدیوں کی کسی جیپ کار کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔

۳۔ اور کسی احمدی کو کسی ایسی وردی پہننے کی اجازت نہیں ہو گی جو کسی صورت میں بھی فوجیوں سے ملتی جلتی ہو۔ "[۳]

---

[۱] لفظ اُڑے ہوئے ہیں۔ غالباً 'ختم' کا لفظ ہے (مرتب) [۳]: ضمیمہ انقلاب لاہور ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱؛
[۲] ضمیمہ انقلاب" ۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۸ کالم ۴؛

۵۔ " نواحِ قادیان میں مسلمانوں کے ۴۵ گاؤں جلا دیئے گئے
۷۷ دیہات کی تباہی، حملہ آور ۱۴۰ عورتیں اُٹھا کر لے گئے

"لاہور ۱۱ ستمبر۔ بُدھ کے دن احمدیہ ہیڈ کوارٹرز لاہور سے قادیان اور اس کے نواحی دیہات کے متعلق مندرجہ ذیل بیان شائع کیا گیا ہے:۔

مرکز احمدیت قادیان کے گرد و نواح کے ۷۷ دیہات پر حملہ کیا گیا ہے اور لوٹ کھسوٹ کی گئی ہے ان میں سے ۴۵ کو نذرِ آتش کر دیا گیا ہے حملہ آور ۱۴۰ عورتوں کو اُٹھا کر لے گئے ہیں"[1]

۶۔ " قادیان میں تحریک احمدیت کے دو نہایت ہی ممتاز لیڈر گرفتار کر لئے گئے
قادیان میں اعیان و اکابر کی خانہ تلاشیاں
ایک لاکھ مسلمانوں کو دہشت زدہ کر کے نکال دینے کی کوشش

لاہور ۱۷ ستمبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ قادیان کے ناظر اعلیٰ چوہدری فتح محمد سیال ایم اے (ایم ایل اے) اور سلسلہ احمدیہ کی نظارت امور عامہ کے انچارج سید زین العابدین ولی اللہ شاہ کو سری گوبند پور تھانے کے علاقے کے سکھوں کو قتل کرنے کے الزام میں زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند گرفتار کر لیا گیا ہے۔ گرفتاری کے وقت مسلح پولیس اور فوج کے علاوہ اس علاقے کے سکھ برچھیوں بھالوں اور گنڈاسوں سے مسلح تھے ہمراہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی مقام پر دھاوا بولا جا رہا ہے۔ قادیان کے معزز اور مقتدر ارکان اور پناہ گزینوں کی تلاشیاں بھی لی گئیں۔

قادیان میں اس وقت ایک لاکھ کے قریب مسلمان جمع ہیں اور اگر اُن کی حفاظت کے لئے مسلمان فوجی دستے متعین ہو جائیں تو وہ اپنے گھروں کو چھوڑنے کی بجائے اپنے دیہات ہی میں آباد ہونے کو ترجیح دیں گے۔"[2]

۷ " قادیان کے اکابر کی گرفتاری

جماعت احمدیہ کے اکابر میں سے چودھری فتح محمد سیال ایم۔ اے (ایم ایل اے) اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ کو مشرقی پنجاب کی حکومت نے زیر دفعہ ۳۰۲ سکھوں کے

---

[1] "انقلاب" ضمیمہ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ ۔ [2] "انقلاب" ۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱

قتل کے الزام میں گرفتار کرلیا ہے۔ ان دونوں حضرات کی عمر ساٹھ ساٹھ سال ہوگی اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور معزز آدمی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیان کے مسلمانوں نے اب تک ثبات و استقلال کا جو ثبوت دیا ہے اور نواحی علاقے کی تباہی کے باوجود جس صبر و سکون سے ڈٹے رہے ہیں وہ مشرقی پنجاب کے حکام کے نزدیک بہت تکلیف دہ ہے یہی وجہ ہے کہ اب انہوں نے قادیان میں تلاشیاں اور گرفتاریاں شروع کر دی ہیں۔ ان کا منشاء یہ ہے کہ قادیان میں جو ایک لاکھ مسلمان اس وقت جمع ہیں وہ بھی پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوں اور خونخوار غنڈے ہر طرف سے ان پر حملہ کر کے انہیں ختم کر دیں۔

پاکستان کے وزیر اعظم کا فرض ہے کہ قادیان کے مسئلہ کی طرف بطور خاص حکومت ہندوستان کی توجہ مبذول کرائیں"[۱] (اداریہ)

۸۔ "**پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام تار**
پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ ملتان کی طرف سے

"سکھوں نے آپ کی حکومت اور سکھ ریاستوں کی فوج اور پولیس کی امداد سے مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اب آپ کی حکومت کے تمام احکام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب قادیان کی تباہی کی باری ہے۔ قادیان کے اردگرد دو دو میل تک کا علاقہ تودۂ خاکستر بنا دیا گیا ہے حالانکہ آپ کی حکومت ان لوگوں کی حفاظت کا وعدہ کر چکی تھی تازہ احکام یہ ہیں کہ قادیان پر نہ طیارے اڑائے جائیں نہ قادیان کے باہر جیپ کاریں چلائی جائیں نہ احمدی کوئی وردی پہنیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت نہ صرف اہل قادیان کو اپنی حفاظت کا موقع دینا نہیں چاہتی ہے بلکہ ان کی تباہی کی اطلاع کو بھی باہر پہنچنے سے روک رہی ہے میری استدعا ہے کہ آپ ظلم و ستم کے نتائج پر غور کریں اور یاد رکھیں کہ احمدیوں نے قادیان کی مقدس سرزمین کے لئے اپنی جانیں قربان کر دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ خدا آپ کی حکومت کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس نے ظلم و ستم کرنے والوں کو ہمیشہ برباد کیا ہے۔ اگر آپ خدا سے نہ ڈریں گے تو وہ ایک دن آپ کو بطش شدید میں گرفتار کرے گا"[۲]

---

[۱] "انقلاب" ۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ ۔ [۲] "انقلاب" ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۵ ۔

۹۔ "قائد اعظم کے نام تار

مجلس خدام الاحمدیہ گوجرانوالہ نے قائد اعظم محمد علی جناح کے نام حسب ذیل تار دیا ہے:۔

"مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے قتل عام کی ذمہ داری باؤنڈری کمیشن کے صدر پر عائد ہوتی ہے جس نے مسلم اکثریت کے علاقوں کو ہندوستان میں شامل کر دیا۔ اس نے صریحاً غیر مسلموں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ از راہ کرم اس مسئلہ کو مجلس اقوام متحدہ میں پیش کیجئے۔ اس کے علاوہ گذارش ہے کہ قادیان میں مسلم پناہ گزینوں کے جم غفیر کی حفاظت کے لئے پاکستانی فوج کے بھیجنے کا انتظام فرمائیے" [1]

۱۰۔ قادیان پر سکھوں کا حملہ

لاہور ۲۷ ستمبر۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان لاہور کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ سکھوں کے جتھے نے محلہ دارالسعة پر حملہ کیا اور بہت سے مسلمانوں کو لوٹ لیا۔ حملہ آور مسلمانوں میں داخل ہو گئے۔ ان مکانوں میں نواب محمد الدین باجوہ سابق وزیر ریاست جودھپور کا مکان بھی شامل ہے

اس سلسلے میں دوسری اطلاع مظہر ہے کہ جونہی سکھوں کے ان مکانوں میں داخل ہونے کی خبر قادیان میں پھیلی۔ خدام الاحمدیہ کے صدر نے نوجوانوں کو ان سکھوں کو مکانوں سے نکالنے کے لئے بھیجا۔ سکھ مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے۔ محلہ دارالسعة کے چاروں طرف پہرہ سخت کر دیا گیا اور خالی مکانوں میں پناہ گزینوں کو دوبارہ بسا دیا گیا۔" [2]

۱۱۔ قادیان کے ایک محلہ پر سکھوں کا حملہ ، نواحی گاؤں پر قبضہ کر لیا گیا
پولیس کرفیو لگا کر تلاشیاں لیتی رہی۔ لائسنس و اسلحہ ضبط کر لیا گیا

لاہور ۲۲ ستمبر۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے مرکزی سیکرٹری نے مندرجہ ذیل بلیٹن جاری کیا ہے۔ گذشتہ شب یہ اطلاع موصول ہوئی کہ قادیان کے ایک محلہ پر جو شمال مشرق میں واقع ہے ۱۹ ستمبر کو سکھ جتھوں نے حملہ کیا۔ پولیس موقعہ پر پہنچ گئی۔ مگر اس نے حملہ آوروں سے تعرض کرنے کی بجائے اس احمدی محلے میں خانہ تلاشیوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور اسلحہ کی

---

[1] "انقلاب" ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۲

[2] "انقلاب" ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ (نوٹ: اس پرچہ پر ۱۹۴۷ء کی بجائے غلطی سے ۱۹۴۸ء درج ہو گیا ہے)

تلاش ہوتی رہی۔ پولیس کا یہ طرز عمل تحیر خیز ہے۔ ایک طرف تو قانون شکن جتھے کھلے بندوں مصروف عمل ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو اپنے بچاؤ کے لئے کوئی ہتھیار رکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ غالباً پولیس یہ تسلی کرلینا چاہتی ہے کہ مسلمان نہتے ہیں اور جب ان پر حملہ ہو جائے تو اُن کے پاس بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ننگل کے گاؤں پر جو قادیان سے کوئی آدھ میل دُور ہے سکھوں نے قبضہ کر لیا۔ ایک کانوائے پر جو قادیان سے پناہ گزین لارہا تھا۔ قادیان اور بٹالہ کے درمیان حملہ ہوا۔ حفاظتی فوجی دستے کو گولی چلانی پڑی۔

ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ پولیس نے قادیان میں کرفیو لگا کر تلاشیاں لیں۔ امام جماعت احمدیہ کے مکان پر چھاپہ مار کر لائسنس والی بندوقیں اور ان کے کارتوس چھین لئے گئے۔ پولیس تمام اسلحہ جس کا لائسنس لوگوں نے لے رکھا ہے چھین رہی ہے کرفیو کا وقت شام کے چھ بجے سے صبح پانچ بجے تک ہے"[1] (ا۔ پ)

اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور "سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور نے لکھا :-

"
امتحان

اس وقت قادیان دُنیا کی نظروں کا مرکز بنا ہوا ہے کہ وہاں ہندوستانی گورنمنٹ اقلیتوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ احمدیہ جماعت کے نزدیک قادیان صرف جماعت کا مرکز ہی نہیں بلکہ ان کی نگاہوں میں اس شہر کا درجہ کچھ اور ہی ہے۔ احمدی ایک محنت کش، اخوت پسند، اور نہایت ہی منظم جماعت ہے۔ جس حکومت کے ماتحت بھی یہ رہتے ہوں اس کے ساتھ وفاداری گویا کہ ان کے مذہب کا ایک جزو ہے۔ اگر قادیان پاکستان میں آجاتا تو کٹر مسلمانوں کی طرف سے مذہبی بنا پر ان کو زاید کوئی تکلیف پہنچتی مگر ہندوستان میں آجانے کی وجہ سے اس قسم کے تفکرات کی ان کو کوئی امید نہیں تھی اور وہ پُرامن زندگی بسر کرنے کے امیدوار تھے مگر بعد کے واقعات نے ان کی ان تمام امیدوں کو غلط ثابت کرکے دکھلایا صرف اس لئے کہ یہ مسلمان تھے مغربی پنجاب سے آنے والی اقلیتوں نے اپنے نقصان کا

---
[1] "انقلاب" ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱

بدلہ ان پر بے پناہ ظلم توڑنے کی صورت میں لیا۔ احمدیوں کی طرف سے اپنی حفاظت کے ذرائع اختیار کرنے کے فعل کو حکومت کی طرف سے جُرم قرار دیا گیا اور ان کی روایات اور سابقہ عمل سے قطعی اغماض کرتے ہوئے ان کے خلاف کارروائی کی گئی اور ان کو ان کے دشمنوں کے رحم پر چھوڑ دیا گیا۔ جب اہالیان قادیان کے لئے اپنی حفاظت کرنا ناممکن ہو گیا تو ملٹری کی حفاظت میں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قادیان سے نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بقیہ دو ہزار کے قریب افراد جو وہاں رہے ان کو نہایت تکلیف دہ حالات میں قصبہ کے مرکزی حصہ میں نہایت تنگ جگہ میں محصور کر دیا گیا ہے۔ ان کے سکول اور ہسپتال پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا ہے اور بہت سے رہائشی مکانوں کو لُوٹ لیا گیا ہے۔ ہندوستانی گورنمنٹ یہ تو اعلان کر سکتی ہے کہ وہ تمام کارروائیاں جو قادیان کے متعلق اس نے کی ہیں وہ اسے دشمنی کے طوفان سے محفوظ کرنے کے لئے ہیں جو اردگرد اُمڈ آیا تھا۔ اس کی صداقت صرف غیر جانب دار تفتیش کے ہی ثابت ہو سکتی ہے لیکن اس کا گرفتاریوں اور بدسلوکی سے صاف انکار کر دینا ان حقائق کے خلاف ہے جو آزاد مشاہدہ کرنے والوں نے اچھی طرح ثابت کر دیئے ہیں۔ اب پنڈت جواہر لال نہرو کو جو کرنا چاہیئے اور جس کی ضرورت ہے وہ تردیدیں نہیں ہیں بلکہ انہیں کوئی ایسا تعمیری اثباتی اقدام لینا چاہیئے جو دُنیا پر ثابت کر دے کہ ہندوستانی مقرروں کے اعلانات محض کھوکھلے الفاظ نہیں ہیں اور یہ حکومت ہندوستان کا حکم تمام نو آبادیوں میں جس میں مشرقی پنجاب بھی شامل ہے نافذ ہے" (ترجمہ)[1]

اخبار "ڈان"۔ "ڈیلی گزٹ" اور "سندھ آبزرور" میں پریس نوٹ

اخبار "ڈان"۔ "ڈیلی گزٹ" اور "سندھ آبزرور" (۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء) نے حکومت پاکستان کا حسب ذیل پریس نوٹ شائع کیا:۔

"The Pakistan Government has learnt that 10,000 Muslims have taken refuge at the minisrry

---

[1] بحوالہ "الفضل" ۴ ماہ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۲

of Evacuation and Rehabilitation of the Government of Pakistan. They have telegraphed to the Government of India to declare Qadian a refugee camp and to provide adequate protection''.

وزارت مہاجرین و آبادکاری حکومت پاکستان کا ایک اخباری بیان مظہر ہے کہ حکومت پاکستان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ دس ہزار مسلمان قادیان ضلع گورداسپور میں پناہ گزین ہیں۔ وزارت کی طرف سے ایک برقی پیغام کے ذریعہ سے انڈین گورنمنٹ سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ قادیان کو مہاجر کیمپ قرار دیا جائے اور اس کی مناسب حفاظت کا انتظام کیا جائے۔

مظالمِ قادیان کا ذکر "سکھ میدان کارزار میں" کے کتابچہ میں

حکومتِ پاکستان کی طرف سے ایک کتابچہ "سکھ میدان کارزار میں" شائع کی گئی۔ اس کتابچہ میں مظالم قادیان کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا۔

"قادیان کے نواحی دیہات سے کوئی ایک لاکھ مسلمان خاص قادیان میں جمع ہو گئے تھے کیونکہ سکھوں نے ہندو فوج اور سکھ پولیس کی امداد سے ان پر حملے کر کے انہیں گھروں سے نکال دیا تھا۔ ان کے گھر لوٹ لئے تھے اور بہت سی عورتیں غائب کر دی تھیں۔ اس کے بعد سکھ اسسٹنٹ سب انسپکٹر نے سکھوں کو قادیان میں بلا لیا۔ ۱۵ یا ۱۶ ستمبر کو قصبے پر کرفیو لگا دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سکھوں نے ہندو فوجیوں اور غیر مسلم پولیس کی مدد سے دارالانوار، دارالسعۃ، دارالشکر اور اسلام آباد کے مسلم محلوں پر حملہ کر دیا اور ان پر لوٹ مچا دی۔ اسسٹنٹ سب انسپکٹر فوج کی معیت میں محلہ دارالانوار کی کوٹھی "گل رعنا" پر حملہ کر کے اس میں گھس گیا جہاں چار سو مسلمان جمع ہو چکے تھے۔ فوجی سپاہیوں نے جتنی بیش قیمت اشیاء کا مطالبہ کیا وہ انہیں دے دی گئیں۔ اس کے بعد مسلمان تین ٹولیوں میں تقسیم کئے گئے جو عورتوں، بوڑھے آدمیوں اور نوجوان مردوں پر مشتمل تھیں۔ نوجوان مردوں کو سامنے آنے پر مجبور کیا گیا اور ملٹری نے ان پر گولیاں چلائیں۔ ۲۵ ستمبر کو سر ظفر اللہ خاں کی کوٹھی "بیت الظفر"

کی باری آگئی جس میں موضع ننگل کے مسلمان پناہ گیر جمع تھے۔ ہندو فوجیوں نے اس کوٹھی کی تلاشی لی اور پناہ گیروں سے ان کے زیورات اور نقدی چھین لی۔ دیہاتی رقبوں سے مسلمان لڑکیاں تعلیم الاسلام کالج کے نزدیک اور دوسرے مقامات پر کھلی جگہ جمع ہو گئی تھیں۔ رات کے وقت ان میں سے متعدد لڑکیوں کو ہندو فوجی اُٹھا لے گئے۔ بعض تو عصمت دری کے بعد والدین کو دے دی گئیں اور بعض ہمیشہ کے لئے غائب ہو گئیں۔ ۲۷ ستمبر کو لیفٹیننٹ کرنل گوربچن سنگھ نے قادیان کے مسلمانوں کو بتایا کہ مغربی پنجاب کے غیر مسلم پناہ گیر حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ انہیں مشرقی پنجاب میں آباد کیا جائے اس لئے مقامی مسلمانوں کو عنقریب یہاں سے نکال دینا پڑے گا تاکہ غیر مسلموں کے لئے جگہ نکالی جا سکے۔ ۲ اور ۳ اکتوبر کی درمیانی رات کو ۹ بجے کوئی دو ہزار سکھوں نے موضع بھینی پر حملہ کیا۔ مسلمان دوسرے دن صبح کو یہاں سے رخصت ہو گئے۔ سکھ اور ہندو فوجیوں نے ان کے گاؤں کو لوٹ لیا اور گاؤں کے مسلمان ذیلدار کی لڑکیوں کو سکھ اُٹھا کر لے گئے۔

۳ اکتوبر کو ۹ بجے صبح کرفیو کے دوران میں سکھوں نے قادیان پر دھاوا بول دیا اور بیک وقت دار الفتوح، دار الرحمت اور دار الیسر پر حملہ کیا۔ سکھوں نے فوجیوں کی امداد سے ایک اور حملہ بھی کیا۔ مسلمانوں کو جبراً ان کے گھروں سے نکالا اور کوئی پچاس افراد کو ہلاک کر دیا۔

ایک فوجی کنوائے جس کے کمانڈر میجر داؤد تھے قادیان بھیجا گیا تاکہ مقامی مسلمانوں کو نکال لائے۔ قادیان کے ہندو فوجیوں نے اس کانوائے کو پریشان کیا۔ مسلمان محافظ دستے کی گولی بارود کی پڑتال کی اور پھر ساڑھے چار گھنٹے تک کانوائے کو روکے رکھا۔ سکھ اپنی ہم مذہب پولیس کے اغماض سے فائدہ اُٹھا کر پناہ گیروں کی بیش قیمت چیزیں لُوٹ رہے تھے جو لوگ اپنے مال کی تلاشی یا چھین جھپٹ پر مزاحمت کرتے تھے وہ گولی کا نشانہ بنا دیئے جاتے تھے۔ یہ اطلاع کیپٹن مہاگ سنگھ (۳/۲ پنجاب رجمنٹ) کو جو اب ۳/۲ پیرا رجمنٹ میں ہے پہنچائی گئی اور اس نے اس کے تدارک کا وعدہ بھی کیا۔ لیکن مسلمانوں کے گھر برابر لُوٹے جاتے رہے۔ دراصل ملٹری اور پولیس خود مسلمانوں کو لُوٹتی تھی اور سکھ لٹیروں کی مدد بھی کرتی تھی۔ خان بہادر عبد الحسین ریٹائرڈ سب انسپکٹر

مدارس کا مکان بالکل تاخت و تاراج کر دیا گیا۔ اگرچہ کیپٹن بھاگ سنگھ نے وعدہ کیا تھا کہ کانوائے کی تلاشی نہیں لی جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود اس کانوائے کو جس میں چھ لاریاں تھیں روک لیا گیا اور مرد و زن سب کی تلاشی لی گئی۔ ہندو جمعدار نے دو سَو روپے کا مطالبہ کیا جو ادا کر دیئے گئے“ [1]

کتاب ”کاروانِ سخت جان“ میں فسادات قادیان کا تذکرہ

ادارہ رابطہ قرآن (دفاتر محاسبات دفاع پاکستان) نے ”کاروان سخت جان“ کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں ”فسادات کا اثر قادیان پر“ کے عنوان سے لکھا:۔

”ضلع گورداسپور کی سب سے بڑی تحصیل بٹالہ ہے جس کی آبادی ضلع کی دوسری تمام تحصیلوں کے برابر ہے۔ یہاں کی مسلم آبادی کا تناسب ۵۵ فیصدی تھا۔ اس تحصیل کے صدر مقام یعنی بٹالہ کو چھوڑ کر دوسرے نمبر پر قادیان ایک بڑا قصبہ ہے جہاں کی آبادی ۱۸ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ یہ مقام علاوہ اپنی صنعتی اور تجارتی شہرت کے جماعت احمدیہ کا مرکز ہونے کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے گرد و نواح میں تمام تر سکھوں کی آبادی ہے چنانچہ فسادات کے ایام میں بیس بیس میل دور کے مسلمان بھی قادیان شریف میں پناہ لینے کے لئے آ گئے۔ یہ تعداد بڑھتے بڑھتے ۷۵ ہزار نفوس تک پہنچ گئی۔ چونکہ ان پناہ گزینوں کو ظالم اور سفاک سکھوں نے بالکل مفلس اور قلاش کر دیا تھا لہٰذا قادیان کے باشندگان نے ان بیچاروں کی کفالت کا بیڑا اُٹھایا۔ ظاہر ہے اتنی بڑی جمعیّت کے لئے خوراک اور رہائش کا بار اُٹھانا کوئی معمولی کام نہیں ہے اور خصوصاً ایسے ایام میں جبکہ ضروریات زندگی کی اتنی گرانی ہو چنانچہ یہ ناخواندہ مہمان قادیان کی کفالت میں اس وقت تک رہے جب تک حکومت نے عمداً ان کو ایسا کرنے سے روک نہ دیا۔ یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ ماہ تک جاری رہا۔ قادیان سے واقف اصحاب اس کی صفائی اور نفاست تعمیر سے کماحقہٗ آگاہ ہوں گے۔ لیکن پناہ گزینوں کی کثرت سے یُوں معلوم ہوتا تھا جیسے میدانِ حشر ہے۔ جس وقت سکھ بدمعاشوں نے ایک ایک کر کے تمام نواحی گاؤں مسلمانوں سے خالی کرائے تو اب انہوں نے قادیان کی طرف بھی رجوع

---

[1] کتاب ”سکھ میدان کارزار میں“ صفحہ ۳۱-۳۲۔

کیا۔ فسادات سے چند ماہ پیشتر قادیان کے چاروں طرف ایک فصیل بنا دی گئی تھی اور ہر طرف مناسب جگہوں پر حفاظتی چوکیاں قائم کر دی گئی تھیں چنانچہ بعض چوکیوں پر بدمعاش سکھوں سے مقابلہ ہوا جن میں انہوں نے مُنہ کی کھائی۔ چونکہ اس ہندوستان گیر سازش میں حکومت وقت بھی شامل تھی اس لئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سکھ آہستہ آہستہ تمام اطراف سے بڑھتے گئے اور قادیان والے اب شہر کی چاردیواری سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ یہ دباؤ دن بدن بڑھتا ہی گیا چنانچہ مقامی حکومت نے اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ شام ۵½ بجے سے کرفیو لگا دیا جاتا تھا اور غیر مسلموں کو کھُلی چھٹی دے رکھی تھی کہ جہاں چاہیں پھریں اور کسی مسلمان کو دیکھ پائیں تو موت کے گھاٹ اُتار دیں۔ کرفیو کے اوقات میں مسلمانوں کے املاک کو لُوٹا گیا اور شہریوں کو بلا وجہ کرفیو کی خلاف ورزی کی پاداش میں طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔

مقامی پولیس کے ایک سکھ اسسٹنٹ سب انسپکٹر کو تمام اختیارات سونپ دیئے گئے چنانچہ اب کرفیو کا لگانا اور کسی مسلمان کو پکڑ بُلانا اس کی مرضی پر موقوف ہو گیا۔ یہ اعلان بذریعہ مُنادی کرا دیا گیا کہ مقامی لوگ اپنا اپنا لائسنس یافتہ اسلحہ پولیس اسٹیشن میں جمع کرا دیں ورنہ ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ علاوہ ازیں مہاجرین کو بھوکا مارنے کے لئے اعلان کر دیا کہ ہر ایک مقامی شخص صرف ایک من غلہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اس مقدار سے فاضل غلہ گورنمنٹ کے پاس جمع کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ اس حکم کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں بہت سے شہریوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ ان مظالم کے باوجود قادیان والے اپنی جگہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ حکومت چاہتی تھی کہ یہ لوگ اپنی بستیوں کو خالی کر دیں۔ اس لئے مقامی پولیس اور ملٹری نے یہ چال چلی کہ بہت سے دیہاتی سکھوں کو جعلی طور پر پولیس اور ملٹری کا لباس پہنا دیا گیا اور تمام شہر میں ان لوگوں نے خانہ بخانہ جا کر مویشیوں کو کھول لیا۔ اور اس بہانے ان کو بھگا کر لے گئے کہ قادیان میں چارہ کی کمی ہے۔ چنانچہ ایک دن میں لاکھوں روپے کے مویشی لوٹ لئے گئے۔

علاوہ ازیں الیکٹرک کو عمداً فیل کر کے اندھیرے میں لوگوں کے گھروں کو لُوٹا گیا۔ لیکن

اس پر بھی لوگوں نے کوئی گھبراہٹ محسوس نہ کی اور اپنے "مرکز" کو چھوڑنے پر رضامند نہ ہوئے تو مقامی پولیس نے دیہاتی سکھوں میں اسلحہ تقسیم کیا اور ان کو مجبور کیا کہ قادیان پر جا کر چاروں طرف سے حملہ کرو ورنہ تم کو مار دیا جائے گا۔ یہ لوگ چار و ناچار حملہ آور ہوئے ان میں بہت سے آدمی فوجی تربیت یافتہ بھی تھے جن کو سفید کپڑوں میں ملبوس رکھا گیا تھا۔ یہ ہی اس جتھہ کی قیادت کر رہے تھے۔ قادیان کی جنوبی سمت سے ان لوگوں نے حملہ کر دیا۔ دیہات کے لوگ چونکہ اس قسم کے حملہ سے واقف نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے خوفزدہ ہو کر ادھر اُدھر بکھرنا شروع کر دیا۔ جو نوجوان باقاعدہ مقابلے کے لئے نکلے انہوں نے پورے آلاتِ حرب سے ان کا مقابلہ کیا۔ لیکن حکومت کا مقابلہ کوئی آسان کام نہیں اس لئے جب حکومت کے کارندے درمیان میں آ گئے اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ خود حفاظتی تدابیر سے دست کشی کر لیں تو مجبوراً تاب مقابلہ کے باوجود ہاتھ روکنا پڑا جب جوابی کارروائی رُک گئی تو شیطانوں کے لشکر آبادی میں گھس آئے۔ انہوں نے کوشش کی کہ ہماری خواتین پر دست درازی کریں۔ ہم نے خواتین بچوں اور ضعیفوں کو مقامی تعلیم الاسلام کالج کے بورڈنگ ہاؤس میں لا کر جمع کر دیا اور باہر خود پہرہ دیتے رہے کثیر تعداد جمع ہو جانے کے باعث بورڈنگ جو ایک وسیع جگہ تھی تنگ ہو رہی تھی۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ راشن لوگوں کے پاس نہیں رہا تھا۔ اگر کسی کے پاس گندم تھی تو وہ بھی تو نہ چبائی جا سکتی تھی چنانچہ قہر درویش بر جان درویش بورڈنگ ہاؤس کے فرنیچر کو جلا جلا کر گندم کو اُبال اُبال کر گذارہ کیا گیا۔ چونکہ ابھی تک محصورین کو پاکستان بھجوانے کا انتظام نہ ہو سکا تھا۔ اس لئے مصیبت دس بارہ روز تک جھیلنا پڑی۔ اس دوران میں حکومت کا آرڈر ہوا کہ جو لوگ پاکستان جانا چاہیں وہ تیار رہیں۔ اس حکم میں جو چیز در پردہ تھی وہ سمجھدار لوگوں سے پوشیدہ نہ تھی لیکن مضافات کے پناہ گیر مسلمان اس فریب میں آ گئے اور تیس پینتیس ہزار افراد پر مشتمل ایک قافلہ ہندوستانی ملٹری کی حفاظت میں چل کھڑا ہوا۔ پانچ چھ میل ادھر تک یہ ملٹری اس قافلہ کے ساتھ گئی۔ لیکن بعد میں انہوں نے قافلہ سے کہہ دیا کہ اب تم خود ہی جاؤ۔ چنانچہ قافلہ بے یار و مددگار آگے بڑھا۔ لیکن آگے خونخوار بھیڑیئے گھات میں

بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ قافلہ والوں سے کہا گیا کہ جو کچھ سامان ان کے پاس ہے وہ زمین پر رکھ دیا جائے۔ اس کے بعد نوجوان عورتوں کو بھگا لے جایا گیا۔ معمر عورتوں اور مردوں کو قتل کیا گیا۔ اس کے بعد جو مصیبت زدہ بچ گئے ان کو پاکستان کی طرف دھکیل دیا گیا "[1]

"خاک و خون" میں حالاتِ قادیان کا مختصر ذکر

برصغیر پاک و ہند کے مشہور و نامور ادیب و ناول نویس جناب نسیم حجازی نے اپنی کتاب "خاک و خون" کے صفحہ ۵۸۲-۵۸۳ پر کوائف قادیان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے تحریر کیا کہ

" بٹالہ ضلع گورداسپور کا سب سے بڑا شہر تھا۔ ضلع کے حکام اور بلوائیوں کو خطرہ تھا کہ یہ شہر کہیں آس پاس کی بستیوں کے مسلمانوں کا دفاعی مورچہ نہ بن جائے۔ چنانچہ باؤنڈری کمیشن کے اعلان کے ساتھ ہی پولیس نے شہر کو مسلمانوں سے خالی کروانے کی مہم شروع کر دی تھی۔ قرب و جوار کے دیہات کے مسلمان شہر کا رُخ کر رہے تھے اور شہر کے مسلمان سنگینوں کے پہرے میں اپنا گھر بار خالی کر کے کیمپوں میں پناہ لے رہے تھے۔ اس کے بعد کچھ لوگوں کو مسلمان سپاہی فوجی ٹرکوں اور لاریوں میں بٹھا کر امرتسر کے راستے لاہور کی طرف لے گئے اور باقی ہزاروں کی تعداد میں ڈیرہ بابا نانک کا راستہ اختیار کرنے لگے۔ اس کے بعد قادیان حکومت، فوج اور بلوائیوں کی توجہ کا مرکز بنا۔ احمدیہ جماعت کے لیڈروں کو ہندوستان کی حکومت یہ اطمینان دلا چکی تھی کہ انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ بٹالہ کی صورت حال سے پریشان ہو کر قادیان کے ارد گرد چھ سات میل کے دائرے میں مُسلم آبادی اپنے گھر بار خالی کر کے وہاں جمع ہو گئی۔ اس کے بعد آگ کا دائرہ قادیان کے گرد تنگ ہونے لگا اور اِس اِس قسم کی خبریں آنے لگیں۔

" آج احمدیہ جماعت کا وفد ہندوستان کے فلاں لیڈر سے ملا ہے اور انہوں نے یقین دلایا ہے کہ قادیان کی حفاظت کی جائے گی "

" آج قادیان کے مضافات پر حملے ہوئے، اتنے مارے گئے، اتنی عورتیں اغوا کر لی گئیں۔ ہندوستان کے فلاں وزیر نے بیان دیا ہے کہ قادیان کو کوئی خطرہ نہیں "

" آج قادیان میں کرفیو آرڈر لگا دیا گیا ہے " " قادیان کے مسلمانوں کی تلاشیاں لی

[1] " کارروان سخت جان صفحہ ۱۴۲-۱۴۸ ناشر ادارہ رابطہ قرآنی دفاتر محاسبات دفاع پاکستان راولپنڈی مارچ سنہ ۱۹۵۱ء

جا رہی ہیں "

"قادیان کے فلاں فلاں محلّوں پر حملے ہوئے ہیں"

"قادیان کی خبروں کا بلیک آؤٹ "

احمدیہ جماعت کے دو خانگی ہوائی جہازوں کو لاہور اور قادیان کے درمیان پرواز کرنے سے منع کر دیا گیا"

" قادیان کے لوگوں کو زبردستی شہر سے نکالا جا رہا ہے۔ آج چالیس ہزار آدمیوں کا قافلہ پاکستان کی طرف روانہ ہو گیا "

" قادیان اور بٹالہ کے درمیان قافلہ پر سکھوں کے حملے "

" قادیان میں بہت تھوڑے آدمی رہ گئے ہیں "

" پولیس اور ضلع کے حکام لوٹ مار میں حصہ لے رہے ہیں "

" ہندوستان کے فلاں لیڈر اور فلاں وزیر نے بیان دیا ہے کہ قادیان میں بالکل امن ہے " [1]

بھارت کے اخبارات بھارت کے مسلمان اخبارات " نوجوان " (مدراس) اور "حقیقت " (لکھنو) وغیرہ نے بھی قادیان کی نسبت اطلاعات شائع کیں۔

اخبار "نوجوان" کا چنانچہ اخبار "نوجوان" نے لکھا :-

"

قادیان میں قتل و غارت

خلیفہ قادیان کا مکان اور ظفر اللہ خان کی کوٹھی لوٹ لی گئی

افسوس ہے قادیان کے حالات دن بدن زیادہ ابتر ہوتے جا رہے ہیں۔ تازہ اطلاعات سے یہ معلوم کرنا حد درجہ افسوسناک ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا مکان بیت الحمد اور چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی لوٹ لی گئی۔ محلہ دارالرحمت اور دارالانوار میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا جس میں کہا جاتا ہے ڈیڑھ دو سو آدمی شہید ہوئے۔ مسجد میں گرد و نواح کے ہندو مکانات سے بم پھینکے گئے جس سے ۲ آدمی شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک فوجی کنوائے پر جو قادیان سے پناہ گزینوں کو پاکستان لا رہا تھا۔ بٹالہ میں حملہ کیا

---

[1] " خاک و خون " (بار ہفتم) صفحہ ۵۸۲-۵۸۳ ؎

گیا اور گولیوں کی بارش کی گئی جس سے کئی آدمی شہید ہو گئے۔ کیا یہ حالات اس قابل نہیں کہ اُن کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کیا جائے۔ مسٹر لیاقت علی کا درس امن اپنی جگہ پر بے شک قابل قدر اور لائق توجہ ہے لیکن مشرقی پنجاب کے اُن مظالم کے سدّباب کے لئے بھی تو کوئی مؤثر تدابیر عمل میں آنی چاہئیں (ب۔ص)" [1]

اخبار "حقیقت" لکھنؤ اخبار "حقیقت" (لکھنو) نے اپنی ۲ر نومبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"قادیان نرغۂ اعداء میں

جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان سے جو مصدّقہ اطلاعات آ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومتِ ہند کو ان مظالم سے بے خبر رکھا گیا ہے جو وہاں کے باشندوں پر پچھلے چند ہفتوں کے اندر کئے گئے ہیں اور آج بھی وہاں سکھ پوری طرح مسلّط ہے۔ خاص قادیان اور گرد و نواح کے مسلمان ہزارہا کی تعداد میں بھاگ گئے ہیں۔ احمدی جماعت ہمیشہ حکومت کی وفادار رہی ہے اور جماعت کے امام کی طرف سے آج بھی بار بار اس بات کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ جس طرح وہ انگریزی حکومت کی وفادار تھی۔ اسی طرح وہ ہندوستانی یونین کی بھی وفادار رہے گی۔ لیکن ان اعلانات کے باوجود قادیان پر سکھوں کا تسلّط روز بروز سخت ہوتا جاتا ہے۔ حکومت ہند اور مشرقی پنجاب کی حکومت کے ذمّہ داروں نے بار بار وعدے کئے کہ وہ قادیان کے حالات کی جلد اصلاح کر دیں گے لیکن آج تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ ہمارے خیال میں کسی جماعت کو زبردستی اس کے وطن سے نکالنا کوئی انصاف کی بات نہیں۔ مشرقی پنجاب کی حکومت کے اس طرز عمل کو کوئی مہذب انسان پسندیدہ نہیں کہہ سکتا۔ حکومت ہند کے لئے یہ مناسب نہیں ہوگا کہ وہ سکھوں سے مرعوب ہو کر ایک ایسی زبردستی اور ناانصافی کو روا رکھے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی"

برما کے اخبارات برما کے اخبارات میں سے ایک اخبار "پیغام" تھا جو رنگون سے ایس۔ ایم علی افسر کے زیرادارت چھپتا تھا۔ اس اخبار نے اپنی ۲ر نومبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں "قادیان کے مسلمانوں کے حالات" "ہندوستان یونین کے مظالم کے خونچکاں واقعات" "سر

---

[1] اخبار نوجوان مدراس ۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱۔

ظفر اللہ خاں کی کوٹھی بھی لوٹ لی گئی" کی تین سرخیوں کے ساتھ تین کالم کا ایک مبسوط مضمون شائع کیا جو دراصل حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے قادیان سے متعلق مضامین کا بہترین خلاصہ تھا اور وہ بھی قریباً حضور ہی کے الفاظ میں!

ایران کے اخبارات ایرانی جرائد میں سے "اخبار دُنیائے اسلام" اور روزنامہ "نخبات" (طہران) نے حسب ذیل نوٹ شائع کئے:۔

اخبار "دُنیائے اسلام" اخبار "دُنیائے اسلام" نے لکھا:۔

"

ظلم وستم ہندوہا وسیکھا

ہندوہائے ہندوستان کہ بُت پرست و اشد ترین دشمنانِ اسلام می باشند راجع بمسلمانہا اظہار داشتند کہ ما بامنیت وتحفظ آنہا بہ ہندوستان خواہیم پرداخت ولے صد افسوس از دل می خواہند مسلمانان بے نوایان را ازمیان برداشتہ بہ ہندوستان حکومت کنند ہزارہا مسلمان را تہ تیغ کردند وہنوز مشغول اغتشاشات و درصدد ازبین بردن آنہا ہستند برائے توزیع وتقسیم پنجاب سیکھا را برانگیختند و از ایالت ہای بسیاری از آں بہندوستان داخل نمودند و پس از آں در تعیین حدود بواسطہ پول و بے انصافی قسمتہائے دیگری از پنجاب بردند و بایں طور بہ مسلمانان جالندھر، ہوشیارپور، فیروزپور و گورداسپور ظلم وستم نمودہ و پس از آں سیکھا بحمایت ہندوہا باستیصال مسلمانان قدم برداشتند و ہزارہا دولت کدھا را ویران ومسلمانان را بقتل رسانیدند و دریں اغتشاشات دست جواہر لال نہرو وگاندھی بسرعت تمام کار میکند زیرا ما میبنیم کہ از یک ماہ سیکھا بعد از آنکہ در ایالت جالندھر و ہوشیارپور و فیروزپور کار شاں را تمام کردند رو بہ گورداسپور گذاشتہ ہزاراں نفر را ازبین بردند و از یک ماہ بقادیان محاصرہ کردند و تاہنوز ادامہ دارد۔ ریل گاری (ترین) تلگراف پست ہمہ منقطع است۔ بجواہر لال نہرو از طرف جماعتہائے احمدیہ تلگرافات بے اندازہ وعرائض بیشمار از ہندوستان و نقاط دیگرے ارسال دادہ شد ولے بقرار اینکہ جواہر لال نہرو می خواہد مسلمانان را برباد کند مثل خواب خرگوش میخواہد وظیفہ خود را باجرائے ریل گاری (ترین) وتلگراف وپست کہ بعہدۂ اوست انجام نمی دہد آیا برائے آشوب گراں قشون واسلحہ نمی دارد کہ محاصرہ ایں قدر

یک ماہ طول کشیدہ است چرا وظیفۂ خود را انجام نمی دہد و ریل و تلگراف و پست را جاری نمی کند۔ آیا برائے ہمیں منظور نیست کہ میخواہد مسلماں را تباہ کند۔ ای کاش مسلمانان دیگرے بہ برادران خود شان چہ بہ تحریر چہ بہ تقریر و چہ بہ کردار ہر طور کہ باشد کمک رسانند و عنداللہ ماجور شوند۔ صدرالدین ہندی"

(روزنامہ "دُنیائے اسلام" طہران صفحہ ۳ کالم ۲ نمبر ۵۴ مطابق ۱۱ ذیقعدہ الحرام ۱۳۶۶
۴ر مہر ماہ ۱۳۲۶)

(ترجمہ)

مسلمانان ہند پر ہندوؤں اور سکھوں کا ظلم و ستم

ایرانی اخبار "دُنیائے اسلام" اپنے ۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کے پرچہ میں رقمطراز ہے:۔

ہندوستان کے ہندو جو کہ بُت پرست اور اسلام کے شدید ترین دشمن ہیں مسلمانوں سے بارہا یہ وعدہ کرتے رہتے ہیں کہ وہ ہندوستان میں مسلمانوں کے تحفظ و سلامتی کے ذمہ دار ہوں گے مگر صد افسوس! کہ وہ دل سے اس بات کے متمنی ہیں کہ ہندوستان سے مسلمانوں کا صفایا کر کے خود حکومت کریں۔ یہ لوگ ہزارہا مسلمانوں کو تہ تیغ کر چکے ہیں اور ابھی تک اِن کے قتل و غارت میں مشغول اور ان کی بربادی کے درپے ہیں۔ انہوں نے تقسیم پنجاب کے لئے سکھوں کو برانگیختہ کر کے پنجاب کے بہت سے اضلاع کو ہندوستان میں شامل کرا لیا ہے۔ پھر تعیین حدود کے صریح غیر منصفانہ فیصلہ کے ذریعہ کئی اور علاقے بھی حاصل کر لئے۔ اس ستم کے بعد سکھوں نے ہندوؤں کی زیر حمایت اضلاع جالندھر، ہوشیارپور، فیروزپور اور گورداسپور میں مسلمانوں کا استیصال شروع کر دیا۔ ہزارہا بستیوں کو ویران اور مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ اس قتل و غارت کی تمام تر ذمہ داری جواہر لال نہرو اور گاندھی پر ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اضلاع جالندھر، ہوشیارپور اور امرتسر کے مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے بعد سکھوں نے ضلع گورداسپور میں ہزارہا نفوس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور ایک ماہ سے قادیان کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں جو ابھی تک بدستور قائم ہے۔ ریل گاڑی، تار، ڈاک اور دیگر وسائل منقطع ہو چکے ہیں۔ جواہر لعل نہرو کو ہندوستان اور دیگر ممالک کی جماعت ہائے احمدیہ کی طرف سے بے شمار تاریں اور درخواستیں بھیجی گئیں۔ لیکن چونکہ جواہرلال

نہرو مسلمانوں کو برباد کرنا چاہتا ہے اس لئے خواب خرگوش میں سو رہا ہے اور ریل گاڑی تار اور ڈاک وغیرہ ذرائع رسل و رسائل کو جاری نہ کر کے اپنے فرض منصبی کو سرانجام دینے میں بھی کوتاہی کر رہا ہے۔ کیا فسادیوں کو دبانے کے لئے اس کے پاس اسلحہ اور طاقت نہیں کہ یہ صورت حال اتنا طول پکڑ گئی ہے۔ اس کا باعث اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی تباہی کا خواہشمند ہے۔ دیگر ممالک کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ تحریر و تقریر اور عمل غرضکہ ہر ممکن طریق سے اپنے بھائیوں کو امداد پہنچا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اخبار "نجات" اخبار "نجات" نے لکھا:-

"اخرین اخبار پاکستان

برحسب اطلاعیکہ از لاہور پاکستان رسیدہ ہندوہا و سیکھا بشہرستان ہائے دہلی، امرتسر، جالندھر، ہوشیارپور، گورداسپور، قادیان حملہ نمودہ۔ چہار صد ہزار نفوس کشتہ شدہ واز بین بردہ اند وتقریباً پنج ملیون از نفوس مسلمانان در نہایت عسرت و بدبختی بہ قسمت ہائے غربی پاکستان مہاجرت نمودہ اند۔

در منطقہ قادیان قریب پنجاہ ہزار نفر در محاصرہ سیکھا ہستند و ہر روز کشتار می دہند بموجب خبرے کہ از قادیان واصل گردید پانصد نفر از جوانان زبدہ شہید شدہ اند۔

دولت ہندوستان بوسیلہ شہربانی با سیکھا ہم کاری نزدیک نمودہ و در ایں قتل و خونریزی بر مسلمانان اقدامات شدید می نماید"

(روزنامہ "نجات" طہران خاص نمبر ۱۴ / آبان ماہ ۱۳۲۶ صفحہ ۱ کالم ۲)

(ترجمہ)

پاکستان کی آخری خبریں

اس اطلاع کے مطابق جو لاہور پاکستان سے پہنچی ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے دہلی، امرتسر، جالندھر، ہوشیارپور، گورداسپور اور قادیان کے علاقوں پر حملہ کر کے چار لاکھ مسلمانوں کو قتل و غارت کیا ہے اور تقریباً پچاس لاکھ مسلمانوں نے نہایت تنگی اور بدبختی کے ساتھ پاکستان کے مغربی حصہ کی طرف ہجرت کی ہے۔

قادیان کے حصے میں تقریباً پچاس ہزار آدمی سکھوں کے محاصرہ میں ہیں اور ہر روز قتل کا بازار گرم ہوتا ہے۔ اس خبر کے مطابق جو قادیان سے پہنچی ہے تقریباً پانچ سو جوان شہید ہو گئے ہیں ہندوستان کی حکومت پولیس کے ذریعہ ان کی مدد کر رہی ہے اور مسلمانوں کے قتل اور خونریزی کے لئے سخت اقدامات کر رہی ہے۔

ارجنٹائن کے اخبارات

ارجنٹائن کے مشہور اور کثیر الاشاعت اخبار (ELMUNDO) نے بھی قادیان کے متعلق نمایاں جگہ میں مندرجہ ذیل واضح نوٹ شائع کیا:-

۱- " **ایک علمی اور مرکزی شہر کی حفاظت کا مطالبہ**

گذشتہ رات مولوی رمضان علی صاحب ہمارے ادارۂ تحریر میں ملاقات کے لئے آئے۔ آپ ہندوستان کے صوبۂ پنجاب کے قادیان شہر کی جماعت احمدیہ کی طرف سے اس ملک میں ڈیلی گیٹ مبلغ ہیں اور آپ نے ہمیں یہ بتایا کہ مذکورہ شہر آخری فسادات کے سبب کس قدر مشکل اور خطرناک حالت میں ہے۔

قادیان کے متعلق یہ ذکر کرتے ہوئے کہ یہ شہر یک گونہ یونیورسٹی والا شہر ہے۔ جہاں کئی ایک کالج اور ہائی اور پرائمری سکول ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے ہمیں بتایا کہ اس شہر کے بیس ہزار باشندے سخت خطرہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور نہتے ہیں اور انہیں مسلح جتھوں نے کامل طور پر گھیرا ہوا ہے اور یہ جتھے اس شہر کو جلا دینا چاہتے ہیں اور ان خطرات کا علم انہیں اُن تاروں سے ہوا ہے جو انہیں گذشتہ ایام میں ملے ہیں۔ مولوی صاحب چاہتے ہیں کہ ان بہت سے افراد کے نام پر جو اس شہر کے دوست ہیں جن میں سے کئی ایک ارجنٹائن قومیت کے ہیں یا جو ارجنٹائن تو نہیں لیکن ان کے بچے یہاں پیدا شدہ ہیں ایک ہمدردانہ تحریک کی جائے اور ہندوستانی حکومت سے اس قدیم علمی شہر اور اس میں بسنے والے باشندوں کی حفاظت کی درخواست کی جائے۔ مولوی صاحب نے ہمیں بتایا کہ وہ مندرجہ بالا حکومت کے لئے ارجنٹائن کی حکومت سے اخلاقی اور معنوی مدد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے" (ترجمہ)

لہ بحوالہ "الفضل" ۱۸ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء

۲۔ ارجنٹائن (جنوبی امریکہ) کے مشہور اخبار "السلام" نے اپنی ۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں "قادیان" کے عنوان سے ایک نوٹ شائع کیا جس میں لکھا کہ

لنڈن کے تاروں سے معلوم ہوا ہے کہ قادیان جو ہندوستان کا ایک مشہور دارالعلوم اور جماعت احمدیہ کا مرکز ہے اسے سکھوں کی ایک زبردست جمعیت نے پولیس اور ملٹری کے بل بوتے پر چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور اسے تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی کوشش ہو رہی ہے کہ ارجنٹائن کی حکومت اس امر میں مداخلت کر کے ہندوستان کی حکومت سے قادیان کی حفاظت کا مطالبہ کرے۔ اور اسے اہلِ قادیان کے ساتھ شریف شہریوں کا سا سلوک کرنے کی تحریک کرے

اخبار مذکور نے مزید لکھا ہے کہ

قادیان کے متعلق جیسا کہ ہمیں علم ہے وہاں کئی ایک کالج، ہائی سکول اور ابتدائی مدارس ہیں اور جماعت احمدیہ کا مرکز ہونے کی وجہ سے قادیان تمام دُنیا میں مشہور ہے (ترجمہ)[1]

برطانوی اخبارات

برطانوی پریس میں بھی قادیان کے لرزہ خیز واقعات کی بازگشت سنائی دی گئی اور ملک کے چوٹی کے اخبارات مثلاً "ساوتھ ویسٹرن سٹار" (SOUTH WESTERN STAR)، "ڈیلی پریزر" (DAILY PRESER) "برسٹل ایوننگ پوسٹ" (BRISTOL EVENING POST) "ڈیلی گریفک" (DAILY GRAPHIC) "دی ڈیلی ٹیلیگراف اینڈ مارننگ پوسٹ" (THE DAILY TELEGRAPH AND MORNINGPOST) اور "ڈیلی ایکسپرس" (DAILY EXPRESS) وغیرہ نے قادیان سے متعلق مسٹر بیشپ آرچرڈ کے بیانات نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کئے۔

---

[1] بحوالہ "الفضل" ۷ / اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۴

فصل ہفتم

پاکستان میں قیام امن کیلئے بے لوث خدمات

جیسا کہ اس باب کے آغاز میں ذکر آچکا ہے کہ حضرت مصلح موعود نے پاکستان میں قدم رنجہ فرماتے ہی احمدیوں کو تاکید فرما دی تھی کہ وہ ہندوؤں اور سکھوں میں سے کسی پر ظلم نہ ہونے دیں کیونکہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں اور وہ خود یا اُن کی نسلیں کسی دن اسلام میں داخل ہو کر اس کی ترقی کا موجب بنیں گے۔

صوبیدار نصراللہ صاحب آف شیخ پور ضلع گجرات کا بیان ہے کہ

"مَیں شروع اگست (۱۹۴۷ء) میں اپنے گاؤں شیخ پور سے قادیان جانے کے لئے لاہور آیا۔ لیکن چونکہ میری رخصت بہت تھوڑی رہ گئی تھی اس واسطے کارکنوں نے مجھے واپس کر دیا۔ واپسی سے پہلے ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جودھامل بلڈنگ میں چھوٹا سا لیکچر دیا۔ اس میں یہ بات بھی تھی کہ تم لوگ اب واپس اپنے اپنے گھروں میں جاؤ۔ اپنے علاقہ کے ہندو اور سکھوں کی ہر ممکن طریقے سے حفاظت اور امداد کرو۔ اگر تم ان کی حفاظت کرتے ہوئے مارے بھی گئے تو یہ شہادت ہوگی۔ اگر کوئی جتھہ ہندوؤں یا سکھوں کا ہندوستان جاتا ہوا تمہارے پاس سے گذرے تو تم ان کو اگر کھانا وغیرہ کھلا سکو تو ضرور کھلاؤ"[1]

جماعت احمدیہ نے امیر المومنین کے اس حکم کا نہایت شاندار عملی جواب دیا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے اپنی بے سروسامانی اور دہشت انگیز ماحول کے باوجود ہزاروں بندگان خدا کی جان، مال اور آبرو کی اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر حفاظت کی اور اس طرح "اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا"[2] کے ارشاد نبوی کی تعمیل کر کے خدمت خلق کا بہترین نمونہ قائم کر دکھایا۔ اس ضمن میں بطور مثال بعض اہم واقعات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] "الفضل" ۸ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۳۔

[2] یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے مظلوم بھائی کی مدد کا مطلب تو سمجھتا ہوں لیکن ظالم بھائی کی کس طرح مدد کروں۔ فرمایا۔ اسے ظلم سے روکو اور منع کرو کہ یہی اس کی مدد ہے (بخاری کتاب الاکراہ مصری جلد ۴ صفحہ ۱۳۷)۔

پہلا واقعہ

پہلا واقعہ صوبیدار نصراللہ صاحب ہی کا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

"حضور کی یہ تقریر سننے کے بعد ہم لوگ دوسرے یا تیسرے روز واپس آ گئے۔ صاف صاف اور کھلے بندوں ہم نے غیر مسلموں کی حفاظت شروع کر دی۔ سکھوں کے متعلق زیادہ خطرہ تھا ان کی زیادہ حفاظت کرتے۔ بلکہ بعض دفعہ مَیں خود رات کو بندوق کے ساتھ اُن کا پہرہ دیتا۔ پھر پولیس والوں نے غیر مسلموں سے مال کھانے کی کوشش کی۔ ہم نے یہ کوششیں بے کار کر دیں حتی کہ پولیس کی ہمارے ساتھ عداوت بھی ہو گئی۔ لیکن ہم نے صاف طور پر ان لوگوں سے کہہ دیا کہ کچھ بھی ہو ہم نہ اُن کا مال ضائع ہونے دیں گے اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی تکلیف ہونے دیں گے۔ پہلے ہم ان پر جانیں دیں گے پھر اُن کے نزدیک کوئی آئے گا۔ آخر ایک دن پولیس ہمارے گاؤں میں غیر مسلموں کو لینے کے لئے آئی۔ عورتیں بھاگ کر کوئی تیس کے قریب میرے مکان میں آ گئیں۔ رات اور دن بھر میرے گھر کے اندر رہیں۔ ہم نے نہ مردوں کو اور نہ عورتوں کو کسی قسم کی تکلیف ہونے دی۔ ان سب کو بحفاظت کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ سکھوں کو مَیں رات کے وقت خود جا کر حفاظت سے کیمپ میں چھوڑ آیا۔ اسی طرح ایک اور پارٹی کو مَیں خود لے کر کیمپ چھوڑ آیا۔ وہ سب اپنا سامان اونٹوں اور خچروں پر لدوا کر ساتھ لے گئے۔ دوسری پارٹی میں تقریباً پچاس کے قریب مرد اور عورتیں تھیں۔

پہلی پارٹی کے کیمپ میں جانے کے بعد مَیں ان کی امانتیں جو کہ نقدی اور زیور کی صورت میں بھی تقریباً اٹھارہ ہزار روپیہ کا مال ہوگا جو کہ میرے پاس تھا۔ وہاں کے کیمپ کمانڈر کے پاس گیا اور اس کو کہا کہ میرے پاس میرے گاؤں کے غیر مُسلموں کی امانتیں ہیں۔ آپ اپنا ایک افسر میرے ساتھ بھیجیں تا کہ مَیں سب کے سامنے ان کو تقسیم کروں۔ میجر صاحب جو کہ یونٹ کا ایڈجوٹنٹ تھا۔ اس نے اپنے صوبیدار میجر کو میرے ساتھ بھیجا۔ مَیں نے سینکڑوں آدمیوں کے سامنے ایک ایک کو بُلوا کر ان کا زیور اور روپیہ تقسیم کیا . . . . اس کے بعد جس جس چیز کی ان کو ضرورت تھی ان کے گھروں سے ان کو بھجوا دی گئی۔ ان کا ضائع شدہ سینکڑوں روپیہ کا مال اور زیور برآمد کر کے بعد میں کیمپ میں جا کر دیا۔ . . . . میری رخصت ۱۸ ستمبر (۱۹۴۷ء) تک تھی۔ لیکن گجرات ایریا کمانڈر نے اس

مضمون کی تار دے کر میرے واسطے بیس روز کی مزید رخصت لی کہ اگر یہ یہاں سے چلا گیا تو سینکڑوں جانیں تباہ ہو جاویں گی۔ . . . . .

ایک دفعہ تقریباً پچاس کے قریب ہندو عورتیں اور مرد لا رہا تھا۔ سامان ساتھ چھکڑوں اور اُونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ ایک گاؤں کے کچھ آدمیوں نے حملہ بول دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے دل میں ڈر پیدا کر دیا اور وہ واپس بھاگ گئے۔ ایک گاؤں کے ہندوؤں کو جو کہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن وہ وہاں رہنا نہیں چاہتے تھے۔ مَیں نے نہایت اعلیٰ بندوبست کر کے ان کو ہر طرح سے محفوظ وہاں سے نکالا۔

جماعت احمدیہ نے ہر طرح کی قربانی کر کے ان غیر مسلموں کی جان، مال، عزت اور آبرو کی حفاظت کی۔ لیکن اس کے برعکس ہزار افسوس ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے مقدس شہر کو تباہ اور برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ جس کے ذریعہ ہم ان پر ہر چیز قربان کر دینے کو فخر خیال کرتے ہیں" [۱]

دوسرا واقعہ مولانا عبدالقادر صاحبؓ (سوداگرمل) مربی سلسلہ احمدیہ نے کرتو ضلع شیخوپورہ میں احمدیوں کی غیر مسلموں سے حُسنِ سلوک کے بارہ میں حسب ذیل تفصیلات شائع کیں:-

"کرتو ضلع شیخوپورہ میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ وہاں غیر مُسلم قریباً دو صد کی تعداد میں ہیں جب مشرقی پنجاب میں قتل و غارت کا میدان گرم ہوا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں تباہ حال مسلمان مغربی پنجاب میں آئے اور انہوں نے اپنے المناک واقعات سُنائے تو قصبہ کے مسلمانوں کا خون اپنے بھائیوں کے لئے اس قدر جوش مارنے لگا کہ اُن میں سے ہر ایک ہندوؤں کے خون کا پیاسا نظر آتا تھا۔ نوبت یہانتک پہنچی کہ تمام غیر مسلموں کو کہہ دیا گیا کہ کل تمہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا جو تمہاری خواہشات ہیں ان کو پُورا کر لو۔ چنانچہ دوسرے دن انہیں مقررہ جگہ پر لے جایا گیا۔ مگر عین وقت پر جماعت احمدیہ کے امیر جناب چودھری رحمت علی صاحب والد ماجد چودھری اعظم علی صاحب سینئر سب جج اپنے لڑکے کو لے کر موقعہ پر پہنچ گئے اور انہوں نے ان تمام ہندوؤں کو بچا کر دو دن اپنے گھر میں رکھا اور تیسرے روز تمام

---

[۱] "الفضل" ۸ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کالم ۲-۳-۴

قصبہ میں اعلان کر دیا کہ جو شخص ان پر ہاتھ اُٹھائے گا وہ یوں سمجھے کہ اس نے ان پر حملہ نہیں کیا بلکہ ہم پر حملہ کیا ہے۔" [1]

تیسرا واقعہ لاہور میں نند لعل صاحب چوپڑہ (پنشنر کرنل) جو دھامل بلڈنگ میں رہتے تھے محض احمدیوں کی کوشش سے جموں کی سرحد تک پہنچے۔ چنانچہ کرنل چوپڑہ نے ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کی خدمت میں لکھا:۔

"آپ کے اس انتظام، کرمفرمائی اور حفاظت کے لئے ہم سب آپ کے تہ دل سے مشکور ہیں اور آپ کے اس احسان اور محبت کے اظہار کے لئے جہانتک انسانیت کا تقاضا ہے میرا یقین واثق ہے کہ مَیں اور میری اولاد تازیست آپ کے گرویدۂ احسان ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ جذبۂ شکر گذاری ہمارے دل میں قائم رہے اور جیسا کہ حالات اچھے ہو رہے ہیں ہم کو پھر موقعہ ملے کہ آپ کی قدمبوسی حاصل کرسکیں اور آپ کے شیریں الفاظ وعظ اور محبت سے حظ اُٹھانے کا ہم سب کو موقعہ ملے۔ مَیں آپ کا احسان الفاظ سے بیان نہیں کرسکتا۔ میرا دل ہی اس کی شہادت دے سکتا ہے۔ آپ بزرگ ہیں، خدا رسیدہ ہیں، محبت انسانی سے بھرپور ہیں۔ میرے لئے دُعا کریں کہ مجھے ضرور پھر کبھی محبت، پریم اور پیار کا نیاز حاصل ہو"

چوتھا واقعہ چوتھا واقعہ جناب ملک عبدالرحمٰن صاحبؓ خادم امیر ضلع گجرات کی ایک مفصل رپورٹ سے ہمیں ملتا ہے۔

گجرات میں چالیس افراد پر مشتمل تین ہندو خاندان آباد تھے۔ جن میں لالہ دسوندھی رام زرگر، لالہ دینا ناتھ صراف، لالہ موتی رام دوکاندار، لالہ میلا رام نقشہ نویس وغیرہ لوگ شامل تھے۔ جماعت احمدیہ گجرات نے تقریباً دو ہفتہ تک اس خاندان کو پناہ دی۔ اس دوران میں ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؓ اور دیگر احمدی نہایت فرض شناسی سے پہرہ دیتے رہے۔ بلوائیوں نے حملہ کرنے کی پوری کوشش کی مگر ناکام رہے اور ان کو بالآخر حفاظت کے ساتھ ہندوستان بھجوا دیا گیا۔

اس کے علاوہ لالہ دینا ناتھ ایڈووکیٹ گجرات کو عین اس وقت جبکہ ہندو اپنے مکانات چھوڑ کر

---

[1] "الفضل" ۱۹ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء

کیمپ میں بھاگے جا رہے تھے اور کرفیو کا وقت بالکل قریب تھا۔ انہیں ان کے منشار کے مطابق ظہور احمد صاحب وکیل کے گھر پہنچایا گیا جہاں وہ کئی روز مقیم رہنے کے بعد بھارت چلے گئے۔ لالہ دیتا ناتھ صاحب نے دہلی سے ۲۲ جنوری ۱۹۴۸ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی کے نام ایک مکتوب میں لکھا:۔

"دُنیا میں پیارے دوست خادم صاحب ہیں وہ میری بڑی حفاظت کرتے (رہے) ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دُنیا میں آپ کی تعریف بہت ہو رہی ہے۔ دہلی، انبالہ، امرتسر میں آپ کی جماعت کی اس قدر تعریف ہو رہی ہے کہ بیان سے باہر ہے جن ہندوؤں کو آپ کی جماعت نے پناہ دی ہے وہ ہر وقت آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ ایسی جماعت کے اصول کمال درجے کے ہیں۔ آپ کی جماعت کے آدمیوں نے جن ہندوؤں کا روپیہ رکھا تھا وہ واپس دیا۔ ان کی زندگیاں بچائی ہیں۔ ہر وقت دُعا دیتے ہیں۔ خداوند کریم تمہاری عمر بہت لمبی کرے اور آپ کی جماعت کو اتنی طاقت بخشے کہ دُنیا میں لوگوں کی بھلائی اچھی طرح کریں"

قیام امن اور غیر مسلموں کی حفاظت کے چند مخصوص واقعات کا بطور نمونہ تذکرہ کرنے کے بعد اب ہم مختصر طور پر یہ بتاتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی یہ خدمات صرف چند افراد یا بعض مقامات سے مخصوص نہیں تھیں بلکہ اُن کا سلسلہ پورے مغربی پاکستان پر پھیلا ہوا تھا حتیٰ کہ جہاں کہیں اکے دکے احمدی بھی موجود تھے۔ انہوں نے اسلام کے اصول رواداری اور پیغام اخوتِ انسانی پر عمل کرتے ہوئے اپنی جان کی بازی تک لگا دی مگر غیر مسلموں پر آنچ نہیں آنے دی

صوبہ مغربی پنجاب

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا، اس کا سب سے زیادہ ردّعمل مغربی پنجاب میں ہوا۔ لہٰذا سب سے پہلے اس صوبہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تحصیل شکر گڑھ کے علاوہ ضلع گورداسپور کی باقی تحصیلیں (جو بھارت میں شامل کر دی گئی تھیں) فتنہ و فساد کا مرکز بنی ہوئی تھیں جہاں مسلمانوں بالخصوص احمدیوں کے خلاف ایک حشر برپا تھا مگر تحصیل شکر گڑھ میں احمدی غیر مسلموں کی حفاظت کے لئے سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ مثلاً فقیر محمد صاحب مہاجر عارف والا ضلع منٹگمری (ساہیوال) ان دنوں شاہ پور امرگڑھ میں امن کمیٹی کے سیکرٹری تھے۔ آپ نے ایک سکھ کو جو تنہا رہ گیا تھا اپنی حفاظت میں رکھا۔ اسی طرح شکر گڑھ میں ڈاکٹر فضل کریم صاحب نے چک قاضیاں کی ایک غیر مسلمہ کو کئی دنوں تک پناہ دے کر بحفاظت سرحد تک پہنچایا۔

ضلع سیالکوٹ (باستثناء تحصیل شکرگڑھ) اس ضلع میں احمدیوں نے غیر مُسلموں کو بچانے کے لئے جو خدمات انجام دیں اُن کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ جماعت احمدیہ کلاسوالہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ نے اس قصبہ کے تقریباً ڈیڑھ ہزار غیر مسلموں کی ہر ممکن حفاظت و اعانت کی۔ اب یہ لوگ قادیان میں آباد ہیں۔ احمدیوں کی ہمدردی اور محبت و رواداری پر رطب اللسان ہیں۔

۲۔ قاضی محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر کھرولیاں نے چار پانچ ملحقہ گاؤں کے غیر مُسلموں کو بچانے کے لئے دو تین بار اپنے تئیں خطرے میں ڈالا اور ان کی ذاتی کوششوں سے یہاں سکھ مسلم تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔

۳۔ جماعت احمدیہ چونڈہ نے قریباً دو سَو غیر مُسلموں کو اپنے محلّہ میں بحفاظت رکھا اور محفوظ صورت میں غیر مُسلم کیمپ تک پہنچایا۔[۱]

۴۔ چودھری فیض عالم صاحب پریزیڈنٹ مالوکے بھگت اور محمد یوسف صاحب سکرٹری مالوکے بھگت کا بیان ہے کہ موضع مانگا کے غیر مُسلموں کے دو قافلے جو قریباً ساڑھے تین چار ہزار نفوس پر مشتمل تھے مالوکے بھگت سے گذرے تو اُن پر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی جو احمدیوں کی مداخلت سے ناکام بنادی گئی اور وہ صحیح سالم گذر گئے۔

۵۔ شہر سیالکوٹ کے ایک سابق باشندے سانجی مل پر تین حملہ آور کلہاڑے سے ٹوٹ پڑے مگر فتح محمد صاحب سہگل (اسلام پور سیالکوٹ) درمیان میں آگئے اور سانجی مل بچ گیا۔

۶۔ موضع رامبراہ کے نمبردار شاہ نواز صاحب کی کوشش سے سات افراد پر مشتمل ایک ہندو کنبہ نیز ۷۴ دیگر غیر مُسلم صحیح سلامت سرحد تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

۷۔ چونڈہ کا ایک غیر مُسلم بیدی سُندر سنگھ فسادات سے قبل بغرض تجارت ایران چلا گیا اور گھر کی ذمہ داری ایک احمدی محمد عبداللہ صاحب (ولد اللہ بخش صاحب) پر تھی۔ چنانچہ جونہی قتل و غارت کا بازار گرم ہوا، اُس احمدی نے اس کے بال بچّوں کو مدراس تک پہنچا دیا۔ علاوہ ازیں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر چونڈہ کے شونا تھ اور درگا داس کی جان بچائی اور ان کی دکان سے سامان لا کر

---

[۱] بروایت رحیم بخش صاحب پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ چونڈہ ؎

دیا اور پھر بھارتی سرحد تک چھوڑ آئے۔

۸۔ ناروال کے نزدیک ایک ہندو عورت گھر گئی تھی۔ محمد یعقوب صاحب سب انسپکٹر کواپریٹو سوسائٹیز ڈجکوٹ ضلع لائل پور نے اس کی جان بچائی اور راوی کے پُل تک پہنچا دیا۔

ضلع لاہور

۱۔ پنڈت تیرتھ رام کانسٹیبل ہڈیارہ ضلع لاہور فسادات کے ایام میں سپیشل ڈیوٹی پر لاہور میں تھے اور ان کے اہل و عیال ہڈیارہ میں۔ لیفٹیننٹ جمال الدین صاحب (۸ پنجاب رجمنٹ سنٹر لاہور چھاؤنی) کو اطلاع ملی کہ پنڈت صاحب مارے گئے ہیں۔ جس پر لیفٹیننٹ صاحب خود لاہور پہنچے اور ان کو تلاش کر کے بچوں سمیت ہندوستان کی طرف روانہ کر دیا۔ پنڈت باوا کرم چند صاحب شرما وید ہڈیارہ کے مکان پر حملہ ہوا تو موصوف نے ان کی طرف سے کامیاب مدافعت کی۔ اسی طرح ہڈیارہ کی چھبیسویں[۲۶] پادشاہی کے گوردوارہ کو دیگر مسلمانوں سے مل کر خاکستر ہونے سے بچایا اور اس کی حفاظت کے لئے اسکورٹ مقرر کر دی۔ اس گوردوارہ میں ایک سردار جے سنگھ کے دو بوڑھے رشتہ دار تھے جن کا سامان لیفٹیننٹ صاحب نے خود اٹھایا اور ہندوستان جانے والی جیپ گاڑی تک پہنچا دیا۔

۲۔ حویلا سنگھ آتما سنگھ آف بٹر کلاں متصل قادیان کا روپیہ لاہور میں جمع تھا جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کوشش سے برآمد ہوا۔ اور انہیں بھجوایا گیا۔

۳۔ مولوی محمد احمد صاحب فاضل نے آرڈیننس ڈپو لاہور چھاؤنی کے حوالدار کلرک پرتاپ سنگھ کو مغلپورہ کے ایک مشتعل ہجوم سے باہر نکالا اور بحفاظت سرحد تک پہنچایا۔

۴۔ عبدالرحیم صاحب ہیڈ ڈرافسمین اسلامیہ پارک نے متعدد مظلوموں کی مدد کی۔ سردار کرتار سنگھ ڈویژنل ہیڈ ڈرافسمین لاہور کو ان کا روپیہ اور مسٹر بھگوان چند آف لاہور کو ان کا فرنیچر اور متفرق سامان بھجوایا۔

۵۔ سردار ہزارہ سنگھ سپرنٹنڈنٹ جالندھر جیل کے بعض رشتہ دار لاہور جیل میں تھے جن کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ضروری امداد مہیا فرمائی۔

ضلع شیخوپورہ

۱۔ مکرم برکت علی صاحب ایس ڈی سی کینال کوارٹر لائل پور نے شیخوپورہ کے قریباً ۴۷ غیر مسلموں

کو جن میں بعض اچھے اچھے عہدوں پر تھے، پناہ دی۔ بعض کے زیورات ان کے مکانوں سے لا کر دیئے جس میں ان کے فرزند محمد افضل صاحب کا بھی ہاتھ تھا۔ وہ گولیوں کی بوچھاڑ میں پہنچے اور کئی غیر مسلموں کو بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی بدولت تین کنواری لڑکیوں نے بھی مفسدوں کے چنگل سے نجات پائی۔

۲۔ برکت اللہ صاحب مہاجر لودھی ننگل ضلع گورداسپور کے ذریعہ سے شیخوپورہ کے متعدد غیر مسلموں کی جان بچ گئی اور عین اس وقت جبکہ گولی چل رہی تھی وہ ان کا دفینہ اور اندوختہ نکال لائے اور ان کے سپرد کر دیا۔

۳۔ حکیم علی احمد صاحب دیہاتی مبلغ کرم پورہ نے ایک سکھ اور اس کی بیوی کو حفاظت سے رکھا۔

۴۔ سید ولایت حسین شاہ صاحب امیر جماعت احمدیہ شاہ مسکین کو معلوم ہوا کہ ان کے گاؤں کے نزدیک فیض پور میں کچھ ہندو محصور ہیں۔ چنانچہ آپ انہیں شاہ مسکین میں لے آئے اور ان کے خورد و نوش کا انتظام کیا۔ بعد کو یہ لوگ کیمپ قلعہ میں آباد ہوئے۔

ضلع لائلپور

عصمت اللہ صاحب پٹواری نہر جڑانوالہ نے موضع دھول سر کے دس غیر مسلموں کو پناہ دی۔ اور خورد و نوش کا انتظام کیا۔

ضلع سرگودھا

۱۔ احمد خاں صاحب دیہاتی مبلغ چک ۴۲ ج نے تحریری طور پر اطلاع دی کہ ہم نے بعض غیر مسلموں کو (جو قبل ازیں ایک شخص کے یہاں پناہ گزیں ہوئے اور روپیہ لے کر نکال دیئے گئے تھے) چک ۵۶۵ میں ٹھہرایا اور پبلک کی عام مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پندرہ دن تک ان کو پناہ دی اور پھر ننکانہ صاحب تک پہنچا دیا۔

۲۔ چودھری شیر محمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک ۳۲ جنوبی کی تحریک پر ایک احمدی چودھری محمد عالم صاحب نے ایک سکھ کا سامان جانی خطرہ مول لے کر بچایا۔ اسی طرح احمدیوں نے قریبی چکوں کے بعض غیر مسلموں کے مال و جان کی حفاظت کی۔

۳۔ ماسٹر ضیاء الدین صاحب ارشد احمدی ٹیچر مڈھ رانجھا موضع نصیر پور کے ایک غیر مسلم ہرنام داس،

ایس۔ڈی ٹیچر کو سخت مخدوش ماحول میں بذریعہ سائیکل سرگودھا لائے اور فوجی امداد سے اس کے رشتہ داروں کو برآمد کرایا۔اس طرح ۹۲ میل کا سفر سائیکل پر طے کیا۔

۴۔ نذیر احمد صاحب میانی ضلع شاہ پور نے ایک ہندو مرد اور عورت کی حفاظت کی۔

۵۔ سکھوں نے قادیان میں خان بہادر نواب محمد دین صاحب باجوہ سابق ڈپٹی کمشنر و سابق ریونیو منسٹر جودھپور سٹیٹ کی کوٹھی لوٹ لی تھی جس کے ایک حصہ پر چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ سب جج سرگودھا کا قبضہ تھا۔اس مکان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا تھا اور اس کی محافظہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگ سکی تھی۔[۱]

اس کے مقابل چوہدری عزیز احمد صاحب کا طرزِ عمل یہ تھا کہ انہوں نے سرگودھا کی احمدی جماعت کے دوسرے افراد کے تعاون سے کئی سکھوں اور ہندوؤں کی جانیں بچائیں جن میں سرگودھا کے مشہور ایڈووکیٹ لالہ بھگت رام صاحب بھی تھے۔[۲]

ضلع گوجرانوالہ

۱۔ موضع لوپریوالہ اور اس کے گرد و نواح کے سب غیر مسلم جماعت احمدیہ کے اثر و رسوخ سے جانی و مالی وغیرہ ہر نوع کے نقصانات سے بالکل محفوظ رہے۔[۳]

۲۔ پنڈی بھٹیاں میں صرف دو ایک احمدی تھے مگر انہوں نے حتی الوسع ہر مظلوم کی مدد کی۔ایک ہندو مسافر خانہ اور گیراج کو نذرِ آتش ہونے سے بچایا۔دو غیر مسلم عورتوں کو پناہ دی اور ان کا قیمتی سامان کیمپ تک پہنچایا۔اسی طرح تین غیر مسلم ساہوکاروں کا سامان بھی پوری امانت و دیانت سے اُن کے حوالہ کیا۔[۴]

۳۔ کیلیانوالہ کے پنڈت گوکل چند مہرہ نے فسادات کے دنوں میں احمدیہ جماعت مدرسہ چٹھہ کے ہاں پناہ لی۔جماعت نے ان کی اور بعض دیگر مظلومین کی بھی امداد کی۔نیز ایک اغوا شدہ لڑکی کو برآمد کرایا۔[۵]

۱، ۲۔ "الفضل" ۲۷ تبوک ستمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۲۔

۳۔ بروایت چوہدری عزیز اللہ خانصاحب ایڈووکیٹ لوپریوالہ ضلع گوجرانوالہ۔

۴۔ بروایت حافظ محمد عبد اللہ صاحب پنڈی بھٹیاں۔

۵۔ بروایت غلام محمد صاحب سکرٹری تبلیغ مدرسہ چٹھہ و چوہدری محمد حیات صاحب۔

ضلع گجرات

۱۔ جماعت احمدیہ گولیکی کی ہمت و جرأت کے نتیجہ میں گولیکی کے ہندو سکھوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ جماعت نے اس قصبہ کے باسٹھ غیر مسلموں کو بیس روز تک اپنے یہاں رکھا اور پھر مع ساز و سامان کے کیمپ میں پہنچایا۔ اسی طرح موضع سنیاروں کے ۱۲ غیر مسلموں کی سرحد تک حفاظت کی[له]

۲۔ عبدالصادق صاحب کوٹیاں ضلع گجرات نے ایک ہندو عورت کو حملہ آوروں سے نجات دلائی اور سرحد تک پہنچایا۔

۳۔ ملک عبدالرحیم صاحب (نزیل خانپور بہاولپور) قادیان سے نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں کنجاہ پہنچے تھے مگر انہوں نے کنجاہ کے گوراندتہ مل کو جبکہ وہ کیمپ میں تین دن سے بھوکا تھا۔ خوراک مہیا کی اور کنجاہ کے رئیس جگن ناتھ کا امانتی مال بھی بلا تامل واپس کر دیا۔

۴۔ جماعت احمدیہ کوٹیانوالہ نے گجرات کے لالہ بوٹا مل کی بھاری مدد کی اور اسے ہندو کیمپ تک لے جانے کا انتظام کیا۔[سه]

ضلع راولپنڈی

۱۔ چوہدری علی احمد صاحب انسپکٹر واچ اینڈ وارڈ راولپنڈی کا بیان ہے کہ فسادات کی وجہ سے ہندوؤں اور سکھوں کا ڈیوٹی پر حاضر ہونا مشکل تھا اس لئے میں نے مسلمان عملہ ڈیوٹی پر مقرر کر کے ان غیر مسلموں کو اپنی ذمہ داری پر رخصت دے دی۔ یہ لوگ پندرہ روز تک میرے مکان میں رہے بعد ازاں انہیں بحفاظت کیمپ تک پہنچا دیا گیا۔

ضلع کیمبلپور

حوالدار سوندھا خاں صاحب پنشنر چکنید اور صوبیدار محمد خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ چکنید نے چکڑالہ کے ۱۸۔۲۰ غیر مسلموں کے قافلہ کو مشتعل ہجوم سے بچا کر پناہ دی۔ علاوہ ازیں چکنید کے ۸۔۹ افراد کو بھی اپنے گھروں میں رکھا اور گاؤں والوں کی سخت مخالفت کے باوجود ان کا بال تک بیکا نہ ہونے دیا۔

ضلع منٹگمری

۱۔ ایک غیر مسلمہ جو زندہ ہی نہر میں پھینک دی گئی تھی۔ دیوان صاحب پاکپٹن کے مریدوں کے

سه بروایت چودھری محمد عالم صاحب کوٹیانوالہ۔ له بروایت چوہدری فتح محمد صاحب امیر جماعت احمدیہ گولیکی و محمد اکبر صاحب سیکرٹری گولیکی۔

ذریعہ سے نہر سے نکالی گئی اور بابو فقیر اللہ صاحب سگنیلر نہر ڈلن ضلع ملتان کے پاس پہنچی جبکہ وہ سر اور پاؤں سے برہنہ تھی۔ بابو صاحب نے اس کو کپڑے پہنائے اور تین دن پناہ میں رکھ کر اور کچھ نقدی دے کر ہندوستان کی طرف روانہ کر دیا۔

۲۔ ہڑپہ ضلع منٹگمری (ساہیوال) کے امیر جماعت مکرم نورالدین صاحب مختلف دیہات کے غیر مسلموں کو بحفاظت بھارت کی سرحد تک لے گئے۔

۳۔ غلام احمد صاحب ڈسپنسر حجرہ ضلع منٹگمری (ساہیوال) کی رپورٹ ہے کہ باوجودیکہ ہندوؤں نے ہمارے ساتھ بُرا سلوک کیا مگر ہم نے ۲۷ غیر مسلموں کو ہسپتال میں رکھا اور محفوظ طور پر کیمپ میں پہنچایا۔ میری اہلیہ اپنے ہاتھ سے ان لوگوں کو کھانا پکا کر دیتی رہی۔

۴۔ چوہدری غلام قادر صاحب رضؓ امیر جماعت اوکاڑہ نے اپنے ایک بھتیجے کے ساتھ بعض غیر مُسلموں کی حفاظت کی جس پر بعض لوگ ان پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے بلکہ خود ہندو ملٹری نے یہ خیال کر کے کہ وہ حملہ آوروں کی پشت پناہی کرتے ہیں آپ کے بھتیجے کو گولی سے اُڑا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ آخر بڑی مشکل سے اصل حقیقت کھُلی اور یہ معاملہ رفع دفع ہوا۔

۵۔ فتح محمد صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ۴/چ.ک نے بعض ہندوؤں کو بحفاظت کیمپ میں پہنچایا۔

ضلع ملتان

۱۔ محمد نواب خاں صاحب سیال لودھراں ضلع ملتان نے بستی وریام کملانہ ضلع جھنگ کے ایک ہندو کو قریباً ایک ماہ تک اور رباغ ضلع جھنگ کے ایک سکھ کو قریباً دو ماہ تک پناہ دی۔ راتوں کو پہرہ دیا۔ اور باوجود مخالفت کے ان کی حفاظت اور کھانے پینے کا بندوبست کیا۔

۲۔ ملک حسن خانصاحب پنشنر چھنی تاجہ رہان نے ایک سکھ رسالدار پنشنر کی دو لڑکیوں کو حملہ آوروں سے بچا کر ملتان میں ملٹری پولیس کے سپرد کیا۔ اس کے علاوہ کئی سکھوں کی جان بچائی۔

۳۔ غلام حسین خاں صاحب اسسٹنٹ ریکارڈ کلرک آر۔ ایم۔ ایس ملتان نے ایک ہندو کو مع اس کے اہل وعیال پناہ بھی دی اور مالی امداد بھی کی۔ ایک اور ہندو کو اس کے اکلوتے بچہ سمیت جہاز پر سوار کرایا۔

۴۔ عبدالرحمٰن صاحب چک ۲۶۹ دُنیا پور ضلع ملتان نے دنیا پور کے دو ہندوؤں کو حملہ آوروں سے بچا کر

اپنے پاس رکھا۔ راتوں کو پہرے دیئے اور انہیں فوجی گارد کے ذریعہ ہندو کیمپ تک پہنچایا۔

ضلع ڈیرہ غازیخاں

۱۔ میاں دوست محمد صاحب حجانہ ڈیرہ غازیخاں نے متعدد ہندوؤں کو بچایا۔ آپ نے اغواشدہ مستورات بھی برآمد کر کے حوالۂ ورثاء کیں۔ ایک معمر غیر مسلم ڈپٹی انسپکٹر تعلیم کو ڈیرہ غازیخاں سے ملتان پہنچایا۔

۲۔ اللہ بخش صاحب ہمدانی نے موضع ہمدانی کے تمام غیر مسلموں کو دو دن تک اپنے گھر میں رکھا اور کھانا کھلایا۔ ان لوگوں پر بلوائیوں نے حملہ کر کے دو کو شدید زخمی کر دیا تھا۔ ان کی مرہم پٹی کرائی گئی اور ہندو ملٹری کی حفاظت میں ان کو ٹرک پر سوار کرایا گیا۔

ریاست بہاولپور

ریاست بہاولپور کے احمدیوں نے بھی غیر مسلموں کی حفاظت و اعانت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ مثلاً

۱۔ مشرقی پنجاب سے مہاجرین کی آمد پر ریاست میں غیر مسلموں کے خلاف زبردست اشتعال پیدا ہو گیا تھا۔ ان حالات میں ان کے تحفظ کا ہر اقدام گویا اپنے تئیں موت کو دعوت دینا تھا۔ تاہم چک $\frac{141}{6-R}$ کے باقی احمدیوں نے اس صورتِ حال کے باوجود بعض غیر مسلموں کی حفاظت کی۔ مگر افسوس! مشرقی پنجاب پہنچنے والے بعض ہندوؤں نے اُلٹا ان کے خلاف رپورٹ درج کرا دی کہ ہماری عورتوں کو روکا ہوا ہے حالانکہ احمدی ان کی حفاظت کر رہے تھے۔ انہیں تھانہ میں بُلا کر ڈانٹ پلائی گئی۔ مگر جب مشرقی پنجاب پہنچنے والے غیر مسلموں کے شکریہ کے خطوط دکھائے گئے تو انہیں بَری کر دیا۔ غیر مسلموں کی حفاظت کے دوران ایک دوست مہاجرین کے ہاتھوں شہید بھی کر دیئے گئے لیکن غیر مسلموں کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دیا۔[۵]

۲۔ غلام نبی صاحب اہلکار چشتیاں منڈی بہاولپور سٹیٹ نے چشتیاں منڈی کے بعض ہندوؤں کا رات کے وقت پہرہ دیا اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر مع ان کی کثیر نقدی کے سرحد پر چھوڑ آئے۔ اسی قصبہ کا ایک ہندو ان کے گھر میں بھی پناہ گزین ہوا جسے انہوں نے کچھ امداد دے کر ہندوستان بھجوا دیا۔

۳۔ بابو محمد بخش صاحب سگنیلر بنگلہ قاضی والہ ریاست بہاولپور چک R-9 راجباہ نے پانچ ہزار کے ایک غیر مسلم قافلہ کا رات بھر پہرہ دیا۔ صبح کو جب آپ اُسے سرحد تک چھوڑنے جا رہے تھے تو ایک شخص نے حملہ کرنا چاہا جو بعض لوگوں نے روک دیا اور آپ بچ گئے اور قافلہ بھی صحیح سلامت ریاست

---

[۵] بروایت فضل محمد صاحب چک $\frac{141}{6-R}$ ٭

بیکانیر کی حدود میں داخل ہو گیا۔

۴۔ چک ۸۹ بہاولپور کے سب غیر مسلم ہر طرح محفوظ رہے جو مقامی احمدیوں کے حسن انتظام اور تدبر کا نتیجہ تھا[1]

صوبہ سرحد

جماعت احمدیہ کی انسانیت پرور مساعی صوبہ پنجاب کے علاوہ صوبہ سرحد میں بھی جاری تھیں مثلاً سعد اللہ خاں صاحب ترنگ زئی ضلع پشاور نے اطلاع دی کہ ترنگ زئی میں سیٹھ فقیر چند کے سوا باقی ہندو سکھ فسادات کی خبر سن کر بھاگ گئے جس پر ہم نے سیٹھ مذکور سے درخواست کی کہ وہ ہم سے کرایہ لے کر انہیں واپس لے آئیں۔ ہم ان کی حفاظت کریں گے۔ اس نے کرایہ تو نہ لیا البتہ سب کو ان کے اہل وعیال سمیت واپس لے آیا۔ چنانچہ ہم نے ایک عرصہ تک انہیں اپنے یہاں پناہ دی۔

موضع سرکی میں ہمارے چچا عادل شاہ نے مہر سنگھ وغیرہ صاحبان کو اپنے گھر میں رکھا۔ اتمان زئی میں بعض غیر مسلموں کو حفاظت کی پیشکش کی گئی جو انہوں نے قبول نہ کی۔ چارسدہ میں ایک ہندو نکامل کی حفاظت کی گئی۔ ترنگ زئی میں ایک ہندو نیوز ایجنٹ کی غلّہ سے مدد کی گئی۔ وغیرہ۔

صوبہ بلوچستان

صوبہ بلوچستان میں احمدیوں نے اپنے امام کی آواز پر کس طرح لبیک کہی۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو ان ایام میں ایک احمدی مکرم محمد اقبال صاحب کوئٹہ کی دوکان کو آگ لگا دی گئی تھی اور ۲۰ ہزار روپیہ کا نقصان ہو گیا تھا مگر انہوں نے اس مالی نقصان کی چنداں پروا نہ کی اور اپنے تئیں خطرہ میں ڈال کر بھٹاچاریہ صاحب مینیجر کلکتہ نیشنل بنک کوئٹہ کو تین یوم تک پناہ دی اور حفاظت کے ساتھ ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔

---

[1] بروایت صادق علی صاحب چک ۸۹ بہاولپور۔

صوبہ سندھ

کراچی میں پنڈت وشنوناتھ شاستری اور ان کا خاندان تھا جسے مکرم فتح محمد صاحب شرما نے بذریعہ ہوائی جہاز ہندوستان بھجوانے کا بندوبست کیا اور ان کی نقدی اور زیورات بھی بحفاظت پہنچا دیئے

حضرت مُصلح موعُود کی مُخلصانہ اپیل گاندھی جی سے اور اُن کا جواب

بالآخر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ فسادات کے ایام میں حضرت مصلح موعود نے مسٹر گاندھی سے اپیل کی کہ وہ قیام امن کے لئے کوشش کریں۔ نیز پیشکش کی کہ اگر وہ مظلومین کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں تو جماعت ان کی پوری پوری اعانت کرنے کا وعدہ کرتی ہے۔

حضور کا مکتوب اور گاندھی جی کے جواب کا متن درج ذیل ہے:۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ پر ان اندوہناک واقعات کا اثر ہوگا جو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں رونما ہو رہے ہیں۔ میری اور آپ کی اور ہر رُوحانی شخص کی ڈیوٹی ہے کہ ان ننگ انسانیت واقعات کو روکا جائے۔ یہ کہنا کہ اگر مَیں نے جُرم کیا ہے تو آپ نے بھی تو ایسا کیا ہے درست نہیں اور امن پیدا نہیں کر سکتا۔ سچائی اور انصاف ایک مقدس کام ہے۔ سیاسی آدمی کہہ سکتے ہیں کہ اگر تم ایسا کروگے تو مَیں بھی ایسا ہی کروں گا لیکن اخلاقی اور مذہبی رہنماؤں کا یہ حال نہیں ہو سکتا۔ میری جماعت مغربی پنجاب میں اپنا فرض ادا کر رہی ہے اور ہم اس ظلم کو روکنے کی پوری کوشش کرینگے جس کی ہمیں اطلاع مل جائے۔

مَیں سینکڑوں ایسی مثالیں پیش کر سکتا ہوں جہاں کہ میرے متبعین نے ہندوؤں اور سکھوں کی بے لوث خدمت کی ہے (ضلع گجرات کے ایک آریہ سماجی کا ایک مکتوب بھی اس اپیل کے ساتھ شامل کیا گیا) مَیں درخواست کرتا ہوں کہ (مشرقی) پنجاب میں قتل و غارت کی روک تھام کریں۔ آپ دہلی میں اچھا کام کر رہے ہیں لیکن یہ سیاسی کام ہے۔ دہلی انڈین یونین کا مرکز ہے۔ اور ہر شورش کو وہاں کے غیر ملکی نمائندے دیکھتے ہیں۔ میری رائے میں پنجاب میں چونکہ سینکڑوں گنا زیادہ خون بہا دیا گیا ہے اس لئے توجہ کا محتاج ہے۔

اگر آپ مغربی پنجاب میں آئیں تو میری جماعت آپ کی امداد کرے گی۔ میری ذاتی رائے ہے کہ چونکہ آپ کا ہندوؤں سکھوں پر زیادہ اثر ہے اسلئے اپنا کام مشرقی پنجاب میں ہی شروع کریں اور مغربی

پنجاب میں ہمیں کام کرنے دیں۔ لیکن اگر آپ کے خیال میں پہلے مسلمانوں کو خوش کرنا چاہیئے۔ تب بھی آپ کی مدد کریں گے اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑیں گے۔ اگر ہندوستانی ہوش میں آجائیں تو ہم اپنا کام اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ میں کسی پر الزام نہیں دیتا۔ جو کچھ ہوا واقعات کی رَو میں ہوا۔ اگر دریاؤں کے راہ بدل سکتے ہیں تو قوموں کا راستہ بھی بدل سکتا ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ اس کے لئے راستہ کھلا رہنے دیں"

(محررہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

گاندھی جی نے اس محبت بھرے مکتوب کا حسب ذیل جواب دیا :۔

" از برلا ہاؤس نئی دہلی

۴۷-۱۱-۷

مرزا صاحب آپ کا خط ملا۔ آپ کہتے ہیں وہ ٹھیک ہے کہ جو خون خرابی ملک میں چل رہی ہے، مٹنی چاہیئے۔ یہ بھی آپ ٹھیک فرماتے ہیں کہ فرض ادا کرنے میں امن کی بات چھوٹ جاتی ہے۔ جو کام میں مغربی پنجاب میں کر سکتا ہوں وہی یہاں کر رہا ہوں۔ اس لئے میرا منتر ہے کرنا یا مرنا۔ اگر کر سکا تب ہی آگے بڑھنے کی بات اٹھ سکتی ہے۔ یہ تو ہوئی آج کی بات، کل کی خدا ہی جانتا ہے۔

آپ کا م۔ک۔ گاندھی"

تحریک جدید صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا قیام اور رجسٹریشن

اگرچہ تحریک جدید کے فنانشل سکرٹری چوہدری برکت علیخاں صاحب کی زیر نگرانی تحریک جدید کے چندوں کی وصولی کا ابتداء ہی سے انتظام ہو چکا تھا اور تحریک جدید انجمن احمدیہ کی بنیاد بھی رکھ دی تھی اور ممبران بھی مقرر ہو چکے تھے۔ مگر ضرورت تھی کہ پاکستان میں تحریک جدید کا ادارہ باقاعدہ صورت میں قائم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے حضرت سیدنا المصلح الموعود نے وسط ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء میں مولوی عبدالرحمن صاحب انور انچارج تحریک جدید کو قادیان سے بلوایا[1]۔ انہوں

[1] جناب مولوی صاحب موصوف کا بیان ہے کہ "۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کو خاکسار کو اطلاع ملی کہ خاکسار قادیان سے فوراً لاہور پہنچے تاکہ تحریک جدید کے دفاتر کو سیٹ کر کے کام شروع ہو۔ چنانچہ میں حضور کے ارشاد پر ان پانچ ٹرکوں کے قافلہ میں لاہور پہنچا جو مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی واقعہ دارالانوار سے آپ کا سامان لانے کے لئے حکومت پاکستان نے بھجوائے تھے"۔

نے آتے ہی جسونت بلڈنگ کے ایک کمرہ میں دفتر بنا کر کام شروع کر دیا۔

تحریک جدید کے "میمورنڈم اینڈ آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن (MEMORANDUM AND ARTICLES OF ASSOCIATION) کے مسودہ کی تشکیل و ترتیب کی خدمت محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے انجام دی اور یہ ادارہ ۱۹ر فروری ۱۹۴۸ء کو سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ کے زیر دفعہ ۲۱ بابت ۱۸۶۰ء رجسٹر ہو گیا۔ اور ابتداء میں اس کے حسب ذیل ڈائریکٹرز مقرر کئے گئے :-

۱۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور مولوی فاضل وکیل الدیوان تحریک جدید

۲۔ بہاؤالحق صاحب ایم۔ اے (کامرس اینڈ اکنامکس) وکیل الصنعت تحریک جدید

۳۔ (حضرت) مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے (آکسن) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج

۴۔ مولوی عبدالمغنی خاں صاحب بی۔ ایس۔ سی وکیل التبشیر تحریک جدید

۵۔ خان بہادر نواب چودھری محمد دین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر

۶۔ شیخ بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آنرز) ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ لاہور

۷۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل

۸۔ چودھری برکت علی خاں صاحب وکیل المال تحریک جدید

۹۔ خواجہ عبدالکریم صاحب بی ایس سی کمرشل سکرٹری تحریک جدید[1]

فصل ہشتم

مرکز پاکستان کیلئے زمین خریدنے کی کامیاب کوشش

مرکز پاکستان کیلئے موزوں جگہ کی تلاش

پاکستان میں نئے مرکز کے قیام کا اولین مرحلہ یہ تھا کہ کسی موزوں جگہ کی تلاش کی جائے۔ یہ کام خدا کی مشیّت ازلی میں چودھری عزیز احمد صاحب باجوہ کے لئے مقدر تھا جو ان دنوں سرگودھا میں سیشن جج کے عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت

---

[1] یہ ۲ر جون ۱۹۴۸ء کو ڈائریکٹر مقرر کئے گئے۔

مصلح موعود نے انہیں بذریعہ تار لاہور بلوایا اور اس بارہ میں مشورہ طلب فرمایا۔[1]

چوہدری موصوف نے ۲۵/ تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو مندرجہ ذیل یادداشت لکھی جو اسی روز حضرت سیدنا المصلح الموعود کی خدمت میں رتن باغ کی روزانہ مجلس کے دوران سُنائی گئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

۱۔ مقصد اوّل۔ احمدیہ جماعت کے لئے ضلع شیخوپورہ میں ننکانہ صاحب کے نزدیک ۴۰ مربعہ کے قریب زمین حاصل کی جاوے تاکہ وہاں ایک قصبہ بسایا جاوے۔

۲۔ تجاویز ابتدائی

(الف) ضلع شیخوپورہ کا نقشہ دیہہ وار حاصل کیا جاوے

(ب) احمدی احباب جن کو اس علاقہ کی واقفیت ہے ان سے معلومات حاصل کی جاویں، اور مشورہ کیا جاوے۔

(ج) موقعہ کا ملاحظہ کیا جاوے

(د) اخبارات کی سابقہ فائیلوں کو دیکھا جاوے اور معلوم کیا جاوے کہ اس علاقہ کے ہندو سکھوں میں کون اپنی اراضی فروخت یا تبادلہ کرنا چاہتا ہے

(ڈ) اخبار میں اشتہار دیا جاوے کہ کون اپنی اراضی واقع شیخوپورہ بذریعہ تبادلہ مابین دینا چاہتا ہے۔

(ر) افسران متعلقہ سے گفتگو کی جاوے کہ وہ اس معاملہ میں ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں۔

دریافت طلب امور:۔

۱۔ اشتہار اخبار میں کس پتہ و نام پہ دیا جاوے اور کس کس اخبار میں دیا جاوے۔

---

[1] جناب قریشی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ لاہور سابق سیکرٹری کمیٹی آبادی کا بیان ہے کہ "کئی مقامات تجویز ہوئے اور زیر غور آئے۔ ننکانہ صاحب کے بارے میں بھی ایک وقت کافی غور ہوا۔ ماڈل ٹاؤن کی دبے لفظوں میں حکومت کی طرف سے پیش کش ہوئی۔ مگر شہر کی مسموم فضا کے پیش نظر حضور کو یہ جگہ پسند نہ تھی حضور نے فرمایا کہ ایک خواب کی وجہ سے میرا ذہن سندھ کی طرف جاتا ہے ... مگر ... جماعتی تنظیم کے لحاظ سے پنجاب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پنجاب میں ہی مبعوث ہوئے۔ اگر پنجاب کو چھوڑ دیا گیا تو پھر پنجاب کو پہلے جیسی پوزیشن کبھی حاصل نہ ہوگی۔ اور بھی کئی مقامات تجویز ہوئے۔ بالآخر چوہدری عزیز احمد صاحب سیشن جج سرگودھا کی تجویز پر چک ڈھگیاں کی اراضی جہاں اب ربوہ تعمیر ہوا ہے، مرکز نو کے لئے منظور کی گئی" (غیر مطبوعہ)

۲۔ خط وکتابت کس کے نام سے کی جاوے؟

۳۔ کارروائی کے متعلق رپورٹ کس افسر انجمن کو کی جاوے؟

مقصد دوم

۱۔ کوٹھی حضور واقع ڈلہوزی کا تبادلہ کسی کوٹھی واقع لاہور سے کیا جاوے

۲۔ سوال۔ کیا یہ فیصلہ شدہ تجویز ہے کہ جدید مرکز شیخوپورہ کے نواح میں بنایا جاوے۔ اگر یہ فیصلہ شدہ آخری حکم نہ ہو تو مندرجہ ذیل امور پر غور کیا جاوے۔

۱۔ ضلع شیخوپورہ کی آب وہوا گرم مرطوب اور وسطی پنجاب کے تمام اضلاع سے ناقص اور ملیریل ہے۔ جائے وقوع بھی خراب ہے۔

۲۔ ننکانہ صاحب کے نزدیک بلکہ اس سارے علاقہ میں احمدیوں کی تعداد بہت کم ہے اور لوگوں میں احمدیت قبول کرنے کا زیادہ مادہ نہیں ہے۔

۳۔ سکھوں پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا بلکہ وہ اس کو غلط نظریہ سے دیکھیں گے

۴۔ غالباً سکھ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کو ننکانہ صاحب بہرحال خالی کرنا پڑے گا۔

۵۔ اگر کبھی غیر احمدیوں کی طرف سے ننکانہ صاحب پر حملہ ہوا تو سکھ اس کو مسلمانوں کی طرف سے تصور کریں گے اور تجربہ بتلاتا ہے کہ وہ احمدیوں غیر احمدیوں میں تمیز نہیں کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ غیر احمدیوں کے غلط رویہ کی سزا احمدیوں کو ملے گی۔

۶۔ سکھوں کے مرکز کی حفاظت اپنے ذمہ لینا دوسرے مسلمانوں سے بیر مول لینے کے مترادف ہوگا

۷۔ اگر شیخوپورہ میں مرکز قائم کرنے کا یہ مقصد ہے کہ سکھوں کو واضح رہے کہ اگر انہوں نے قادیان پر قبضہ کیا تو ہم ننکانہ پر قبضہ کرلیں گے تو یہ دیگر ذرائع سے بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

۸۔ سکھوں میں کمیونزم پھیل رہا ہے اور وہ ننکانہ صاحب کو مقام مقدس خیال نہیں کرتے بلکہ محض سیاسی فائدہ کے لئے اس کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

کیا مندرجہ ذیل مقامات مرکز کے لئے زیادہ موزوں نہ رہیں گے؟

۱۔ سیالکوٹ شہر۔ اس جگہ یہ نقص ہے کہ غیر احمدیوں کی کثرت ہوگی اور غالباً جگہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ قیمت لگے گی۔

۲۔ پسرور۔ یہ جگہ اُونچی جگہ پر واقع ہے۔ ہندوؤں کے گھر موزوں جگہ پر واقع ہیں۔ مگر بہرحال غیر احمدی بڑی تعداد میں ہوں گے۔

۳۔ کلاسوالہ۔ یہ قصبہ پسرور سے ۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ سکھ اس کو خالی کر رہے ہیں۔ تجارت کا مرکز ہے۔

۴۔ چوہڑ منڈہ۔ یہ ہندوؤں کا گاؤں تھا۔ یہاں کافی پختہ مکانات ہیں۔ تھوڑا خرچ کرنے پر یہ قلعہ کی صورت اختیار کر لے گا۔

۵۔ کوئی اور موزون جگہ سیالکوٹ ضلع میں

نوٹ:۔ چوہڑ منڈہ۔ کلاسوالہ اس علاقہ میں واقع ہیں جہاں ارد گرد کافی احمدی آباد ہیں۔ سکھوں کے دیہات خالی پڑے ہیں۔ ضلع سیالکوٹ میں مرکز بنانے کا یہ فائدہ ہوگا کہ وہ گورداسپور کے نزدیک ہے اور وہاں کثرت سے احمدی ہیں اور زمینداروں میں احمدیت بڑی مقبول ہے۔ مرکز اگر اس جگہ ہوگا تو حفاظت اچھے طریقہ سے ہو سکتی ہے۔

۶۔ چناب کے کنارے پر جہاں سے وہ پہاڑوں سے نکلتا ہے

۷۔ راوی کے کنارے پر جہاں سے وہ شکر گڑھ تحصیل میں داخل ہوتا ہے۔

۸۔ کہوٹہ۔ ضلع راولپنڈی میں حفاظت کے لئے یہ موزوں ترین جگہ ہے۔

۹۔ چنیوٹ کے بالمقابل دریائے چناب کے پار۔ اس جگہ خیال ہے کہ کافی رقبہ گورنمنٹ سے مل سکیگا۔ یہ جگہ ہر طرح سے موزون ہے سوائے اس کے کہ احمدی ارد گرد کم ہیں۔

۱۰۔ ایک تجویز کہ جو دیہات سکھوں اور ہندوؤں نے راوی کے کنارے اور کشمیر کی سرحد کے نزدیک خالی کئے ہیں اُن میں احمدی بسائے جائیں

عزیز احمد

$۲۵ \frac{۹}{۴۷}$ "

حضرت اقدس نے مندرجہ بالا یادداشت سننے کے بعد چوہدری عزیز احمد صاحب کو ارشاد فرمایا کہ آپ فوراً علاقہ شیخوپورہ میں جاکر اراضیات وغیرہ دیکھ آئیں۔ ان دنوں شیخوپورہ کی طرف ٹرین دوسرے دن جاتی تھی اور لاریاں بند تھیں۔ اس لئے آپ نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ذریعہ

جیپ کے حصول کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ اسی دوران میں ان کی اپنے چچا زاد بھائی کرنل عطاء اللہ صاحب باجوہ سے نواب محمد دین صاحب کی کوٹھی پر ملاقات ہوئی۔ چودھری عزیز احمد صاحب اور نواب صاحب کی تحریک پر چودھری عطاء اللہ صاحب نے بخوشی اپنی جیپ پیش کر دی۔ اور اُن کو لے کر پہلے تو شیخوپورہ اور جڑانوالہ میں مختلف اراضی کا جائزہ لیا بعدازاں چنیوٹ کی طرف سے دریائے چناب کو پار کر کے جب اُس سرزمین پر پہنچے جہاں اب ربوہ آباد ہے تو انہوں نے اس خطہ کو مرکز کے لئے سب سے زیادہ موزوں قرار دیا۔ کرنل عطاء اللہ صاحب باجوہ نے ۲۴ صلح / جنوری ۱۳۲۹ ہش / ۱۹۵۰ء کو حضرت مصلح موعود کی خدمت میں اس سفر کی تفصیل میں لکھا کہ

"میرے چچا زاد بھائی چودھری عزیز احمد صاحب مرکز کی تلاش میں گئے ہوئے تھے تو میں اُن کے ساتھ تھا اور وہ قصہ اس طرح سے ہے کہ میں لائل پور سے اوکاڑہ تین دن کی چھٹی جا رہا تھا اور جب میں لاہور سے گذرا تو مجھے بھائی عزیز احمد صاحب نواب صاحب مرحوم کی کوٹھی پر ملے اور انہوں نے اور نواب صاحب نے فرمایا کہ کیونکہ میرے پاس جیپ ہے اور ٹرانسپورٹ وغیرہ ملتی نہیں اس واسطے میں ان کے ساتھ جاؤں۔ اس کے بعد میں اوکاڑہ اور منٹگمری گیا کیونکہ وہاں کام تھا اور اگلے دن رات کو نو دس بجے کے قریب بھائی محمد شریف صاحب کو لے کر واپس ۱۲ بجے رات کے قریب لاہور پہنچا۔ اور اگلے دن بھائی عزیز احمد صاحب کے ساتھ سرگودھا کی طرف چل پڑے۔ ایک صاحب جن کو حضور نے ہی اس کام کے واسطے چھانٹا تھا وہ بھی ساتھ تھے۔ ہم لوگ شیخوپورہ اور جڑانوالہ کے قریب رقبہ دیکھتے رہے اور پھر اس کے بعد سرگودھا کی طرف کو چل دیئے اور جب چنیوٹ پہنچے اور دریائے چناب نظر آیا تو میں نے بھائی صاحب کو کہا کہ ہمارا مرکز اس دریا کے پار ہونا چاہیئے۔ . . . پھر ہم لوگوں نے دریا کے شمالی کنارے کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر آگے چل دیئے اور جس جگہ سے سڑک پہاڑ کو عبور کرتی ہے اور کھلا میدان آجاتا ہے (جس جگہ پر اب ربوہ ہے) وہاں پہنچے تو بھائی صاحب اور ہم دونوں نے فوراً یہی کہا کہ یہ جگہ ہے جہاں ہمارا مرکز بننا چاہیئے۔ یہ قطعہ زمین دیکھنے کے بعد چودھری عزیز احمد صاحب نے حضرت امیرالمومنین سیدنا المصلح الموعود کی خدمت میں اپنی رائے پیش کر دی۔

راجہ علی محمد صاحب کا بیان ہے کہ

"جیسا کہ اس وقت مختلف احباب نے اطلاع بہم پہنچائی یا مشورہ دیا۔ زمین کے کئی قطعات حضور کے زیر نظر تھے۔ ان میں ایک سرزمین ربوہ اور دوسرا کڑانہ کی پہاڑیوں کے دامن میں یہ دونوں سرگودھا کی سڑک پر تھے۔ اس ربوہ والے قطعہ کے متعلق ایک موقعہ پر میں نے یہ عرض کیا کہ یہ رقبہ میرا بھی دیکھا ہوا ہے۔ ضلع جھنگ کے گذشتہ بندوبست میں میں تحصیل چنیوٹ کا تحصیلدار بندوبست تھا اور اس رقبہ سے کئی دفعہ میرا گذر ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ قطعہ زمین زراعت کے ناقابل بالکل کلّر تھور ہے جہاں صرف ایک بوٹی "لانی" کے جو اونٹوں کا چارہ ہے اور جو خود زمین کے ناقابل زراعت ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی قسم کی سبزی، درخت وغیرہ کا وہاں نشان تک نہیں۔ بعض سرمایہ داروں نے لمبی میعاد کے پٹہ پر گورنمنٹ سے یہ زمین لے کر اس کو آباد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے" [1] [2]

حضرت سیدنا المصلح الموعود کا سفر نئے مرکز کی مجوزہ زمین ملاحظہ فرمانے کیلئے

اس مایوس کن رپورٹ کے باوجود خدا تعالیٰ کے مقدس اولوالعزم خلیفہ موعود نے یہ قطعہ زمین خود ملاحظہ فرمانے کا مصمم فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ حضور پُرنور نے خاص اس مقصد کے لئے ۱۸ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/ ۱۹۴۷ء [3] کو مندرجہ ذیل خدام کے

---

[1] مشہور روایت ہے کہ ایک کروڑپتی ہندو بہادر چند نامی نے اس زمین کو قابل زراعت بنانے کے لئے ہزارہا روپیہ خرچ کر ڈالا مگر اسے ناکامی ہوئی اور وہ اس صدمہ ہی سے چل بسا۔ بہادر چند کی کھدوائی ہوئی نہر کے آثار اب بھی موجود ہیں۔

[2] "الفضل" ۷ احسان/ جون ۱۳۴۳ ہش/ ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۔

[3] اس تاریخ کی تعیین مکرم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ لائل پور کے مندرجہ ذیل نوٹ سے ہوتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"۱۹۴۷ء کی ہجرت کے بعد خاکسار رتن باغ لاہور میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہانتک مجھے یاد ہے یہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کا واقعہ ہے حضور نے مجھ سے فرمایا:۔

"کل میں وہ جگہ دیکھ کر آیا ہوں جو پہاڑیوں کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے رویاء میں دکھائی تھی" اثنائے گفتگو میں حضور نے پسند فرمایا کہ خاکسار لائل پور میں اپنا کام شروع کرے اور فرمایا کہ وہ جگہ لائل پور سے قریب ہے آپ ہم سے قریب ہوں گے۔ یہ تلطف اور یہ تعہد۔ آہ! آہ!

("الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۶۹ء (صلح ۱۳۴۸ ہش))

ساتھ سفر سرگودھا اختیار فرمایا:-

۱۔ قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب	۲۔ حضرت نواب محمد دین صاحب
۳۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد	۴۔ چوہدری اسداللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء
۵۔ راجہ علی محمد صاحب افسر مال	۶۔ شیخ محمد دین صاحب دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ

راجہ علی محمد صاحب فرماتے ہیں کہ

"رتن باغ لاہور سے صبح سویرے روانہ ہو کر تقریباً دس بجے یہ قافلہ ربوہ میں جہاں ربوہ میں اب بسوں کا اڈہ ہے وہاں پہنچا۔ وہاں حضور نے اپنی کار سے نکل کر سڑک پر کھڑے کھڑے رقبہ کا جائزہ لیا۔ بالخصوص سڑک پختہ ریلوے لائن کے درمیان اس رقبہ کے واقع ہونے کا اور اس طرح اس کی جائے وقوع پر غور فرمایا۔ پھر حضور نے سڑک کے متوازی سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پہاڑی کے پیچھے زمین کی سطح کو دیکھنے کا خیال کیا اور پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا لیکن اس کی نصف بلندی تک پہنچ کر فرمایا کہ میں کمزوری محسوس کرتا ہوں اور اُوپر نہیں جا سکتا۔ اور نیچے اُتر آئے مگر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور مکرم و محترم مولوی عبدالرحیم صاحب درد رضی اللہ عنہما جو حضور کے ساتھ اُوپر چڑھ رہے تھے چوٹی پر پہنچے اور آکر پہاڑی کے پیچھے جو زمین کی صورت تھی۔ اس کا حضور سے ذکر کیا۔ بعد ازاں سڑک پر تھوڑی دور سرگودھا کی طرف سے آگے چل کر سڑک پر پانی پینے کے ہینڈ پمپ سے خود چُلو میں پانی لے کر چکھا اور فرمایا کہ پانی تو خاصا اچھا ہے۔ وہاں سے روانہ ہو کر احمد نگر کے بالمقابل سڑک پر اپنی موٹر سے نکل کر نزدیک ہی ایک کنوئیں کے قریب درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور تمام ہمراہی احباب کے حلقہ میں احمد نگر کے چند غیر احمدی معززین سے جو وہاں آگئے تھے مخاطب ہوئے بالخصوص وہاں کے نمبردار چوہدری کرم علی صاحب سے (جو فوت ہو چکے ہیں) دریافت فرمایا کہ دریائے چناب میں سیلاب کے پانی کی زد کی حد کہاں تک ہے۔ نمبردار نے عرض کیا کہ سیلاب کا پانی تو یہاں تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ آیا وہ رقبہ جہاں اب ربوہ آباد ہے سیلاب کی زد میں ہے۔ اس پر نمبردار مذکور نے کہا کہ وہاں تو پانی صرف ایسی صورت میں پہنچے گا کہ جب سیلاب کے پانی کی بلندی اس درخت کی جس کے نیچے حضور کھڑے

تھے جھکی ہوئی شاخوں کو چھوئے گی۔ ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے تھوڑی دیر اور وہاں گفتگو فرمائی اور پھر سرگودھا کی طرف سفر شروع کیا۔ موٹر میں بیٹھے کرانہ پہاڑیوں کے دامن میں جو کھلا میدان ہے اس کا جائزہ لیا۔ سرگودھا پہنچ کر محترم چوہدری عزیز احمد صاحب سب جج کی کوٹھی پر جو اُن دنوں وہاں تعینات تھے دوپہر کا کھانا تمام ہمراہی احباب سمیت تناول فرمایا۔ یہ کھانا حضرت نواب چوہدری محمد دین صاحب پکوا کر اپنے ہمراہ موٹر میں لے گئے تھے اس کے بعد نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں اور بعد نماز جلدی لاہور کو روانہ ہو کر قریباً شام کے وقت واپس لاہور پہنچ گئے" [1]

حضرت سیدنا المصلح الموعود کی زبانِ مبارک سے اس تاریخی سفر کے حالات

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے ۱۰/تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء کو اپنی زبان مبارک سے اس تاریخی سفر کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:-

"ہم سات آٹھ مہینے سے کوشش کر رہے تھے کہ ایک جگہ لی جائے جہاں قادیان کی اُجڑی ہوئی آبادی کو بسایا جائے۔ یہ تجویز ستمبر ۴۷ء میں ہی کر لی گئی تھی اور اس خواب کی بناء پر جو مَیں نے ۱۹۴۱ء میں دیکھی تھی کہ مَیں ایک جگہ کی تلاش میں ہوں جہاں جماعت کو پھر جمع کیا جائے اور منظّم کیا جائے۔ ہم نے یہاں پہنچتے ہی ضلع شیخوپورہ میں کوشش کی۔ پہلے ہماری یہ تجویز تھی کہ ننکانہ صاحب کے پاس کوئی جگہ لے لی جائے تا سکھوں کو یہ احساس رہے کہ اگر انہوں نے قادیان پر جو احمدیوں کا مرکز ہے حملہ کیا تو احمدی بھی ننکانہ صاحب پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اس خیال کے ماتحت مَیں نے قادیان سے آتے ہی آٹھ نو دن کے بعد بعض دوستوں کو ہدایات دے کر ضلع شیخوپورہ بھجوا دیا تھا۔ وہاں ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی زمینوں کے متعلق ان کے ایجنٹوں سے بات چیت بھی کر لی گئی تھی اور بعض لوگ زمین دینے پر رضامند بھی ہو گئے تھے۔ لیکن جب اس کا گورنمنٹ کے افسران سے ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا۔ گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی جائداد فروخت نہ کی جائے۔ ہم نے انہیں کہا ہم بھی ریفیوجی ہیں اس لئے کسی غیر کے پاس زمین فروخت

---

[1] "الفضل" ۷/احسان/جون ۱۳۴۳ ہش/۱۹۶۴ء صفحہ ۵

کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ ایسا کرنے میں غلط فہمی ہو سکتی ہے اس لئے یہ زمین قیمتاً نہیں دی جا سکتی۔ اسی دوران میں بعض احمدیوں[1] نے یہ خیال ظاہر کیا کہ سکھوں میں ایک طبقہ حد سے زیادہ جوش والا ہے اس لئے بجائے اس کے کہ اس تجویز سے فائدہ ہو ایسے لوگ زیادہ شرارت پر آمادہ ہو جائیں۔ ایک دوست نے یہ بھی کہا۔ آپ نے خواب میں جو جگہ دیکھی تھی وہ جگہ تو پہاڑیوں کے بیچ میں تھی اور یہ جگہ پہاڑیوں کے بیچ میں نہیں ہے[2]۔ میں نے ایک جگہ دیکھی ہے جو آپ کے خواب کے زیادہ مطابق ہے۔ چنانچہ پارٹی تیار کی گئی اور میں بھی اس کے ساتھ موٹر میں سوار ہو کر گیا۔ وہ جگہ دیکھی واقعہ میں وہ جگہ ایسی ہی تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ میں نے خواب میں جو جگہ دیکھی تھی اس میں سبزہ تھا اور یہاں سبزہ کی ایک پتی بھی نہ تھی۔ یہ جگہ اونچی ہے اور نہر کا پانی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے ایک گاؤں کے زمیندار سے پوچھا کہ آیا کسی وقت سیلاب کا پانی اس جگہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں اور ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس کے نیچے ہم کھڑے تھے کہا کہ اگر پانی اس درخت کی چوٹی تک پہنچ جائے تب اس جگہ تک پانی پہنچ سکتا ہے۔ اب حال میں جو سیلاب آیا ہے اس کا پانی بھی اس جگہ سے نیچے ہی رہا ہے اور اس جگہ تک نہیں پہنچ سکا۔ لیکن ہم نے سمجھا کہ اگر کوشش کی جائے تو شاید یہاں بھی سبزہ ہو سکتا ہے۔"[3]

ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع جھنگ کے نام خرید اراضی کیلئے درخواست

یہ جگہ (ایک خفیف سے فرق کے ساتھ) چونکہ حضور کی پانچ سال قبل کی خواب سے بالکل ملتی جلتی تھی اس لئے حضور کی ہدایت پر ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے ڈپٹی کمشنر

---

[1] یہ رائے سید ظہور احمد شاہ صاحب (انڈین ڈیری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بنگلور سابق مبلغ نجی) کی تھی جس کا اظہار انہوں نے اپنے مکتوب (محررہ ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء) میں کیا۔ حضرت اقدسؓ نے اس خط کے جواب میں فرمایا "ننکانہ کا خیال چھوڑ دیا ہے اس خیال سے جو آپ نے لکھا ہے" اس خط پر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری رتن باغ لاہور کی طرف سے روانگی کی تاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء درج ہے۔

[2] حضرت المصلح الموعود نے یہ خواب ۱۲ فتح/دسمبر ۱۳۲۰ ہش/۱۹۴۱ء کے خطبہ جمعہ (مطبوعہ "الفضل" ۲۱ فتح/دسمبر ۱۳۲۰ ہش/۱۹۴۱ء) میں بیان فرمائی تھی جس کی تفصیل "تاریخ احمدیت" جلد نہم (صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۶) میں گذر چکی ہے۔

[3] "الفضل" ۲۸ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔

صاحب جھنگ کی خدمت میں انگریزی میں ایک درخواست[1] دی گئی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے :۔

"رتن باغ۔ لاہور

۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

محترم جناب ڈپٹی کمشنر صاحب

ضلع جھنگ

جناب عالی!

قادیان (مشرقی پنجاب) کا قصبہ جماعت احمدیہ کا مرکز ہے اور اس لحاظ سے بیحد اہمیت رکھتا ہے کہ اس کی شاخیں تقریباً تمام دُنیا میں قائم ہیں۔ جماعت احمدیہ کی نیت یہی تھی کہ باوجود ملک کی تقسیم کے قادیان ہی جماعت کا مرکز رہے۔ لیکن سکھوں کے متواتر حملے اور ان حملوں میں ہندوستانی فوج اور پولیس کی امداد کی وجہ سے قادیان کے اکثر باشندوں کو بالجبر اور بالاکراہ اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ ادھر ہندوستانی فوج کے احکامات کے تحت جماعت احمدیہ کے ڈگری کالج، ہائی سکول اور جامعہ احمدیہ کی عمارات کو خالی کرایا گیا۔ ڈگری کالج کی عمارت کو سکھ نیشنل کالج کی تحویل میں دے دیا گیا اور نور ہسپتال کی عمارت کو بھی بالجبر خالی کرایا گیا۔ ان اقدامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً دس ہزار سے زائد آبادی کو اپنے آبائی گھروں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ قادیان کی یہ آبادی ان ہزارہا باشندوں کے علاوہ تھی جو مقامی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر ترکِ وطن پر مجبور ہوئے تھے۔

جناب! قادیان کے یہ ہزاروں باشندے اپنا تمام اثاثہ اور گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ان میں تمام پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اہلِ علم بھی ہیں، انجنیئر بھی اور تاجر اور مزدور طبقہ کے علاوہ اہلِ فن اور حرفت و صنعت کے ماہر بھی۔ آج جماعت کو ضرورت ہے کہ انہیں آباد کرنے کے لئے ایک ایسا خطہ حاصل کیا جاوے جہاں پہلے تو ابتدائی رہائش گاہیں تعمیر ہوں اور پھر انہیں پختہ رہائش گاہوں میں تبدیل کر کے ایک قصبہ کی شکل دے دی جائے۔

---

[1] یہ درخواست ۱۷ اکتوبر کو یعنی ایک دن پہلے ہی ٹائپ کرائی گئی تھی۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ دریائے چناب کے نزدیک چنیوٹ سرگودھا سڑک پر ''چک ڈھگیاں'' کے نام سے ایک قطعہ اراضی موجود ہے جس کا رقبہ ۱۵۰۶ ایکڑ ہے۔ اس میں سے ۴۷۲ ایکڑ کا رقبہ تو ''غیر ممکن'' کہلاتا ہے یعنی اس میں آبادی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس میں ریلوے لائن، بڑی سڑک اور پہاڑیوں کے علاقے شامل ہیں۔ بقیہ رقبہ ۱۰۳۴ ایکڑ بھی اس قسم کا ہے کہ وہ زراعت کے ناقابل ہے البتہ اس میں مکانات وغیرہ تعمیر ہوسکتے ہیں۔ یہ زمین اب تک کسی فرد کی زیر ملکیّت نہیں۔ اور نہ ہی کبھی یہ زرعی علاقہ سمجھا گیا ہے۔

ہماری درخواست یہ ہے کہ یہ قطعہ اراضی صدر انجمن احمدیہ کو دے دیا جاوے۔ ہوسکتا ہے کہ اس خطّے کے ملحقہ علاقے کو بھی بعد میں حاصل کرلیا جاوے مگر اس کے لئے پھر درخواست پیش کی جاوے گی۔ فی الحال ہمیں اپنے وسیع نظام کو مرکوز کرنے کے لئے اور اپنے دفاتر اور انجمن کی متعدد شاخوں کو یکجائی طور پر ایک مرکز سے منسلک کرنے کے لئے ایک ایسے خطے کی ضرورت ہے جسے مرکزی حیثیت حاصل ہو۔

خاکسار آپ کا خادم

(دستخط) محمد عبداللہ خاں

ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان

منشی محمد دین صاحب نے یہ درخواست اسی روز (۱۸/اخاء/اکتوبر) کو بنگلہ لالیاں میں ڈپٹی کمشنر صاحب جھنگ (چوہدری مشتاق احمد صاحب چیمہ) کی خدمت میں پیش کردی۔ چنانچہ وہ تیسرے روز ایک جیپ پر سپرنٹنڈنٹ پولیس صاحب اور شیخ محمد دین صاحب کے ساتھ اراضی دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور تحصیلدار صاحب کو موقعہ کا نقشہ شامل کرکے رپورٹ کرنے کا حکم دیا۔ آخر کاغذات مکمل ہوکر ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں پہنچے جو انہوں نے سفارش کے ساتھ کمشنر صاحب کو بھجوا دیئے جہاں سے فنانشل کمشنر (جناب اختر حسین صاحب) کی خدمت میں بغرض منظوری پہنچے۔ ریونیو منسٹر نے بعض اعتراضات کے ساتھ یہ سب کاغذات واپس کردیئے۔ ازاں بعد جوابات کی تکمیل پر یہ کیس دوبارہ ریونیو منسٹر کے دفتر میں پہنچا اور بالآخر ایک طویل کشمکش کے بعد ۱۱/ماہ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو حکومت پنجاب سے حسب ذیل الفاظ میں زمین دیئے جانے کی منظوری ملی۔

"The Proposed sale against a price of Rs. 10/- per acre was approved in principle. It was however directed that the town planners should examire the entire building plans of the purchaser particularly with a view to see that plenty of room is left for the widening of through road."

ترجمہ:- دس روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے مجوزہ فروخت اصولی طور پر منظور کی گئی۔ تاہم یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ ٹاؤن پلینز کو چاہیئے کہ خریدار کے تمام تعمیری (عمارتی) منصوبہ کا اچھی طرح ملاحظہ کریں خصوصاً اس نظریہ کے تحت کہ سڑکوں کو کشادہ رکھنے کے لئے کافی جگہ چھوڑی گئی ہے۔

حکومت پنجاب کے اس فیصلہ کی باقاعدہ اطلاع اے۔جی رضا ڈپٹی سیکرٹری ڈویلپمنٹ کی طرف سے بتاریخ ۲۲ر جون ۱۹۴۸ء کمشنر صاحب ملتان کو بھجوائی گئی جہاں سے ڈپٹی کمشنر کو اطلاع پہنچی۔ سیّدنا المصلح الموعود اس کام میں ایک ایک منٹ کی دیر کو خطرناک سمجھتے تھے اور دراصل یہ آپ ہی کی خصوصی توجہ اور دُعا کا نتیجہ تھا کہ یہ کوششیں بارآور ہوئیں ورنہ حالات قدم قدم پر سخت مخدوش تھے۔ حضور کے بعد اس مقصد کی تکمیل میں جس بزرگ نے کمال سرفروشانہ جدوجہد کی وہ حضرت نواب محمد دین صاحب تھے۔ جنہیں خود حضرت سیّدنا المصلح الموعود نے یہ کام سونپا تھا۔ آپ کے علاوہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب، حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ، راجہ علی محمد صاحب سابق افسر مال، ملک عمر علی صاحب کھوکھر رئیس ملتان، شیخ محمد دین صاحب مختار عام اور عبدالغنی صاحب ہیڈ کلرک بندوبست جھنگ (سابق امیر جماعت مگھیانہ) کی مساعی جمیلہ کا بھی نمایاں عمل دخل رہا۔

خرید اراضی کیلئے دفتری کارروائی کی تفصیلات سیّدنا المصلح الموعود کے الفاظ میں

اراضی مرکز کی خرید کے لئے کیا کیا دفتری کارروائی کی گئی؟ اُس کی تفصیلات حضرت سیّدنا المصلح الموعود نے ۱۰ر تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش ۱۹۴۸ء کو حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمائی:-

"ہم نے گورنمنٹ سے اس کے خریدنے کی درخواست کی اور اس سے کہا کہ آخر آپ نے ہمیں کوئی جگہ دینی ہی ہے اور کہیں بسانا ہی ہے۔ اگر یہ جگہ ہمیں مل جائے تو جتنے احمدی یہاں بس جائیں گے ان کا بوجھ گورنمنٹ پر نہیں پڑے گا۔ قادیان کے باشندوں کو اگر کسی اور جگہ آباد کیا جائے تو انہیں بنی بنائی جگہیں دی جائیں گی۔ لیکن اگر وہ یہاں بس جائیں تو کروڑوں کی جائیداد بچ جائے گی جو دوسرے مہاجرین کو دی جاسکتی ہے۔ قادیان میں دو ہزار سے زائد مکانات تھے جن میں بعض پچاس ہزار کے تھے اور بعض لاکھ دو لاکھ کے تھے۔ لیکن اگر پانچ ہزار روپے فی مکان بھی قیمت لگائی جائے تو ایک کروڑ کے مکانات قادیان میں تھے اور یہ قیمت صرف مکانوں کی ہے، زمین (کی قیمت) اس سے الگ ہے۔ زمین کی قیمت اس وقت دس ہزار روپے فی کنال تک پہنچ گئی تھی اور پانچ سو ایکڑ کے قریب زمین مکانوں کے نیچے تھی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ چالیس ہزار کنال زمین پر مکانات بنے ہوئے تھے۔ اگر پانچ ہزار روپے فی کنال بھی قیمت لگا دی جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ دو کروڑ کی زمین تھی جس پر مکانات بنے ہوئے تھے۔ گویا تین کروڑ کے قریب مالیت کے مکانات قادیان والے چھوڑ کر آئے ہیں۔ اگر لاہور، لائل پور، سرگودھا وغیرہ اضلاع میں قادیان کے لوگوں کو بسایا جائے تو پھر وہاں زمین اور مکانات کی قیمتیں قادیان کی زمین اور مکانات سے بڑھ کر ہوں گی۔ اگر احمدیوں کو یہ جگہ دے دی جائے اور وہ وہاں بس جائیں تو قریباً چار کروڑ کی جائیداد بچ جاتی ہے جو دوسرے لوگوں کو دی جاسکتی ہے۔ انہوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور کہا کہ قاعدہ کے مطابق اسے گزٹ میں شائع کرنا ہوگا اور وعدہ کیا کہ وہ نومبر یا دسمبر میں اسے شائع کر دیں گے۔ مگر جب جنوری میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہم بھول گئے ہیں۔ ہم نے کہا یہ آپ کا قصور ہے۔ ہمارے آدمی آوارہ پھر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا خواہ کچھ بھی ہو، بہرحال اسے شائع کرنا ضروری ہے تا معلوم کیا جائے کہ اس زمین کا کوئی دعویدار ہے یا نہیں۔ اس کے بعد کہہ دیا گیا جب تک کاغذات کمشنر کی معرفت نہ آئیں کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ ایک مہینہ میں کاغذ کمشنر کے پاس سے ہو کر پہنچے اور اس طرح مارچ کا مہینہ آگیا۔ پھر کہا گیا کہ ان کاغذات پر قیمت کا اندازہ نہیں لکھا

گیا اس لئے ہم کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ پھر دوبارہ کاغذات مکمل کر کے بھیجے گئے۔ پھر افسر مقررہ نے ایک مہینہ بعد تعمیل کی۔ پھر اپریل میں قیمت لگائی گئی۔ پھر یہ سوال اُٹھایا گیا کہ کاغذات منسٹری کے پاس جائیں۔ ہم نے کہا کہ یہ کام تو فنانشل کمشنر صاحب خود کر سکتے ہیں۔ مگر کہا گیا کہ یہ کام چونکہ اہم ہے اس لئے کاغذات کا منسٹری کے پاس جانا ضروری ہے۔ کاغذات منسٹری کے پاس بھیجے گئے۔ منسٹری نے کہا۔ ابھی ان پر غور کرنے کے لئے فرصت نہیں۔ آخر ایک لمبے انتظار کے بعد جون میں فیصلہ ہوا اور زیادہ سے زیادہ جو قیمت ڈالی گئی وہ وصول کی گئی۔ یہ واقعات میں نے اس لئے بتائے ہیں کہ گورنمنٹ کے افسران نے ہمارے ساتھ کوئی محابا نہیں کیا بلکہ ان میں سے بعض کی غفلت کی وجہ سے ہم سال بھر تک اُجڑے رہے۔ اب جگہ ملی ہے۔ صرف ایک کسر باقی ہے۔ اگر وہ دُور ہو گئی تو جلد آبادی کی کوشش کی جائے گی۔[1]

قیمت اراضی کا ادخال اور رجسٹری

اراضی کی خرید کے بارے میں تمام مراحل طے ہونے کے بعد اس کی قیمت کے ادخال اور رجسٹری کرانے کے معاملات اوّلین توجہ کے محتاج تھے۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ نے بھی اس کی طرف خصوصی توجہ دی اور ۲۲ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو زمین کی قیمت اور اخراجات رجسٹری وغیرہ کے لئے فوری طور پر بارہ ہزار (12,000) روپے چوہدری عبدالباری صاحب مختار عام صدر انجمن احمدیہ کو ادا کر دیئے جنہوں نے ۲۷ احسان/جون کو جھنگ جا کر زمین کی قیمت داخل خزانہ سرکار کرا دی۔ بعد ازاں سرکاری سند پر فنانشل کمشنر، اسسٹنٹ سیکرٹری اور ڈپٹی کمشنر کے دستخط بھی کرائے اور یوں سرکاری سند کی رجسٹری مکمل ہوئی۔

اخبارات میں گمراہ کن پراپیگنڈا

اگرچہ رجسٹری تو عام دفتری روایات کے برخلاف بہت جلد ہو گئی مگر زمین کا قبضہ دیئے جانے میں متعلقہ حکام کی طرف سے ناواجب تاخیر ہونے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیچیدگیوں اور دشواریوں کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور وہ اس طرح کہ پنجاب کے بعض اخبارات (آزاد، احسان، مغربی پاکستان اور زمیندار) نے احمدیوں کے ہاتھوں اس رقبہ اراضی کی فروخت پر سخت نکتہ چینی شروع کر دی بلکہ یہانتک لکھا کہ کئی لوگ اس زمین کو پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے خریدنے پر تیار تھے مگر حکومت نے دس روپے فی ایکڑ پر اتنا بڑا رقبہ احمدیوں کے حوالہ کر دیا ہے۔

---

۱ "الفضل" ۲۸ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔

جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ کا تردیدی بیان

جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ نے اس غلط پراپیگنڈا کی تردید میں ۴ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو حسب ذیل بیان جاری کیا:-

"اخبار "زمیندار" نے اپنی اشاعت یکم اگست ۱۹۴۸ء میں احراری اخبار "آزاد" کے حوالہ سے ایک مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو اراضی جماعت احمدیہ نے چنیوٹ کے قریب دس روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے خریدی ہے اس اراضی کو بعض لوگ پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے خریدنے کے لئے تیار تھے۔ سو اگر یہ درست ہے تو واقعی حکومت کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز گورنمنٹ کے اس نقصان کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے حضور نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ میں یہ پریس کمیونک جاری کروں کہ ہم یہ رقبہ جو ۱۰۳۴ ایکڑ ہے مندرجہ بالا پیش کردہ قیمت پر فروخت کرنے کو تیار ہیں اور علاوہ ازیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس رقم کا (جو پندرہ لاکھ اور اکاون ہزار روپیہ بنتی ہے) وصول ہوتے ہی ایک ایک روپیہ فوراً حکومت پاکستان کے خزانے میں داخل کرا دیں گے۔

اخیر میں ہم پاکستان کے شہریوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اس معاملہ کے متعلق اخبار "آزاد" کا لفظ لفظ کذب بیانی پر مبنی ہے۔" [1]

حکومت مغربی پنجاب کا اعلان

حکومت مغربی پنجاب نے بھی مندرجہ بالا بیان کی تائید میں ایک سرکاری اعلان شائع کیا جو بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

"احمدیوں کو دس روپے فی ایکڑ کے بھاؤ بنجر زمین دی گئی ہے

یہاں قادیان کے خانماں ویران لوگ آباد ہوں گے حکومت کا اعلان

لاہور۔ سرکاری اطلاع۔ ۲۸ اگست۔ بعض اخبارات میں ایک خبر چھپی ہے جس میں اس بات پر نکتہ چینی کی گئی ہے کہ حکومت مغربی پنجاب نے ۱۰۳۴ ایکڑ زمین ضلع جھنگ میں چنیوٹ کے قریب جماعت احمدیہ کے ہاتھ دس روپے فی ایکڑ کے حساب سے بیچی۔ الزام یہ ہے کہ تقسیم

---

[1] "الفضل" ۴ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۱

سے پہلے بعض مسلم انجمنیں اس زمین کو پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے خریدنا چاہتی تھیں۔ یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ جب ضلع وار آبادکاری کی تجویز کو منظور نہیں کیا گیا تو احمدیہ جماعت کو یہ موقع کیوں دیا گیا ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے کو اپنی کالونی بنالے۔

یہ رپورٹ گمراہ کن اور اصلیت سے دور ہے۔ جس زمین کے متعلق یہ اعتراض کیا گیا ہے وہ بنجر ہے اور عرصہ دراز سے اسے زراعت کے ناقابل سمجھا گیا ہے . . . . اسے جماعت احمدیہ کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے حکومت نے اس کا اشتہار اخبارات میں دے دیا تھا اور پورے ایک مہینہ تک کسی شخص نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

جہاں تک قیمت کا تعلق ہے حکومت کو آجتک پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ اس زمین کی قیمت کسی فرد یا کسی جماعت کی طرف سے پیش نہیں کی گئی۔ چونکہ ابھی تک سکونتی اغراض کے لئے زمین بیچنے کی کوئی نظیر موجود نہیں تھی اس لئے حکومت نے اس کے لئے وہی شرح مقرر کی جو حکومت کے محکموں کے لئے ہے۔

جماعت احمدیہ اس علاقے میں ایک نئی بستی آباد کرنا چاہتی ہے جس میں قادیان کے اُجڑے ہوئے لوگ آباد ہوں گے۔ ان کا خیال ہے کہ یہاں سکول ہوں، کالج ہوں، مذہبی مدارس ہوں اور صنعتی ادارے ہوں۔ ان کی یہ تجویز کسی صورت میں بھی ان وجوہ سے نہیں ٹکراتی جن کی بنا پر حکومت نے مہاجرین کی ضلع وار آبادی کی تجویز کو مسترد کر دیا ہے، جو صوبے کے ایک بڑے علاقے میں بسائے جا چکے ہیں۔" [1]

سیدنا المصلح الموعود کی خصوصی توجہ سے اراضی پر باضابطہ قبضہ

چونکہ اراضی مرکز کا معاملہ پریس کا موضوع بن چکا تھا اس لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کو اس معاملہ میں پہلے سے بھی زیادہ فکر و تشویش پیدا ہو گئی۔ چنانچہ حضور نے ۲ ظہور / اگست ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ سے ناظر اعلیٰ کے نام تار دیا کہ بذریعہ ایکسپریس تار اطلاع دی جائے کہ قبضہ مل چکا ہے یا نہیں۔ جواباً عرض کیا گیا کہ تحصیلدار صاحب چنیوٹ نے چودھری عبد الباری صاحب کو بتاریخ ۴ ر اگست ۱۹۴۸ء قبضہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس پر حضور نے بذریعہ تار ارشاد فرمایا:۔

---

[1] اخبار "انقلاب" لاہور ۳۱ ر اگست ۱۹۴۸ء صفحہ ۶ کالم ۲-۳ ٭

"I dont believe in these promises. Anjman neglected its duty."

یعنی مجھے ان وعدوں پر قطعاً اعتماد نہیں۔ انجمن نے اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی کی ہے

چوہدری عبدالباری صاحب مختارعام جو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے اس کام پر متعین تھے پہلے بھی تین بار چنیوٹ اور جھنگ جا کر قبضہ لینے کے لئے دوڑ دھوپ کر چکے تھے مگر کوئی عملی نتیجہ ظاہر نہ ہوا تھا۔ لیکن اب جو حضور کا تار پہنچا تو خدا کے فضل و کرم اور حضورؓ کی دُعاؤں اور توجہ روحانی کی بدولت ۸ ظہور/ اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان حکومت سے زمین کا قبضہ لینے میں کامیاب ہوگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

بالآخر راجہ علی محمد صاحب سابق ناظر بیت المال کا ایک قیمتی نوٹ جس سے حضرت مصلح موعود کی خرید اراضی کے بارے میں غیر معمولی سرگرمی اور پُرجوش جد و جہد کا پتہ چلتا ہے ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"اس رقبہ کے حصول کے لئے حضور کی سرگرمی اور گرمجوشی کا بیان کرنا میری قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ہم میں سے بعض یہ خیال کرتے تھے، کہ جس کام کا ارادہ حضور کرلیں آپ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس وقت تمام فکر و تدبیر مشغولیت و مصروفیت اور حضور کی ہمہ تن توجہ اس کام کے لئے وقف شدہ معلوم ہوتی تھی لیکن جلدی بعد میں جب آنے والے واقعات نے ہماری آنکھیں کھولیں تو حضور کی عجلت پسندی اور فکر اور گرمجوشی ہمارے لئے دست غیب کا ایک کرشمہ تھا جو حضور کے ہاتھ پر ظاہر ہوا کیونکہ اس کے بعد بہت جلدی جماعت احمدیہ کے خلاف تعصب، بغض و عناد اور حسد اور نفرت کا لاوا اندر ہی اندر پکنا شروع ہوگیا۔ اور جوں جوں دن گذرتے گئے جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمدردی اور خیرسگالی کا جذبہ جو قادیان اور اس کے گرد و نواح میں مُسلمانوں کی حفاظت کے لئے احمدیوں کے مثالی مومنانہ ایثار اور استقلال کی وجہ سے پیدا ہوا تھا وہ افتراء و کذب بیانی اور منافرت کے لاوا میں دبتا گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہماری ہر بات کو ناکام کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ ایسے حالات میں کوئی یہ خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ربوہ کی سرزمین کا حاصل کرنا

ہمارے واسطے ممکن ہو گا۔ ربوہ کی زمین کا اس طرح حاصل ہونا ایک معجزہ ہے جو اور جس طرح کی کوشش ان دنوں حضور نے کی اس میں ایک گھنٹہ کی غفلت بھی مقصد کی کامیابی میں دنوں کا التواء اور دنوں کی غفلت مہینوں کا التواء ثابت ہوتی۔ اور چند مہینوں کی غفلت تو غالباً اصل مقصود اور مدّعا اور اس کے لئے جو اقدام کیا گیا تھا یہ سب ایک کوشش منفی ثابت ہوتی۔ پس ربوہ مرکز ثانی کا وجود ایک معجزہ ہے جو حضرت موعود اولوالعزم اور مُصلح اور امام ربانی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔"[1]

---

[1] "الفضل" ۷ ؍احسان ؍جون ۱۳۴۳ ہش / ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

دُوسرا باب

حضرت المصلح الموعود کی راہنمائی پاکستان کے داخلی مسائل میں

کشمیر و فلسطین کے معاملات میں مخلصانہ مشورے

جماعتِ احمدیہ کیلئے بعض خاص ہدایات

قادیان میں دورِ درویشی کا آغاز

مرکزی درسگاہوں کا احیاء

"پاکستان کا مستقبل" کے موضوع پر معلومات افزا اور فاضلانہ لیکچر

اور ملک کے ممتاز علمی طبقہ کے تاثرات

قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسے

فصل اوّل

پاکستان کے اہم داخلی مسائل میں سیّدنا المصلح الموعود کی راہ نمائی اور مخلصانہ مشورے

پاکستان کی نوزائیدہ مسلمان مملکت معرض وجود میں آتے ہی سینکڑوں ہزاروں داخلی و خارجی الجھنوں میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس نازک موقعہ پر حضرت سیّدنا المصلح الموعود پاکستان کی خدمت کا عظیم مقصد لے کر میدان عمل میں اُترے اور آپ نے اس کی مضبوطی اور استحکام کے لئے اسی زور و شور اور شدّ و مدّ سے خدمات انجام دینا شروع کر دیں جس طرح حضور نے اور حضور کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے قیام پاکستان کے جہاد میں نمایاں اور سرگرم حصہ لیا تھا۔

سب سے اوّل ضرورت اس امر کی تھی کہ ملک کے پیش آمدہ مسائل میں اسلامی تعلیم اور ملکی تقاضوں کی روشنی میں ارباب حلّ و عقد کی بروقت رہنمائی کی جائے اور اُن کو مخلصانہ مشورے دیئے جائیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے حضور نے ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء کے "الفضل" میں بہت سے قیمتی اداریئے سپرد قلم فرمائے جو حضور کی فراست و بصیرت اور علمی و سیاسی ذہانت کا شاہکار ہیں۔ ہم ذیل میں بطور نمونہ ان تاریخی اداریوں میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:۔

انڈونیشیا، ایبے سینیا اور سعودی حکومت سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی تحریک

۱۔ حضرت سیدنا المصلح الموعود نے حکومت پاکستان کو تحریک فرمائی کہ اسے انڈونیشیا، ایبے سینیا اور سعودی حکومت سے فوری طور پر سفارتی تعلقات قائم کرنے چاہئیں چنانچہ تحریر فرمایا کہ

"بہت سے ضروری ممالک جن سے فوراً پاکستان کا تعلق قائم ہو جانا چاہیئے تھا ان سے اب تک تعلق قائم نہیں ہو سکا اور شاید پاکستانی حکومت کے ذمہ داروں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بعض طریقے ایسے بھی ہیں کہ بہت کم خرچ سے بیرونی ممالک سے تعلق قائم کئے جا سکتے ہیں۔

اس وقت ہم تین ملکوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے پاکستان کے سیاسی تعلقات فوراً قائم ہو جانے چاہیئے تھے اور جن کی طرف حکومت پاکستان کو فوری توجہ دینی چاہیئے تھی

مگر ایسا نہیں ہوا۔ یہ ملک انڈونیشیا، ایبے سینیا اور سعودی عرب ہیں۔ انڈونیشیا دوسرا بڑا اسلامی ملک ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی چھ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ پھر اس کا مقام وقوع ایسی جگہ پر ہے کہ اس کے تعلقات آئندہ پاکستان کی ترقی اور حفاظت میں بہت کچھ ممد ہو سکتے ہیں۔ لیکن جبکہ ہندوستان یونین اس کے ساتھ تعلق بڑھا رہی ہے پاکستان حکومت نے اب تک پوری جد وجہد سے کام نہیں لیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان کو مسلمان سے پیار ہے اور وہ ایک دوسرے سے ہمدردی رکھتے ہیں لیکن سیاسی معاملات کچھ ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ دوست دشمن بن جاتے ہیں اور دشمن دوست بن جاتے ہیں اور صرف مذہبی اتحاد کو سیاسی اتحاد کا پورا ذریعہ نہیں بنایا جا سکتا۔ . . . دوسری خبر اسی سلسلہ میں ہمیں یہ ملی ہے کہ اب تک سعودی عرب سے بھی تعلقات پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ حالانکہ سعودی عرب وہ ملک ہے جس میں ہمارا مقدس مقام مکہ مکرمہ اور ہمارا قبلہ گاہ بیت اللہ اور ہمارے آقا کا مقام ہجرت اور مدفن مدینہ منورہ واقعہ ہیں۔ ہم خواہ کسی مذہب اور فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں ہم اُن مقامات کی طرف سے اپنی نظریں نہیں ہٹا سکتے اور جس حکومت کے ماتحت بھی یہ مقامات ہوں اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہمارا ضروری فرض ہے کیونکہ مسلمانوں کا حقیقی اتحاد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے . . . .

تیسری شکایت ہمیں یہ پہنچی ہے کہ ایبے سینیا میں ہندوستان کی آزادی کا دن منایا گیا اور ہندوستانی جھنڈے تقسیم کئے گئے اور خوشی سے ایبے سینیا کے لوگوں نے ہندوستانی جھنڈے لہرائے لیکن پاکستان کی آزادی کا دن نہ منایا گیا اور نہ پاکستان کے جھنڈے وہاں لہرائے گئے۔ ایبے سینیا کے شاہی خاندان کا ایک حصہ مسلمان ہے۔ اور بعض زبردست فوجی قبائل بھی مسلمان ہیں۔ وہ اس نظارہ کو دیکھ کر بہت مایوس ہوئے اور ایبے سینیا کے ہندوستانی ڈاکٹر جو اتفاقاً احمدی ہے سے پوچھا کہ یہاں پاکستانی جھنڈے کیوں نہیں آئے اور پاکستان کی طرف سے ہم لوگوں کو خوشی میں شامل ہونے کا موقع کیوں نہیں دیا گیا۔ وہ سوائے افسوس کے اور کیا کر سکتا تھا۔ اب اس نے پاکستان کو لکھا

ہے۔ کچھ پاکستانی جھنڈے بھجوا دیئے جائیں تاکہ وہ مسلمانوں میں تقسیم کئے جائیں اور اس نمونہ پر وہ اپنے لئے جھنڈے بنوالیں کیونکہ ایبے سینیا کے مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ بھی پاکستان کی خوشی میں شامل ہوں۔

ایبے سینیا گو حکومت کے لحاظ سے عیسائی ہے۔ اس کو تین عظیم الشان حیثیتیں حاصل ہیں۔ ایک یہ کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایبے سینیا نے ہجرت اُولیٰ کے مسلمانوں کو پناہ دی تھی اور اس وقت کا بادشاہ مسلمان بھی ہوگیا تھا اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بادشاہ اور اس کی قوم کے لئے خاص طور پر دُعا فرمائی تھی۔ آجتک رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط اس ملک میں محفوظ چلا آتا ہے۔ دوسرے ایبے سینیا کے شاہی خاندان کا ایک حصّہ مسلمان ہے۔ کبھی کبھی وہ غالب آکر اس ملک میں اسلامی حکومت بھی قائم کر دیتا ہے۔ ایبے سینیا اپنے معدنی اور دوسرے ذرائع کی وجہ سے اور اپنے ملک کی وسعت کی وجہ سے اور اپنے مقام وقوع کی وجہ سے حیثیت رکھتا ہے کہ اگر کسی وقت وہاں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو وہ اسلامی سیاست کی تقویت میں بہت بڑی ممد ثابت ہوگی۔" [1]

پاکستانی فوج میں اضافہ اور اس کی راہنمائی کیلئے پاکستانی جرنیل مقرر کرنے کا مشورہ

۲۔ حضور نے حکومت کو فوج میں اضافہ اور اس کی راہ نمائی کے لئے پاکستانی جرنیل مقرر کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے لکھا:۔

"پاکستان کو جہاں کچھ مشینی دستوں کی ضرورت ہے وہاں اسے ایسی فوج کی بھی ضرورت ہے جو بے سڑک والے علاقوں میں گھوڑوں پر سوار ہوکر دو سڑکوں کے درمیانی علاقوں کو صاف کرتی چلی جائے اور مشینی فوج کے عقب کی حفاظت کر سکے۔ مگر یہ سوال تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ پاکستان حملہ آور کی حیثیت میں ہو۔ پاکستان تو کسی پر حملہ کرنے کی نیت ہی نہیں رکھتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بہترین جرنیلوں کا مقولہ ہے کہ بہترین دفاع حملہ ہے۔ اگر کوئی ہم پر حملہ کرے تو اس حملہ سے بچنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہم اس پر حملہ

---

[1] "الفضل" ۱۴ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲۔

کر دیں تو بھی ہم اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ کوئی فوج محض حملہ کرنے کی تدبیروں سے کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جرمن حکومت گذشتہ دونوں لڑائیوں میں محض اس لئے شکست کھا گئی کہ اس نے صرف حملہ کی تیاریاں کی تھیں۔ دفاع کی کوئی تیاری اس نے نہیں کی تھی۔ دونوں دفعہ جب اس کا حملہ ناکام رہا تو وہ دفاع کی قوت سے بھی محروم ہو گیا کیونکہ دفاع کا پہلو اس نے مدّ نظر نہیں رکھا تھا۔ یہ پُرانا مقولہ اب تک بھی درست چلا آ رہا ہے کہ جنگ دو سر دَارد۔ جنگ میں کبھی انسان آگے بڑھتا ہے کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ جب تک پیچھے ہٹنے کے لئے بھی پوری تدبیریں نہ کی گئی ہوں کبھی کوئی فوج کامیاب نہیں ہوتی۔

پس صرف مشینی دستوں پر زور دینا پاکستان کے دفاع کو فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ کسی دشمن کے حملہ کی صورت میں اس کے حملہ کی شدّت کو روکنے کے لئے بالمقابل حملہ کرنے میں تو یہ دستے کام آ جائیں گے۔ لیکن ان کا فائدہ دیرپا اور دُور رس نہیں ہوگا کیونکہ پاکستان کے ارد گرد جتنے ممالک ہیں ان میں سڑکوں کا وسیع جال اس طرح نہیں پھیلا ہوا جس طرح یورپ میں پھیلا ہوا ہے۔ پس اس معاملہ میں یورپ کی نقل کرنا خواہ اس کا فیصلہ بڑے بڑے جرنیل ہی کیوں نہ کریں خلافِ عقل اور نامناسب ہے۔ ہمارے نزدیک پاکستان کی فوج کا بڑھانا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ پاکستانی فوج کی پاکستانی جرنیل ہی راہنمائی کریں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت ہمارے پاس تجربہ کار افسر بہت کم ہیں لیکن جہاں ناتجربہ کاری نقصان دہ ہوتی ہے، ہمدردی کی کمی اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ اگر جاں نثار اور تجربہ کار مل جائیں تو فبہا، لیکن اگر ایسے افسر نہ ملیں تو کم تجربہ کار لیکن جاں نثار افسر تجربہ کار لیکن بے تعلق افسر سے یقیناً بہت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

پولینڈ جب رُوس اور جرمنی سے آزاد ہوا تو اس کے پاس تجربہ کار افسر نہیں تھے۔ کیونکہ نہ جرمن کی فوجوں میں پولش لوگوں کو بڑے عہدے ملتے تھے اور نہ روسی فوجوں میں پولش لوگوں کو بڑے عہدے ملتے تھے۔ اس وقت پولش نے اپنی فوجوں کی کمان ایک گوّیتے کے سپرد کی اور اس گوّیتے نے تھوڑے بہت فوجی اصول سے واقف پولش

افسروں کی مدد سے اپنے ملک کو آزاد کرا لیا۔ کیا پاکستان کے مُسلمان افسر اس گویّے سے بھی کم قابلیت رکھتے ہیں؟ اس گویّے کی کیا قابلیت تھی، صرف حُبّ الوطنی۔ وطن کی محبت کے بے انتہا جذبہ نے اس گویّے کو ایک قابل جرنیل بنا دیا۔ کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ پاکستانی فوج کے مسلمان افسروں کے دل سے وطن کی محبت کا جذبہ بالکل مفقود ہے؟ ہم مانتے ہیں کہ پُرانی روایات کا اثر اب تک افسروں کے دل پر باقی ہے ابھی ان کی حب الوطنی کی رُوح نے ان کی آنکھیں نہیں کھولیں۔ ابھی اپنی قوم کو سربلند و بالا کرنے کے جذبات اُن کے دل میں پوری طرح نہیں اُمڈے۔ مگر پھر بھی ایک پاکستانی پاکستانی ہی ہے۔ اپنے ملک کی خدمت کے علاوہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی جان بچانے کی خواہش بھی اسے زیادہ محنت سے کام کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر پاکستان پر کوئی حملہ ہو تو ایک پاکستانی جرنیل کو صرف اپنے ملک کی عزت کا ہی خیال نہیں ہوگا بلکہ اسے یہ بھی نظر آرہا ہوگا کہ اگر دشمن آگے بڑھا تو اس کے ماں باپ، اس کی بیوی، اس کے بھائی، اس کی بہنیں، اس کے بچے، اس کے دوسرے عزیزوں کے بچے، اس کے پڑوسی، اس کے املاک، اس کی جائیدادیں، یہ سب تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ پس ملکی جذبہ کے علاوہ خاندان اور قرابت کے بچانے کا جذبہ بھی اس کے اندر کام کرتا ہوگا۔ پس ہمیں اس بات کی فکر میں زیادہ نہیں پڑنا چاہیئے کہ ہمارے ملک کے آدمی ابھی پوری طرح تجربہ کار نہیں۔ جدید ٹرکی کے بانی کمال اتاترک صرف ایک کرنیل تھے لیکن وطنی محبت کے جذبہ میں سرشار ہو کر اس کرنیل نے بڑے بڑے جرنیلوں کے چھکّے چھڑا دیئے۔ فرانس کا مشہور مارشل شہنشاہ نپولین صرف فوج کا ایک لیفٹیننٹ تھا۔ لیکن اس لیفٹیننٹ نے دُنیا کے مشہور ترین جرنیلوں کی قیادت کی۔ صرف اس لئے کہ اس کا دل وطن کی محبت کے جذبات سے سرشار تھا۔ امریکہ کا پہلا پریذیڈنٹ اور پہلا کمانڈر انچیف جارج واشنگٹن محض ایک سویلین تھا۔ لیکن وطن کی محبت کے جذبات نے اس کے اندر وہ قابلیت پیدا کر دی کہ بڑے بڑے جرنیلوں کی راہنمائی کر کے اس نے اپنے ملک کو انگریزی غلبہ سے آزاد کروا لیا۔ ہٹلر کا انجام چاہے کیسا ہی خراب ہوا ہو لیکن اگر اس

کیا شک ہے کہ وہ فوج میں صوبیداری کا عہدہ رکھنے والا دُنیا کے بہترین جرنیلوں کے پیدا کرنے کا باعث ہوا۔ گوئرنگ محض ایک ہوا باز تھا اور ہوا باز بھی ایسا جو ابھی صرف تجربہ ہی حاصل کر رہا تھا۔ مگر ملک کی محبت کے جذبات نے پائلٹ گوئرنگ کو دُنیا کے سب سے زبردست ہوائی جہاز کے بیڑہ کا مارشل گوئرنگ بنا دیا۔ ہم کیوں خیال کریں کہ پاکستان کے افسر حب الوطنی کے جذبہ سے بالکل عاری ہیں۔ یقیناً اُن میں بھی اپنے وطن پر جان دینے کی خواہش رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اگر انہیں موقع دیا جائے کہ وہ اپنے مُلک کی آزادانہ خدمت کریں تو یقیناً وہ مُلک کے لئے بہترین تعویذ اور فخر کا موجب ثابت ہوں گے۔"[1]

یہ پیشگوئی آئندہ چل کر کس شان سے پُوری ہوئی اور ہو رہی ہے؟ اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

دفاع پاکستان کیلئے ٹیریٹوریل فورس اور فوجی کلبوں کے اجراء کی مفید تجویز

۳۔ دفاع پاکستان کا مسئلہ نہایت درجہ اہم اور نازک تھا۔ اس بارے میں بھی حضور نے نہایت قیمتی مشورے دیئے اور یہ تجویز پیش فرمائی کہ مُلک میں ٹیریٹوریل فورس اور فوجی کلبیں جاری کر دی جائیں۔

چنانچہ حضور نے فرمایا :۔

"پاکستان کی آبادی صوبہ سرحد اور سندھ کو ملا کر دو کروڑ اسی ہزار ہے۔ اگر قبائلی علاقوں کو بھی ملا لیا جائے تو تقریباً تین کروڑ ہو جائے گی۔ اگر کشمیر بھی شامل ہو جائے تو کشمیر کی ۳۲ لاکھ مسلمان آبادی مل کر یہ تعداد تین کروڑ ۳۰ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس آبادی میں سے صرف ۶۰ لاکھ آبادی ایسی ہے جس میں سے اچھا سپاہی نہیں مل سکتا۔ باقی دو کروڑ ۷۰ لاکھ آبادی ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت ہی شاندار سپاہی پیدا کرتی رہی ہے اور کرسکتی ہے۔ سرحد کا پٹھان، آزاد علاقہ کا قبائلی، پونچھ، میرپور، کوٹلی اور مظفرآباد کا پہاڑی، پنجاب کا پٹھان، راجپوت، بلوچ،

[1] "الفضل" ۱۵ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ہش/ ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ و ۲

اور جاٹ یہ سب کے سب نہایت اعلیٰ درجہ کے سپاہی ہیں۔ اور صرف مرنا ہی نہیں جانتے بلکہ دشمن کو مارنا بھی جانتے ہیں۔ قومی جنگوں میں ۶ فیصدی سے لے کر ۱۶ فیصدی تک کی آبادی لڑائی میں کارآمد ہوتی ہے۔ اوسطاً اگر ۱۰ فیصدی سمجھی جائے تو مشرقی پاکستان میں سے ۲۷ لاکھ سپاہی مہیا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے مقابل میں ہندوستان کی جنگی نفری بہت کم ہے۔ ہندوستان کا ۶۰ فیصدی آدمی ایسا ہے جو جنگ کے قابل نہیں۔ ریاستوں کو نکال کر ہندوستان کی آبادی کوئی ۲۰ کروڑ ہے جس میں سے ۱۲ کروڑ آدمی تو کسی صورت میں بھی لڑنے کے قابل نہیں۔ باقی رہ گئے آٹھ کروڑ۔ ان میں سے بھی اکثر حصہ ناقص سپاہی ہے۔ صرف تین چار کروڑ آدمی ان کا ایسا ہے جس میں سے اچھا سپاہی لیا جا سکتا ہے مگر وہ بھی اس پایہ کا نہیں ہے جس پایہ کا مسلمان سپاہی ہے۔ پس ہندوستان میں سے بھی پورا زور لگانے کے بعد تیس پینتیس لاکھ سپاہی بن سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ لیکن جب لڑائی کے سوال پر غور کیا جاتا ہے تو صرف نفری نہیں دیکھی جاتی بلکہ سرحد کی لمبائی بھی دیکھی جاتی ہے۔ جس طرح لمبی سرحد کی حفاظت تھوڑے سپاہی نہیں کر سکتے اسی طرح چھوٹی سرحد پر ساری فوج استعمال نہیں کی جاتی۔ ۶۰۰ میل کی لمبی سرحد پر ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ ۶ ـ ۷ لاکھ فوج استعمال کی جا سکتی ہے۔ باقی ساری فوج ریزرو میں رہے گی اور راستوں کی حفاظت کا کام کرے گی۔ پس اگر خدانخواستہ کبھی ہندوستان اور پاکستان میں جنگ چھڑ جائے تو جہاں تک نفری کا سوال ہے ان دونوں کے درمیان کی سرحد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندوستان کی آبادی کی کثرت ہندوستان کو یہ نفع تو پہنچا سکتی ہے کہ وہ جنگ کو زیادہ دیر تک جاری رکھ سکے یا زیادہ آدمیوں کی قربانی برداشت کر سکے لیکن جہاں تک جنگ کا تعلق ہے وہ پاکستان کی فوج سے زیادہ تعداد والی فوج نہیں بھیج سکتا کیونکہ درمیان کی سرحد کی لمبائی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ایک وقت میں اس جگہ اتنی فوج کو استعمال کیا جا سکے خصوصاً اس لئے کہ جیسے پہلے بتایا جا چکا ہے یہ دونو ملک عمدہ سڑکوں سے محروم ہیں اور گو سرحد چھ سو میل لمبی ہے لیکن ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچنے کے جو راستے ہیں وہ بہت محدود ہیں اور جنگ زیادہ تر رستوں سے ہی کی جا سکتی ہے جہاں سے توپخانہ اور سامان وغیرہ

موٹروں پر آگے پیچھے بھیجا جا سکتا ہے اور جہاں پر سے فوج قطاروں میں مارچ کر سکتی ہے غرض جہاں تک فوجی نفری کا سوال ہے۔ صرف مشرقی پاکستان ہی تمام پاکستان کی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے اور اس معاملہ میں کسی مایوسی کی ضرورت نہیں۔ ہاں سوال صرف یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ دونوں ملکوں میں جنگ چھڑ جائے تو اتنی فوج مہیا کس طرح کی جائے گی سپاہیانہ قابلیت کا آدمی موجود ہونا اور بات ہے اور سپاہی کا موجود ہونا اور بات ہے ہر جاٹ اور بلوچ سپاہی بننے کی قابلیت رکھتا ہے لیکن ہر جاٹ اور بلوچ سپاہی تو نہیں اس لئے بغیر فوجی مشق کے جنگ کے وقت میں وہ کام نہیں آسکتا اور جنگ کے وقت فوری طور پر سپاہی کو فنون جنگ سکھائے نہیں جا سکتے اور اس سے بھی زیادہ مشکل یہ ہے کہ افسر فوراً تیار کئے جا سکیں۔ افسروں کی تعداد بالعموم ڈیڑھ فیصدی ہوتی ہے۔ ۲۷ لاکھ فوج کے لئے چھوٹے بڑے افسر ۴۰ ہزار کے قریب ہونے چاہئیں۔ ہماری تو ساری فوج ہی ۳۰ ہزار ہے۔ اگر خطرے کا موقع آیا تو کسی صورت میں بھی اس فوج کو معقول طور پر وسیع نہیں کیا جا سکتا اور اس کا علاج ضروری ہے۔ یہ علاج کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ مختلف سکیمیں پیش کی جا رہی ہیں اور پیش کی جا سکتی ہیں۔

اوّل۔ ملک کے تمام افراد کو رائفلیں رکھنے کی کھلی اجازت دی جائے۔ اور جہاں تک ہو سکے گورنمنٹ خود رائفلیں سستے داموں پر مہیا کرے۔

دوم۔ نیشنل گارڈز کے طریق کو رائج کیا جائے جو مسلم لیگ کے ماتحت ہو۔

سوم۔ ہوم گارڈز کے اصول پر نوجوانوں کو فوجی ٹریننگ دی جائے جو گورنمنٹ کی نگرانی میں ہو

چہارم۔ ایک ٹیریٹوریل فورس فوجی انتظام کے ماتحت تیار کی جائے۔

پنجم۔ جبری بھرتی ملک میں جاری کی جائے اور اس کا انتظام ملٹری کے ماتحت ہو"[۱] حضور نے ان پانچوں پہلوؤں پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

"ملک میں اسلحہ کو بالکل آزاد کر دینا اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ملکوں میں بھی کبھی بابرکت

---

[۱] "الفضل" ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲

ثابت نہیں ہوا۔ لائسنس کی شرطیں ضرور رہنی چاہئیں۔ فسادی یا غیر معتبر لوگوں کو لائسنس نہیں ملنے چاہئیں نیشنل گارڈز جو ایک سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں ان کی اجازت ہرگز نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر ایک سیاسی پارٹی کو فوج بھرتی کرنے کی اجازت ہو تو ہر پارٹی کو فوج بھرتی کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ یہ درست نہیں کہ جو پارٹی برسر اقتدار آجائے اُسے تو فوج بھرتی کرنے کی اجازت ہو اور دوسری پارٹیوں کو نہ ہو اس طرح سیاسی آزادی خطرہ میں پڑ جائیگی اور ڈکٹیٹرشپ اور فاسزم کے اصول جاری ہو جائیں گے۔ ہوم گارڈز کا اصول بھی غلط ہے۔ کیونکہ ایک تو ان کی ٹریننگ ناقص ہوتی ہے، دوسرے ان کا انتظام سویلین لوگوں کے ماتحت ہونے کی وجہ سے ان کا فوج کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا ہے اور فوج کو اس بات کی تحریک ہوتی ہے کہ وہ سیاسی معاملات میں دخل دینے لگ جائے اور یہ نہایت خطرناک بات ہے۔ جبری بھرتی بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ملک ابھی اس کے لئے تیار نہیں۔ لیکن ٹیریٹوریل فورس اور فوجی کلبوں کا اجراء فوراً شروع ہو جانا چاہیئے۔ ان دونوں چیزوں پر ایسی صورت میں کہ دو تین لاکھ آدمی کی ٹریننگ مدّ نظر ہو ایک کروڑ روپیہ سالانہ سے زیادہ خرچ نہیں ہو گا۔ کیونکہ سوائے معلموں اور سوائے رائفل اور کارتوس کے خرچ کے اور ایک حصہ کے وردی کے خرچ کے اور کوئی بوجھ ملک پر نہیں ہوگا۔ اس فوج کی بڑی تعداد ایسے خدمت گاروں کی ہوگی جو اپنی وردیوں کا خرچ خود اُٹھائیں گے۔ اور جہاں تک ٹریننگ کا سوال ہے پچیس ۲۵ رائفلیں سو آدمیوں کو کام سکھائیں گی کیونکہ پریڈیں مختلف وقتوں میں آگے پیچھے ہوں گی اور ایک ہی رائفل چار دفعہ استعمال ہو سکے گی۔ اس طرح لوگوں کو حب الوطنی کے جذبات دکھانے کا بھی موقعہ مل جائے گا اور پاکستان کی آبادی میں جنگی فنون کا میلان بھی پیدا ہو جائے گا اور ہر محلے اور گلی میں ایک طوعی سپاہیوں کی موجودگی اور بیسیوں آدمیوں کے فوجی زندگی کی خواہش پیدا کر دے گی اور موت کے ڈر کو دلوں سے نکالتی چلی جائے گی" [۱]

اسی سلسلہ میں مزید لکھا کہ:۔

"اگر ان نوجوانوں کی صحیح تربیت کی جائے اور ان کے اخلاق کو بلند کیا جائے اور

---

[۱] "الفضل" ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ ۔

ٹیریٹوریل فورس اور فوجی کلبوں کے ذریعہ سے جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کو ملک کی فوجی خدمت میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے تو یقیناً لاہور ہی سے ایک لاکھ پاکستانی سپاہی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لاہور کے ضلع کی سرحد جو ہندوستان سے ملتی ہے وہ پچاس میل کے قریب ہوگی۔ اگر لاہور سے اتنا سپاہی پیدا ہو جائے تو لاہور، قصور اور چونیاں کی تحصیل سے بھی یقیناً پچاس ساٹھ ہزار سپاہی مل سکتا ہے۔ ان سپاہیوں کے ذریعہ سے نہ صرف لاہور کی حفاظت کی جا سکتی ہے بلکہ سارا پاکستانی ملک محفوظ ہو سکتا ہے اور پاکستانی فوج کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ٹیریٹوریل فورس اور فوجی کلبوں کے قیام میں بالکل دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ فوج کے مہیا کرنے کا یہ ایک بہترین اور سہل ترین ذریعہ ہے۔ اس کا انتظام کلی طور پر فوج کے محکمہ کے ماتحت ہونا چاہیئے اور سول محکموں کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے تاکہ دو عملی پیدا نہ ہو اور فوج کو سیاسی مسائل سے بالکل الگ رکھا جا سکے"[1]

ملکی پریس کو صحیح خبریں شائع کرنے کی تلقین

۴۔ ملکی اخبارات ملک کی ترقی و بہبود میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے ایک اداریہ میں اس پہلو پر بھی قلم اُٹھایا اور پاکستانی پریس کو صحیح خبریں شائع کرنے کی تلقین کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:۔

"ہم بادب تمام مسلمانوں سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ

اوّل۔ اخباروں یا دوسرے اداروں کو ہرگز کوئی ایسی خبر نہ بھیجیں جو ثابت شدہ حقیقت نہ ہو اور جس میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو۔ ایسی خبروں سے قوم کے حوصلے نہیں بڑھتے بلکہ جب ان کی غلطی ثابت ہوتی ہے تو قوم کے حوصلے گر جاتے ہیں اور عارضی طور پر بڑھا ہوا حوصلہ ایک مستقل شکست خوردہ ذہنیت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور قوم ایک ایسے گڑھے میں گر جاتی ہے جس میں سے اس کا نکلنا مشکل ہو جاتا ہے

دوم۔ اخبارات کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر نامہ نگار کی خبر کو تسلیم نہ کر

---

[1] "الفضل" ۱۷ر اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲ +

لیا کریں بلکہ اگر کوئی نامہ نگار غلط خبر دے تو اس سے سختی سے باز پرس کیا کریں تاکہ آئندہ کے لئے نامہ نگاروں کے کان ہو جائیں اور وہ اخبار کی بدنامی اور قوم کی تباہی کا موجب نہ بنیں۔

سوم ہمیں یہ عادت ترک کر دینی چاہیئے کہ چاروں طرف حقیقت حال کے معلوم کرنے کے لئے نوٹ شنوائی کا جال پھیلاتے پھریں۔ یا تو کام کرنے والوں پر ہمیں اعتبار ہے۔ یا ہمیں اعتبار نہیں۔ اگر کام کرنے والوں پر ہمیں اعتبار ہے تو ہمیں ان کو کام کرنے دینا چاہیئے اور ان کے راستہ میں مشکلات پیدا نہیں کرنی چاہئیں۔ اور اگر ہمیں کام کرنے والوں پر اعتبار نہیں تو ہمیں دوسرے کام کرنے والے پیدا کرنے چاہئیں۔ یا کوئی ایسا فیصلہ کرنا چاہیئے جس سے کام کرنے والوں کی اصلاح ہو۔"[1]

کارخانے جلد جاری کروانے کا مشورہ

۵۔ پاکستان کی اقتصادی حالت کو سدھارنے کے لئے کارخانوں کا جلد سے جلد جاری کرنا ضروری تھا چنانچہ حضرت سیدنا المصلح الموعود نے لکھا:۔

"پاکستان کی اقتصادی حالت کو درست کرنا گورنمنٹ کے اہم ترین فرائض میں سے ہے اور اس کی طرف جتنی بھی توجہ دی جائے کم ہے۔ لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ اب تک فیکٹریاں کرائے پر بھی نہیں دی گئیں اور نہ لوہے کی پتیوں کا انتظام کیا گیا ہے نہ کوئلے کا انتظام کیا گیا ہے جس کی وجہ سے کارخانوں کے تقسیم ہو جانے کے بعد بھی کام فوراً نہیں چل سکے گا۔ اول تو کم سے کم دو ہفتے کارخانوں کی صفائی پر لگیں گے۔ پھر عملہ تلاش کرنے میں بھی ٹھیکیداروں کا وقت خرچ ہوگا۔ بلکہ اگر ہماری اطلاعات ٹھیک ہیں تو بہت سی جگہوں پر ہندو مالکان کارخانہ نے بعض اہم پرزے مشینوں میں سے نکال کر چھپا دیئے ہیں جس کی وجہ سے کارخانوں کے چلانے میں دقت ہوگی۔ اور جب انجنیئر مشینوں کو صاف کرنے لگیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ وہ مشینیں اس وقت تک چلنے کے قابل ہی نہیں جب تک کہ بیرونی ممالک سے نئے پرزے لا کر اُن میں نہ ڈالے جائیں۔ جس کے دوسرے معنے یہ ہوں گے کہ اس سال روئی کے بہت سے کارخانے چل ہی نہیں سکیں گے۔ خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو زمیندار کی تباہی میں کوئی شبہ ہی نہیں رہتا۔

[1] "الفضل" ۷ نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ ہش/ ۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲

اور پاکستان کی مالیات کو بھی سخت نقصان پہنچنے کا امکان ہے کیونکہ پاکستان کی بڑی دولتوں میں سے ایک دولت اس کی کپاس ہے۔ لیکن اگر یہ اطلاعات درست نہیں تب بھی بغیر کوئلہ اور بغیر لوہے کی پتیوں اور بغیر اُن کے وقت پر مہیا ہو جانے کے اور کارخانوں کے فوراً جاری ہو جانے کے زمیندار کے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

پس ہم حکومت کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اس معاملہ میں زیادہ دیر نہ کرے اور فوراً کارخانے جاری کروا دے ورنہ زمیندار تو تباہ ہو ہی جائیں گے حکومت کی اپنی مالی حالت کو بھی سخت دھکا لگے گا اور اسے بہت سے مقامات پر معاملہ اور آبیانہ معاف کرنا پڑے گا کیونکہ ان حالات میں زمیندار معاملہ دے کر اگلے چھ مہینے روٹی نہیں کھا سکتا۔ اور اگر اگلے چھ مہینے وہ روٹی کھائے گا تو گورنمنٹ کا معاملہ ادا نہیں کر سکے گا“ [1]

سپریم کمانڈ کے توڑنے کی مخالفت

۶۔ مُلک تقسیم ہو چکا تھا مگر پاکستان کے حصہ کا فوجی سامان ابھی تک ہندوستان میں پڑا تھا اس لئے حکومت پاکستان نے سامان کی واپسی تک دونوں ملکوں کی سپریم کمانڈ توڑنے کی مخالفت کی۔ حضرت سیدنا المصلح الموعود نے حکومت کی اس رائے سے اتفاق کیا اور اس کے حق میں آواز بلند کرتے ہوئے فرمایا:-

”پاکستان کی فوج کا بہت سا حصہ تو ادھر آ چکا ہے لیکن پاکستان کا بہت سا سامان ہندوستان میں پڑا ہے۔ بعض غیر ضروری سامان ایسا بھی ہے جو پاکستان کے پاس زیادہ ہے اور ہندوستان میں کم ہے۔ لیکن ضروری سامان زیادہ تر ہندوستان یونین میں پڑا ہے۔ پاکستان کے گولہ بارود کا حصہ بہتر ہزار ٹن یعنی تقریباً ۲۱ لاکھ من اب تک ہندوستان یونین میں ہے اور توپ خانہ کا بہت سا سامان اور ہوائی جہازوں کا بہت سا سامان اور بحری فوج کا بہت سا سامان انڈین یونین کے پاس ہے۔ اس سامان کے بغیر پاکستان کی حفاظت کی کوئی کوشش نہیں کی جا سکتی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سپریم کمانڈ نے پورے انصاف سے کام نہیں لیا اور جس سرعت سے پاکستان کو سامان مہیا ہونا چاہئے، اس

---

[1] ”الفضل“ ۹ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲

رعت سے پاکستان کو سامان مہیا نہیں کیا۔ اور جس نسبت سے پاکستان کا سامان نکالنا چاہیئے تھا اس نسبت سے زیادہ تیزی کے ساتھ پاکستان سے سامان نکالا گیا ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ نسبت قائم رکھی گئی ہے۔ اگر سپریم کمانڈ ختم ہو گئی تو پاکستان کا سامان کا بھجوانا کلی طور پر ہندوستان یونین کے ہاتھ میں ہو گا۔ کیا کوئی سمجھدار انسان کہہ سکتا ہے کہ جنرل آخنلک پاکستان کے جس سامان کو ہندوستان یونین سے پاکستان کی طرف نہیں بھجوا سکتا اس کو سردار بلدیو سنگھ بھجوا دیں گے یہ اتنی غلط بات ہے جس کو ہر چھوٹی سے چھوٹی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان گورنمنٹ جو پہلے خود سپریم کمانڈ کے توڑنے کی تائید میں تھی اب اس وقت تک اس کمانڈ کے توڑنے کی تائید میں نہیں جب تک کہ پاکستان کا سامان پاکستان کو نہ مل جائے اور یہ فیصلہ پاکستان گورنمنٹ کا بالکل عقل کے مطابق ہے اور ہمارے نزدیک پاکستان گورنمنٹ کو اصرار کرنا چاہیئے کہ جب باہمی سمجھوتہ سے ایک تاریخ مقرر ہو چکی ہے تو ہم اس وقت تک سپریم کمانڈ کو توڑنے کی اجازت نہیں دے سکتے " [۱]

اسلامی جمہوریت کے تقاضوں کے مطابق ملک میں بعض فوری آئینی تبدیلیاں کرنے کا مطالبہ

۷۔ سیدنا المصلح الموعود نے ایک اداریہ میں حکومت پاکستان سے یہ پُر زور مطالبہ فرمایا کہ اسلامی جمہوریت کے تقاضوں کی روشنی میں ملک کے آئینی ڈھانچہ میں فی الفور بعض بنیادی تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں۔ حضور کے اس اہم اداریہ کا ایک ضروری اقتباس نیچے درج کیا جاتا ہے:۔

" ہمارا یہی فرض نہیں کہ ہم قوم کو ایک ایسے راستہ پر چلائیں جو ٹھیک ہو۔ بلکہ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم قوم کو ایسی تربیت دیں کہ وہ خود سوچنے اور سمجھنے کی اہل ہو جائے اور پھر ہر نئے مسئلہ کو ایسے رنگ میں اس کے سامنے پیش کریں کہ وہ عمدگی اور خوبی کے ساتھ اس پر غور کر کے ایک نتیجہ پر پہنچے اور جب وہ ہمارے خیالات سے متفق ہو جائے تو ہم اس خیال کو جاری کر دیں۔ یہی وہ اسلامی جمہوریت ہے جو دنیا کی دوسری جمہوریتوں سے مختلف ہے۔ لیکن یہی وہ جمہوریت ہے جو ساری جمہوریتوں کے عیوب سے پاک ہے۔ اچھی سے اچھی چیز کو غفلت

---

[۱] " الفضل " ۱۵ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۲-۴ ‏+

گھبراہٹ کے موقعہ پہ قوم پہ ٹھونس دینا اور یہ غل کرنا کہ ہم قوم کی خیر خواہی کر رہے ہیں کسی وقت میں بھی قوم کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ اگر بعض صورتوں میں قوم کو مادی فائدہ پہنچے گا تو اس کی ذہنیت پست ہو جائے گی اور وہی اچھی غذا اس کے لئے زہر بن جائے گی اور وہ خود سوچنے کی عادت سے محروم رہ جائے گی۔ ایک تندرست ہٹے کٹے انسان کے منہ میں لقمہ دینا کسی قدر بد تہذیبی کا فعل سمجھا جاتا ہے۔ لقمہ بھی وہی ہوتا ہے، دانت بھی وہی ہوتے ہیں لیکن دوسرے ہاتھ سے جو شاید بعض حالات میں اپنے ہاتھ سے بھی زیادہ صاف ہو، وہ لقمہ کھانا ایک تندرست و توانا آدمی کے لئے کتنا گھناؤنا معلوم ہوتا ہے۔ چاول کا دانہ مکھی سے زیادہ معدہ میں گڑبڑ پیدا کر دیتا ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان سے سب مقصد حاصل ہو گئے اب ہمیں فوری طور پہ کسی نئے پروگرام کے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں وہ بھی غلطی کرتے ہیں۔ اگر بڑی اور اصولی باتوں کے لئے ہمیں نہ صرف خود سوچنے کی ضرورت ہے بلکہ قوم کو خود سوچنے کا موقعہ دینے کی ضرورت ہے بلکہ اہم مسائل کے متعلق ملک سے رائے عامہ لینے کی ضرورت ہے۔ تو بعض باتیں ایسی بھی تو ہیں جن کو ملک سوچ چکا ہے اور جو دیر سے زیر بحث چلی آتی رہی ہیں کیوں نہ ان کے متعلق فوری طور پہ کوئی تدابیر اختیار کی جائیں۔ مثلاً یہی لے لو کہ گو پاکستان ایک جمہوری اصول پر قائم شدہ حکومت ہے، لیکن بہرحال وہ مسلمانوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے تو کیوں نہ فوری طور پہ ان امور کے متعلق کوئی قانون جاری کر دیا جائے جن میں کوئی دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔ مثلاً کیوں نہ فوری طور پہ یہ قانون پاس کر دیا جائے کہ ورثہ کے متعلق اسلامی قانون مسلمانوں میں جاری ہو۔ اسی طرح طلاق اور خلع کے متعلق اسلامی قانون جاری ہو۔ اسی طرح شراب کا پینا یا بیچنا مسلمان کیلئے منع ہو۔ یہ قانون بہرحال مسلمان کیلئے ہوتے۔ اس پہ ہندو یا عیسائی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ایک ہندو کو اس پہ کیا اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان شراب نہیں پیتا یا اپنی جائیداد کا حصہ اپنی بیٹی کو کیوں دیتا ہے۔ یا ایک مرد کو طلاق کا اور عورت کو خلع کا خاص شرائط کے ماتحت حق حاصل ہے۔ اسی طرح یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں تھا کہ ملک کے آزاد ہوتے ہی ملک میں اسلحہ کو قیود سے آزاد کیا جاتا۔ لائسنس کے بغیر تو کسی مہذب ملک میں بھی اسلحہ

کی اجازت نہیں۔ لیکن ان مہذب ممالک میں لائسنسوں پہ ایسی قیود نہیں لگائی گئیں جیسی کہ اس ملک میں۔ حکومت کو فوراً ہی لائسنس پر سے قیود ہٹانی چاہیئے تھیں اور اس قسم کا قانون پاس کرنا چاہیئے تھا کہ سوائے بدمعاشوں اور فسادیوں کے ہر شریف شہری ہتھیار رکھ سکے اور اسے ہتھیار چلانا آتا ہو۔

اسی طرح سالہا سال سے کانگرس بھی اور مسلم لیگ بھی اس بات پر لڑتی چلی آئی تھی کہ جلسہ اور تقریر اور تحریر کی عام آزادی ملنی چاہیئے۔ اس بات کے متعلق بھی کسی نئے غور کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ تو ایک انسانی حق ہے جس کا مطالبہ دُنیا کی ہر قوم کرتی چلی آئی ہے۔ حکومت کو چاہیئے تھا کہ فوراً ان امور کے متعلق احکام نافذ کر دیتی اور ملک کے اندر یہ احساس پیدا کر دیتی کہ اب وہ آزاد ہیں، پہلے کی طرح غلام نہیں ہیں۔

اسی طرح ایگزکٹو اور جوڈیشل کو جُدا کرنے کا مسئلہ ہے۔ سالہا سال سے اس پر بحثیں ہوتی چلی آئی ہیں۔ کانگرس نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ مُسلم لیگ نے بھی اس کی تائید کی ہے اسلامی قانون کے مطابق بھی یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ایگزکٹو کا محکمہ الگ ہونا چاہیئے اور قضا کا محکمہ الگ ہونا چاہیئے۔ جب تک ان دونوں محکموں کو آزاد نہ کیا جائے افراد میں آزادی کی رُوح پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ قضا کے ذریعہ سے اپنا حق لے سکتا ہے اور ہر افسر کو محسوس ہونا چاہیئے کہ اگر وہ کسی کا حق مارے گا تو اسے اس کی جوابدہی بھی کرنی پڑے گی۔

ان امور اور ایسے ہی کئی امور کے متعلق حکومت فوری کارروائی کر سکتی تھی۔ لیکن ہُوا یہ کہ وہی پُرانے قانون اور وہی پُرانے طریق باقی رہے۔ اور ابھی تک ملک کے باشندوں نے پوری طرح یہ بھی محسوس نہیں کیا کہ ان کا مُلک آزاد ہو چکا ہے۔

پس ہمارے نزدیک دونوں فریق کی غلطی تھی۔ اس نقص کی اصلاح کا یہ بھی ایک طریقہ تھا کہ مُسلم لیگ کے عُہدے ایسے لوگوں کو دیئے جاتے جو وزارت کے ممبر نہ ہوتے۔ ۱۶ر تاریخ کو یہ نیک قدم اُٹھایا گیا ہے۔ ہمیں اس سے تعلق نہیں کہ کون صدر ہوا ہے کون نہیں ہم یہ جانتے ہیں کہ ملک کے فائدہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملک کی سیاسی انجمن پر مُلک

کے وزراء قابض نہ ہوں۔ لیکن جس طرح یہ ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کی آئین ساز مجلس، ملک کی وزارت اور اس کے افسروں کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے۔ ان تین آزاد یا نیم آزاد اداروں کے باہمی تعاونوں سے ہی ملک کی حالت درست ہوا کرتی ہے۔ سیاسی انجمن کو حکومت کے افسروں کے اثر سے آزاد ہونا چاہیئے۔ مجلس آئین ساز کو سیاسی ادارے کے حکم سے آزاد ہونا چاہیئے اور حکومت اور حکام کو سیاسی انجمن کی دخل اندازی سے آزاد ہونا چاہیئے۔ بیشک اگر سیاسی انجمن یہ سمجھتی ہے کہ مجلس آئین ساز اس کی پالیسی کو ٹھیک طرح نہیں چلائے گی تو آئندہ انتخاب کے موقع پر وہ اس کے ممبروں کی جگہ دوسرے ممبر کھڑے کر دے۔ آئین ساز اسمبلی کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ سمجھتی ہے کہ وزراء اس کی مرضی کے مطابق کام نہیں کر رہے تو وہ اُن کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر دے۔ اگر حکام صحیح طور پر کام نہ کر رہے ہوں تو پلیٹ فارم پر سے اُن کے خلاف آواز اُٹھائی جا سکتی ہے۔ لیکن خفیہ دباؤ یا مستقل طور پر اُن کے کام میں دخل اندازی کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسا کیا جائیگا تو نظام کی کل بالکل ڈھیلی پڑ جائے گی اور دُنیا کا بہترین قانون بھی پاکستان کو مضبوط نہ بنا سکے گا۔"[1]

پاکستان کا نظام حکومت اسلامی ہونا چاہیئے

۸۔ سیدنا المصلح الموعود نے ۱۷؍فتح/دسمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو "پاکستان میں آئندہ حکومت کیسی ہو" کے موضوع پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا۔ حضور کے ارشادات کا ملخص درج ذیل کیا جاتا ہے۔ فرمایا:۔

"اس وقت پاکستان میں یہ سوال زور سے اُٹھ رہا ہے کہ پاکستان کی آئندہ حکومت کیسی ہونی چاہیئے۔ آیا اسلامی ہونی چاہیئے یا عام سیاسی رنگ کی؟ میرے نزدیک یہ سوال خود ظاہر کر رہا ہے کہ جو لوگ اس پر بحث کرتے ہیں انہوں نے صحیح رنگ میں اسلام کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ وہ کبھی اس سوال کو بحث کا موضوع نہ بناتے۔ مثلاً یہ پوچھا جاتا ہے

[1] "الفضل" ۲۰؍نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲-۳۔

کہ پاکستان میں رہنے والے غیر مسلم کس طرح اسلامی قانون کو تسلیم کریں گے۔ اب جو شخص اسلامی تعلیم سے واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ کوئی پیچیدہ سوال نہیں ہے۔ اسلام نے عمل کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک حصہ وہ ہے جو اپنے مذہب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس حصہ کے متعلق تو صاف طور پر اسلامی احکام یہ ہیں کہ ہر قوم کو اپنے مذہب کی ہدایات پر چلنے کی اجازت ہے۔ قرآن مجید میں صاف طور پر آتا ہے کہ مذہب سے تعلق رکھنے والے امور کے متعلق اہلِ انجیل کو انجیل کی تعلیم کے مطابق اور اہلِ تورات کو تورات کی تعلیم کے مطابق فیصلے کرنے چاہئیں۔ یہی اصول تمام دیگر مذاہب کے متبعین پر چسپاں ہوگا۔ پس جہاں تک اپنے اپنے مذہب کے طریق پر چلنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا سوال ہے۔ اسلام کسی مذہب میں کبھی دخل اندازی نہیں کرتا۔ اس کا تو صاف حکم ہے کہ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ کہ ہر شخص کو اپنے اپنے طریق پر چلنے کی اجازت ہے۔ اسلام کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ فلاں چیز کھاؤ اور فلاں نہ کھاؤ یا مثلاً ورثہ کے متعلق ضرور اسلام کی تعلیم پر عمل کرو۔ ان امور میں اپنے اپنے مذہب کے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی اجازت ہے۔ دوسرا حصہ اعمال کا ملکی اور اجتماعی سیاست کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ سو اس کے متعلق اسلام نے ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اور جس کے متعلق کسی مذہب کا پیرو بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ میری مذہبی تعلیم میں مداخلت کے مترادف ہے۔ مثلاً اسلام نے چوری کی سزا مقرر کی ہے۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے مذہب میں چوری جائز ہے۔ اس لئے اس کی سزا دینا مذہب میں مداخلت ہے۔ ہاں دیکھنے والی بات صرف یہ ہوگی کہ کوئی سزا انسانیت کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً کھال کھینچنا چونکہ انسانیت کے خلاف ہے، اس لئے اس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ دیگر مذاہب میں اس بات کا لحاظ بالکل نہیں رکھا گیا۔ مثلاً ہندو مذہب کی یہ تعلیم یقیناً انسانیت کے خلاف ہے کہ شودر اگر وید منتر سُن لے تو سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈالا جائے جو گویا اُسے جان سے مار دینے کے مترادف ہے۔ رہا یہ کہ چوری کی سزا کیا ہو۔ سو اس سلسلے میں تو ہر مُلک میں الگ الگ سزا مقرر ہے۔ ان چیزوں کی تفصیلات کے متعلق مسلمانوں کا حق ہے کہ جہاں وہ اکثریت

میں ہوں، جمہوری اصول کے مطابق اپنی مذہبی تعلیم کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اس میں کوئی مذہبی مداخلت کا سوال نہیں ہے۔

ٹیکسز کے متعلق اسلام نے جو عام اصول مقرر کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ مذہبی دخل اندازی کا اُن میں بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام میں دو قسم کے ٹیکس دینے کا حکم ہے۔ ایک زکوٰۃ شخصی اور ذاتی ہے۔ جس شخص کے پاس مال جمع ہو اُسے اس کا چالیسواں حصہ سالانہ زکوٰۃ میں دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ زکوٰۃ حکومت وصول نہیں کرتی بلکہ ہر شخص کو انفرادی طور پر خود دینی ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں کسی جبر کا سوال ہی نہیں ہے۔ دوسرا ٹیکس زکوٰۃ جانوروں اور زمین وغیرہ کا ہوتا ہے۔ سو یہ ٹیکس ساری حکومتیں ہی ٹیکسوں کی صورت میں وصول کرتی ہیں۔ مسلمان اگر یہ ٹیکس اسلامی ہدایات کے مطابق وصول کریں گے تو کوئی شخص اسے مذہب میں مداخلت قرار نہیں دے سکتا۔ کیا کوئی غیر مسلم کہہ سکتا ہے کہ اگر مثلاً اتنا ٹیکس لو گے تو یہ میرے مذہب کے مطابق ہے اور اگر اتنا لو گے تو یہ مذہب میں مداخلت ہو جائے گی۔

ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ قانون کو اسلام ہی نے جنم دیا ہے سوائے تفصیلات کے جس میں اختلاف ہوا ہی کرتا ہے۔ جہاں تک اصول کا تعلق ہے موجودہ قانون بڑی حد تک اسلام کی مقرر کردہ لائنوں پر ہی وضع کیا گیا ہے۔ پس اسلام نے جو اصولی تعلیم دی ہے وہ کسی کے لئے بھی موجب اعتراض نہیں ہو سکتی اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تعلیم جمہوریت کے اصولوں کے منافی ہے۔ حضور نے بطور مثال اس سلسلہ میں پردہ کے متعلق اور مقدمات میں گواہوں کی شہادت لینے کے متعلق اسلام کی پُرحکمت تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت سے بتایا کہ درحقیقت ایک بھی حکم اسلام کا ایسا نہیں جو انسانی فطرت اور طبعی تقاضوں کے مطابق نہ ہو اور جس کے متعلق کوئی غیر مسلم یہ کہہ سکے کہ یہ مذہب میں مداخلت ہے۔

پس اس صورت میں یہ بحث ہی فضول ہے کہ پاکستان میں اسلامی حکومت ہوگی یا نہ ہوگی۔ اس حصہ کے متعلق پاکستان میں یقیناً اسلامی احکام نافذ ہونے چاہئیں اور چونکہ وہ فطرت کے مطابق ہیں اس لئے ان کے نفاذ میں نہ کوئی مشکل پیش آسکتی ہے اور نہ کسی کو

اعتراض ہو سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضور نے اس سوال کا بھی ذکر فرمایا کہ آیا پاکستان کی حکومت کو اسلام کا نام دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ حضور نے فرمایا۔

پُرانے زمانے میں تو ہر جگہ مذہب کے نام پر حکومت چلا کرتی تھی۔ اسلئے اسوقت اور صورت تھی۔ اب یہ صورت نہیں ہے۔ اب اگر ہم اسلام کا نام حکومت کو دیں گے تو غیر مسلموں کا تو کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ ان کا تو فائدہ ہی ہوگا کیونکہ اسلام انہیں پرسنل لاء کے معاملہ میں پوری آزادی دے گا اور ویسے بھی اسلامی لاء کے ماتحت انہیں ترقی کے پورے مواقع مل جائیں گے لیکن جہاں غیر مسلموں کی حکومت ہوگی اور مسلمان اقلیت میں ہوں گے وہاں انہیں مسلمانوں کو تنگ کرنے کا موقع ضرور مل جائے گا کیونکہ وہ کہیں گے کہ ہم بھی اب اپنی حکومت کو مذہبی رنگ دیں گے اور چونکہ ان کا مذہب مذہبی آزادی تو کجا انسانیت کے ابتدائی حقوق بھی غیر مذہب کے متبعین کو دینے کے لئے تیار نہیں ہے اس لئے لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی مذہبی حکومت مسلمانوں کے لئے سخت تکلیف اور تباہی کا موجب ہوگی۔

پس میرے نزدیک مذہب کا نام دینے کی ضرورت نہیں۔ اصل غرض تو مذہبی احکامات نافذ کرنے سے ہے۔ سو جس جگہ بھی مسلمانوں کی اکثریت ہو ان کا فرض ہے کہ وہ اسلامی احکامات کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیں بھلا غیر مسلموں کو یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ ہم تم سے ضرور قرآنی تعلیم پر عمل کرائیں گے جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری مذہبی تعلیم ہی ایسی فطرت کے مطابق ہے کہ غیر مُسلم آہستہ آہستہ خود اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ آئندہ نظام حکومت مرتب کرنے کے لئے ایسے لوگ مقرر کئے جائیں جو اسلامی لاء کے ماہر ہوں۔ اگر ایسے لوگ مقرر کئے گئے جو خود اسلامی لاء سے ناواقف ہوں تو لازمی بات ہے کہ وہ اسلام کے نام پر غیر اسلامی قانون بنائیں گے، اس کے دو خطرناک نتیجے نکلیں گے۔ ایک یہ کہ وہ اسلام کو بدلیں گے دوسرا یہ کہ چونکہ وہ قانون ناقص اور غیر فطری ہوں گے اس لئے غیروں کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقعہ مل جائے گا“[1]

---

[1] ملخصاً ”الفضل“ ۱۹ر فتح ادسمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴ تا ۵ ۔

فصل دوم

سیدنا المصلح الموعود نے پاکستان کے داخلی مسائل ہی میں راہ نمائی نہیں فرمائی بلکہ اس کے خارجی مسائل بالخصوص کشمیر و فلسطین کے معاملات میں گہری دلچسپی لی اور نہایت مخلصانہ اور مدبرانہ مشورے دیئے۔

حضرت سیدنا المصلح الموعود کے مبارک ہاتھوں سے آزاد کشمیر حکومت کی بنیاد

حکومت پاکستان کی طرف سے ابھی تک نہ صرف یہ کہ معاملہ کشمیر کے بارے میں سرے سے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا بلکہ کوئی واضح پالیسی بھی اختیار نہیں کی گئی تھی کہ حضرت سیدنا المصلح الموعود کے مقدس اور مبارک ہاتھوں سے آزاد کشمیر حکومت کا وجود عمل میں آیا جس کی تفصیل سردار گل احمد خاں کوثر سابق چیف پبلسٹی آفیسر جمہوریہ حکومت کشمیر کے الفاظ میں درج کی جاتی ہے:۔

"یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جونا گڑھ میں عارضی متوازی حکومت کا اعلان کیا گیا اور نواب جونا گڑھ کو معزول کیا گیا۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے دیکھا کہ یہی وقت کشمیریوں کی آزادی کا ہے تو آپ نے کشمیری لیڈروں اور ورکروں کو بلایا میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ مفتی اعظم ضیاء الدین صاحب ضیاء کو عارضی جمہوریہ کشمیر کا صدر بنایا جائے مگر انہوں نے انکار کیا۔ اس کے بعد ایک اور نوجوان قادری صاحب کو کہا گیا۔ اس نے بھی انکار کیا۔ آخر میں قرعہ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور صاحب کے نام پڑا۔ ۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گجرات میں ایک اور میٹنگ ہوئی جس میں غضنفر علی خاں وغیرہ سے مشورہ ہوا۔

بمشورہ ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی پلیڈر مسودہ تیار کیا گیا۔ اس کی نقل بذریعہ ماسٹر امیر عالم صاحب کوٹلی اور چوہدری رحیم داد صاحب حال سب جج بھمبر آزاد کشمیر جناب مرزا صاحب کی خدمت میں لاہور بھیج دی گئی۔ سیلاب کی وجہ سے راولپنڈی اور لاہور کی ریل بند تھی۔ مرزا صاحب نے خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور کو اپنے ذاتی ہوائی جہاز میں لاہور سے گوجرانوالہ بھیج دیا۔

۳؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بمقام پیرس ہوٹل متصل ریلوے پُل راولپنڈی کارکنوں کی کئی میٹنگیں ہوئیں۔ آخر مسودہ پاس ہو کر خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور کے ہاتھ سے لکھکر انور بانی صدر "عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر" کے نام سے ہری سنگھ کی معزولی کا اعلان ہوا۔ خواجہ غلام نبی گلکار انور صاحب نے یہ تار راولپنڈی صدر تار گھر سے غالباً چالیس روپیہ دے کر دے دیا۔ یہ پریس ٹیلیگرام ہندوستان اور پاکستان کے اخبارات کے علاوہ اے۔ پی۔ آئی کو دیا گیا۔ راولپنڈی میں اس وقت اے پی پی کا کوئی نمائندہ نہیں تھا۔ مسٹر بشارت "پاکستان ٹائمز" کے نمائندے تھے۔ اعلان کے بعد ۵ ر تاریخ کو راقم الحروف[1] خواجہ غلام نبی گلکار انور اور بشارت صاحب نے باجازت باقی ممبران کیبنٹ سردار محمد ابراہیم خان صاحب پرائم منسٹر عارضی جمہوریہ حکومتِ کشمیر کا بیان تیار کر کے شائع کر دیا گیا۔ جو اخبارات میں چھپ گیا۔ خواجہ غلام نبی گلکار انور صاحب بانیٔ صدر عارضی جمہوریہ حکومتِ کشمیر کے بیان میں یہ واضح کر دیا گیا کہ ۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء ایک بجے رات کے بعد ہری سنگھ کی معزولی کے ساتھ "عارضی جمہوریہ حکومتِ کشمیر" کا قیام بمقام مظفر آباد عمل میں لایا گیا اور انور اس حکومت کا صدر ہے۔

۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بمقام پیرس ہوٹل راولپنڈی حسب ذیل وزیر اور عہدہ دار مقرر ہوئے۔ چونکہ معاملہ عارضی تھا اور کسی کو کیا گمان تھا کہ یہ حقیقت بن کر رہے گا مگر دل سے جو آواز نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

صدر "عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر"	خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور
پرائم منسٹر	سردار محمد ابراہیم خاں صاحب بمشورہ مولوی غلام حیدر صاحب جنڈالوی (سردار ابراہیم خانصاحب میٹنگ میں موجود نہ تھے)
وزیر مالیات	سید نذیر حسین شاہ
وزیر دفاع	مولوی غلام حیدر جنڈالوی

[1] یعنی احمد گل صاحب کوثر مدیر اخبار "ہمارا کشمیر" (مظفر آباد)۔

چیف پبلسٹی آفیسر   گل احمد خاں کوثر (راقم الحروف)

میٹنگ میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ خواجہ انور صاحب کو سرینگر فوراً روانہ کر دیا جائے۔ اور انہیں مکمل اختیار دے دیا گیا کہ وہ جنہیں مناسب سمجھیں انڈر گراونڈ گورنمنٹ میں وزیر یا عہدیدار بنالیں۔ چنانچہ ریڈیو سے ۴۔ ۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پے در پے "عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر" کے قیام کا اعلان بمقام مظفر آباد ہوتا رہا۔ خواجہ انور بانی صدر ۶ اکتوبر کو راولپنڈی سے روانہ ہوئے۔ اسی روز انہیں مسٹر عبدالرحیم دُرّانی دومیل پُل کے پاس ملے تو انہیں ڈیفنس سکرٹری مقرر کر کے کشمیر چھوڑنے کو کہا۔ خواجہ غلام دین صاحب وانی کو بھی مظفر آباد چھوڑنے کو کہا۔ اور ان دونوں صاحبان کو فوری لاہور مرزا صاحب کے پاس جانے کو کہا گیا۔ ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں یہ فیصلہ بھی ہوا تھا کہ وزیر مالیات سیّد نذیر حسین شاہ صاحب وزیر دفاع مولوی غلام حیدر صاحب جنڈالوی، گل احمد خاں کوثر (راقم الحروف) اور دیگر لیڈران تحریک جناب مرزا صاحب کی خدمت میں لاہور پہنچ جائیں گے اور مشورہ کریں گے۔ کیونکہ اس وقت حالت یہ تھی کہ مغربی پاکستان اور کشمیر کی آزادی دونوں خطرے میں نظر آ رہی تھیں اور عارضی حکومت کا اعلان اخبارات میں چھپ چکا تھا۔ مگر ان مذکورہ بالا آدمیوں کے سوا کسی کو علم نہ تھا کہ یہ اعلان کس نے کیا اور کیسے ہوا ؟

خواجہ غلام نبی گلکار انور صاحب بانی صدر ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو شیخ محمد عبداللہ صاحب کے مکان واقع سورہ سرینگر پر ملے۔ ½ ۲ گھنٹے باتیں ہوئیں۔ آخر میں یہ طے پایا کہ ان کے اور قائد اعظم کے درمیان ملاقات کا بندوبست کر دیا جائے۔ ۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے لے کر ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء تک گویا ۱۵ یوم کے عرصہ میں چھان بین کر کے حسب ذیل وزراء اور عہدیدار مقرر ہوئے۔[۱]

وزیر تعلیم مسٹر علیم (ڈاکٹر نذیر الاسلام صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی)

وزیر صحت و صفائی۔ مسٹر لقمان (ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی مرحوم ۔ ۔ ۔ سابق ملحقہ آفیسر سرینگر)

---

[۱] اصل نام مصلحتاً پوشیدہ رکھے گئے اور ان کی بجائے ان کے متبادل نام رکھے گئے تھے تاکہ ان کو کام کرنے میں آسانی ہو (مؤلف) ؛

وزارت زراعت ۔ مسٹر فہیم (اندرون کشمیر ہیں)
وزیر عدل و انصاف ۔ مسٹر انصاف (اندرون کشمیر ہیں)
وزیر صنعت و حرفت ۔ مسٹر کارخانہ (اندرون کشمیر ہیں)
گورنر کشمیر ۔ مسٹر شمس النہار (اندرون کشمیر ہیں)[۱]
ڈائریکٹر ریشم خانہ ۔ مسٹر ریشم الدین (اندرون کشمیر ہیں)
ڈائریکٹر میڈیکل سروسز ۔ ڈاکٹر بشیر محمود صاحب وانی مرحوم آف پونچھ
چیف انجنیئر ۔ مسٹر انعام (خلیفہ عبدالمنان صاحب)
انسپکٹر جنرل پولیس ۔ مسٹر حکیم صاحب
ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس ۔ مسٹر سلیم (محمد اکبر کیانی صاحب)
سکرٹری فار ٹرانسپورٹ ۔ مسٹر رحمت اللہ صاحب آف چراغدین اینڈ سنز
ڈپٹی پبلسٹی آفیسر ۔ منور (خواجہ عبدالغفار صاحب ڈار)

انڈر گراونڈ گورنمنٹ کی تشکیل کے بعد فوجی رضاکاروں کو منظم کرنے کے لئے مسٹر جون (اندرون کشمیر ہیں) کو کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔ اور ہری سنگھ کی گرفتاری کی سکیم کی تعمیل پر غور ہوتا رہا اور سکیم کا بہت سا حصہ بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اس میں کیپٹن بدرالدین صاحب، کیپٹن جمال الدین صاحب، مرزا میاں عبدالرشید ایم۔ایل۔اے، سجادہ نشین درگاہ کبینا شریف اور بہت سے دوست تھے جو اندرونِ کشمیر میں مقیم ہیں۔ اس شعبہ کے اجلاس کارونیشن ہوٹل متصل لدل چوک اپیا کدل ہوتے رہے۔"[۲]

حیدر آباد اور کشمیر کو متوازی سطح پر حل کرنے کے لئے پُر زور آواز

اس ابتدائی زمانہ میں حضرت سیدنا المصلح الموعود نے یہ آواز بھی بلند کی کہ کشمیر کو بہرکیف پاکستان میں شامل کیا جائے اور حکومت پاکستان حیدر آباد اور کشمیر کو ایک متوازی سطح پر حل کرنے کے لئے فوری کارروائی کرے چنانچہ اس سلسلہ میں حضور نے ۱۶ / اخا / اکتوبر

[۱] خواجہ غلام محمد خاں مرحوم المعروف عدم تشدد۔
[۲] روزنامہ "ہمارا کشمیر" مظفر آباد مورخہ ۱۴ / اکتوبر ۱۹۵۳ء (ایڈیٹر گل احمد خاں کوثر)۔

۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ کو ایک پریس کانفرنس منعقد کی جس کی روداد اخبار "زمیندار" نے حسب ذیل الفاظ میں شائع کی:-

"

کشمیر کو ہر قیمت پر پاکستان میں شامل کیا جائے

مرزا بشیر الدین امیر جماعت احمدیہ کا بیان

لاہور ۱۷ اکتوبر۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے کل ایک پریس کانفرنس میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان یا ہندوستان میں ریاست ہائے کشمیر و حیدر آباد کی شمولیت کا فیصلہ بیک وقت ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ خواہ حکمران یا خواہ عوام کو شمولیت کے فیصلے کا مجاز قرار دیا جائے۔ لیکن دونوں ریاستوں کے فیصلہ کا معیار ایک ہی ہونا چاہیئے۔

مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ کشمیر کا پاکستان میں شامل ہونا اشد ضروری ہے کیونکہ اگر کشمیر ہندوستان میں شامل ہو گیا تو پاکستان کی سرحد پانچ سو میل لمبی ہو جائیگی اور حملے کا خطرہ بڑھ جائے گا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ حکومت پاکستان اس سلسلے میں مؤثر اقدام کرے گی۔ آپ نے ہر دو حکومتوں سے مطالبہ کیا کہ انہیں مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے آپس میں معاہدہ کرنا چاہیئے۔" ؎۱

مسئلہ کشمیر کے فوری حل کیلئے "الفضل" میں مفصل مضمون

حضور انور نے حکومت پاکستان اور عوام دونوں پر اپنا مندرجہ بالا نقطۂ نگاہ نمایاں کرنے کے لئے "کشمیر اور حیدر آباد" کے عنوان سے ایک مفصل مضمون رقم فرمایا جو "الفضل" ۱۹ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ کی اشاعت میں شائع ہوا۔ حضور نے حیدر آباد اور کشمیر کے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا:-

"حیدر آباد اور کشمیر کے سوال متوازی ہیں اور ایک کا فیصلہ دوسرے کے فیصلہ کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ جب تک ان میں سے کوئی ایک حکومت فیصلہ نہیں کرتی۔ اس وقت تک پاکستان کے ہاتھ مضبوط ہیں۔ عقلی طور پر ان دونوں ریاستوں کے فیصلے دو اصول میں سے ایک پر مبنی ہو سکتے ہیں یا تو اس اصل پر کہ جدھر راجہ جانا چاہے اس کو اجازت ہو۔ اگر یہ اصل تسلیم کر لیا جائے تو حیدر آباد پاکستان میں شامل ہو سکتا ہے یا آزادی کا اعلان کر کے

؎۱ "زمیندار" ۱۹ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ صفحہ ۵

پاکستان سے معاہدہ کر سکتا ہے اور کشمیر ہندوستان یونین میں شامل ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں پاکستان کی آبادی میں پونے دو کروڑ کی زیادتی ہو جائے گی اور ایک طاقت ور حکومت جس میں کثرت سے معدنیات پائی جاتی ہیں پاکستان کو مل جائے گی اور بوجہ پاکستان میں شمولیت کے ہندوستان اس کے ذرائع آمد و رفت کو بھی بند نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ اس طرح وہ پاکستان سے جنگ کرنے والا قرار پائے گا۔

دوسرے اس اصل پر فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ملک کی اکثریت جس امر کا فیصلہ کرے اسی طرف ریاست جا سکتی ہے۔ اگر اس اصل کو تسلیم کر لیا جائے تو کشمیر پاکستان کے ساتھ ملنے پر مجبور ہو گا اور حیدر آباد ہندوستان کے ساتھ ملنے پر مجبور ہو گا۔ اگر ایسا ہوا تو پاکستان کو یہ فائدہ حاصل ہو گا کہ بتیس لاکھ مسلمان آبادی اس کی آبادی میں اَور شامل ہو جائے گی۔ لکڑی کا بڑا ذخیرہ اس کو مل جائے گا۔ بجلی کی پیداوار کے لئے آبشاروں سے مدد حاصل ہو جائے گی اور روس کے ساتھ اس کی سرحد کے مل جانے کی وجہ سے اسے سیاسی طور پر بڑی فوقیت حاصل ہو جائے گی۔

پس پاکستان کے لئے ان دونوں ریاستوں میں سے کسی ایک کا مل جانا نہایت ہی ضروری ہے لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس معاملہ کی طرف پاکستان گورنمنٹ نے توجہ نہیں کی اور ہندوستانی گورنمنٹ جلد جلد ایسے حالات پیدا کر رہی ہے کہ شاید دونوں ریاستیں ہی ہندوستان میں شامل ہو جائیں۔ پاکستان گورنمنٹ کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ ان دونوں ریاستوں کے متعلق ویسی ہی جلدی سے کام لیتی جیسا کہ ہندوستان لے رہا ہے اور ہندوستان پر یہ زور ڈالتی کہ ان دونوں ریاستوں کے متعلق ایک ہی اصل سے کام لیا جائے گا۔ یا دونوں ریاستوں کا فیصلہ حکمران کے فیصلہ کے مطابق ہو گا یا دونوں ریاستوں کا فیصلہ آبادی کی اکثریت کے فیصلہ کے مطابق ہو گا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ اب یہ تشویشناک اطلاعیں آ رہی ہیں کہ چار پانچ کے دن کے اندر اندر حیدر آباد اپنا آخری فیصلہ کر دے گا بلکہ شاید آج ۱۶ تاریخ کو ہی اس کا آخری فیصلہ شائع ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا اور حیدر آباد ہندوستان کے ساتھ مل گیا تو دنیا دیکھ لے گی کہ ہندوستان یونین کی اکثریت کے

فیصلہ کو نظر انداز کر کے اس امر پر زور دینے لگے گی کہ جو والیٔ ریاست کہے اسی کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیئے۔ اور کشمیر کا والیٔ ریاست یقیناً ہندوستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کرے گا جب تک حیدر آباد ہندوستان یونین میں شامل نہیں ہوتا، ہندوستان یونین اس دلیل کو کبھی تسلیم نہیں کرے گی۔ کیونکہ اگر وہ کشمیر کو ملانے کے لئے اس دلیل پر زور دے تو حیدر آباد اس کے ہاتھ سے جاتا ہے۔ لیکن جب حیدر آباد اس کے ساتھ مل گیا تو پھر وہ اسی دلیل پر زور دے گا خصوصاً اس لئے کہ پاکستان کے بعض لیڈر یہ اعلان کر چکے ہیں کہ موجودہ قانون کے لحاظ سے فیصلہ کا حق والیٔ ریاست کو ہے نہ کہ ملک کی اکثریت کو۔ اس صورت میں کشمیر کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہے گی۔

پس ہمارے نزدیک پیشتر اس کے کہ حیدر آباد کے فیصلہ کا اعلان ہو حکومت پاکستان کو اعلیٰ سیاسی سطح پر ان دونوں ریاستوں کے متعلق ایک ہی وقت میں فیصلہ کرنے پر اصرار کرنا چاہیئے اور ہندوستانی یونین سے یہ منوا لینا چاہیئے کہ وہ دونوں طریق میں سے کس کے مطابق فیصلہ چاہتا ہے۔ کہ آیا والیٔ ریاست کی مرضی کے مطابق یا آبادی کی کثرت رائے کے مطابق۔ اگر والیٔ ریاست کی مرضی کے مطابق فیصلہ ہو تو حیدر آباد اور جوناگڑھ کے متعلق ان کو اصرار کرنا چاہیئے کہ یہ پاکستان میں شامل ہوں اور اگر آبادی کی کثرت رائے کے مطابق فیصلہ ہو تو پھر کشمیر کے متعلق ان کو اصرار کرنا چاہیئے کہ وہ پاکستان میں شامل ہو

ہم جو کچھ اُوپر لکھ آئے ہیں اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان کا فائدہ اسی میں ہے کہ کشمیر اس کے ساتھ شامل ہو۔ حیدر آباد کی حفاظت کرنی اس کے لئے مشکل ہے۔ اور پھر کسی ایسی حکومت کو دیر تک قابو میں نہیں رکھا جا سکتا جس کی آبادی کی اکثریت ایسے اتحاد کے مخالف ہو۔ تیسرے حیدر آباد چاروں طرف سے ہندوستان یونین میں گھرا ہوا ہے۔ اس کے برخلاف کشمیر کی اکثر آبادی مسلمان ہے۔ کشمیر کا لمبا ساحل پاکستان سے ملتا ہے۔ کشمیر کی معدنی اور نباتاتی دولت ان اشیاء پر مشتمل ہے جن کی پاکستان کو اپنی زندگی کے لئے اشد ضرورت ہے اور کشمیر کا ایک ساحل پاکستان کو چین اور رُوس کی سرحدوں سے ملا دیتا ہے۔ یہ فوائد اتنے عظیم الشان ہیں کہ ان کو کسی صورت میں بھی چھوڑنا درست نہیں۔ ایک بات یہ بھی ہے

کہ پاکستان کی سرحدیں کشمیر کے ہندوستان یونین میں مل جانے کی وجہ سے بہت غیر محفوظ ہوجاتی ہیں۔ پس ملک کے ہر اخبار، ہر انجمن، ہر سیاسی ادارے اور ہر ذمہ دار آدمی کو پاکستان حکومت پر متواتر زور دینا چاہئیے کہ حیدر آباد کے فیصلہ سے پہلے پہلے کشمیر کا فیصلہ کروا لیا جائے ورنہ حیدر آباد کے ہندوستان یونین سے مل جانے کے بعد کوئی دلیل ہمارے پاس کشمیر کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لئے باقی نہیں رہے گی سوائے اس کے کہ کشمیر کے لوگ خود بغاوت کرکے آزادی حاصل کریں لیکن یہ کام بہت لمبا اور مشکل ہے اور اگر کشمیر گورنمنٹ ہندوستان یونین میں شامل ہوگئی تو پھر یہ کام خطرناک بھی ہوجائے گا کیونکہ ہندوستان یونین اس صورت میں اپنی فوجیں کشمیر میں بھیج دے گی اور کشمیر کو فتح کرنے کا صرف یہی ذریعہ ہوگا کہ پاکستان اور ہندوستان یونین آپس میں جنگ کریں" [1]

افسوس اس بروقت انتباہ پر ابھی چند روز ہی گذرے تھے کہ ۲۷ ؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل بھارت نے کشمیر کو انڈین یونین میں شامل کرنے کا اعلان کر دیا اور ہندوستانی فوجیں کشمیر میں داخل ہوگئیں۔ اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے کشمیر میں پاکستانی فوج روانہ کرنے کا فوری حکم صادر فرمادیا۔ اور یہ حکم حکومت مغربی پاکستان کے ملٹری سیکرٹری کی معرفت ایکٹنگ پاکستان کمانڈر انچیف جنرل گریسی کے پاس بھی پہنچ گیا مگر جنرل گریسی نے جواب دیا کہ سپریم کمانڈر کی منظوری کے بغیر وہ خود کوئی ہدایت فوج کو جاری نہیں کرسکتے۔ اور سپریم کمانڈر فیلڈ مارشل سر کلوڈ اوکنلک نے قائداعظم کے سامنے یہ موقف اختیار کیا کہ اب جبکہ کشمیر ہندوستان سے الحاق کرچکا ہے انڈین یونین کو مہاراجہ کی درخواست پر کشمیر میں فوج داخل کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ کیمبل جانسن اپنی کتاب "عہد لارڈ ماؤنٹ بیٹن" میں اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ قائداعظم نے اوکنلک کی موجودگی میں اپنا آرڈر منسوخ کر دیا۔ [2]

ماؤنٹ بیٹن کی الحاق کشمیر سے متعلق دیرینہ سازش کا انکشاف

اہل پاکستان کے لئے کشمیر کا ہندوستان سے الحاق بظاہر ایک نیا مسئلہ تھا مگر سیدنا المصلح الموعود نے واضح فرمایا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن عرصہ سے کشمیر کو بھارت سے ملانے کی سازش کر رہے تھے اور پٹھانکوٹ

---

[1] "الفضل" ۱۹ ؍ اخاء ؍ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ؍ ۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲

[2] "عہد لارڈ ماؤنٹ بیٹن" مصنفہ کیمبل جانسن مترجمہ یونس احمد ایم۔اے۔ ناشر نفیس اکیڈیمی کراچی نمبر ۱ سنہ ۱۹۶۲ء

اور بٹالہ کی تحصیلوں کو انڈین یونین میں شامل کرنے کا منصوبہ اس سلسلہ کی بنیادی کڑی ہے۔ چنانچہ فرمایا :-

"یوں تو مسلمان عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ کشمیر کا معاملہ نہایت اہم ہے۔ لیکن اس کی اہمیت کا پورا انکشاف انہیں حاصل نہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ کشمیر کا ہندوستان سے الحاق شاید کوئی نیا مسئلہ ہے مگر یہ بات درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کے ہندوستان سے الحاق کی داغ بیل بہت عرصہ پہلے پڑ چکی تھی۔ بونڈری کے فیصلہ سے عرصہ پہلے ہندوستان کی تقسیم کے سوال کا فیصلہ ہوتے ہی لارڈ مونٹ بیٹن کشمیر گئے اور ان کے سفر کا مقصد وحید یہی تھا، کہ وہ مہاراجہ کشمیر کو ہندوستان میں شامل ہونے کی تحریک کریں۔ حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ لارڈ مونٹ بیٹن کلی طور پر ہندوؤں کی تائید میں رہے ہیں اور مسلمانوں کے مفاد کی انہوں نے کبھی بھی پروا نہیں کی۔ اگر انہوں نے پاکستان کے بنانے کے حق میں رائے دی تو اس یقین کے ساتھ دی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں پاکستان تباہ ہو کر پھر ہندوستان میں شامل ہو جائے گا اور ان کا سارا زور اسی بات کے لئے خرچ ہوتا رہا۔ جب لارڈ مونٹ بیٹن کشمیر کے راجہ کو نصیحت کرنے کے لئے وہاں گئے اور اسی طرح کانگرس کے اور لیڈر بھی جیسے مسٹر گاندھی وہاں گئے تو لازمی بات ہے کہ ان بحثوں میں گورداسپور کے ضلع کا سوال بھی پیدا ہوا ہوگا . . . . پس جب لارڈ مونٹ بیٹن مہاراجہ کشمیر سے ملنے کے لئے گئے اور کانگرس نے مہاراجہ کشمیر پر زور دینا شروع کیا کہ وہ ہندوستان یونین کے ساتھ شامل ہوں تو اس کے معنی یہ تھے کہ ان لوگوں نے گورداسپور اور بٹالہ کو ہندوستان یونین میں شامل کرنے کا پہلے سے فیصلہ کیا ہوا تھا اور جب سر ریڈکلف نے گورداسپور اور بٹالہ کو خلافِ انصاف اور خلافِ عقل ہندوستان یونین میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کے یہ معنے تھے کہ کشمیر کو ہندوستان یونین میں شامل کرنے کا فیصلہ پہلے سے ہو چکا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان نتائج کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں انگلستان کی دو بڑی ہستیوں پر خطرناک الزام عائد ہوتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ مندرجہ بالا واقعات کی بناء پر اس نتیجہ کے سوا اور کوئی نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ بات ممکن تھی اور اگر عقل اور انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ گورداسپور اور بٹالہ کی تحصیلیں پاکستان میں شامل ہوں تو سر

ریڈ کلف کے ایوارڈ سے پہلے لارڈ مونٹ بیٹن، مسٹر گاندھی اور دوسرے کانگرسی اکابر کا مہاراجہ کشمیر کے پاس جانا اور انہیں ہندوستان یونین میں شامل ہونے کی تحریک کرنا بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ کیا کوئی عقل مند آدمی اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ لارڈ مونٹ بیٹن مسٹر گاندھی اور دوسرے کانگرسی اکابر ایک ایسی بات منوانے کے لئے کشمیر گئے تھے جو تحصیل گورداسپور اور تحصیل بٹالہ میں مسلم اکثریت ہونے کی وجہ سے بالکل ناممکن تھی۔ ان کا جانا بتاتا ہے کہ یہ بات پہلے سے طے پا چکی تھی ۔ ۔ اور تحصیل بٹالہ اور تحصیل گورداسپور باوجود مُسلم اکثریت کے ہندوستان یونین میں شامل کی جائیں گی۔ اور اگر یہ بات پہلے سے طے کی جا چکی تھی تو سر ریڈ کلف کا ایوارڈ محض ایک دکھاوا تھا۔ ایک طے شدہ بات کے اعلان سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہ تھی . . . .

بہرحال جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کشمیر کو ہندوستان یونین میں ملا دینے کا فیصلہ برطانوی حکومت کے بعض نمائندے اور کانگرس مشترکہ طور پر پہلے کر چکے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ کیا گیا ہے وہ محض دکھاوا اور کھیل ہے۔ مگر بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ کشمیر کو ہندوستان یونین میں ملا دینے کا فیصلہ صرف کشمیر کی خاطر نہیں کیا گیا بلکہ اس لئے کیا گیا ہے کہ صوبہ سرحد کے ساتھ ہندوستان یونین کا تعلق قائم ہو جائے۔ صوبہ سرحد میں سرخپوش (RED SHIRTS) کے ذریعہ سے کانگرس کی تائید میں ایک جال پھیلایا گیا ہے۔ عبدالغفار خاں کے ذریعہ سے لاکھوں روپیہ کانگرس سرحد میں تقسیم کر رہی ہے . . . .

اب تین طاقتیں پاکستان کے خلاف صوبہ سرحد میں کام کر رہی ہیں۔ پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ میں سرخپوشوں کی جماعت، آزاد سرحد میں فقیر ایپی کے لوگ۔ اور افغانستان میں وہ پارٹی جو افغانستان کی سرحدوں کو سندھ تک بڑھا دینے کی تائید میں آوازیں اُٹھا رہی ہے۔ افغانستان کی فوجی طاقت ہرگز اتنی نہیں کہ وہ پاکستان میں داخل ہو کر سندھ کو فتح کر سکے۔ یہ فریب اسے ہندوستان کے بعض آدمیوں نے دیا ہے اور سکیم یہ ہے کہ خدانخواستہ اگر کشمیر کی آزادی کی تحریک کو کچل دیا جائے اور ہندوستان یونین کا اثر کشمیر کی آخری سرحدوں تک پہنچ

جائے تو وہاں سے روپیہ اور اسلحہ شمال مغربی صوبہ میں پھیلایا جائے اور سرحد پار کے قبائل میں پھیلایا جائے۔ اس اسلحہ اور روپیہ کے قبول کرنے کے لئے زمین تیار ہے، اور اس اسلحہ اور روپیہ کو پھیلانے کے لئے بھی آدمی میسر ہیں۔ جب یہ سکیم مکمل ہو جائے گی تو ادھر سے سرحد میں بغاوت کرا دی جائے گی۔ ادھر سے فقیر ایپی کے ساتھی سرحدی صوبہ میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے اور تیسری طرف کشمیر کی طرف سے ڈوگرے اور سکھ سپاہی فوج سے چوری بھاگ کر ضلع ہزارہ اور راولپنڈی پر حملے شروع کر دیں گے۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ پاکستان کی حالت اگر مشرقی سرحد سے سکھ بھی حملے کرنے شروع کرنے لگ جائیں تو صرف اس مصالحہ کی سی رہ جائے گی جو شامی کباب (سینڈوچ) کے پیٹ میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایسی خطرناک صورت ہوگی کہ اس سے بچنا نہایت اور نہایت ہی مشکل ہوگا۔ تقسیم پنجاب سے پہلے کی سوچی ہوئی یہ سکیمیں ہیں اور شطرنج کی سی چال کے ساتھ ہوشیاری کے ساتھ اس سکیم کو پورا کیا جا رہا ہے۔

ہم نے وقت پر اپنے اہل وطن کو ہوشیار کر دیا ہے۔ زمانہ بتا دے گا، کہ جو بات آج عقل کی آنکھوں سے نظر آ رہی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد واقعات بھی اس کی شہادت دینے لگیں گے۔ ہمارے نزدیک اس کا علاج یقیناً موجود ہے اور حکومت پاکستان اب بھی اپنی مات کو جیت میں تبدیل کر سکتی ہے۔ اب بھی وہ ان منصوبوں کے بداثرات سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ کیا کسی کے کان ہیں کہ وہ سنے۔ کیا کسی کی آنکھیں ہیں کہ وہ دیکھے۔ کوئی دل گردے والا انسان ہے جو ہمت کر کے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے؟" [1]

مجاہدینِ کشمیر کیلئے اپیل

سیدنا المصلح الموعود کو تحریک آزادئ کشمیر کے قائد ہونے کی حیثیت میں برسوں سے کشمیری مسلمانوں کے ساتھ جو گہرا تعلق رہا تھا اس میں آزاد کشمیر حکومت کے قیام کے بعد اور بھی اضافہ ہوگیا تھا اور اب آپ اس کی کامیابی کی تجاویز و تدابیر

[1] "الفضل" ۱۴ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲

سوچنے کے لئے گویا وقف ہو گئے تھے۔

سردیاں آپہنچی تھیں۔ اور اگرچہ تحریک کشمیر میں کام کرنے والے لوگ جو مظفر آباد، پونچھ، ریاسی، میرپور اور سرحد کے باشندے تھے، برفانی علاقوں کے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ موزوں لباس کے بغیر ان علاقوں میں جدوجہد آزادی جاری نہیں رکھ سکتے تھے اور انہیں گرم جرابوں، گرم سویٹروں، بوٹوں، پیٹیوں اور بھاری کمبلوں کی فوری ضرورت تھی۔ لہذا حضور نے ۱۲ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے الفضل میں مجاہدین کشمیر کے لئے اعانت کی پُرزور اپیل فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:-

"کشمیر کا مستقبل پاکستان کے مستقبل سے وابستہ ہے۔ آج اچھا کھانے اور اچھا پہننے کا سوال نہیں۔ پاکستان کے مسلمانوں کو خود فاقے رہ کر اور ننگے رہ کر بھی پاکستان کی مضبوطی کے لئے کوشش کرنی چاہیئے اور جیسا کہ ہم اُوپر بتا چکے ہیں۔ پاکستان کی مضبوطی کشمیر کی آزادی کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہم تمام پاکستان کے رہنے والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آزادئ کشمیر کی جدوجہد میں حصہ لینے والوں کی کمبلوں، گرم کوٹوں، برساتی کوٹوں، زمین پر بچھانے والی برساتیوں، برفانی بوٹوں، گرم جرابوں اور گرم سویٹروں سے امداد کریں۔ یہ چیزیں کچھ تو ان دوکانوں سے مہیا کی جاسکتی ہیں جنہوں نے گذشتہ زمانہ میں ڈسپوزل کے محکمہ سے سامان خریدا تھا اور کچھ سامان ابھی ڈسپوزل کے سٹوروں میں پڑا ہوگا جو ملک کے پاس فروخت کرنے کے لئے ہے۔ وہاں سے بھی سامان خریدا جاسکتا ہے اور کچھ سامان خود سرحد کشمیر اور پونچھ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے صحیح جگہ پر روپیہ بھجوا دینا نہایت ضروری ہے۔ ہم پاکستان کے تمام اخباروں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے خریداروں سے روزانہ اس کام کے لئے چندہ کی اپیل کریں یا سارے اخبار مل کر ایک کمیٹی بنالیں جو مشترکہ طور پر روپیہ جمع کرے اور ایسے ضروری سامان خریدے جو مغربی پاکستان میں مل سکتے ہیں۔ اور جو مغربی پاکستان میں نہیں مل سکتے لیکن خود کشمیر، پونچھ اور سرحد میں مل سکتے ہیں ان کے لئے روپیہ عارضی حکومت کو بھجوائیں یا عارضی حکومت کی ان شاخوں کو بھجوائیں۔ جو ملک کے مختلف حصوں میں کام کر رہی ہیں" [۱]

[۱] "الفضل" ۱۲ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۳، ۴۔

مسئلہ کشمیر سے متعلق شرائط صلح کے خلاف احتجاج

پاکستانی پریس میں یہ خبر شائع ہوئی کہ کشمیر کے بارہ میں حکومت پاکستان اور حکومت ہندوستان کے ساتھ مفاہمت کی کوئی گفتگو جاری ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی بنیاد کے لئے شرائط صلح بھی متعین ہو چکی ہیں۔ سیدنا المصلح الموعود نے اس صورت حال کو مسلمانان کشمیر کے لئے سخت تشویشناک قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا :-

" آج کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کے متعلق صلح کی گفتگو ہو رہی ہے اور یہ بھی انہی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں شیخ عبداللہ صاحب کو اس غرض کے لئے بُلایا گیا ہے۔ خبر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ صلح اس اصول پر ہو رہی ہے کہ پاکستان زور دے کر قبائلی لوگوں کو واپس کرا دے۔ ہندوستان کی فوج کی واپسی کا کوئی ذکر نہیں۔ مسٹر گاندھی بھی بہت خوش نظر آتے ہیں کہ صلح کے امکانات روشن ہو رہے ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ لارڈ مونٹ بیٹن کی کوشش سے ہندوستان میں امن کے قیام کی صورت نکل آئے گی۔ شرائط صلح جو بتائی گئی ہیں وہ کشمیر کے مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک ہیں۔ کشمیر کے مسلمانوں نے جو قربانیاں کی ہیں وہ ایسی نہیں کہ ان کو یونہی نظر انداز کر دیا جائے۔ خصوصاً پونچھ کے مسلمانوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی ہے۔ کوئی ایسا سمجھوتہ جو اُن کے حقوق کی حفاظت نہ کرے یقیناً پونچھ کے بہادر جانبازوں کی زندگی ختم کرنے والا ہو گا۔ اس جنگ کے بعد اگر کشمیر پر کوئی ایسی حکومت قابض ہوئی جو ڈوگرہ راج کے تسلسل کو جاری رکھنے والی ہوئی یا جس میں آزاد مسلمانوں کا عنصر بڑی بھاری تعداد میں نہ ہوا تو پونچھ، میرپور اور ریاسی کا بہادر مسلمان ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ وہ کسی صورت میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ خدا کرے یہ خبر غلط ہو۔ لیکن چونکہ پاکستان گورنمنٹ کی طرف سے اس کے خلاف کوئی اعلان نہیں ہوا۔ اس لئے ہمیں شبہ ہے کہ یہ خبر اگر ساری نہیں تو کچھ حصہ اس کا ضرور سچا ہے۔

پاکستان گورنمنٹ نے بار بار اعلان کیا ہے کہ وہ کشمیر کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ نہیں لے رہی۔ اور اگر یہ بات درست ہے تو پاکستان گورنمنٹ کو آزاد کشمیر

تحریک کے راستہ میں روڑے اٹکانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ پبلک کی ہمدردیاں آزاد ملکوں میں ہمیشہ ایسے ممالک کے حق میں جاتی ہیں جن سے کہ ان کا کوئی تعلق ہوتا ہے انگلستان، یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ، فرانس، جرمنی اور دوسرے ممالک باوجود اس کے کہ ان کی حکومتیں بعض جگہوں میں شامل نہیں ہوئیں دو جنگ کرنے والے فریق میں سے ایک کی مدد کرتی رہی ہیں۔ اگر پاکستان کی آبادی بھی اسی طرح کشمیر کی تحریک آزادی میں حصہ لینے والوں کی مدد کرے تو وہ اپنے جائز حقوق سے کام لیتی ہے۔ اور اسے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ کشمیر کا پاکستان کے ساتھ ملنا یا کلّی طور پر آزاد ہونا لیکن پاکستان کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات کا ہونا پاکستان کی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر پاکستان ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس کوئی ایسی تجویز جو اس کے خلاف ہو، وہ ہرگز پاکستان کے لئے قابل قبول نہیں ہونی چاہیئے"[1]

مسئلہ فلسطین کے متعلق سیدنا المصلح الموعود کے دو معرکۃ الآراء مضامین

اگر کشمیر پاکستان کے لئے رگِ جان کی حیثیت رکھتا ہے تو فلسطین پورے عالم اسلام کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔

مسئلہ فلسطین بکم دسمبر ۱۹۴۷ء کو ایک نئے مرحلہ میں داخل ہوا، جبکہ امریکہ اور روس دونوں کی متفقہ کوشش سے جنرل اسمبلی نے تقسیم فلسطین کا ظالمانہ فیصلہ کر دیا۔

سیدنا المصلح الموعود نے تقسیم فلسطین کے پس منظر کو بے نقاب کرنے کے لئے دو معرکۃ الآراء مضامین لکھے جن میں سے ایک فیصلہ تقسیم سے قبل ۲۸ر نومبر کو شائع ہوا۔ اور دوسرا دس روز بعد ۱۱ر دسمبر کو حضور نے ان مضامین میں نہایت شرح و بسط سے بدلائل ثابت کیا کہ یہودیوں کی فلسطین میں آبادی روس، امریکہ اور برطانیہ تینوں کی پرانی سازش کا نتیجہ ہے۔ گو یہ طاقتیں اپنے سیاسی اغراض کے لئے ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار نظر آتی ہیں مگر مسلم دشمنی کے مقصد میں سب مشترک ہیں "عربوں اور مسلمانوں سے کسی کو ہمدردی نہیں ہے مسلمان صرف اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا

---

[1] "الفضل" ۳۰ر نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ہش/ ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۔

ہے اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔" [1]

اس ضمن میں حضور نے یہ بھی فرمایا کہ

"فلسطین کا معاملہ اسلامی دنیا کے لئے ایک نہایت ہی اہم معاملہ ہے۔ ایک ہی وقت میں پاکستان، انڈونیشیا اور فلسطین کی مصیبتیں مسلمانوں کے لئے نہایت ہی تشویشناک صورت پیدا کر رہی ہیں۔ ہمیں ان سب مشکلات پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے کوئی ایسا راہ نکالنا ہے جو آئندہ اسلام کی تقویت کا موجب ہو اور ہمیں اس وقت اپنے ذہنوں کو دوسری چھوٹی سیاسی باتوں میں پھنسا کر مشوش نہیں کرنا چاہیئے۔ فلسطین کا معاملہ ایک الٰہی تدبیر کا نتیجہ ہے اور قرآن کریم، احادیث اور بائبل میں ان تازہ پیدا ہونے والے واقعات کی خبریں پہلے سے موجود ہیں" [2]

جماعت احمدیہ کیلئے بعض خاص ہدایات

سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کی مصلحانہ قیادت کی یہ حیرت انگیز شان تھی کہ حضور کی دُور بین نگاہیں بیک وقت دین کے ہر چھوٹے بڑے محاذ پر بھی رہتی تھیں اور آپ کا آسمانی دماغ وقت کے ہر نئے تقاضے کے عین مطابق صحیح راہ متعین کرنے میں ہمیشہ کامیاب ہو جاتا تھا جس سے تمکینِ دین کی منزل قریب سے قریب تر ہو جاتی تھی۔

حضور کی اس امتیازی خصوصیت کا ہجرت پاکستان کے بعد بار بار اور نمایاں صورت میں اظہار ہوا۔ جبکہ آپ نے ایک طرف عالم اسلام اور خصوصاً مملکت پاکستان کے مسائل میں بصیرت افروز رہنمائی فرمائی اور دوسری طرف احمدیوں کو قدم قدم پر ان کے جماعتی اور ملّی فرائض کی طرف متوجہ کیا۔ اس تعلق میں یہاں بعض ان ہدایات کا ذکر کیا جانا مناسب ہوگا جو حضور انور کی طرف سے ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کی آخری سہ ماہی میں جاری کی گئیں۔

احمدیوں کو مُلکی دفاع کیلئے فوجی فنونِ سیکھنے کی تلقین

۱۔ حضور نے ۱۰/ ماہ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ میں احمدیوں کو فوجی فنون سیکھنے کی تلقین

---

[1] "الفضل" ۲۸ نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم ۲۔

[2] "الفضل" ۱۱ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۳ کالم ۴۔

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

"آج ہر احمدی سمجھ لے کہ اب احمدیت پر ایک نیا دَور آیا ہے اور اب اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک نیا عہد کرنا پڑے گا۔ میرے نزدیک آج سے ہر مخلص احمدی کا خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں رہتا ہو یہ فرض ہے کہ وہ فوجی فنون سیکھے۔ اگر عارضی طور پر وہ فوجی ملازمت اختیار کر سکتا ہو تو عارضی طور پر اور اگر مستقل طور پر فوجی ملازمت اختیار کر سکتا ہو تو مستقل طور پر فوجی ملازمت اختیار کرے۔ کیا پتہ کہ کس وقت پاکستان پر حملہ ہو جائے اس وقت ہمارا پہلا فرض ہوگا کہ ہم پاکستان کی پُوری پُوری مدد کریں۔ ہندوستان میں جو احمدی ہوں گے ان کے متعلق تو یہی قانون ہوگا کہ وہ ہندوستان یونین کے فرمانبردار رہیں۔ مگر جو پاکستان میں رہنے والے ہوں گے ان کا فرض ہوگا کہ وہ حکومت پاکستان کی مدد کریں اور دوسروں سے زیادہ جوش اور اخلاص اور ہمت سے پاکستان کی حفاظت کریں اور اس ملک کو دشمن کے حملوں سے پوری طرح محفوظ رکھیں تاکہ اس مُلک سے اسلام کا نشان مٹ نہ جائے اور ایک ہزار سال کے بعد اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بڑی بھاری شرم کی بات ہوگی۔ بڑی بھاری ذلّت کی بات ہوگی۔ بڑی بھاری رُسوائی کی بات ہوگی۔ آج محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امانت ہمارے ہاتھ میں ہے اور اس امانت کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے"[1]

ذکرِ الٰہی کی تحریک

۲۔ حضرت اقدس ؓ نے ۱۲ ماہ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو مجلس عرفان میں ایک پُر معارف تقریر کے ذریعہ احمدیوں کو ذکرِ الٰہی اور نماز باجماعت کی خاص تحریک کی۔ چنانچہ فرمایا :-

"ہمیں تو ایسے رنگ میں اپنے اعمال کو ڈھالنا چاہیئے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دے۔ پھر نماز سے پہلے اور پیچھے ذکرِ الٰہی کرنے میں بھی بہت غفلت سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز سے پہلے جو وقت امام کے انتظار میں گذارا جاتا ہے اس کو بالعموم اِدھر اُدھر کی باتوں میں گنوا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] "الفضل" ۱۸ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۳-۴۔

فرمایا ہے کہ وہ وقت ایسا ہی ہوتا ہے جیسے جہاد کا وقت۔ ذکرِ الٰہی سے دماغ صاف ہوتا ہے۔ فرشتوں سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور نفس کی کمزوریاں دور ہوتی ہیں۔ پس ذکرِ الٰہی کی عادت ڈالو۔ اپنے وقتوں کو صحابہ کے رنگ میں گذارو، ورنہ وہ برکتیں دیر تک پیچھے پڑتی ہی جائیں گی جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کر رکھی ہیں۔ ان فتنوں کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ کا فضل ہم پر نازل ہو۔

پس خدا کے فضل کے جاذب بنو اور دعائیں کرو کہ قوم کے اندر اتحاد، قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا ہو۔ اگر پاکستان میں بھی خدانخواستہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے تو پھر سوائے سمندر میں جا کر غرق ہو جانے کے اس مُلک میں مسلمانوں کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا"[1]

مہاجرین کو متوکّلانہ زندگی بسر کرنے کا ارشاد

حضور نے ۱۴؍ ماہ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کی مجلس عرفان میں مشرقی پنجاب سے آنے والے احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگر تم مومن اور متوکّل ہو تو پھر تمہیں اپنی جائیدادوں کے تلف ہونے کی پروا نہیں کرنی چاہیئے اور گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ جب دینے پر آتا ہے تو دے دیتا ہے اور جب لینے پر آتا ہے تو لے لیتا ہے۔ ہمارا مقام یہی ہے کہ جس حالت میں اللہ تعالیٰ رکھے ہم اس پر راضی رہیں۔ یہی حقیقی توکّل ہے۔ اور جب یہ پیدا ہو جائے تو پھر انسان طوعی اور جبری دونوں طرح کی قربانیوں کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور شرح صدر کے ساتھ قربانیوں کے میدان میں آجاتا ہے"[2]

اشاعتِ اسلام کیلئے فقیرانہ رنگ پیدا کرنے کی ہدایت

۴۔ حضور پُرنور نے ۱۷؍ ماہ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا:-

"اگر عیسائی مذہب دُنیا میں پھیل سکتا ہے، اگر بُدھ مذہب دُنیا میں پھیل سکتا ہے تو اسلام جو بہت سی خوبیاں اپنے

---

[1] "الفضل" ۱۴؍ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴۔

[2] "الفضل" ۱۶؍ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم ۲۔

اندر رکھتا ہے اور جو تمام مذاہب سے زیادہ مکمل اور حسین ہے، وہ کیوں پھیل نہیں سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لئے صحیح ذرائع سے کام لیا جائے۔ اگر تم اسلام کی اشاعت صرف کالجوں اور مدرسوں کے ذریعہ کرو گے۔ تو یہ ایک مذہب نہیں بلکہ سوسائٹی ہوگی اور سوسائٹی میں صرف چند آدمی داخل ہوا کرتے ہیں، ساری دُنیا داخل نہیں ہوا کرتی۔ لیکن اگر تم اپنی تبلیغ کو مذہبی رنگ دے دو تو پھر جوق در جوق تمام دُنیا کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگ جائیں گے۔ پس اپنی تبلیغ کو مذہبی رنگ دو اور اسلام کی اشاعت کے لئے فقیرانہ رنگ اختیار کرو پھر دیکھو کہ تمہاری تبلیغ کس سُرعت اور تیزی کے ساتھ دنیا میں پھیلتی چلی جاتی ہے"[1]

اس سلسلہ میں ۱۶ رماہ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو مزید فرمایا:-

"ہماری جماعت کو چاہیئے کہ ہر فرد ہم میں سے اپنے نفس کو ٹٹولتا رہے اور اپنے دل میں دین کے ساتھ ایک محبت اور شغف پیدا کرنے کی کوشش کرے تاکہ دین کے کام اسے بوجھ محسوس نہ ہوں بلکہ وہ انہیں میں لذت اور خوشی محسوس کرے۔ لوگ تو دین کو ایک بوجھ کہتے ہیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں کو اس سے بالکل اُلٹ دُنیا کے کاموں کو ایک چٹی اور بوجھ سمجھنا چاہیئے کیونکہ ہمارا اصل کام تو دین کی محبت اپنے دل میں پیدا کرنا اور دین کی اشاعت کرنا ہی ہے۔ باقی دنیا کے کام ہرگز ہمارا مقصد نہیں ہیں۔ محض زبانی باتیں ہمیں کبھی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ ہمارے دماغ پر تو سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے بس ایک ہی مقصد حاوی ہونا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ اسلام دنیا میں غالب آئے"[2]

قرآن کریم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا فرمان

۵۔ حضور نے ۲۱ رماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو خاص طور پر اس موضوع پر خطبہ جمعہ دیا کہ اگر ہماری جماعت قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو سارے مصائب آپ ہی آپ ختم ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا:-

---

[1] "الفضل" ۳۰ راخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴۔ کالم ۲-۳ ؛

[2] "الفضل" ۱۸ رفتح/دسمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۲ ؛

"سلسلہ الٰہیہ کو سلسلہ الٰہیہ سمجھنا اور اس کی تعلیم پر عمل نہ کرنا بالکل لغو اور فضول ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات عذابِ الٰہی کو بھڑکانے کا موجب بن جاتا ہے۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کا اتنا رواج دے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو . . . . ابھی تک جماعت کے بعض لوگ اس سلسلے کو محض ایک سوسائٹی کی طرح سمجھتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد اگر چندہ دے دیا تو اتنا ہی ان کے لئے کافی ہے . . . . حالانکہ . . . جب تک ہم اپنے ساتھیوں اور اپنے دوستوں اور اپنے رشتہ داروں کو قرآن کریم کے پڑھانے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش نہ کریں گے اس وقت تک ہمارا قدم اس اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس مقام تک پہنچنے کے نتیجہ میں انبیاء کی جماعتیں کامیاب ہوا کرتی ہیں"[1]

محبتِ قادیان کے جذبہ کو اپنے مقصد میں روک نہ بننے دو

قادیان کے چھن جانے کا اثر طبعی طور پر جماعت احمدیہ کے ہر طبقہ پر نہایت گہرا ہوا۔ اس صدمۂ عُظمیٰ سے جسم نڈھال اور دل افسردہ اور پریشان تھے اور زندگی بالکل بے کیف ہو کے رہ گئی تھی۔ ان اندوہناک حالات میں حضرت مصلح موعود نے اپنی جماعت کو اپنے اندر ہمّت و جرأت پیدا کرنے کا وہی امید افزا پیغام دیا جو خلفاء ربّانی کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

"قادیان چھوٹ جانے کا احساس بیشک ضروری چیز ہے۔ لیکن اس احساس کے نتیجہ میں بجائے بے ہمتی پیدا ہونے کے ہماری جرأت اور ہمارے حوصلہ میں زیادتی اور ترقی ہونی چاہیئے قادیان ظالمانہ طور پر ہم سے چھینا گیا ہے اور ظالم کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں پہلے سے بہت زیادہ ہمت اور طاقت اور حوصلے کی ضرورت ہے۔ مُردے کبھی میدان فتح نہیں کیا کرتے۔ میدان ہمیشہ زندہ اور بہادر لوگ جیتا کرتے ہیں۔ پس آج تو ایسا وقت ہے کہ ہمارے بوڑھوں کو بھی جوان بن جانا چاہیئے کیونکہ کام جو اللہ تعالیٰ نے اب ہمارے سپرد کیا ہے وہ جوانوں والا ہے۔ اگر ہمارے بوڑھے بھی کمر ہمت باندھ لیں تو یقیناً اللہ تعالےٰ انہیں بھی کام کرنے کی طاقت دے دے گا اور مومن کے لئے دین کی راہ کام کرنا ہی سب

[1] "الفضل" ۹ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۵ - ۶

سے زیادہ خوشی کا موجب ہوتا ہے۔ گو ہمارا یقین یہی ہے کہ جلد ہی قادیان ہمیں واپس مل جائیگا لیکن فرض کرو جلد نہ ملے اور سَو دو سَو سال بھی لگ جائیں تو پھر بھی کیا حرج ہے۔ جتنا عرصہ مومن کو زیادہ قربانی کے لئے مل جاتے مومن کو تو اُتنا ہی خوش ہونا چاہیئے نہ کہ غمگین . . . .

. . . پس یہ وقت رونے دھونے کا نہیں ہے بلکہ اپنی ہمتوں کو اور اپنے حوصلوں کو پہلے سے بہت زیادہ بلند کرنے کا وقت ہے۔ ہمارے جوانوں کو بہت زیادہ جوان بن جانا چاہیئے اور ہمارے بوڑھوں کو جوان بن جانا چاہیئے اور اپنے اصل مقصد یعنی خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا چاہیئے کہ خدا کی محبت کروڑوں کروڑ قادیان سے بھی زیادہ قیمتی اور قابلِ قدر چیز ہے" [1]

مخلصینِ احمدیّت کی طرف سے اخلاص و قربانی کی رُوح کا مظاہرہ

جماعت احمدیہ کے نظامِ مالیات کو فسادات کے دوران سخت دھکا لگ چکا تھا مگر مخلصین جماعت نے ان نازک ایّام میں کس ذوق و شوق سے مالی جہاد میں حصہ لیا؟ اس کی بعض شاندار مثالیں حضرت سیدنا المصلح الموعود کی زبان مبارک سے ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔ فرمایا :-

۱- "جالندھر کی ایک احمدی عورت میرے پاس آئی اور اس نے بتایا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے اور یہ کہ وہ بالکل برباد ہو گئے ہیں۔ پھر اس نے دو زیور نکال کر بطور چندہ دے دیئے۔ مَیں نے اسے کہا تم تو لُٹ کر آئی ہو، یہ چندہ تو ان لوگوں پر ہے جو یہاں تھے اور جو لُوٹ مار سے محفوظ رہے۔ وہ عورت یہ بھی کہہ چکی تھی کہ اس نے حفاظتِ مرکز کا چندہ ادا کر دیا ہُوا ہے اس نے کہا مَیں یہی دو زیور نکال کر لائی ہوں۔ جب مَیں نے دیکھا کہ جماعت نازک دَور سے گذر رہی ہے تو مَیں نے خیال کیا کہ میرا سارا زیور اور دوسری جائیداد تو کفار نے لُوٹ لی ہے کیا اس میں خدا تعالےٰ کا کوئی حصہ نہیں۔ میرے پاس یہی دو زیور ہیں جو مَیں بطور چندہ دیتی ہوں" [2]

---

[1] "الفضل" ۱۷ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم ۳-۴ ۔

[2] "الفضل" ۲۶ تبلیغ / فروری ۱۳۲۸ ہش / ۱۹۴۹ء صفحہ ۵ کالم ۳ ۔

۲۔ "مَیں نے دیکھا ہے کہ قادیان سے آنے کے بعد بعض غرباء نے اتنی اتنی رقم بطور چندہ کے دی ہے کہ اگر اُس کا اندازہ لگایا جائے تو اس کا سینکڑواں حصہ بھی امراء نے نہیں دیا۔ جو کچھ بھی انہوں نے اپنی ضرورتوں کے لئے پس انداز کیا ہوا تھا وہ میرے سامنے لاکر رکھ دیا۔ پتہ نہیں کہ وہ روپیہ انہوں نے کتنے سالوں میں جمع کیا تھا۔ کسی امیر نے ایسا نہیں کیا بلکہ سَو سے کم آمدن والوں نے ایسا کیا ہے، ۷۵ سے کم آمدن والوں نے ایسا کیا ہے بلکہ پچاس سے کم آمدن والوں نے ایسا کیا" [1]

۳۔ "میں یہ نہیں کہتا کہ امراء اخلاص دار نہیں ہوتے۔ امراء میں بھی اخلاص ہوتا ہے لیکن ان کے اخلاص کو دیکھتے ہوئے ایسے مخلصوں کی تعداد کم ہے۔ . . . سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب سلسلہ کے کاموں میں اتنی فراخدلی اور فراخ حوصلہ سے حصہ لیتے ہیں کہ ان پر رشک آتا ہے گذشتہ دنوں میں حیدرآباد میں بدامنی تھی۔ جونہی ڈاک کھلی وہاں سے چندے آنے شروع ہو گئے۔ پس مخلص لوگ امراء میں بھی ہوتے ہیں اور غرباء میں بھی ہوتے ہیں مگر نسبت کے لحاظ سے یہ تعداد زیادہ ہوتی ہے" [2]

۴۔ سیدنا المصلح الموعود نے ۲۸ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو تحریک جدید کے چودھویں سال کا اعلان فرمایا۔ اس مالی جہاد میں سب سے زیادہ جوش و خروش قادیان کے احمدی مہاجرین نے دکھایا۔ جس پر حضور نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس وقت تک سب سے زیادہ جوش قادیان کے مہاجرین نے ہی دکھایا ہے۔ چنانچہ جتنی موعودہ رقم آئی ہے اس کا نوّے فیصدی قادیان کے وعدوں پر ہی مشتمل ہے" [3]

---

[1] و [2] "الفضل" ۲۶ تبلیغ/فروری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵

[3] "الفضل" ۱۶ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۳ کالم ۳

فصل سوم

قادیان کو احمدیوں سے خالی کرانے کے لئے سول اور فوجی افسروں کی الزام تراشیاں اور دھمکیاں۔

بھارتی حکومت اگرچہ بار بار یہ ادعا کر رہی تھی کہ وہ اقلیتوں کو اپنے وطن میں آباد رکھنا چاہتی ہے مگر عمل اس کے بالکل برعکس تھا۔ خصوصاً قادیان کی نسبت تو اس کے خفیہ عزائم عملاً تقسیم ہند کے ساتھ ہی بے نقاب ہونے شروع ہو گئے تھے اور جماعت احمدیہ پر الزام تراشیوں کی ابتدا بھی ماہ ظہور / اگست ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کے آخری ہفتہ سے ہو گئی تھی مگر حکومت کے خطرناک ارادوں کا احمدیوں کے سامنے لفظاً اظہار پہلی بار ۸ / تبوک / ستمبر کو ہوا جبکہ قادیان کی پولیس چوکی کے انچارج ہزارہ سنگھ صاحب اور دوسرے سکھ سپاہیوں نے بٹالہ میں بعض ذمہ دار احمدیوں سے پوچھا کہ آپ کا قادیان خالی کرنے کے متعلق کیا ارادہ ہے؟ کیا اسے خالی نہیں کرنا؟

اگلے روز (۹ / تبوک / ستمبر کو) صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور مکرم مرزا عبدالحق صاحب کی بٹالہ میں برگیڈیر پنجو بھائی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مکرم مرزا عبدالحق صاحب نے ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور (مسٹر کنہیا لعل) اور سپرنٹنڈنٹ پولیس (سردار نرنجن سنگھ صاحب) کی موجودگی میں جماعت احمدیہ کی تعلیم و حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ ہم ہمیشہ پُر امن اور قانون کے پابند رہے ہیں اور آج سے پندرہ دن تک ہمارے خلاف کوئی شکایت نہ تھی مگر اب یکایک ہمیں بدنام کرنے کے لئے بے بنیاد الزامات لگائے جا رہے ہیں۔

برگیڈیر صاحب نے جواباً کہا۔ میں سمجھتا ہوں بعض رپورٹیں غلط بھی ہوں گی مگر چند دن ہوئے امتناعی حکم کے باوجود آپ لوگوں کی جیپ باہر گئی اور اس میں بعض اشخاص فوجی وردی پہنے ہوئے تھے (بات یہ تھی کہ خود ملٹری نے جماعت سے جیپ مانگ کر لی اور ملٹری کے سپاہیوں نے ہی اسے استعمال کیا تھا) برگیڈیر صاحب نے دوسرا الزام یہ عاید کیا کہ ایک بیرونی گاؤں سے منارۃ المسیح کی طرف بذریعہ وائرلیس پیغام آیا کہ ہمارا گولہ بارود ختم ہے اور بھجوائیں (یہ بات بھی سراسر غلط تھی۔ ہاں یہ صحیح تھا کہ ایک ملحقہ گاؤں خطرہ کی حالت

میں تھا اور اس کی اطلاع دینے کے لئے ٹارچ کے ساتھ اشارہ کیا گیا کہ مظلوم مسلمانوں کے بچاؤ کی کوئی صورت کریں چنانچہ اسی وقت مقامی ملٹری کو اس سے باخبر کر دیا گیا)۔

بریگیڈیئر صاحب نے تیسرا الزام یہ دیا کہ آپ کا ہوائی جہاز علاقہ بھر میں دہشت پھیلا رہا ہے۔ (اس الزام میں بھی ذرہ برابر صداقت نہ تھی کیونکہ ہوائی جہاز صرف بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ البتہ ہوائی جہاز نے ایک بار احمدیوں کے تباہ شدہ دو گاؤں دنجوآل اور فیض اللہ چک کا معائنہ کیا تھا۔ مگر یہ پرواز بھی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس گورداسپور کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے تھی کہ وہ یہ گاؤں اپنی آنکھ سے دیکھنا چاہتے تھے)۔

مرزا عبدالحق صاحب نے اپنی معلومات کے مطابق ان الزامات کی تردید کی مگر بریگیڈیئر صاحب نے کہا کہ جو ہوا سو ہوا۔ آئندہ فوجی وردیوں سے ملتی جلتی وردیوں اور قادیان سے باہر جیپوں کا استعمال نہ کیا جائے اور نہ جماعت کا ہوائی جہاز اس علاقہ میں پرواز کرے۔ اور نہایت سخت لہجہ میں کہا کہ ہم دیکھیں گے وہ کیسے اڑتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم اسے شوٹ کر دیں گے۔

اگرچہ بریگیڈیئر صاحب نے اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کے مرکزی نمائندوں کو خاص طور پر بلوایا تھا۔ مگر ان کو اپنی معروضات کی تفصیل پیش کرنے کا کوئی موقع نہ دیا۔ بلکہ مرزا صاحب موصوف کو یہ کہکر روک دیا کہ تفصیلات کی ضرورت نہیں اور ساتھ ہی یہ مطالبہ بار بار اور پورے زور سے کیا کہ آپ یقین دلائیں کہ آئندہ احمدی جوان جارحانہ رنگ کی کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ حالانکہ احمدی مظلوم اور محاصرہ کی حالت میں تھے۔ اور صبح و شام فوج اور پولیس کی کھلی جارحیت کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

۱۰ر ماہ تبوک/ستمبر کو یہ رپورٹ موصول ہوئی کہ قادیان کی پولیس چوکی کے انچارج صاحب سارا دن یہی کہتے رہے کہ احمدیوں سے یہ سخت غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے پاکستان کی حمایت کی اب ہماری گورنمنٹ کو کیسے اعتبار ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے وفادار ہوں گے۔ یہ غلطی کوئی معمولی غلطی نہیں اور خطرناک نتائج کا باعث بنے گی۔

۱۱ر ماہ تبوک/ستمبر کو قادیان میں نئی ملٹری آئی جس کے ایک صوبیدار نے آتے ہی ایک ہندو معاند سے کہا کہ ہم دیکھیں گے قادیان والے قادیان خالی نہیں کریں گے۔ صرف بم پڑنے کی دیر ہے کہ یہ سب بھاگ جائیں گے۔ اسی روز بریگیڈیئر پنجو صاحب، گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر صاحب اور سپرنٹنڈنٹ پولیس صاحب کے ہمراہ ۱۲ بجے قادیان تشریف لائے اور امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے آپ کے مکان پر ملاقات کی۔

بریگیڈیر صاحب نے دوران گفتگو اپنی پہلی باتوں کو دہرایا۔ حضرت میاں صاحب نے نہایت تحمل اور وقار سے ان کی ایک ایک شکایت کا تسلّی بخش جواب دیا۔ البتہ جہاں تک ہوائی جہازوں کے پرواز کرنے کا تعلق تھا آپ نے فرمایا کہ ہم باہر کے علاقہ سے بالکل منقطع ہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ ہم ان تک یہ ہدایت یا خواہش پہنچا سکیں۔ کہنے لگے ہاں یہ درست ہے مَیں ایسا انتظام کر دوں گا کہ آپ کی طرف سے لاہور میں یہ اطلاع چلی جائے کہ جہازوں کو اس علاقہ میں پرواز کرنے سے روک دیا جائے۔

اسی روز پھر یہ رپورٹ موصول ہوئی کہ قادیان چوکی کے انچارج صاحب نے جماعت کے ایک ذمہ دار کارکن سے خاص طور پر یہ کہا کہ جماعت احمدیہ نے حمایت پاکستان کر کے سخت غلطی کی ہے اور اسی لئے بھارتی حکومت احمدیوں کی مخالف ہو رہی ہے۔ نیز کہا کہ اب یہاں ضلع میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔

۱۹ ماہ تبوک/ستمبر کو پاکستان سے ایک ہوائی جہاز قادیان کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے آیا۔ ملٹری اور پولیس نے جونہی اسے پرواز کرتا دیکھا۔ فائرنگ شروع کر دی اور چونکہ فوجی کپتان کو یہ خبر دی گئی تھی کہ جہاز سے ایک تھیلی تعلیم الاسلام کالج پر پھینکی گئی ہے اس لئے فوجی کپتان فوراً کالج میں پہنچا اور وہاں موجود اشخاص سے کہا کہ ہمارے حکم کے خلاف جہاز آیا ہے اس لئے تھیلی بھی ہمارے حوالہ کرو اور یہ عمارت بھی شام تک خالی کردو۔ ڈیوٹی پر موجود کارکن نے کہا کہ مَیں نے کوئی تھیلی نہیں دیکھی اور نہ مَیں اس عمارت کا ذمہ دار افسر ہوں۔ آپ پرنسپل صاحب کالج کو جو حکم دینا ہے دیں۔ چنانچہ کیپٹن نے ایک احمدی جوان (خواجہ محمد امین صاحب) کو جیپ دے کر شہر کے اندر بھجوایا کہ پرنسپل صاحب کو جا کر لے آؤ۔ اور حکم دیا کہ ہم یہاں ایک پکٹ رکھنا چاہتے ہیں۔ پرنسپل صاحب چونکہ ان دنوں رخصت پر تھے اس لئے ان کی طرف سے سیکرٹری کالج کمیٹی مکرم ملک غلام فرید صاحب اور مکرم سیّد محمود اللہ شاہ صاحب کیپٹن کے پاس پہنچے اور اسے بتایا کہ جہاز ہمارا نہیں پاکستان سے آیا ہے۔ ہاں ہم اپنی خواہش لکھکر دے دیتے ہیں جسے آپ پاکستان میں پہنچا دیں کہ آئندہ جہاز نہ آیا کرے۔ چنانچہ کیپٹن اس گفتگو سے متاثر ہوا۔ نیز معذرت کی کہ مَیں نے کالج کی عمارت کے متعلق یونہی چڑ کر بات کر دی اور جماعت احمدیہ کی تعریف کی کہ بہت متحمل مزاج اور بہت منظم ہے۔

مگر اس متحمل مزاج جماعت کے خلاف حکومت کی مشینری روز بروز تیز ہوتی جا رہی تھی۔ چنانچہ ۲۶ ماہ تبوک/ستمبر کو ۱۱ بجے کے قریب مسٹر سونی صاحب مجسٹریٹ علاقہ قادیان آئے۔ مکرم مرزا عبد الحق صاحب اور مکرم سیّد محمود اللہ شاہ صاحب جماعت کی نمائندگی کے لئے خود اُن کے بلانے پر اُن کے پاس گئے۔ مجسٹریٹ صاحب

علاقہ نے اپنی لمبی اور طویل گفتگو میں صاف صاف بتایا کہ حکومت کی پالیسی اس وقت ڈپٹی کمشنر صاحب کے سپرد نہیں ۔ بلکہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کے سپرد ہے جو اس بات پر تُلے ہوئے ہیں کہ خواہ کچھ کرنا پڑے قادیان کے احمدیوں کو بہر حال نکال کر ہی دم لیں گے ۔ نیز کہا کہ حکومت کا خیال ہے احمدیوں کے پاس کافی اسلحہ ہے ۔ اور انہوں نے قادیان کے ارد گرد سرنگیں بچھائی ہوئی ہیں ۔ اور وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو نکالنے کے بعد مقابلہ کریں گے اور آخر میں ان سرنگوں ہی سے (معاذ اللہ) قادیان کو اڑا دیں گے ۔

جناب مجسٹریٹ صاحب علاقہ نے اس عجیب و غریب اور ناقابل فہم انکشاف کے ثبوت میں ایک انتہائی مضحکہ خیز اور خلاف حقیقت بات کا سہارا لیا یعنی انہوں نے کہا کہ پہلے مرحلہ کے طور پر احمدیوں نے اپنی گندم جلانی شروع کر دی ہے ۔ حالانکہ یہ بات بالکل خلاف واقعہ تھی ۔

جناب مجسٹریٹ صاحب نے دوران گفتگو میں یہ بھی کہا کہ مرزا صاحب (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) پاکستان کے حامی ہو گئے تھے ۔ لہٰذا اب انہیں پاکستان ہی میں رہنا چاہیئے ۔ آخر میں کہا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب اور پولیس آپ سے مطالبہ کرتی ہے کہ آپ ناجائز اسلحہ حکومت کے حوالہ کر دیں ۔ اور گندم کے ذخیرے تباہ نہ کریں ۔

احمدی نمائندوں نے (جو یہ سب فرضی کہانی اور فسانہ نہایت حیرت و استعجاب اور صبر و تحمل سے سُن رہے تھے) مجسٹریٹ صاحب علاقہ کو یقین دلایا کہ ہم لوگ ایک با اصول اور امن و رواداری کو اپنا مذہبی فریضہ قرار دینے والی جماعت کے افراد ہیں ۔ نہ تو ہمارے پاس کوئی ناجائز اسلحہ ہے ۔ نہ ہم نے سرنگوں کا کوئی جال بچھا رکھا ہے اور نہ گندم کو جلانے کا کوئی واقعہ اب تک پیش آیا ہے اور نہ آئندہ کوئی ایسی صورت ہمارے مدّنظر ہے ۔ نیز صاف طور پر بتایا کہ جماعت احمدیہ کسی حالت میں بھی حکومت وقت کے آئین کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گی اور نہ ایسا کرنا اس کے مسلّمہ مذہبی اصولوں اور عقیدوں کی رُو سے جائز ہے ۔ البتہ حکومت پر یہ اخلاقی فرض ضرور عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی پالیسی سے ہمیں مطلع کرے اور واضح طور پر بتائے کہ وہ ہمارے متعلق آئندہ کیا ارادہ رکھتی ہے ؟

۲۸ ستمبر کو ایک لیفٹیننٹ کرنل ، ایک انگریز میجر اور ایک سکھ میجر صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب اور کیپٹن وقیع الزمان صاحب سے ملے اور انہوں نے نہایت تند و تیز لب و لہجہ میں کہا کہ تم لوگ یہاں سے کیوں نہیں جاتے ؟ بلکہ ایک نے تو اپنے غیظ و غضب کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ : ۔

IN PAKISTAN YOUR BLOODY PEOPLE HAVE WIPED-OUT ONE OF OUR COMPANIES"

یعنی تم لوگوں نے پاکستان میں ہماری ایک کمپنی کا صفایا کر دیا ہے ۔

۲۹ تبوک/ستمبر کو امرتسر میں سکھ لیڈروں کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیان والوں کو نکلنے نہیں دیا جائے گا ۔ سول اور فوجی افسروں کی یہ دھمکیاں اور الزام تراشیاں جو ظلم و ستم کی بے شمار کارروائیوں کے ساتھ متوازی چل رہی تھیں بالآخر قادیان پر حملہ کے خونی واقعات پر منتج ہوئیں ۔ (جن کی تفصیل گزر چکی ہے) بھارتی حکام کا خیال تھا کہ ۳/اکتوبر کا دن احمدیوں کے انخلاء کے بارہ میں ایک فیصلہ کن دن ثابت ہوگا اور احمدیوں کو بہرحال اپنا مرکز چھوڑنا پڑے گا ۔ لیکن کئی گھنٹوں کے حملہ کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ اگرچہ وہ قادیان کی بیرونی آبادی کو ایک مقام میں محصور کرنے میں کامیاب ضرور ہو گئے ہیں ۔ لیکن مرکزی حلقہ ابھی تک سکھ جتھوں اور ملٹری اور پولیس کی سفاکیوں اور چیرہ دستیوں کے باوجود اپنے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے پوری طرح ثابت قدم ہے تو ان میں غم و غصہ کی ایک نئی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے اپنی انتقامی سرگرمیاں اور بھی زیادہ تیز کر دیں ۔

چنانچہ حملہ کے تیسرے دن یعنی (۵ اخاء/اکتوبر) کو ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کی امیر مقامی صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب سے ملاقات ہوئی جس کی تفصیل صاحبزادہ صاحب کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے :-

"پرسوں ڈپٹی کمشنر نے پیغام بھیجا کہ میں ملنا چاہتا ہوں ۔ میں، مرزا عبدالحق صاحب اور مکرم ملک غلام فرید صاحب کو ساتھ لے کر ان کو ملنے گیا ۔ ڈپٹی کمشنر صاحب مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے ساتھ شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان محلہ دارالعلوم میں ٹھہرے ہوئے تھے ۔ میرا دل روز روز کے مظالم اور وعدہ خلافیوں کو دیکھ کر بھرا ہوا تھا ۔ باوجودیکہ حضور کی ہدایت ہے کہ افسروں سے ادب اور نرمی سے ملو ۔ مجھ سے کچھ نہ کچھ تلخی ضرور ہو گئی ۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا آپ کو کیا تکلیف ہے میں نے کہا کوئی ایک تکلیف ہو تو بتاؤں اور اگر کسی کی نیت ہماری تکالیف کو دور کرنے کی ہو تو اس کا ذکر بھی کریں (اس کے بعد تفصیل سے اپنی حالت بتائی) ڈپٹی کمشنر صاحب نے پوچھا کہ اب اپنے متعلق آپ کا کیا ارادہ ہے ؟ میں نے کہا کہ آپ کا ارادہ ہمارے متعلق کیا ہے ؟ وہ کہنے لگے ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ آپ یہاں رہیں ۔ میں نے کہا کہ آپ کے چاہنے کی بات نہیں ۔ یہ فرمائیں کہ گورنمنٹ کیا چاہتی ہے ۔ کہنے لگے کہ میں ہی گورنمنٹ ہوں ۔ میں اس وقت تیزی میں تھا میں نے کہا کہ آپ گورنمنٹ نہیں ۔ آپ کچھ بھی نہیں ۔

کہنے لگے کہ آپ کس کو گورنمنٹ کہتے ہیں ۔ میں نے کہا کہ مشرقی پنجاب کے ہوم منسٹر صاحب اگر ہمیں لکھ دیں کہ وہ ہمیں رہنے دینا چاہتے ہیں ۔ تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے ۔ ان کے نیچے کسی افسر کا

کوئی حقیقت نہیں۔

ڈپٹی کمشنر صاحب نے جتنی باتیں کیں ان سب میں اس بات پر زور دیا کہ جو لوگ مغربی پنجاب سے لٹ کر آئے ہیں وہ اتنے DESPERATE[۱] ہیں کہ اُن کو لوٹ مار سے روکنا مشکل ہے۔ اس بارہ میں کئی قصّے بھی سُنائے۔ مَیں نے کہا کہ ان پناہ گیروں کو ہم جانتے ہیں ان کی حالتِ زار کو ہم نے دیکھا ہے۔ وہ لُوٹنے والے نہیں۔ لُوٹنے والے یہاں کے سکھ یہاں کے ہندو اور اُن کی پشت پناہ پولیس اور بعض اوقات ملٹری ہوتی ہے۔ دورانِ گفتگو میں اُس نے "اصل بات" یہ بتائی کہ مَیں آپ کو بتلاتا ہوں کہ آپ کی جگہ BORDER (سرحد) پر واقع ہے اور اگر مشرقی اور مغربی پنجاب کی BORDER پر کوئی INCIDENT (حادثہ) ہو تو آپ کی پوزیشن بہت خطرناک ہو جائے گی غالباً اس کا اشارہ اس طرف تھا کہ ایسی حالت میں یا تم ختم ہو جاؤ گے یا قیدی بنائے جاؤ گے ......۔ آخر میں سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے کہا کہ باوجود ہمارے بار بار کہنے کے غیر لائیسنس شدہ اسلحہ واپس نہیں کیا جا رہا۔ اُن سے کہا گیا کہ ہمیں علم ہو کہ کہاں اور کس کے پاس ہے تو واپس بھی کریں۔ نیز کہا کہ ہمارے متعلق تو یہ بھی مشہور کیا گیا ہے کہ یہاں MINES (سرنگیں) بچھائی ہوئی ہیں حالانکہ ہم بار بار اس سے انکار کر چکے ہیں اور کہہ چکے ہیں کہ حکومت تلاشی وغیرہ سے اس کے متعلق تسلّی کرلے۔ اسے علم ہو جائیگا کہ یہ بات غلط ہے۔ اس پر سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے کہا۔ کہ ایسی چیزیں کہیں تلاشی سے بھی ملا کرتی ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہمارے جانے کے بعد تو آپ ان کو نکال ہی لیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ لوگ ساتھ لے جائیں گے۔ ہم نے کہا کہ ہم اس کا کیا جواب دیں۔ ہمارا معمولی سامان تو لے جانے نہیں دیا جاتا MINES کو ہم کس طرح لے جائیں گے۔

دورانِ گفتگو میں ملٹری میجر (جو بعد میں آکر مجلس میں شامل ہو گیا تھا) اور مجسٹریٹ صاحب علاقہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ٹرانسمیٹر ہے.... ان سے کہا گیا کہ ہم حلف کھاتے ہیں اور اس کے متعلق تحریر دینے کو تیار ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ٹرانسمیٹر نہیں"

۸ / ۱۱ / ۶ / اکتوبر کو سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے جماعت کے ایک نمائندہ سے کہا کہ اگر کوئی واقعہ سرحد پر ہو گیا تو قادیان کے ہر شخص کو مار دیا جائے گا۔

---

[۱] :۔ شکستہ خاطر۔

اس کے چند روز بعد پاکستان سے میجر آرنسن ایک کنوائے لیکر قادیان آئے۔ انہوں نے جماعت کے ذمہ دار عہدیداروں کو صاف لفظوں میں بتایا کہ وہ آپ لوگوں کے پاس یہاں کے افسروں کا ایک پیغام لے کر آئے ہیں اور وہ ایک THREAT (دھمکی) ہے جو انہوں نے آپ لوگوں کو دی ہے۔ یعنی اگر آپ نے یہاں رہنے کا ارادہ کر لیا وہ آپ کو تباہ کر دیں گے۔

۱۲؍ اخاء؍ اکتوبر کو کرنل گوربچن سنگھ صاحب نے جماعت احمدیہ کے ایک نمائندہ کو بتایا کہ یہاں کی حکومت آپ کو کہے گی کہ آپ یہاں رہیں...... لیکن صحیح بات یہی ہے کہ گورنمنٹ آپ کو یہاں رہنے نہیں دے گی۔ اور آپ کو یہاں سے نکلنا پڑے گا۔ اگر آپ نہ نکلیں گے تو آپ پر شدید حملہ ہوگا۔

۱۳؍ اخاء؍ اکتوبر کو مجسٹریٹ صاحب علاقہ نے ایک احمدی کارکن سے کہا کہ خدا کے لئے قادیان سے چلے جاؤ میں سخت تنگ آگیا ہوں۔ کارکن نے جواب دیا کہ آپ لکھ دیں کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ مجسٹریٹ صاحب نے جواب دیا آپ کو بہر حال نکلنا پڑے گا۔

۱۴؍ اخاء؍ اکتوبر کو مجسٹریٹ صاحب نے مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل جٹ سے کہا۔ آپ لوگوں کو چاہیئے کہ باہر ریفیوجی کیمپ میں آجائیں۔ کیونکہ مسجد مبارک کے حلقہ میں خون خرابے کا اندیشہ ہے۔ اسی دن بعض باوثوق ذرائع سے یہ خبر بھی ملی کہ قادیان کے انچارج صاحب چوکی نے ایک صوبیدار سے کہا ہے کہ پہلے شہر کی پرانی آبادی کو خالی کرانا چاہیئے تھا پھر دوسرے محلوں کو۔ دوسرے محلوں کو پہلے خالی کرانے میں ہم نے غلطی کی ہے۔

۱۸؍ اخاء؍ اکتوبر کو مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے جوش غضب کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے بعض احمدیوں سے کہا کہ آج رات خدا نے مجھے کہا ہے کہ ان کو قادیان سے نکال دو ان کو یہاں نہ رہنے دو۔ اگر وہ رہ گئے تو بہت خطرہ ہے۔

قادیان میں مخصوص احمدی آبادی سے متعلق ایک اہم میٹنگ

کوائف قادیان پر مشتمل پرانے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ ماہ اخاء؍ اکتوبر ۱۳۲۶ہش؍ ۱۹۴۷ء کے دوسرے ہفتہ کی ابتدا میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے بذریعہ مکتوب قادیان کے مرکزی عہدیداروں سے یہ مشورہ طلب فرمایا کہ حفاظت قادیان سے متعلق آئندہ کیا صورت اختیار کی جائے اور مستقبل میں احمدی آبادی کس رنگ میں رہے؟

حضور کے اس ارشاد پر چند مخصوص اور سربرآوردہ اشخاص کی میٹنگ بلائی گئی۔ امیر مقامی صاحبزادہ مرزا

عزیز احمد صاحب نے ۱۱ر ماہ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو اس میٹنگ کی روداد حضرت امیر المومنین کی خدمت میں بھجوادی جس میں لکھا :۔

"ان احباب کا خیال ہے کہ یہ لوگ نہ تو کالج ہمیں واپس کریں گے اور نہ مکانات کو اب خالی کریں گے اس لئے سوائے مقامات مقدسہ یعنی بہشتی مقبرہ، مسجد اقصیٰ، مسجد مبارک اور دارالمسیح کے کہیں اور اپنے آدمی نہیں رکھے جاسکتے اور ان مقامات کی حفاظت کے لئے دو صد آدمی کافی ہوں گے اور حضور کی تجویز کے مطابق یکصد آدمی عملہ حفاظت سے نکل آئیں گے اور ۵۰ قادیان کے احباب سے اور ۵۰ باہر سے آئیں گے۔ یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کا رویہ ہمارے مقامات مقدسہ کے متعلق نہایت معاندانہ ہے۔ اگر گورنمنٹ سے اس بارہ میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو شاید ان کے نظریہ اور رویہ میں کچھ تبدیلی ہو جائے۔"

حضرت سیّدنا المصلح الموعود کا فیصلہ

حضرت سیّدنا المصلح الموعود نے فیصلہ فرمایا کہ آئندہ قادیان میں درج ذیل تقسیم کے ساتھ ۲۵۰ احمدی مقیم رہیں جو مقامات مقدسہ کی حفاظت کا فریضہ بجالائیں :۔

قادیان کے تنخواہ دار محافظین :۔	۷۵
بیرونی رضا کار :۔	۱۱۵
باشندگان قادیان :۔	۶۰

قبل ازیں حضور کی منظور شدہ سکیم کے مطابق یہ فیصلہ بھی ہو چکا تھا۔ کہ

"سب احمدی عورتوں اور اٹھارہ سال سے کم عمر کے سب بچوں اور پچپن سال سے زیادہ عمر کے سب مردوں کو قادیان سے باہر نکال لیا جائے اور جو مرد اٹھارہ اور پچپن سال کے درمیان عمر رکھتے ہیں ان میں سے قرعہ اندازی کے ساتھ ایک تہائی کو تین ماہ کے لئے قادیان کے اندر رکھا جائے اور دو تہائی کو قادیان سے باہر لے جایا جائے۔ اور یہ قرعہ اندازی محلہ وار بنیاد پر ہو۔ البتہ انتظامی اہلیت والوں کے علاوہ بعض اور مخصوص گروپ بھی علیحدہ کر دیئے جائیں اور ان میں علیحدہ قرعہ ڈالا جائے۔ مثلاً ڈاکٹر، کمپونڈر، وکلاء، مقامی ملٹری اور پولیس سے رابطہ رکھنے والے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے کارکن، باورچی، دھوبی، نائی وغیرہ۔"

اِس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آخر ماہ تبوک / ستمبر سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ[1]، مکرم مولانا ابو العطاء صاحب اور مکرم مرزا عبد الحق صاحب پر مشتمل کمیٹی قائم ہو چکی تھی جس نے حضور کے نئے فیصلہ کے مطابق قرعہ اندازی سے ۲۷۵ افراد کے انتخاب کا کام شروع کر دیا۔

درویشوں کے انتخاب کا اوّلین مرحلہ

اِس سلسلہ میں سب سے قبل تمام احمدیوں سے پوچھا گیا کہ ان میں سے کون کون رضاکارانہ طور پر رہنا چاہتے ہیں بعد ازاں مندرجہ ذیل اصول و قواعد کے پیش نظر قرعہ اندازی کی گئی :۔

۱۔ حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد اور باقی خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خاندان حضرت خلیفہ اوّلؓ کے افراد کے الگ الگ قرعے ڈالے گئے۔

۲۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے قدیم ڈھانچہ کو بنیادی طور پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کی گئی کہ صدر انجمن احمدیہ کی مندرجہ ذیل نظارتوں کے نمائندے اور محررین موجود رہیں :۔

نظارت علیا۔ نظارت امور عامہ و خارجہ۔ نظارت ضیافت، محاسب۔ بیت المال۔

تحریک جدید کے سب صیغوں کی طرف سے ایک نمائندہ کافی سمجھا گیا۔ ناظر ضیافت یا ناظر امور عامہ میں سے کسی کو امین بنانے اور دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کی نظارتوں کو دوسری کسی نظارت سے منسلک کرنے کی تجویز کی گئی نیز قرار پایا کہ ایک آڈیٹر کا بھی انتخاب کیا جائے۔

۳۔ بیرونی رضاکاروں اور قادیان کے باشندوں میں سے جو احباب منتخب ہوئے ان میں ایک اہم اصول یہ پیش نظر رکھا گیا کہ ان میں علماء سلسلہ بھی ہوں، ڈاکٹر اور کمپونڈر بھی۔

اِسی طرح آبادی کی سہولت کے لئے دکانداروں، دھوبیوں، حجاموں، درزیوں، نانبائیوں غرضکہ ہر طبقہ کی الگ الگ لسٹیں بنا کر اُن کا قرعہ نکالا گیا۔

۴۔ چونکہ اس وقت خیال یہی تھا کہ تین ماہ کے بعد ان کا تبادلہ ہوتا رہے گا اس لئے محافظین، خدام بیرونی اور قادیان کے باشندوں کے انتخاب میں یہ بات بھی مدنظر رکھی گئی کہ اچھے قابل اور درمیانی قابلیت کے احباب باری باری رکھے جائیں۔

---

[1] مولانا شمسؔ صاحب ۱۴ ماہ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء سے ۱۵ ماہ نبوت ۱۳۲۶ھش تک امیر مقامی کے فرائض بجالاتے رہے۔ اور انتخاب درویشان کا آخری مرحلہ انہیں کے عہد امارت میں طے پایا۔

۵۔ قادیان کی جماعت کے امراء اور ان کے نائبوں کے ناموں کی الگ الگ فہرستیں بنائی گئیں۔

امراء :- مندرجہ ذیل اصحاب بطور امیر تجویز کئے گئے :-

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ۔ سیّد محمود اللہ شاہ صاحب ۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس ، ملک غلام فرید صاحب ۔ شیخ بشیر احمد صاحب ۔ چوہدری اسد اللہ خاں صاحب ۔ مرزا عزیز احمد صاحب ۔ مرزا مبارک احمد صاحب ۔ مرزا ظفر احمد صاحب ۔ مرزا منیر احمد صاحب مولوی عبدالمنان صاحب عمر ۔ میاں مسعود احمد خاں صاحب ۔ ڈاکٹر کرنل عطاء اللہ صاحب ۔ چوہدری بشیر احمد صاحب ۔ مرزا منصور احمد صاحب ۔ میجر داؤد احمد صاحب ۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم ۔ چوہدری نعیم محمد صاحب ۔ شیخ رفیع الدین صاحب ڈی ۔ ایس ۔ پی ریٹائرڈ ۔ چوہدری محمد انور حسین صاحب ۔ میر محمد بخش صاحب ۔ شیخ اعجاز احمد صاحب ۔ پیر صلاح الدین صاحب ۔ ڈاکٹر غلام احمد صاحب ۔ میاں غلام محمد صاحب اختر ۔ میاں عطاء اللہ صاحب وکیل ۔ مرزا عبدالحق صاحب وکیل ۔ بابو قاسم دین صاحب سیالکوٹ ؛

نائب امراء :- نائب امیر کی حیثیت سے مندرجہ ذیل افراد کا انتخاب عمل میں آیا :-

چوہدری محمد علی صاحب ایم ۔ اے ۔ ملک عزیز الرحمٰن صاحب ۔ شیخ مبارک احمد صاحب ۔ مشتاق احمد صاحب ظہیر ۔ چوہدری ظہور احمد صاحب ۔ مرزا بشیر بیگ صاحب ۔ چوہدری عزیز احمد صاحب ۔ مولوی برکات احمد صاحب ۔ راجہ بشیر احمد صاحب ۔ ملک صلاح الدین صاحب ۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ۔ مولوی قمر الدین صاحب فاضل ۔ صوفی محمد ابراہیم صاحب ۔ صوفی غلام محمد صاحب ؛

مندرجہ بالا اسماء پیش کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ حضور خود ان میں سے نامزد فرمادیں ۔ (حضور نے امراء اور ان کے نائبین کا عرصہ قیام ڈیڑھ ماہ مقرر فرمایا) ۔

۶۔ حضرت سیّدنا المصلح الموعود کے نونہالوں کا حسب ذیل ترتیب سے قرعہ نکلا :-

صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ۔ صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ۔ صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب ۔ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ۔

۷۔ قرعہ میں سیّدنا المصلح الموعود کے صاحبزادگان کے علاوہ دوسرے خاندان مسیح موعودؑ اور خاندان حضرت

خلیفہ اوّل رضؓ کے جگر گوشوں کے نام بالترتیب یہ تھے:۔

مرزا ظفر احمد صاحب ۔ میاں عبدالوہاب صاحب، مرزا مجید احمد صاحب ۔ میاں عبدالمنان صاحب عمر ۔ مرزا منصور احمد صاحب ۔ سیّد مسعود احمد صاحب ۔ مرزا مبشر احمد صاحب ۔ مرزا منیر احمد صاحب ۔ مرزا نسیم احمد صاحب ۔ میاں مسعود احمد صاحب ۔ سیّد داؤد احمد صاحب ۔ سید سیّد احمد صاحب ۔

۸ ۔ علماءِ سلسلہ میں سے مولوی ظہور حسین صاحب سابق مبلّغ بخارا اور مولوی شریف احمد صاحب امینی (ٹیچر مدرسہ احمدیہ) کا نام قرعہ میں نکلا ۔

۹ ۔ محاسب اور بیت المال کے لئے عبدالحمید صاحب عاجز ۔ امورِ عامہ کے لئے مولوی برکات احمد صاحب بی ۔ اے اور ضیافت کے لئے بطور نمائندہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل جٹ کا نام تجویز ہوا ۔

۱۰ ۔ خاندان حضرت مسیح موعود، علماءِ سلسلہ اور بعض دیگر افراد کو (جن کا نام سب سے پہلے ٹھہرنے والوں میں نکلا ۔) ہفتہ عشرہ کے لئے پاکستان میں جانے کی عام اجازت دے دی گئی ۔

قادیان میں احمدی آبادی کی حدود کے لئے گفتگو اور سمجھوتہ ۔

اب چونکہ مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے احمدیوں کی ایک مختصر سی تعداد کی موجودگی کا قطعی فیصلہ ہو چکا تھا اس لئے جماعت کے مرکزی عہدیداروں نے مقامی فوجی افسروں پر خود ہی یہ واضح کرنا شروع کر دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اگرچہ یہی چاہتا ہے کہ قادیان کے سب احمدی محلے دوبارہ آباد ہوں اور کوئی احمدی قادیان سے نہ جائے مگر چونکہ موجودہ فضا میں ہماری یہ دلی خواہش پوری نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے ہم قادیان کے صرف اُسی حلقہ میں سمٹ کر آباد رہنا چاہتے ہیں جس میں ہمارے مقدس مقامات موجود ہیں ۔ کیونکہ ان کی حفاظت ہماری مذہبی اور دینی ذمہ داریوں میں سے نہایت اہم ذمہ داری ہے ۔

ملٹری اور فوج کے ذمہ دار افسر پہلے تو اسی کوشش میں مصروف رہے کہ کسی نہ کسی طرح احمدیوں کو مکمل طور پر قادیان سے باہر نکال دیا جائے لیکن پھر جلد ہی محسوس کر لیا کہ احمدیوں کو اپنے مذہبی مرکز سے ایسی زبردست اور فقید المثال محبت و عقیدت ہے کہ وہ اپنی جانیں ایک ایک کر کے قربان کر دیں گے ۔ مگر جیتے جی اسے خالی نہیں کریں گے ۔ سوائے اس کے کہ انہیں حکومت کی طرف سے قادیان چھوڑ دینے کا تحریری حکم دیا جائے یا جبراً اس سرزمین کو محروم کر دیا جائے ۔

یہ صورت حال دیکھ کر سرکاری افسران اس نتیجہ پر پہنچے کہ احمدیوں کی آبادی کے لئے قادیان میں کچھ نہ کچھ علاقہ

بہرحال مخصوص کرنا ضروری ہے۔ اس پر انہوں نے احمدی نمائندوں سے خود بھی پوچھنا شروع کیا کہ مستقبل سے متعلق اُن کی کیا پالیسی ہے؟ احمدی نمائندوں نے انہیں بتایا کہ اگر ہمیں یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا تب بھی اپنے مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے مناسب تعداد ہم میں سے ضرور موجود رہے گی۔ ابتداء میں جب جماعت کی طرف سے کہا گیا کہ یہاں رہنے والوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہوگی تو ملٹری کے افسروں نے کہا کہ ہزار تو بڑی تعداد ہے۔ اگر اس سے کم لوگ یہاں رہیں اور وہ بھی ادھیڑ عمر کے تو غور کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوال بھی خود بخود گفتگو کا محور بن گیا کہ احمدیوں کو اپنے مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے کس قدر حلقہ درکار ہوگا؟

آخر ۱۸ ماہ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو قادیان میں درویشانہ زندگی گذارنے والے احمدیوں کی حدود آبادی پر ملٹری کے ذمہ دار آفیسر (لیفٹیننٹ کرنل) اور احمدی نمائندوں کا اتفاق رائے ہوگیا جس کے مطابق احمدی محلہ کا محل وقوع حسب ذیل تھا:۔

شمال میں - مکان حضرت سیّد ناصر شاہ صاحبؓ - قصرِ خلافت - دفاتر صدر انجمن احمدیہ مرکزیہ - دفتر تحریک جدید مکان مکرم مدد خاں صاحبؓ - مکان حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی - جلسہ گاہ قدیم -

جنوب میں - محلہ ناصر آباد - بہشتی مقبرہ - باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام -

مشرق میں - مکرم نیک محمد خاں صاحب، مکرم مولوی عبدالمغنی خانصاحب اور مکرم امتیاز علی صاحب کے مکانات -

مغرب میں - مسجد فضل - سڑک ڈسٹرکٹ بورڈ بطرف ٹیل کلاں - مکان مولوی عبدالحق صاحب بدوملہوی - مسجد اقصیٰ -

مولانا جلال الدین صاحب شمس نے (جو اُن دنوں امیر مقامی کے فرائض انجام دے رہے تھے) سیّدنا المصلح الموعود کی خدمت میں لکھا:۔

"آج شام (۱۸ اکتوبر) کو تین بجے لیفٹیننٹ کرنل صاحب، ڈی۔ ایس۔ پی صاحب۔ مجسٹریٹ صاحب علاقہ، ہزارہ سنگھ صاحب مع لیفٹیننٹ کپتانی تشریف لائے۔ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مرزا عبدالحق صاحب اور خاکسار نے ان سے ملاقات کی۔ نقشہ قادیان پر وہ علاقہ دکھایا گیا جس کی حفاظت احمدی چاہتے ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے سوا اور کسی نے ہماری مخالفت نہ کی۔ کرنل صاحب نے ہماری تجویز سے اتفاق کیا۔ رستوں میں غیر مسلموں اور سکھوں کے آنے جانے کے متعلق ذکر کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ وہ بھی ہمارے رستوں میں آتے جاتے رہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل نے کہا کہ جو یہاں رہیں گے وہ آزادی سے دوسرے شہریوں کی طرح رہیں گے محصور ہو کر نہیں رہیں گے۔ انہوں نے پوچھا کہ مسلم ملٹری کہاں ٹھہرائیں اور کیا مخلوط ملٹری پہرہ پر رکھی جائے؟ تو صاحبزادہ صاحب نے کہا مسلم ملٹری آپ کے ماتحت ہو جیسے آپ پسند کریں اس پر اعتراض نہیں"۔

احمدی محلہ کی حدبندی سے لے کر ۱۶ر نومبر کے آخری کنوائے تک کے بعض کوائف

قادیان میں احمدیہ محلہ کی حدبندی ۱۸ر ماہ اخاء/اکتوبر کو ہوئی اور پاکستان سے آخری کنوائے ۱۵ر ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو قادیان میں پہنچا۔ اس درمیانی عرصہ کے بعض کوائف کا کسی قدر تفصیل مکرم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی ایک ڈائری سے ملتی ہے جو آپ اُن ایام میں لکھا کرتے تھے۔ ذیل میں اس ڈائری سے بعض واقعات ملخصاً درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۸ر ماہ اخاء/اکتوبر۔ بورڈنگ تحریک جدید سے احمدی احباب واپس آنے شروع ہو گئے تا سب احمدی شہر ہی میں اکٹھے ہو جائیں۔

۱۹ر ماہ اخاء/اکتوبر۔ صبح نو بجے مس سارہ بائی قادیان آئیں۔ احمدیوں کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ مکرم ملک غلام فرید صاحب۔ مرزا عبدالحق صاحب اور مکرم مرزا منور احمد صاحب ان کو ملنے بیت الظفر گئے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مس سارہ بائی کے ساتھ مسٹر کرشنا مورتی اور ڈاکٹر سوفٹ صاحب بھی آئے ہیں۔ موخر الذکر ہسپتال کی حالت کا جائزہ لینے آئے تھے۔ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے ان کو ہسپتال کے متعلق تازہ کوائف بتائے اور پھر ان کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر ہسپتال گئے۔ دیکھا تو تمام تالے ٹوٹے پڑے تھے۔ قیمتی سامان لوٹ لیا گیا تھا۔ اپریشن روم سے سب کے سب اوزار لٹ چکے تھے۔ ڈاکٹر سوفٹ صاحب نے بے ساختہ کہا افسوس ہسپتال برباد کر دیا گیا ہے ..... بعد ازاں ڈاکٹر سوفٹ کے کہنے پر ہسپتال میں فوجی پہرہ لگا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد مرزا منور احمد صاحب دوبارہ حضرت میاں ناصر احمد صاحب، ملک غلام فرید صاحب، مولوی جلال الدین شمس صاحب اور مرزا عبدالحق صاحب کے ساتھ بیت الظفر گئے۔ جہاں ملک غلام فرید صاحب نے مسٹر کرشنا مورتی صاحب کو سب واقعات بتائے اور کہا کہ جب ہم لوگ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں کیوں نکالا جاتا ہے؟ کہنے لگے بات یہ ہے کہ تم لوگ INDO - PAKISTAN BORDER کے بالکل قریب ہو۔ اس لئے یہ سب کچھ ہے۔ اس گفتگو کے بعد مس سارہ بائی کو قادیان کے خونچکاں حالات بتائے گئے۔ مس سارہ بائی نے اس موقعہ پر مقامی ہندو سکھوں کو بھی جو باہر آئے ہوئے

تھے اندر بلالیا اور کہا مغوا شدہ عورتوں کی بازیابی اور غلط افواہوں کے تدارک وغیرہ کے لئے ایک امن کمیٹی قائم کی جائے۔ چنانچہ ان کی تجویز پر ایک کمیٹی بن گئی جس میں دو ہندو، دو سکھ اور دو احمدی ممبر بنے۔

۲۳ر اخاء/اکتوبر۔ اس روز تقریباً ساڑھے دس بجے جناب حسین شہید صاحب سہروردی۔ میجر جنرل تھمایا صاحب کے ساتھ ہوائی جہاز پر آئے اور جہاز سے اُتر کر سیدھے شہر میں احمدیوں کے حلقہ کی طرف آئے۔ مگر میجر جنرل تھمایا صاحب تو واپس بیت الظفر چلے گئے۔ سہروردی صاحب کے ساتھ ڈاکٹر ڈنشا مہتہ صاحب بھی تھے جو گاندھی کے خاص نمائندے کی حیثیت سے آئے تھے۔ ان لوگوں کو حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے مکان پر بٹھایا گیا اور حضرت میاں ناصر احمد صاحب، ملک غلام فرید صاحب، مولوی جلال الدین شمس صاحب اور مرزا منور احمد صاحب ملاقات کے لئے گئے اور ان کو نہایت تفصیل کے ساتھ قادیان کے گذشتہ واقعات سے مطلع کیا جن کو دونوں نے بہت دلچسپی سے سُنا اور ساتھ کے ساتھ نوٹ بھی لیتے گئے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک ملاقات ہوتی رہی۔ دونوں ہی ان واقعات سے بہت متاثر معلوم ہوتے تھے۔ اس موقعہ پر بنگال کے احمدیوں کا وفد بھی سہروردی صاحب سے ملا۔ اس کے بعد سہروردی صاحب کو مسجد اقصیٰ کی وہ جگہ دکھائی گئی جہاں بم گرائے گئے تھے۔ پھر جناب سہروردی صاحب نے بعض احمدیوں کے ساتھ منارۃ المسیح پر سے مسجد فضل دارالفتوح۔ دارالرحمت وغیرہ محلے دیکھے جن پر سکھوں نے حملہ کیا تھا جناب سہروردی صاحب نے یہاں سے شہر کی تصویریں لیں۔ اور دُوربین پکڑ کر کہا کہ لاؤ میں مسلمانوں کا وہ کالج آخری بار دیکھ لوں۔ جو اب غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جا رہا ہے۔ اس پر ڈاکٹر ڈنشا مہتہ نے کہا کہ مجھے یقین ہے۔ یہ عارضی طور پر جا رہا ہے پھر ضرور جلدی ہی واپس آئے گا۔ اس کے بعد جناب سہروردی صاحب اور ڈاکٹر ڈنشا مہتہ وغیرہ جیپوں میں بیٹھ کر بیت الظفر گئے۔ جہاں سے یہ لوگ بذریعہ ہوائی جہاز واپس چلے گئے۔ جناب سہروردی صاحب اور ڈاکٹر ڈنشا نے جاتے ہوئے وعدہ کیا کہ ہم وزیر اعظم پنڈت جواہر لال صاحب نہرو کو سب واقعات بتائیں گے اور آپ کے ڈھائی تین سو آدمیوں کے یہاں بحفاظت رہنے کا پورا انتظام ہو جائے گا۔

۲۴ر اخاء/اکتوبر۔ صبح کو مس سارہ بائی صاحبہ اور مسٹر کرشنا مورتی پھر آئے اور حضرت میاں ناصر احمد صاحب۔ مرزا عبدالحق صاحب سے حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے مکان میں ملاقات کی۔ بہشتی مقبرہ بھی دیکھنے گئے۔ اسی دن امن کمیٹی کا ایک جلسہ بھی مسجد نور میں ہوا۔ جس میں مقامی ہندوؤں، سکھوں نے احمدیوں کے خلاف

بہت پُرجوش تقریریں کیں۔

۲۶ ماہ اخاء/ اکتوبر۔ صبح نو بجے نماز عید ہوئی جو مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ نے مسجد اقصیٰ میں پڑھائی۔ تقریباً بارہ تیرہ سو احمدی نماز میں شامل ہوئے۔ اُن دنوں مسلمان فوج کے بعض سپاہی بھی قادیان میں متعین تھے جن میں سے بعض مسجد اقصیٰ کی چھت پر ڈیوٹی دیتے رہے۔

جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے مسلمان فوج کے سپاہیوں کے اعزاز میں حضرت امّ طاہر کے مکان کے اوپر (صحن میں) عشائیہ دیا گیا۔ اس تقریب پر کچھ نظمیں بھی پڑھی گئیں اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ایک مختصر تقریر بھی فرمائی جس میں جماعت احمدیہ کے قادیان سے گہرے تعلق پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی۔

۲۷ ماہ اخاء/ اکتوبر۔ اس دن قادیان کے ماحول سے متواتر اطلاعات موصول ہوئیں کہ سکھ وغیرہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی خبر پہنچی ہے کہ بٹالہ اور امرتسر کے غیر مسلم یہ سازش کر رہے ہیں کہ قادیان کو آنے والے کنوائے پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا جائے۔

۲۸ ماہ اخاء/ اکتوبر۔ اطلاع ملی کہ سکھ کافی تعداد میں آریہ سکول میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ شاید حملہ کریں۔ مگر کچھ دیر بعد یہ لوگ منتشر ہو گئے۔

۳۱ ماہ اخاء/ اکتوبر۔ صبح گیارہ بجے کنوائے تقریباً چار، ساڑھے چار سو آدمی کو لے کر روانہ ہو گیا۔ جماعت کا ریکارڈ اور کتب وغیرہ کے چڑھانے میں دقّت پیدا ہو گئی تھی۔ مجسٹریٹ صاحب علاقہ (مسٹر سوہنی) نے انکار کر دیا کہ سامان کوئی نہیں چڑھنے دوں گا۔ آخر مرزا عبدالحق صاحب اور کنوائے کے ساتھ آنے والے کیپٹن گلزار صاحب کی کوشش سے مجسٹریٹ صاحب مان گئے اور بمشکل یہ جماعتی سامان جا سکا۔ مجسٹریٹ صاحب نے بعض لوگوں کے سامان کی تلاشی بھی لی۔ مگر پھر کیپٹن گلزار (صاحب) نے کہا۔ آپ تلاشی نہیں لے سکتے کیونکہ دونوں حکومتوں کا معاہدہ ہے کہ تلاشی نہیں ہو گی اگر آپ تلاشی لینا چاہتے ہیں تو لکھ کر دے دیں۔ اس پر مجسٹریٹ صاحب نے تلاشی کا ارادہ ترک کر دیا۔

۲ ماہ نبوت/ نومبر۔ شام پانچ بجے تین احمدی نوجوان دارالانوار کی سڑک پر سیر کرنے گئے تھے۔ کہ وہاں فوج کے ایک سپاہی نے ان کو مشتبہ قرار دے کر پکڑ لیا۔ اور بُری طرح لاٹھیوں سے زد و کوب کیا۔ آخر مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ اور فضل الٰہی صاحب پولیس چوکی گئے...... اور کچھ دیر بعد ان تینوں نوجوانوں کو لے آئے۔

۳ ماہ نبوت/ نومبر۔ قبل ازیں مجسٹریٹ صاحب نے مولوی جلال الدین صاحب شمسؔ کو گرفتار کرنے کی دھمکی دی تھی

مگر اسی روز مقامی فون کے اپریٹر نے چوہدری ظہور احمد صاحب کو بتایا کہ گذشتہ رات ہی ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کا فون مجسٹریٹ صاحب قادیان کو آیا تھا کہ کسی کو گرفتار وغیرہ بالکل نہیں کرنا۔ یہ سُنکر احمدیوں کو بہت خوشی ہوئی کہ اب مجسٹریٹ صاحب شمس صاحب پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔

۸ ماہ نبوت/نومبر ۔ لاہور سے بذریعہ فون یہ اطلاع ملی کہ مرزا مظفر احمد صاحب نے ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کو فون کیا اور مجسٹریٹ صاحب کی دھمکی کی نسبت بات ہوئی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ شمس صاحب کو گرفتار نہیں کیا جائے گا۔

۹ ماہ نبوت/نومبر ۔ ساڑھے آٹھ بجے شب کے قریب ایک کنوائے قادیان آیا جس میں مرزا ظفر احمد صاحب اور مرزا خلیل احمد صاحب بھی تھے۔

۱۰ ماہ نبوت/نومبر ۔ تقریباً ایک بجکر بیس منٹ پر قادیان کی چوکی پولیس کے انچارج صاحب اور مجسٹریٹ صاحب (امولک سنگھ) اور بعض سپاہیوں کے ہمراہ الدار میں آئے اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے مکان کی درمیانی پرائیویٹ گلی میں مٹی کے اُن ڈھیروں کو الٹ پلٹ کے دیکھنا شروع کر دیا جو فسادات شروع ہونے سے پہلے آگ بجھانے کے لئے رکھے ہوئے تھے۔ پولیس کے سپاہی پندرہ بیس منٹ تک یہ کام کرتے رہے۔ پتہ چلا کہ مجسٹریٹ صاحب کو ایس پی پھلکا سنگھ صاحب نے بھجوایا ہے کہ جاکر ان ڈھیروں کے نیچے سے ناجائز اسلحہ برآمد کریں۔ آخر جب کچھ نہ نکلا تو یہ لوگ واپس چلے گئے۔

۱۱ ماہ نبوت/نومبر ۔ اسی دن ایک مسلمان عورت مع اپنے دو بچوں کے موضع ظفر وال سے بھاگ کر آئی۔ جس نے بتایا کہ وہاں سکھوں کے قبضہ میں تھی۔ کئی دن سے بھاگنے کا ارادہ کر رہی تھی آخر آدھی رات کے وقت بھاگ کے قادیان میں پناہ لینے کا موقعہ مل گیا۔ اور اس کو کنوائے میں پاکستان بھجوا دیا گیا۔

ایک دردناک سانحہ یہ دیکھنے میں آیا کہ اس روز نو دس سال کی ایک معصوم بچی قادیان کے ایک محلہ سے ملی جو قریباً دس دن سے وہاں پڑی تھی۔ بیچاری کی صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں جسم دوہرا ہو گیا تھا اور فاقوں نے اس کا دماغ مختل کر دیا تھا۔ اس بچی کی خوراک اور علاج معالجہ کا انتظام کیا گیا۔

حضرت سیدنا المصلح الموعود کا نہایت اہم مکتوب درویشانِ قادیان کے لئے زرّیں ہدایات اور اہم فیصلے۔

اب چونکہ درویشان قادیان کے علاوہ باقی سب احمدی جلد پاکستان میں آنے والے تھے اور شعائر اللہ کی حفاظت کا کام نئی اور مستقل

بنیادوں پر شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے حضرت سیدنا المصلح الموعود نے ۱۲؍ماہ نبوت/نومبر امیر مقامی (مولوی جلال الدین صاحب شمس) کے نام ایک مفصل مکتوب میں مستقل طور پر قادیان رہنے والوں کے لئے زریں ہدایات دیں اور بعض اہم فیصلے فرمائے۔ اس اہم اور قیمتی دستاویز کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی شمس صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج معلوم ہوا ہے۔ کہ جو کنوائے جانا تھا وہ کل کے کنوائے کی وجہ سے منسوخ ہو گیا ہے۔ اب کوشش کر رہے ہیں۔ کہ دوبارہ اس کی اجازت مل جائے خدا کرے مل جائے تو پھر یہ خط پہنچ جائیگا ورنہ جب خدا چاہے گا۔ آپ لوگوں کی ملاقات کا موقع میسر آجائے گا۔

۱۔ مجھے افسوس ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کوئی تنظیم نہیں علماء کو بغیر غور کے باہر نکال دیا گیا ہے۔ وہاں صرف مولوی عبدالقادر صاحب[۱] اور مولوی ابراہیم صاحب ہیں۔ اب ہم کوشش کریں گے۔ اگر ہوسکا تو محمد شریف[۲] امینی کو بھجوا دیا جائیگا۔ حالانکہ علماء بھی آخری قافلہ میں جا سکتے تھے۔ قادیان میں خرچ بے تحاشا ہوا ہے اور تنخواہوں کے خرچ کے علاوہ صرف اکتوبر میں اوپر کے اخراجات کے متعلق ساڑھے چھ ہزار کی تفصیل آئی ہے۔ اس سے پہلے ماہ تو سارے مہینہ کی آمدن ہی چھ ہزار تھی۔ اکتوبر میں کچھ زیادتی ہوئی۔ نومبر اسی طرح چل رہا ہے کوئی خاص زیادتی نظر نہیں آتی بلکہ کمی کا خطرہ ہے۔ ان حالات پر اتنا خرچ کس طرح برداشت کیا جا سکتا ہے۔ میرے نزدیک قادیان میں چونکہ غلہ موجود ہے۔ دس روپیہ فی کس سے زیادہ کھانے کا خرچ نہیں ہونا چاہیئے۔ مستقل محافظوں کو تو گذارہ ملتا ہے اُن کے گذارہ میں سے اُن کا خرچ کاٹنا چاہیئے دیہاتی مبلغین کو بھی گزارہ ملتا ہے۔ اُن کے گذارہ میں سے بھی کھانے کا خرچ نکالنا چاہیئے۔ گندم چونکہ موجود ہے اس لئے میرے خیال میں گندم کے علاوہ دس روپے سے زیادہ مہینہ کا خرچ نہیں ہونا چاہیئے۔ اس طرح کل خرچ اڑھائی ہزار روپے ماہوار ہوگا۔ اس میں سے قریباً سترہ سو روپیہ ایسے لوگوں سے واپس مل جائیگا۔ جن کو گذارے ملتے ہیں۔ اور باقی صرف آٹھ سو روپے کا خرچ رہ جائیگا گذاروں کی رقم مستقل محافظوں اور دیہاتی مبلغوں کی اگر ملائی جائے تو پانچ ہزار کے قریب بنتی ہے۔

---

[۱]: ۔ مراد مولوی عبدالقادر صاحب ؓ حسان ملوچی ہیں۔ [۲]: ۔ مولوی شریف احمد صاحب امینی سابق مجاہد اسلام احمدیہ قادیان۔

آٹھ سو روپیہ پہلا اور پانچ ہزار یہ ملا کر پانچ ہزار آٹھ سو روپیہ بنتا ہے ۔ جو لوگ باہر سے آئے ہوئے وہاں رہیں گے اُن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہوگی اور قادیان والوں اور باہر سے آنے والے لوگوں کی تعداد قریبًا ایک سو پچاس ہوگی ۔ ان لوگوں پر تیل اور صابن وغیرہ کے لئے پانچ پانچ روپے خرچ کئے جائیں تو ساڑھے سات سو روپے کے قریب یہ بنتا ہے ۔ صفائی وغیرہ اور دوسرے اخراجات دفتری کے لئے قریبًا پانچ سو روپیہ رکھا جائے تو سات ہزار روپیہ بن جاتا ہے ۔ یہ کھانے اور گذارے اور تنخواہوں کو ملا کر رقم بنتی ہے ۔ لیکن مستقل محافظ اور دیہاتی مبلغ غالبًا اپنے گذارے میں سے کچھ رقم اپنے رشتہ داروں کو باہر بھجوانا چاہیں گے ۔ میرے خیال میں وہ رقم تین ہزار سے کم نہیں ہوگی ۔ اس کو نکال دیا جائے تو چار ہزار روپیہ ماہوار کا خرچ ہوتا ہے ۔ اس طرح جو قادیان میں موجود روپیہ ہے اس کے ساتھ آٹھ مہینے تک آسانی سے گذارہ کیا جاسکتا ہے ۔

۳ ۔ قادیان میں جو گندم ہے اُس میں سے دو ہزار من ڈیڑھ سال کے خرچ کے لئے رکھی جائے ۔ گندم اچھی طرح رکھی جائے تو دو دو تین تین چار چار سال تک رکھی جاسکتی ہے ۔ باقی چار ہزار من اگر حکمت کے ساتھ فروخت کر دی جائے تو چالیس ہزار روپیہ کی رقم اور آجائے گی ۔ اسی طرح قریبًا ڈیڑھ سال کا خرچ قادیان میں محفوظ رہے گا ۔ وہاں کے لوگوں کا صرف یہی کام نہیں کہ بیٹھے رہیں ۔ ان کا کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک مستقل آبادی کی صورت دیں اور اُسی جگہ مستقل آمدنی پیدا کرنے کی کوشش کریں ۔ مگر یہ ضرور کوشش ہونی چاہیئے کہ گندم ضبط نہ ہو جائے ۔ فروخت ہو مگر محتاط طریق پر ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو گندم کی فروخت کا لائسنس دلایا جائے ۔

۴ ۔ جن لوگوں کے پاس لائسنس ہیں اور اُن کی میعاد دسمبر میں ختم ہوتی ہے ۔ اُن کو اپنے لائسنسوں کے دوبارہ جاری کرانے کی درخواستیں ابھی سے دینی چاہیئں ، ایسا نہ ہو کہ لائسنس ضبط ہو کر بندوقیں ضبط ہو جائیں اور ہمارے آدمی نہتے ہو جائیں ۔ اس طرح خزانہ کی حفاظت کی جو بندوقیں ہیں اُن کے لئے بھی لائسنس کے دوبارہ اجراء کی درخواستیں دے دینی چاہئیں ۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر لکھتا ہوں ۔ کہ اب جو لوگ وہاں رہیں ۔ اُن کو یہ سمجھ کر رہنا چاہیئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھلانا ہے ۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اسکا ذمہ وار وہ ہوگا ۔ اللہ تعالےٰ

نے پہلے انبیاء کے ذریعہ سے ہم کو یہ نمونے دکھائے ہوئے ہیں۔ اب نصیحت اور تبلیغ اور ضمیر کے سامنے اپیل کرنے سے کام لینا چاہیئے اور دُعا اور گریہ وزاری اور انکساری سے کام لینا چاہیئے اور ظلم برداشت کر کے ظلم کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے جبتک یہ طریق ہماری وہاں کی آبادی نہیں دکھائے گی۔ دوبارہ قادیان کا فتح کرنا مشکل ہے۔ ہمارے آدمیوں کو چاہیئے کہ وہ دعائیں کریں اور روزے رکھیں یہانتک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو دعاؤں کی قبولیت اور الہام کی نعمت میسّر آجائے پھر وہ اس نعمت کے ذریعہ سے سکھ اور ہندو آبادی کے دلوں کو فتح کریں اور جسطرح باوا نانک صاحب باوا فرید کے مرید ہوئے تھے وہاں کے سکھ اور ہندو ان کے مرید بن جائیں اور جو جسمانی شوکت ہم سے چھن گئی ہے وہ روحانی طور پر ہم کو پہلے سے بھی زیادہ مل جائے۔ یہ طریق بھی اختیار کریں کہ کوئی مصیبت زدہ سکھ یا ہندو ملے تو اُس کو یہ تحریک کریں کہ تم احمدیت کی نذر مانو تو تمہاری یہ تکلیف دُور ہو جائیگی پھر اُس کیلئے دعائیں بھی کریں۔ بیماروں کی شفا، مقدمہ والوں کی فتح اور اس قسم کے اور مصیبت زدوں کے لئے بھی یہ تحریک کرتے رہیں تو تھوڑے دنوں میں ہی سینکڑوں آدمی سکھوں اور ہندوؤں میں اُن کے مرید بن جائیں گے اور ایک روحانی حکومت اُن کو حاصل ہو جائے گی۔

مَیں نے اُوپر لکھا ہے کہ وہاں خود اپنی آمدن پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اسکے چار ذرائع ہیں:۔ اوّل۔ دوکانوں کا افتتاح۔ دوم۔ طب۔ سوم۔ زمینداری۔ ہمارے لڑکے وہاں موجود ہیں وہ کہیں کہ ہم اپنی زمینوں میں ہل چلانا چاہتے ہیں۔ سب لوگ مل کر خود ہل چلائیں۔ زمینوں کو آباد کریں قادرآباد جو مشرق میں واقع ہے وہ اور اُسکے ساتھ ہماری سو ڈیڑھ سو ایکڑ زمین ہے اگر اس میں غلّہ اور ترکاری وغیرہ کی کاشت کریں۔ گنا بوئیں اور کواپریٹو فارم کے طور پر یہ کام شروع کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اسمیں سے اکثر کا گذارہ پیدا ہو سکتا ہے اور کم سے کم ایک سال کا غلّہ اور ترکاری اور دودھ اور گھی اور انڈا مفت مل سکتا ہے۔ چونکہ آدمیوں نے بدلتے رہنا ہے اسلئے کواپریٹو اصول پر یہ کام ہونا چاہیئے۔ چہارم چھوٹی چھوٹی صنعتیں جاری کی جائیں۔ جیسے بوٹ بنانا۔ بیگ بنانا اور اسی قسم کے اور کام میں آدمی ہم باہر سے کام سکھا کر وہاں بھجوا سکتے ہیں۔ اس طرح بھی بہت سی آمد پیدا کی جا سکتی ہے۔ جب چیزیں بن جائیں تو وہ مشرقی یا مغربی پنجاب کی منڈیوں میں بیچنے کے لئے بھیجی جا سکتی ہیں۔ بہرحال قادیان کی آبادی تصوف کے اصول پر ہی قائم کی جا سکتی ہے اور تصوف کا اصل یہ ہے کم گفتن و کم خوردن و کم خفتن۔ باتیں

تھوڑی کی جائیں۔ کھانا تھوڑا کھایا جائے۔ سویا کم جائے اور اس کے مقابلہ میں ذکر الٰہی زیادہ کیا جائے۔ محنت زیادہ کی جائے اور خدمت خلق زیادہ کی جائے۔ ان چار اصولوں پر عمل کر کے روٹی کی فکر باقی نہیں رہتی لوگوں کی مخالفت کی کمر ٹوٹ جاتی ہے اور خدا کے فضل زیادہ سے زیادہ نازل ہونے لگتے ہیں۔

۵۔ چونکہ آئندہ کنوائے بند ہوگا۔ فون، تار اور ڈاک کے ذریعہ کام لیں۔ لیکن یہ احتیاط کریں کہ ہر چیز پر دشمن کی نگرانی ہوتی ہے کوئی بات ایسی نہ لکھیں جس سے یا جھوٹے طور پر آپ لوگوں کے خلاف اثر لیا جاسکے۔

میں نے سُنا ہے بجلی کا خرچ بالکل بے فائدہ اور لغو کیا جاتا ہے اور بڑا بھاری بل ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان دنوں اس قسم کا خرچ نہایت ہی افسوسناک امر ہے۔ آپ لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ خدانخواستہ ملک میں اگر کوئی اور گڑبڑ ہوئی تو ہم پیسہ بھی آپ لوگوں کو نہیں بھیج سکیں گے۔ اور شاید اس موجودہ تین ہزار روپے سے ہی آپ کو سالوں گذارنے پڑیں گے۔ اس لئے فوراً اپنی آمدن پیدا کریں اور فوراً اپنے اخراجات کو انتہائی درجہ تک گرا دیں۔ ہاں صحت کا خیال ضروری رکھا جائے ہو سکتا ہے کہ باورچی بھاگ جائیں یا باورچی نہ ملیں اس لئے مومنانہ قربانی سے کام لیتے ہوئے ہر شخص روٹی پکانا سیکھے جس طرح ہر سپاہی روٹی پکا سکتا ہے۔ اسی طرح قادیان میں رہنے والے ہر شخص کو روٹی پکانی آنی چاہیئے۔ تاکہ ضرورت کے موقعہ پر بیماری اور تکلیف کا شکار نہ ہونا پڑے۔ جو کام لوگ دنیا کی خاطر کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ دین کی خاطر کیوں نہیں کر سکتے۔ فوجوں میں بھی ہوتا ہے کہ چار آدمیوں میں سے ایک آدمی باری باری روٹی پکاتا ہے۔ اور تین آدمی دوسرے کام کے لئے فارغ ہوتے ہیں۔ یہ باری مل کر انتظام کیا جائے۔ تو غالباً دس آدمیوں کے پیچھے ایک آدمی روٹی پکانے والا کافی ہو سکتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مشق ہو جائے تو فی آدمی تیس آدمی کا کھانا بھی پکا سکتا ہے۔ گھی، مصالحہ ہم نے اتنا بھیج دیا ہے کہ اُن آدمیوں کیلئے غالباً سال سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے کافی ہو۔

۶۔ قادیان کے انتظام کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک کمیٹی وہاں کام کرے گی۔ امیر اس کا صدر ہوگا اور اس کے ممبر ہمارے خاندان کے دونوں نمائندے۔ محاسب، ناظر بیت المال۔ تحریک جدید کا ایک نمائندہ۔ دونوں مبلغ۔ باہر سے آنے والوں کا ایک نمائندہ۔ قادیان کے آدمیوں کا ایک نمائندہ۔ ڈاکٹر اور امور عامہ کا ایک نمائندہ ہوگا۔ اس کمیٹی کا نام صدر انجمن احمدیہ ہوگا اور اسی کا نام تحریک جدید

ہوگا۔ لہٰذا اس کا نام مقامی کمیٹی ہوگا۔ یہ کمیٹی قادیان کی آبادی کو قائم رکھنے، اخراجات کا کنٹرول کرنے، دینی روح پیدا کرنے، ہر قسم کی آمد کے ذرائع پیدا کرنے، مقامات مقدسہ کی حفاظت، تبلیغ اور اس تمام علاقہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ذمہ دار ہوگی جو اس وقت احمدیہ جماعت کے ہاتھ میں ہے۔ اوپر کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق اس کے کل ممبر بارہ ہیں۔ لیکن اُن میں ضرورت کے مطابق زیادتی بھی کی جاسکتی ہے۔ بہرحال ہمارے نزدیک اتنے آدمیوں سے ہر حصہ کی نمائندگی ہو جاتی ہے۔ اصل چیز تو یہی ہے۔ کہ اپنے رسوخ کو اتنا بڑھایا جائے کہ وہاں کے ہندو اور سکھ آپ لوگوں کے مرید بن جائیں اور وہیں سے آمد پیدا ہونی شروع ہو جائے اور یہ مشکل نہیں۔ اپنی ذمہ داری کو آپ لوگ سمجھیں تو ایسا ہو سکتا ہے۔

خلیل احمد[1] اپنی مذہبی تعلیم کو جاری رکھے اور خود مطالعہ کر کے اور علماء سے مدد لے کر اپنی پڑھائی میں ہرج نہ ہونے دے اور کچھ وقت دیہاتی مبلغوں کو پڑھائے۔ کیونکہ پڑھانے سے علم بڑھتا ہے۔ عزیز ظفر احمد کو بھی مذہبی معلومات بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہی نصیحت میری تمام قادیان کے رہنے والوں کو ہے۔ چھ سات گھنٹے ہر شخص کچھ نہ کچھ کمائی کے لئے خرچ کرے دو گھنٹے ہر شخص ایسے رنگ میں تبلیغ کرے کہ کوئی جھگڑے والی بات نہ پیدا ہو اور تصوف کی طرف لوگوں کو مائل کر کے احمدیہ جماعت کی دعاؤں کی قبولیت، خدا تعالیٰ کے الہامات، اُس کی تائید، نصرت اور بیماروں کی شفاء وغیرہ کی طرف توجہ دلائیں۔ ایک دو گھنٹے قرآن کریم کے درس اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کئے جائیں۔ تہجد کی ہر شخص عادت ڈالے۔ وہاں رہنے والے ہفتہ میں ایک دو روزے ضرور رکھیں۔ تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے یہ طریق مقرر کر دیں کہ تراویح کی طرح سارا سال ہی نماز تہجد مسجد میں ہوا کرے یا اپنے اپنے حلقوں میں باجماعت تہجد کی عادت ڈالی جائے تمام کتب دفتر خلافت میں جمع کر دی جائیں۔ میری لائبریری کی الماریاں اکثر خالی ہوں گی ان میں رکھ دی جائیں۔ تمام اخباروں کے فائل اکٹھے کرلئے جائیں وہ بڑا قیمتی خزانہ ہے اور تاریخ سلسلہ کی بنیاد اس پر ہے۔ تمام لٹریچر کی لسٹیں بنوا کر یہاں بھجوائی جائیں اور وہاں بھی محفوظ رکھی جائیں حضرت صاحب کی کتب کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آ جائیں۔ اسی طرح میری کتابوں کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آجائیں۔ تفسیر کبیر کی کچھ جلدیں بھی وہاں رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کا جو لٹریچر آیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس میں حضرت صاحب کے اشتہارات کا مجموعہ شامل ہے یا نہیں۔ اگر وہ نہ آیا ہو تو

---

[1] : صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب (ناقل)

اُس کی کچھ کاپیاں یہاں بھجوائی جائیں اور کچھ کاپیاں وہاں رکھی جائیں، پرانی تفسیریں بھی کچھ وہاں رکھی جائیں تاکہ وہاں رہنے والے ان سے فائدہ اُٹھاتے رہیں۔

باقی دعائیں بہت کرتے رہیں۔ قادیان سے بھی زیادہ اس طرف کو خطرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر جاکر اور مسجد مبارک میں بہت دعائیں کریں۔ یاد رکھیں کہ دعاؤں اور برکتوں کی جگہ قادیان ہے وہاں کے رہنے والے قادیان کی حفاظت کے علاوہ جماعت کی حفاظت کا کام بھی کریں گے کیونکہ بیرونی جماعتوں کی حفاظت میں قادیان کے لوگوں کی دعائیں بہت کچھ کام دے سکتی ہیں۔ اگر خدا نخواستہ بیرونی جماعتوں پر اور کوئی آفت آئے تو قادیان کی جماعت کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ احمدیت اور اسلام کا جھنڈا قائم رکھنا اُن کا فرض ہے۔ تمام دنیا میں احمدیہ لٹریچر کی حفاظت اور تبلیغ وہ اپنا کام سمجھے بہر حال احمدیت کا بیج دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔ اور ہر مومن کا فرض ہے کہ اس بیج کو بڑھانے۔ اور پھیلانے میں حصہ لے۔

یہ خط اپنے پیچھے رہنے والے امیر اور نائب امیر اور نگران محافظین کو پڑھا دیں اور وہ اپنے وقت پر اپنے بعد والوں کو پڑھا دیں تا سب کے ذہن میں رہے۔

مرزا محمود احمد ۱۲ ہش ۔"[1]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا مفصل مکتوب قادیان کے آئندہ نظام عمل سے متعلق۔

حضرت سیدنا المصلح الموعود کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی ایک مفصل مکتوب امیر مقامی کے نام لکھا جس میں آپ نے حضور کی ہدایات کے مطابق قادیان کے آئندہ نظام عمل کی تفصیلات پر نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی۔ چنانچہ آپ نے لکھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

از رتن باغ لاہور ۱۴ ہش مکرمی دکٹری شمس صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل مورخہ ۱۵ ہش کو انشاء اللہ قادیان کا قافلہ جا رہا ہے۔ یہ غالباً آخری باقاعدہ کانوائے ہوگا۔ اس لئے اس میں باہر آنیوالے عزیزوں اور دوستوں کو دُعا اور پیچھے رہنے والے دوستوں سے

---

[1] مکتوبات اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ ۳۹۔۴۰

باقاعدہ رخصت ہونے کے بعد باہر آجانا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ قادیان والوں اور باہر والوں سب کا حافظ و ناصر ہو
چند ضروری ہدایتیں نوٹ فرمالیں ۔ میں نمبروار درج کردوں گا ۔

۱ ۔ امارت کے متعلق حضرت صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ آپکے بعد مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر ہوں گے ۔ اور عزیز مرزا ظفر احمد نائب امیر ۔

۲ ۔ ناظر اعلیٰ عزیز مرزا ظفر احمد ہوں گے ۔

۳ ۔ نگران حفاظت کیپٹن شیر ولی صاحب ہوں گے ۔

۴ ۔ قادیان میں صدر انجمن احمدیہ اور تحریک کا نظام اس کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا جو حضرت صاحب نے اپنے خط میں تجویز فرمائی ہے ۔ اور اس کمیٹی کے ممبر صدر اور تحریک کے ممبر سمجھے جائیں گے ۔

۵ ۔ تحریک کی جائیداد واقع قادیان کی ذمہ داری بھی صدر انجمن پر ہوگی ۔

۶ ۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ سردست قادیان میں ہی ٹھہریں ۔ دسمبر کے بعد دوسرا انتظام کیا جائیگا ۔

۷ ۔ قادیان میں مندرجہ ذیل طبقات ہوں گے :۔

(الف) قادیان کے باشندوں میں سے قرعہ کے ذریعہ قادیان ٹھہرنے والے ۔

(ب) دیگر احمدی پبلک جو خوشی سے وہاں ٹھہرنا چاہے یا بطریق پرائیویٹ ملازمت وہاں ٹھہرے ۔

(ج) تنخواہ دار عملہ حفاظت ۔

(د) خدام بیرونی اور

(ھ) صدر انجمن یا تحریک کے کارکن ۔

ان میں سے نمبر الف کے آسودہ حال لوگوں کو لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے ۔ یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں ۔ اور جو آسودہ حال نہ ہوں انہیں مفت دیا جائے ۔ نمبر ب میں سے جن کی گذارہ کی صورت ہو انہیں لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے ۔ جن کی گذارہ کی صورت نہ ہو انہیں مفت دیا جائے نمبر ج کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں ۔ نمبر د کو لنگر سے مفت کھانا دیا جائے ۔ نمبر ھ کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے کھانا چاہیں ۔

۸ ۔ کھانے کی قیمت بورڈنگوں کے اصول پر چارج کی جائے یعنی حساب نکال کر فی کس پر قیمت پھیلائی جائے ۔ مگر قیمت نقد وصول کی جائے قرض نہ دیا جائے ۔

۹۔ آئندہ قادیان کے دفتر محاسب کی امانت حفاظت (ح) میں سے مقررہ کمیٹی کے فیصلہ کیساتھ ناظر اعلیٰ کو برآمد کا اختیار ہوگا۔ پابندیاں خرچ کے متعلق وہی ہوں گی جو حضرت صاحب نے اپنے خط مورخہ ۱۲ ۱۱/ہش میں لکھدی ہیں۔ تمام خرچ نہایت کفایت کے ساتھ کیا جائے اور خرچ کے مقابل پر آمد بھی پیدا کی جائے اور زندگی درویشانہ رکھی جائے اور حساب رکھا جائے اور آڈٹ بھی ہوتا رہے۔

۱۰۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ قادیان میں ایک آڈیٹر ہونا ضروری ہے (خواہ قریشی عبدالرشید صاحب۔ خواہ راجہ بشیر احمد صاحب) جو صدر اور تحریک اور امانت حفاظت سب کا حساب چیک کرے اور اسے خزانہ کو بھی چیک کرنے کا اختیار ہو۔ خزانہ کی چابی کے علاوہ محاسب کے علاوہ ایک امین بھی ضروری ہے۔

۱۱۔ ملک صلاح الدین صاحب کو حضرت صاحب نے فی الحال دسمبر تک ٹھہرنے کی اجازت دی ہے اس کے بعد پھر غور ہوگا۔

۱۲۔ قادیان میں جو تنخواہ دار عملہ ہوگا۔ خواہ صدر یا تحریک کا اور خواہ عملہ حفاظت اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ ابھی اُن رقوم کی تعیین کردے جو وہ اپنے عزیزوں کو پاکستان میں ماہوار ادا کروانا چاہتے ہیں پھر اس کے مطابق انہیں قادیان میں اس قدر رقم ادا کردی جائیگی اور باقی پاکستان میں ان کے عزیزوں کو ادا کی جاتی رہے گی۔ یہ حصے بجٹ کے بھی الگ الگ ہو جائیں گے اس کے مطابق فوراً تحریریں لے کر ایک نقل قادیان میں رہے اور ایک لاہور آجائے۔

۱۳۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جو چٹھی امور عامہ قادیان کی طرف سے مسٹر سونی[1] مجسٹریٹ قادیان کو لکھی گئی ہے (نمبری ۱۰۲ مورخہ ۱۰ ۱۱/ہش) اُس کا لب ولہجہ بہت قابل اعتراض ہے۔ اور خواہ مخواہ چڑانے والا ہے۔ اوّل تو یہ کوئی جواب نہیں کہ آپ نے اتنی دفعہ یہ پاکٹ خالی کرنے کیلئے کہا ہے کہ ہم جواب میں کوئی مثال نہیں بتا سکتے۔ (مثالیں یاد ہوتی ہیں اور بتانی چاہئیں۔ کیونکہ ان کے بغیر ہر معقول آدمی بناوٹی اعتراض سمجھتا ہے)۔ دوسرے تحریر کا لب ولہجہ ہرگز چڑانے والا نہیں ہونا چاہیئے جس میں طعن کا رنگ ہو۔ آخر آپ لوگوں نے اب قادیان میں انتہائی بردباری اور تحمّل اور انکساری کے ساتھ رہنا ہے بلکہ یہ درویشانہ زندگی ہوگی۔ کیا درویشوں کا یہ لب ولہجہ ہوتا ہے

---

[1]: سردار محکم سنگھ سونی ایڈووکیٹ گورداسپور جو تقسیم ملک کے بعد قادیان میں مجسٹریٹ مقرر ہوئے تھے۔
(مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم ص۲۶ حاشیہ)

آئندہ بہت احتیاط رکھی جائے۔ اور حکمتِ عملی اور اخلاق اور انکساری سے کام لیا جائے۔ اور مولوی برکات احمد صاحب سوفی صاحب سے مل کر زبانی بات کر کے سابقہ اثر کو دھونے کی کوشش کریں۔

۱۴۔ آپ نے جو فہرست کارکنان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک ملک صلاح الدین صاحب کے دستخط سے بھجوائی ہے یعنی ان لوگوں کی جنہوں نے قادیان میں ٹھہرنا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ فہرست زیادہ ہے اور بعض صیغوں کی اب الگ صورت میں رہنے کی ضرورت نہیں مثلاً تحریک کا صیغۂ تجارت اور صیغۂ صنعت قادیان میں رہنا فضول ہے۔ تحریک کا صرف ایک نمائندہ کافی ہے اس کی جائیداد وغیرہ کا خیال رکھنے کیلئے۔ در اصل اس وقت قادیان میں یہ صیغے کافی ہیں۔

(الف) نظارت علیا۔ (ب) نظارت امور عامہ و خارجہ۔ (ج) نظارت ضیافت۔ (د) محاسب اور بیت المال مرکب۔ (ھ) ایک نمائندہ تحریک سب صیغوں کیلئے۔ ان سب کے لئے مناسب عملہ محررین ہونا چاہیئے۔ اور وہ بھی مشترک ہو سکتے ہیں۔ نظارت دعوۃ اور تعلیم کا کام بھی اوپر کے کسی افسر کے ذمہ لگایا جا سکتا ہے اور ناظر امور عامہ۔ ناظر ضیافت میں سے ہی کوئی امین ہو جائے۔ آڈیٹر علیحدہ ہونا چاہیئے۔ جو قریشی عبد الرشید صاحب یا راجہ بشیر احمد میں سے کسی کو مقرر کر کے رکھ لیا جائے۔

۱۵۔ خزانہ کے پہرہ دار دو ہونے ضروری ہیں۔ ایک کافی نہیں۔ گھروں کے دربان فارغ کر دیئے جائیں اور خدام اور عملہ حفاظت سے کام لیا جائے۔

۱٦۔ خدام اور عملۂ حفاظت اور دوسرے اصحاب کو بار بار نصیحت کی جائے۔ یہ خدائی امتحان کا وقت ہے۔ اس وقت خشیت پیدا ہونی چاہیئے۔

۱۷۔ خزانہ سے اگر بڑا سیف قادیان آ سکے تو مناسب ہو گا۔ تاکہ یہاں اس میں سر بمہر امانتیں رکھی جا سکیں۔ لیکن اگر اس کی وجہ سے پیچیدگی کا ڈر ہو تو رہنے دیں اور بہر حال خالی بھجوائیں۔ تا اگر پولیس اور ملٹری کو شبہ ہو تو اسے کھول کر دکھا دیں۔

۱۸۔ گندم کے متعلق حضرت صاحب کے خط میں تفصیلی ہدایت ہے اسکے مطابق عمل کیا جائے۔

۱۹۔ جب قادیان سے روانہ ہوں تو مقبرہ اور مسجد مبارک میں دعا کر کے آئیں اور سب دوستوں سے با قاعدہ مل کر اور رخصت ہو کر آئیں۔ اور انہیں اپنے پیچھے صبر اور قربانی اور انکساری

اور باہمی اخوت کے ساتھ رہنے اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کی نصیحت کر گئے ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والے درویش ہیں۔

۲۰۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب کی وفات کی خبر ریڈیو پر نشر کی جاچکی ہے۔ بیماری تو تھی ہی مگر اس وقت قادیان سے جدائی کا صدمہ اور نقصان لوگوں کے اعصاب پر سخت اثر پیدا کر رہا ہے اور اس صدمہ کی وجہ سے بیماری کے مقابلہ کی طاقت کم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو۔ بعض دوستوں نے خواہش کی تھی جسے حضرت صاحب نے بھی پسند کیا کہ اگر ممکن ہو سکے تو ان کا جنازہ قادیان پہنچایا جائے۔ لیکن اس وقت تک اس کا انتظام نہیں ہو سکا۔ گو ڈپٹی ہائی کمشنر نے ڈی۔سی گورداسپور کے نام چٹھی دیدی ہے اور بغیر پورے انتظام کے جنازہ کی بے حرمتی کا ڈر ہے۔ دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ورنہ بہرحال لاہور میں امانتاً دفن ہوں گے۔ (آخری فیصلہ یہی ہوا ہے کہ لاہور میں امانتاً دفن کیا جائے)۔

۲۱۔ سیٹھ ابوبکر صاحب[1] کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ لاہور آجائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آپ کے بھی جو باہر آنے والے ہیں اور ان کے بھی جو پیچھے قادیان رہیں گے۔ فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۲/۱۱/۴۷

یہ خط اپنے پیچھے ریکارڈ اور دوستوں کے مطالعہ کیلئے چھوڑ آئیں۔

نوٹ:۔ جن دوستوں کا قادیان میں اسلحہ رہتا ہے جس کے متعلق علیحدہ ہدایت کی جاچکی ہے۔ اب دسمبر کے آخر میں تجدید کی درخواست دے دینی چاہیئے۔

مرزا بشیر احمد

حضرت صاحب کا خط مورخہ ۱۲/۱۱/۴۷ سب کو پڑھا دیا جائے اور ریکارڈ رہے۔

مرزا بشیر احمد

نقل بخدمت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ۔ مرزا بشیر احمد ۱۲/۱۱/۴۷"[2]

---

[1] ۔ والد ماجد حضرت سیدہ اُمّ وسیم صاحبہ حرم حضرت سیدنا المصلح الموعود (ناقل)

[2] ۔ "مکتوبات اصحاب احمد" جلد دوم ص ۷۸، ۸۰، مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ طبع اوّل، ناشر احمدیہ بک ڈپو ربوہ پاکستان۔

۱۶ نومبر کے آخری کنوائے کی روانگی کا رقت انگیز منظر

پاکستان سے قادیان جانے والا آخری کنوائے ۱۵ ماہ نبوت/نومبر کو پہنچا جو اگلے ہی روز قادیان سے روانہ ہوا۔ یہی وہ کانوائے ہے جس کے ذریعہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مولانا جلال الدین صاحب شمس اور دوسرے بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت لاہور تشریف لائے۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس نے رخصت ہوتے ہوئے نہایت درد بھرے الفاظ میں کہا:-

"اے قادیان کی مقدس سرزمین! تو ہمیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ پیاری ہے۔ لیکن حالات کے تقاضا سے ہم یہاں سے نکلنے پر مجبور ہیں۔ اسلئے ہم تجھ پر سلامتی بھیجتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں"۔ [1]

صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب اس کانوائے کی روانگی کے رقت انگیز منظر کا نقشہ درج ذیل الفاظ میں کھینچتے ہیں:-

"آخری قافلہ یہاں سے ۱۶ر نومبر ۱۹۴۷ء کو گیا۔ چونکہ بہت لوگوں نے جانا تھا۔ ہر قسم کی تیاری کرنی تھی اسلئے اکثر لوگ قریباً بیشتر حصہ رات کا جاگتے رہے مگر صبح ہی پھر چہل جلدی ہی شروع ہو گئی اور سامان کے ساتھ یہ لوگ محلہ دارالانوار کی سڑک پر پہنچنے شروع ہو گئے۔ بارہ بجے کے قریب سب ٹرک لد گئے اور اجتماعی دعاؤں کے بعد جو کہ مسجد مبارک، بیت الدعا، مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ میں ہوئیں سب لوگ ٹرکوں کے پاس پہنچ گئے۔ مگر وہاں منظر ہی اور تھا۔ جانے کی خوشی تو کسی کو کیا ہونی تھی۔ ہر ایک رنج اور غم سے پسا جا رہا تھا۔ ہر ایک قدم جو کنوائے کی طرف اُٹھتا تھا وہ آگے سے بوجھل ہوتا۔ جو ضبط کی طاقت رکھتے تھے وہ ضبط کی کوشش کرتے۔ مگر اسکے راز کو اُن کی سُرخ آنکھیں پکار پکار کے فاش کر رہی تھیں اور جن کو ضبط کی طاقت نہ تھی وہ اس طرح روتے تھے جسطرح کہ کوئی بچہ اپنی ماں سے بچھڑنے کے وقت روتا ہے آخر وہ وقت بھی آ گیا یعنی الوداعی دُعا کا۔ جس کرب اور الحاح کے ساتھ یہ دعا مانگی گئی اور جس تضرع اور عاجزی سے اُنہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا اس کو الفاظ بیان نہیں کر سکتے اور جس نے وہ نظارہ دیکھا وہ بھی اسے بھول نہیں سکتا۔ وہاں بہت سے غیر مسلم آئے ہوئے تھے اسکے علاوہ مسلم ملٹری کے سب سپاہی موجود تھے اور وہ سب محو حیرت تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہوا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ان لوگوں کی گذشتہ

[1] :- الفرقان درویشان قادیان نمبر۔ اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۶۔

چار ماہ موت کے منہ میں جھانکنے کے باوجود بھی اس وقت یہ حالت ہے جبکہ ان کو موت سے بچایا جا رہا ہے۔ دُعا ختم ہوئی ٹرک ایک ایک کر کے روانہ ہوئے، جانے والے چلے گئے اور پیچھے رہنے والے ایک سکتہ کی حالت میں ان کو تکتے رہے۔ میں بھی انہیں لوگوں میں تھا جو کہ ان کو الوداع کر رہے تھے"۔ [1]

عہد درویشی کا آغاز

اس آخری کانوائے کے بعد قادیان کے ایک نئے دَور یعنی عہدِ درویشی کا آغاز ہوا جس میں امارت کے اہم فرائض حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ فاضل کے سپرد ہوئے اور قریباً ۳۱۳ جاں نثار اور کفن بردوش احمدی اس عزم کے ساتھ قادیان میں اقامت گزیں ہو گئے کہ ہم بہرحال مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے اپنی جان، مال اور عزت و آبرو قربان کر دیں گے مگر مرکزِ احمدیت پر آنچ نہ آنے دیں گے۔

ان خوش نصیبوں نے جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل کی تخت گاہ کی نگہبانی کے لئے چنا اور قادیان میں رہنے کی سعادت پائی۔ مسیح محمدی کے الہام "یہ (مکان) تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے" کے مطابق "درویش" کا قابلِ فخر خطاب پایا۔ [2]

۱۶ نومبر/ نبوت کو قادیان کے ٹھہرنے والے درویشوں میں ۲۲۱ نوجوان ۵۷ درمیانی عمر کے اور ۳۵ بوڑھے تھے جن میں ۱۱ صحابہ مسیح موعود کا پاک اور قدسی گروہ بھی شامل تھا۔[3] قادیان کے مقامی احمدی درویشوں کو ان کے انتخاب کی اطلاع قبل ازیں یکم نبوت / نومبر ۱۳۲۶ہش/ ۱۹۴۷ء کو بذریعہ کارڈ دی گئی تھی۔ جو امیر جماعت احمدیہ قادیان مولانا جلال الدین صاحب شمس کے دستخطوں سے جاری کیا گیا اور جس پر یہ عبارت درج تھی:۔

"درویش نام ـــــ مبارک ہو کہ آپ کو اگلے دو ماہ کے لئے قادیان میں ٹھہرنے کیلئے منتخب کیا گیا ہے امید ہے آپ امن اور صلح سے رہیں گے اور اپنے ساتھیوں سے تعاون کریں گے۔ خود تکلیف اٹھائیں گے مگر ساتھیوں کو تکلیف نہ ہونے دیں گے"۔

درویشوں سے حسب ذیل عہد لیا گیا:۔

"ہم احمدی .... جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم تا حکم ثانی (جو انشاء اللہ تعالیٰ موجودہ فیصلہ کے مطابق دو ماہ تک ہوگا) قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ امن اور صلح سے رہیں گے ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ اور ہم میں سے جو افسر ہیں وہ خود تکلیف اٹھائیں گے لیکن

---

[1]:۔ الفضل ۱۰ صلح/ جنوری ۱۳۲۷ہش/ ۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔ [2]:۔ تریاق القلوب صفحہ ۶۰۔
[3]:۔ الفرقان "درویشان قادیان نمبر" صفحہ ۱۵۱۔

دوسروں کو تکلیف نہ پہنچنے دیں گے " [1]

اس ابتدائی مرحلہ پر جملہ درویش نظم و نسق کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کئے گئے:۔

۱۔ حفاظت مرکز کے مستقل خدام جن کے پہلے نگران کیپٹن شیر ولی صاحب تھے۔ درویشان نمبر ۱ کے نام سے موسوم کئے گئے۔

۲۔ درویشان نمبر ۲ میں قادیان کے مقامی احمدی احباب شامل تھے جن کے نگران مرزا محمد حیات صاحب مقرر کئے گئے۔

۳۔ بیرونی خدام کو درویشان نمبر ۳ قرار دیا گیا اور ان کی نگرانی کی خدمت چوہدری سعید احمد صاحب بی۔اے آنرز کو سونپی گئی۔ [2]

درویشان نمبر ۲ کی تنظیم کا ایک خاکہ یہاں درویشان نمبر ۲ یعنی قادیان کے مقامی احمدیوں کی تنظیم کا ایک خاکہ بیان کرنا مناسب ہوگا۔

جیسا کہ اُوپر بتایا جا چکا ہے درویشان نمبر ۲ کے نگران مرزا محمد حیات صاحب تھے جنہوں نے صوفی عبد القدیر صاحب (ابن مولوی عبد الحق صاحب بدو ملہوی حلقہ مسجد فضل قادیان) کو اپنا نائب اور خواجہ عبد الکریم صاحب خالد (ابن خواجہ عبد الواحد صاحب دار الفضل قادیان) اور ضیاء الدین احمد صاحب (ابن میاں روشن دین صاحب زرگر حلقہ مسجد فضل قادیان) کو معاون نگران مقرر کیا۔ علاوہ ازیں احمدیہ محلہ کے پورے حلقہ کو تین بلاک میں تقسیم کر دیا گیا جس کے بلاک لیڈر بالترتیب مجید احمد صاحب ولد غلام حسین صاحب ساکن باب الانوار قادیان، شیخ محمود احمد صاحب ولد شیخ اللہ بخش صاحب ساکن دار الرحمت قادیان اور سید محمد اجمل صاحب ولد سید محمد افضل شاہ صاحب ساکن مسجد فضل قادیان تجویز کئے گئے۔ ہر ایک بلاک کے ماتحت تین تین حزب بنائے گئے جن کی تفصیل مع اسماء سائقین حسب ذیل ہے:۔

حزب نمبر ۱۔ سائق مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب۔

" ۲ - " بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار بھٹہ۔

" ۳ - " جلال الدین صاحب ننگلوی۔

" ۴ - " امیر الدین صاحب۔

" ۵ - " ممتاز احمد صاحب ہاشمی۔

" ۶ - " عبد الرشید صاحب بدو ملہوی۔

---

[1] :۔ غیر مطبوعہ ڈائری ۲۶-۲۷ شہادت ۱۳۲۶ ہش/ ۱۹۴۷ء (مرتبہ جناب مرزا محمد حیات صاحب نگران) [2]: ماہ تبوک/ ستمبر ۱۳۲۶ ہش/ ۱۹۴۷ء سے مستقل یعنی تنخواہ دار درویشوں کو درویشان ناصر آباد، درویشان بیرون کو درویشان مسجد اقصیٰ اور درویشان مقامی کو درویشان مسجد مبارک کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔

حزب نمبر ۷ سائق مولوی غلام احمد صاحب ارشد

" ۸ " سعید احمد صاحب ولد عبدالکریم صاحب۔

" ۹ " بھائی شیر محمد صاحب دوکاندار۔

ہر حزب کم سے کم ۹ اور زیادہ سے زیادہ ۱۳ درویشوں پر مشتمل تھا اور اسے مختلف مکانات میں متعین کیا گیا اور اُن کا فرض قرار دیا گیا کہ وہ مکانات کو کسی صورت میں نہ چھوڑیں۔ اور کسی غیر شخص کو اپنی حدود میں داخل نہ ہونے دیں۔ یہ تمام مکانات جن میں درویشوں کو رکھا گیا۔ بیرونی حد بندی پر واقع تھے۔ اندرونی مکانات درویشوں کی کمی کے باعث خالی رہے۔ اور درویشوں کو تاکید کی گئی کہ لوگوں کا کافی مال و اسباب ضائع ہو چکا ہے۔ اگر کسی دوست کا سامان وہاں پر ہو تو اس کی حفاظت کریں اور نظارت امور عامہ کے مقرر کردہ سٹور کیپر صاحب کو سامان لے جانے سے نہ روکیں۔

حزب نمبر ۱ کے سپرد مندرجہ ذیل احباب کے مکانات کئے گئے:۔

(۱) حافظ فیض اللہ صاحب۔ (۲) بابو نذیر خاں صاحب۔ (۳) حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی۔ (۴) قاری غلام حُم صاحب۔ (۵) لال دین صاحب ٹیلر ماسٹر۔

حزب نمبر ۲ کو مندرجہ ذیل دوستوں کے مکانات میں متعین کیا گیا:۔

(۱) مرزا محمد یعقوب صاحب۔ (۲) سیّد سردار حسین صاحب۔ (۳) حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ (۴) بابو عبدالحمید صاحب۔ (۵) سیّد محمد اجمل صاحب۔

حزب نمبر ۳ کے سپرد مندرجہ ذیل احباب کے مکانات کئے گئے:۔

(۱) مولوی عبدالمغنی خانصاحب۔ (۲) ممتاز علی خانصاحب۔ (۳) حافظ فیض اللہ صاحب۔ (۴) حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب۔ (۵) نیاب محمد خانصاحب پٹھان۔

حزب نمبر ۴ کے سپرد مندرجہ ذیل احباب کے مکانات کئے گئے:۔

(۱) محمد حسین صاحب ڈپو ہولڈر۔ (۲) عبداللہ صاحب بوڑی۔ (۳) حاجی جنود اللہ صاحب۔ (۴) مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی۔ (۵) نذیر احمد صاحب ڈیری فارم۔

حزب نمبر ۵ کے سپرد مندرجہ ذیل احباب کے مکانات کئے گئے:۔

(۱) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ (۲) چوہدری محمد شفیع صاحب ایس۔ڈی۔او۔ (۳) مولوی رحمت علی صاحب مبلغ جاوا۔ (۴) ڈاکٹر فضل کریم صاحب۔ (۵) دفتر الفضل۔ (۶) منشی احمد حسین صاحب کاتب

(۷) مدد خانصاحب مرحوم - (۸) عبداللہ صاحب حجام -

حزب نمبر ۶ کے سپرد مندرجہ ذیل مکانات کئے گئے :-

(۱) صوفی عبدالقدیر صاحب بددملہوی - (۲) بیوہ محمد امین مرحوم پٹھان - (۳) عبدالرحمن صاحب -

(۴) مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز -

حزب نمبر ۷ کے سپرد مندرجہ ذیل احباب کے مکانات کئے گئے :-

(۱) مرزا محمد حیات صاحب - (۲) منشی عبدالکریم صاحب - (۳) شیخ محمد نصیب صاحب - (۴) فضل الہٰی خاں صاحب -

حزب نمبر ۸ محلہ ناصرہ آباد میں متعین کیا گیا -

حزب نمبر ۹ میں چونکہ اکثر احباب عمر رسیدہ تھے اسلئے ان کے ذمہ صرف صبح کی ڈیوٹی گیٹ پر مقرر کی گئی اور رات کو سٹور میں سونے کی ڈیوٹی بھی ان کے سپرد کی گئی - نیز مریضوں کی خبر گیری کا کام بھی[1]

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اوّلین ممبران

زمانہ درویشی کے ابتداء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اوّلین ممبر حسب ذیل تھے :-

۱ - صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء (ناظر اعلیٰ و نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام) -

۲ - صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب (ناظر تعلیم و تربیت و ناظر دعوت و تبلیغ و " " " ") -

۳ - حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل (امیر جماعت احمدیہ قادیان و ناظر ضیافت - حضرت مولوی صاحب ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء سے اس وقت تک عہدہ امارت پر سرفراز ہیں) -

۴ - مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی - اے واقفِ زندگی (ناظر امور عامہ و امور خارجہ) -

۵ - مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی - اے - (ناظر بیت المال و محاسب)

۶ - مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی - (ممبر)

۷ - مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی - اے آنرز نمائندہ درویشان نمبر ۳ (ممبر)

۸ - مکرم کیپٹن شیر ولی صاحب نمائندہ درویشان نمبر ۱ (ممبر)

۹ - مکرم ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب " (ممبر)

---

[1] :- غیر مطبوعہ ڈائری مرتبہ مرزا محمد حیات صاحب سے ماخوذ -

۱۰۔ مکرم حسن محمد خان صاحب عارف بی۔ اے واقف زندگی و نمائندہ تحریک جدید۔ (ممبر)

۱۱۔ مکرم مرزا محمد حیات صاحب نمائندہ درویشان نمبر ۲۔ (ممبر) (۱۲) مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی (ممبر)

۱۳۔ مکرم قریشی عبدالرشید صاحب اڈیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ [1]

۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کے اوّلین خوش نصیب درویشوں کی فہرست

ان ابتدائی پرخطر اور پُرآشوب ایام کے قریباً ۳۱۳ درویشوں کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔ یہ فہرست ۱۹۷۰ء میں مرتب کی گئی اور اس میں "کیفیت" کے تحت اندراجات بھی اسی سال کی رو سے ہیں۔

نوٹ:- (۱) ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کے ان اوّلین درویشوں کے بعد جو مقدس صحابہ اور دوسرے بزرگ یا احباب دیارِ حبیب میں مستقل قیام کے لئے پاکستان یا ہندوستان کے مختلف علاقوں سے قادیان تشریف لے گئے اُن کا تذکرہ اگلی جلدوں میں اپنے مقام پر آئے گا۔

(۲) گول دائرہ ٥ کا نشان بتاتا ہے کہ یہ درویش بعد کو پاکستان چلے آئے۔

صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید قادیان کے ممبر یا کارکن

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۱	صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء	حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ	الدار قادیان	٥ واپسی ۶ مارچ ۱۹۴۸ء
۲	،، ،، خلیل احمد صاحب	،، سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ	،، ،،	٥ ،، ،،
۳	حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (صحابی)	،، ملک برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ	باب الانوار ،،	حال ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان وفات ۲۰-۱-۷۷ء
۴	مولوی برکات احمد صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ	،، مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ	دار الرحمت قادیان	تاریخ وفات ۷ نومبر ۱۹۶۲ء
۵	شیخ عبدالحمید صاحب عاجز	شیخ محمد حسین صاحب	-	حال ناظر جائیداد ،، وفات ۲۸-۸-۰۵ء
۶	مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی	میاں مہر دین صاحب	مسجد فضل قادیان	حال نائب ناظر دعوت و تبلیغ وفات ۲۷-۹-۷۸ء ٥
۷	میجر ڈاکٹر محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ	قاضی محمد شریف صاحب ایگزیکٹو انجنیئر لائلپور	کوئٹہ	کوئٹہ میں ۱۹ اگست ۱۹۴۸ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔
۸	مکرم حسن محمد خان صاحب عارف	فضل محمد خان صاحب شملوی	-	٥

[1] :- الفرقان درویشان قادیان نمبر اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۲۷۳

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۹	مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم-اے	ملک نیاز محمد صاحب	قادیان	حال وکیل المال تحریک جدید قادیان وفات ۲-۲-۲۰۰۳ء
۱۰	" قریشی عبدالرشید صاحب	ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب	"	○ سابق اڈیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان
۱۱	" فضل الٰہی خانصاحب	حکیم کرم الٰہی صاحب	حلقہ مسجد فضل قادیان	وفات ۹-۱۱-۹۷ء
۱۲	" مولوی شریف احمد صاحب امینی	سیٹھ محمد ابراہیم صاحب بنگوی	بورڈنگ مدرسہ احمدیہ قادیان	حال انچارج مبلغ سلسلہ احمدیہ بمبئی وفات ۲۲-۹-۹۰ء
۱۳	" قریشی عطاء الرحمن صاحب اعوان	حضرت حافظ محمد امین صاحب کیمبلپوری	ناصر آباد قادیان	حال بیت المال (خرچ) وفات ۳۰-۱-۷۸ء
۱۴	" چوہدری عبدالحق صاحب	چوہدری اللہ دتا صاحب	قادیان	وفات ۴-۶-۸۰ء
۱۵	" عبدالقیوم صاحب کمپونڈر	محمد ظہور صاحب	قادیان	○
۱۶	" مولا بخش صاحب باورچی پنجابی	خیرات اللہ صاحب	متصل لنگر خانہ قادیان	تاریخ وفات ۲۲ جولائی ۱۹۵۴ء
۱۷	" سراج دین صاحب مؤذن	غلام قادر صاحب	دارالرحمت قادیان	○
۱۸	" مولوی عبدالقادر صاحب اعوان	حاجی محمد بخش صاحب	بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازی خان	○
۱۹	" مرزا محمد زمان صاحب	مرزا احمد دین صاحب	لنگر خانہ قادیان	وفات ۱۹-۱-۹۲ء

قادیان اور ماحول قادیان کے احمدی

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۲۰	مکرم مرزا محمد حیات صاحب	حکیم عطا محمد صاحب	حلقہ مسجد فضل قادیان	○ واپسی ۱۱ مئی ۴۸ء
۲۱	" صوفی عبدالقدیر صاحب	مولوی عبدالحق صاحب	"	○
۲۲	" خواجہ عبدالکریم صاحب خالد	خواجہ عبدالواحد صاحب	دارالفضل قادیان	○
۲۳	" میاں ضیاء الدین احمد صاحب	میاں روشن صاحب زرگر	حلقہ مسجد فضل "	○ واپسی ۱۱ مئی ۱۹۴۸ء
۲۴	" مجید احمد صاحب ڈرائیور	غلام حسین صاحب	باب الانوار "	تاریخ وفات ۲ اکتوبر ۱۹۴۹ء
۲۵	" مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب	مرزا برکت علی صاحب	دارالعلوم "	وفات ۲۴-۸-۲۰۰۱ء
۲۶	" عبدالواحد صاحب پانفروش	شیخ عبداللہ صاحب	مسجد مبارک "	
۲۷	" عبدالرحیم صاحب دیانت سوڈا واٹر فیکٹری	حضرت بابو فضل محمد صاحب ہرسیاں والے	دارالفتوح "	وفات ۷-۲-۸۰ء
۲۸	" عبدالواحد صاحب	محمد رمضان صاحب	ناصر آباد "	○

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۲۹	مکرم عبدالحمید صاحب	چوہدری خدا بخش صاحب	کھیمی بانگر	
۳۰	" سائیں عبدالرحمٰن صاحب	مستری فضل دین صاحب	جامعہ الانوار قادیان	وفات ۹۵ء ۴_۱۶
۳۱	" فضل الدین صاحب ماشکی	نور محمد صاحب	مسجد مبارک "	٥
۳۲	" لال دین صاحب	فقیر محمد صاحب	دارالیسر "	٥
۳۳	" محمد احمد خان صاحب	منشی نور محمد خان صاحب	دارالفضل "	
۳۴	" محمد عبداللہ صاحب	نور محمد صاحب	مسجد مبارک "	٥
۳۵	" بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار کھمبہ	محمد عبداللہ صاحب	دارالبرکات "	وفات ۹۸ء ۱۲_۴
۳۶	" چوہدری عبدالغفور صاحب	چوہدری اللہ دتا صاحب	حلقہ مسجد فضل "	٥
۳۷	" مستری محمد حسین صاحب	محمد قاسم صاحب راجپوت	مسجد مبارک "	وفات ۸۶ء ۷_۲۵
۳۸	" محمد حسین صاحب (خورد)	نور محمد صاحب	حلقہ مسجد فضل "	٥
۳۹	" قریشی فضل حق صاحب	میاں کمال الدین صاحب	مسجد مبارک "	وفات ۸۶ء ۴_۲۸
۴۰	" بشیر احمد صاحب	علم دین صاحب	" " "	٥
۴۱	" طیّب علی صاحب بنگالی	عبدالمبارک صاحب	" " "	
۴۲	" رفیق احمد صاحب یونس	محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی	دارالفتوح قادیان	٥
۴۳	" محمد یحییٰ صاحب	محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی	" "	٥ واپسی ۱۱ مئی ۱۹۵۰ متوفی
۴۴	" محمد عبداللہ صاحب	صدر الدین صاحب	حلقہ مسجد فضل "	وفات ۸۹ء ۱۲_۲۴
۴۵	" عطاء الٰہی صاحب	امام الدین صاحب	" " " "	٥
۴۶	" ناصر احمد صاحب	محمد عبداللہ صاحب	" " " "	٥ واپسی ۵ مارچ ۴۸ء
۴۷	" خواجہ مجید احمد صاحب	خواجہ محمد شریف صاحب	مسجد اقصیٰ "	٥
۴۸	" خلیفہ منیر الدین صاحب	حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؓ	مسجد مبارک "	٥ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں شہید ہوئے[۱]
۴۹	" ماسٹر عبدالغنی صاحب	فضل الدین صاحب	حلقہ مسجد فضل "	٥
۵۰	" مرزا محمد اقبال صاحب	مرزا اعظم بیگ صاحب	مسجد مبارک "	

۱؎ تاریخ واپسی ۶ مارچ ۱۹۴۸

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۵۱	مکرم جلال الدین صاحب	رحیم بخش صاحب	محلہ باغبانان متصل قادیان	٥
۵۲	" محمد اسحاق صاحب	عبد الکریم صاحب	" " " "	٥
۵۳	" محمد صدیق صاحب	عزیز الدین صاحب	" " " "	٥
۵۴	" عبد الغنی صاحب	محمد بخش صاحب	" " " "	٥
۵۵	" محمد اسمٰعیل صاحب	نقیر محمد صاحب	" " " "	٥
۵۶	" عبد الرحمٰن صاحب	رحمت اللہ صاحب	" " " "	٥
۵۷	" دین محمد صاحب	محمد عبد اللہ صاحب	" " " "	وفات ۴۰۴ء_۴_۲۸
۵۸	" نذیر احمد صاحب	الٰہی بخش صاحب	" " " "	٥
۵۹	" محمد صادق صاحب	نظام دین صاحب	" " " "	
۶۰	" محمد شریف صاحب	مہر دین صاحب	" " " "	٥
۶۱	" علی محمد صاحب	دین محمد صاحب	" " " "	٥
۶۲	" محمود احمد صاحب	شیخ اللہ بخش صاحب پشاوری	دار الرحمت قادیان	٥
۶۳	" امیر الدین صاحب	فضل الدین صاحب	حلقہ مسجد فضل "	٥
۶۴	" غلام حسین صاحب	نظام الدین صاحب	دار البرکات "	وفات ۴۰۴ء_۳_۲۱
۶۵	" محمد اسمٰعیل صاحب	محمد عبد اللہ صاحب	دار الیسر "	٥
۶۶	" محمد شفیع صاحب	مولا بخش صاحب	" "	وفات ۸۷ء_۶_۲۶
۶۷	" جلال الدین صاحب	صدر دین صاحب	" "	٥
۶۸	" دین محمد صاحب	عبد الستار صاحب	" "	٥
۶۹	" عبد الغفور صاحب	احمد دین صاحب	رسول نگر گلی نگانوالی ضلع گوجرانوالہ	٥
۷۰	" قمر الدین صاحب	ابراہیم صاحب	" "	٥
۷۱	" محمد سلیمان صاحب	رسول بخش صاحب	دار الیسر قادیان	وفات ۹۴ء_۴_۱
۷۲	" فضل الرحمٰن صاحب	روشن الدین صاحب	" "	وفات ۸۵ء_۹_۱۷

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۷۳	مکرم محمد احمد صاحب صحابی	غلام حسین صاحب	مسجد مبارک قادیان	ہ
۷۴	" ممتاز احمد صاحب ہاشمی	قریشی شاہ دین صاحب	دارالشکر قادیان	وفات ۶۰ء-۱-۲۵
۷۵	" سید محمود احمد صاحب	سید حسین علی شاہ صاحب دھرم کوٹ	دارالرحمت "	ہ
۷۶	" چوہدری غفور احمد صاحب	چوہدری نور محمد صاحب	دارالشکر "	ہ
۷۷	" عمر دین صاحب	محمد خاں صاحب	" "	ہ
۷۸	" محمد سلطان صاحب خوشنویس	میاں جمعہ خانصاحب	دارالبرکات شرقی "	ہ
۷۹	" مستری ہدایت اللہ صاحب گوجرانوالہ	میاں مہر دین صاحب	" غربی "	وفات ۸۵ء-۷-۳۱
۸۰	" میاں عبدالعظیم صاحب جلد ساز	میاں رحمت اللہ صاحب	دارالفضل قادیان	وفات ۹۱ء-۴-۱
۸۱	" محمد شفیع صاحب پینٹر	میاں لال دین صاحب زرگر	مسجد مبارک "	ہ
۸۲	" مستری غلام قادر صاحب	محمد دین صاحب	دارالرحمت "	ہ
۸۳	" محمود احمد صاحب سرگودھوی	شیخ مولا بخش صاحب	" "	ہ
۸۴	" شیر محمد صاحب پونچھی	فضل الدین صاحب	دارالفتوح "	وفات ۳۰ رجون ۱۹۶۲ء مدفون ربوہ
۸۵	" عبدالرشید صاحب انور بدوملہی	مولوی عبدالحق صاحب	حلقہ مسجد فضل "	د
۸۶	" غلام احمد صاحب	محمد دین صاحب جلال پوری	دارالرحمت "	ہ
۸۷	" مولوی غلام مصطفٰے صاحب	مولوی عبدالحق صاحب	" "	ہ تاریخ واپسی ۵ر مارچ ۱۹۴۸ء گوجرانوالہ میں وفات پائی
۸۸	" نذیر احمد صاحب ٹیلر	نور احمد صاحب	حلقہ مسجد فضل قادیان	وفات ۰۶ء-۱-۱۹
۸۹	" قریشی عبدالقادر صاحب اعوان	حضرت حافظ محمد امین صاحب رضی اعوان	" " "	وفات ۸۰ء-۴-۲۲
۹۰	" محمد دین صاحب	غلام نبی صاحب	دارالفضل "	ہ
۹۱	" عبدالمطلب صاحب بنگالی	منشی دائم اللہ صاحب	دارالرحمت "	وفات ۸۵ء-۱۲-۷
۹۲	" مرزا عبداللطیف صاحب	مرزا مہتاب بیگ صاحب رض	مسجد اقصیٰ "	وفات ۸۴ء-۱۲-۳۰
۹۳	" سید محمد اجمل صاحب	سید محمد افضل صاحب	حلقہ مسجد فضل "	ہ تاریخ واپسی ۵ر مارچ ۱۹۴۸ء
۹۴	" خواجہ عبدالستار صاحب	خواجہ محمد عبداللہ صاحب	دارالفتوح "	

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۹۵	مکرم میر غلام رسول صاحب ہزاروی	میر ولی خان صاحب ہزاروی	دارالفتوح قادیان	٥
۹۶	" مولوی غلام احمد صاحب ارشد	مولوی نور محمد صاحب	دارالشکر "	واپسی ۱۱ رمئی ۱۹۵۰ء
۹۷	" خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب صحابی	خواجہ غلام رسول صاحب	دارالفضل "	٥
۹۸	" حافظ عبدالرحمٰن صاحب پشاوری صحابی	میاں احمد جان صاحب	مسجد مبارک "	وفات ۷۴ء-۱۲-۱۵
۹۹	" حکیم نعمت اللہ صاحب	حکیم اللہ دتہ صاحب قلعی ساز	دارالفتوح "	٥
۱۰۰	" قاضی عبدالحمید صاحب	قاضی عبدالعزیز صاحب	دارالرحمت "	وفات ۹۵ء-۶-۱۲
۱۰۱	" محمد عباد اللہ صاحب	عبدالحمید صاحب	دارالفتوح "	٥
۱۰۲	" امیر احمد صاحب سابق مؤذن مسجد مبارک	مہر دین صاحب	مسجد مبارک "	وفات ۹۶-۱-۳
۱۰۳	" چوہدری بدرالدین صاحب عامل	چوہدری عبدالغنی صاحب	دارالبرکات "	وفات ۰۶ء-۲-۵
۱۰۴	" عبدالرشید صاحب نیاز	چوہدری عبدالحکیم صاحب	دارالبرکات غربی "	وفات ۸۶ء-۸-۱۳
۱۰۵	" فخرالدین صاحبؓ مالا باری	ماحن کٹی صاحب	مسجد مبارک "	تاریخ وفات ؟
۱۰۶	" سعید احمد صاحب	عبدالکریم صاحب	دارالعلوم "	وفات ۸۴ء-۶-۲۳
۱۰۷	" شیخ عبدالقدیر صاحب	عبدالکریم صاحب (نومسلم)	ناصر آباد "	
۱۰۸	" احمد حسین صاحب	محمد حسین صاحب	" "	
۱۰۹	" محمد یوسف صاحب زیروی	نظام الدین صاحب	" "	٥ وفات ۹۰ء-۱۰-۳۰
۱۱۰	" سراج الدین صاحب ثالث	چراغ دین صاحب	دارالسعت "	٥
۱۱۱	" محمد طفیل صاحب سابق پٹواری	چوہدری فیض محمد صاحب	ڈھریوالہ دارو غہ تحصیل گورداسپور	وفات ۷۸ء-۳-۲۸
۱۱۲	" محمد دین صاحب	عمر دین صاحب	ناصر آباد - قادیان	
۱۱۳	" شبیر احمد خان صاحب	خان میر صاحب کابلی محافظ حضرت مسیح موعودؑ	" "	وفات ۷۹ء-۳-۵
۱۱۴	" بابا اللہ بخش صاحب صحابی	محکم دین صاحب ہرچووال	" "	٥
۱۱۵	" حضرت بھائی شیر محمد صاحب صحابی	میراں بخش صاحب	مسجد مبارک "	وفات ۷۴ء-۱۱-۲۴
۱۱۶	" حکیم عبدالرحیم صاحب	میاں محمد جعفر صاحب	حلقہ مسجد فضل "	(تاریخ وفات ۱۰ر جون ۱۹۹۱ء)

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۱۱۷	محترم صدرالدین صاحب صحابی	رحیم بخش صاحب	حلقہ مسجد فضل قادیان	تاریخ وفات ۴ر دسمبر ۱۹۶۰ء
۱۱۸	" بھاگ دین صاحب صحابی	محمد بخش صاحب	" " "	" ۱۳ر مارچ ۱۹۶۰ء
۱۱۹	" بابا بھاگ صاحب امرتسری صحابی	میاں جیوا صاحب	مسجد اقصیٰ "	" ۱۸ر جون ۱۹۵۶ء
۱۲۰	" خدا بخش صاحب	گاگو صاحب	حلقہ مسجد مبارک "	" ۲۵ر مئی ۱۹۵۹ء
۱۲۱	" علی محمد صاحب	جمال الدین صاحب	دارالفتوح "	
۱۲۲	" شیخ احمد صاحب صحابی	غلام حکیم صاحب مرحوم	مسجد مبارک "	" ۱۰ر فروری ۱۹۵۸ء
۱۲۳	" سید عبدالرحیم صاحب افغان	سید امیر صاحب پٹھان	" "	" ۳۱ر اکتوبر ۱۹۶۲ء
۱۲۴	" صوفی علی محمد صاحب	مولا بخش صاحب	" "	
۱۲۵	" شمس الدین صاحب (معذور)	شیرین خانصاحب	" "	" ۱۱ر اگست ۱۹۵۰ء
۱۲۶	" میر عبدالسبحان صاحب صحابی	رحمان میر صاحب	" "	" ۲۳ر اپریل ۱۹۶۱ء
۱۲۷	" منشی محمد صادق صاحب	محمد طفیل صاحب	قادیان	مختار عام حضرت مرزا بشیر احمد صاحب و خاندان مسیح موعودؑ
۱۲۸	" عبدالعزیز گو نگا صاحب	شمس الدین صاحب	خادم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب	٥
۱۲۹	" محمد عبداللہ صاحب	حضرت خان ذوالفقار علی خانصاحب	قادیان	

دیہاتی مبلغین

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۱۳۰	مکرم سید منظور احمد شاہ صاحب	سید حسین شاہ صاحب	ملکپور ضلع گجرات	٥
۱۳۱	" بشیر احمد صاحب ماہلپوری	علی بخش صاحب	ماہل پور ضلع ہوشیار پور	
۱۳۲	" نواب خان صاحب	خواج دین صاحب	فتح پور ضلع گجرات	
۱۳۳	" عطاء اللہ صاحب	مولوی شیر محمد صاحب	ٹھٹھہ رانجھا ضلع سرگودھا	وفات ۱۷-۵-۶۰
۱۳۴	" محمد شریف صاحب	نبی بخش صاحب		٥
۱۳۵	" فیض احمد صاحب	حبیب اللہ صاحب	کنڈی خیر پور میرس سندھ	

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۱۳۶	مکرم سلطان احمد صاحب	سید فضل احمد شاہ صاحب	الحکم سٹریٹ قادیان	٥
۱۳۷	" عبدالرحیم صاحب کشمیری	عبدالعزیز صاحب	ازکام تحصیل کولگام ضلع اسلام آباد	
۱۳۸	" علی محمد صاحب کشمیری	عبدالصمد صاحب	کولگام ضلع اسلام آباد	
۱۳۹	" محمد رمضان صاحب	چوغط غلام احمد صاحب	ہموساں کشمیر	٥
۱۴۰	" عبدالغنی صاحب	محمد دین صاحب	چک نمبر ۹۹ شمالی سرگودہا	٥
۱۴۱	" محمد صادق صاحب	شیخ رحیم بخش صاحب	مزنگ لاہور	٥
۱۴۲	" بشیر احمد صاحب خادم	میاں اللہ بخش صاحب	محلہ دارالشکر قادیان	وفات ۲۶-۷-۰۱ء
۱۴۳	" فتح محمد صاحب اسلم	رنڈا صاحب	دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور	وفات ۱۳-۱۲-۸۱ء
۱۴۴	" سید منظور احمد صاحب عامل	سید فضل محمد شاہ صاحب	ترانڈی ۳۲۳ ڈبہ ٹیک سنگھ لائلپور	وفات ۷-۴-۷۵ء
۱۴۵	" بشیر احمد صاحب بانگروی	محمد اسمٰعیل صاحب	بدوملہی سیالکوٹ	وفات ۲۲-۱۰-۹۸ء
۱۴۶	" بشیر احمد صاحب ڈھلو	محمد حسین صاحب	ڈھلوں ضلع سیالکوٹ	٥
۱۴۷	" قریشی محمد شفیع صاحب عابد	میاں اللہ رکھا صاحب	اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ	وفات ۲۷-۵-۰۶ء
۱۴۸	" مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر	چوہدری نواب دین صاحب	موضع دھنی دیو ۳۳۲ لائلپور	
۱۴۹	" حکیم سراج دین صاحب	حکیم محمد بخش صاحب	شادیوال ضلع گجرات	٥
۱۵۰	" سراج الحق صاحب	حضرت منشی عبدالحق صاحب کاتب	جوڑا کرنانہ ضلع گجرات	وفات ۱۷-۵-۰۶ء
۱۵۱	" غلام نبی صاحب	چوہدری فضل الدین صاحب	موضع انگا ضلع سیالکوٹ	وفات ۷-۶-۰۴ء
۱۵۲	" محمد احمد صاحب (فقیر سائیں صاحب)	مولا بخش صاحب	کالا قادر " "	
۱۵۳	" محمد یوسف صاحب	رحیم بخش صاحب	موکل سندر سنگھ والا ضلع لاہور	٥
۱۵۴	" محمد شریف صاحب	محمد علی صاحب	چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ	٥
۱۵۵	" عبداللطیف صاحب	عبدالرحمٰن صاحب	جلیانوالہ تحصیل کبیروالہ ضلع لائلپور	٥
۱۵۶	" محمد عبداللہ صاحب کشمیری	غلام محمد صاحب	رتیال جموں	
۱۵۷	" حافظ اللہ دین صاحب	نواب دین صاحب	لنگیا ڈاکخانہ قطبانہ تحصیل فتح جنگ ضلع کیمبلپور	وفات ۳۰-۱۲-۸۳ء

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۱۵۸	مکرم مولوی عبدالحمید صاحب مومن	اللہ دتا صاحب	جنڈانوالہ ۱۹۵ ر ب ضلع لائلپور	٥
۱۵۹	،، اسلم خاں صاحب	اسد اللہ خانصاحب	فتح پور شہر (یو۔پی)	
۱۶۰	،، فیروز دین صاحب	کریم اللہ صاحب	دین پورہ خوردہ ضلع گورداسپور	٥
۱۶۱	،، مولوی محمد صادق صاحب ناقد	اللہ رکھا صاحب	دھیرو کے ۳۴۴ ج ب ضلع لائل پور	٥
۱۶۲	،، عبدالحق صاحب فضل	احمد دین صاحب	گنجے ضلع سیالکوٹ	٥
۱۶۳	،، اللہ بخش صاحب	خدا بخش صاحب	اور رحمہ ضلع سرگودھا	(تاریخ وفات ۵ ستمبر ۱۹۳۹ء)[۱]
۱۶۴	،، خان محمد صاحب	امام دین صاحب	عالم گڑھ ضلع گجرات	٥
۱۶۵	،، عبدالستار صاحب	اللہ بخش صاحب	خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ	٥
۱۶۶	،، غلام محمد صاحب	رحیم بخش صاحب	عالم گڑھ ضلع گجرات	٥
۱۶۷	،، محمد عثمان علی صاحب بنگالی	عباس علی صاحب	حلقہ مسجد فضل	٥
۱۶۸	،، عبیدالرحمٰن صاحب فانی بنگالی	حافظ عطاء الرحمٰن صاحب	موضع میرنگ لوا ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام	وفات ۲۷۔۳۔۱۴
۱۶۹	،، نعمت اللہ خاں صاحب	عنایت اللہ خانصاحب		
۱۷۰	،، مظہر علی صاحب بنگالی	اکبر علی صاحب	گواہی لور ٹو ترا پور مشرقی بنگال	٥
۱۷۱	،، مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی	بشیر الدین صاحب	گھاٹورا ضلع پبڑا ،،	مدرس مدرسہ احمدیہ
۱۷۲	،، عبدالسلام صاحب بنگالی	قالو حاجی	چراملی ضلع میمن سنگھ ،،	٥
۱۷۳	،، عبدالمطلب صاحب بنگالی	منشی دائم اللہ صاحب	نارگھاٹ ضلع پبڑا ،،	٥

مستقل خدّام

۱۷۴	مکرم کیپٹن شیر ولی صاحب	حیات خاں صاحب	دریا مال ڈاکخانہ کریالہ تحصیل چکوال جہلم	٥
۱۷۵	،، صوبیدار عبدالغفور صاحب	صوبیدار خوشحال خاں صاحب	ٹوپی تحصیل صوابی ضلع مردان	٥
۱۷۶	،، صوبیدار برکت علی صاحب	محمد اسماعیل صاحب	نصیرہ ڈاکخانہ ارہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات	
۱۷۷	،، جمعدار راجہ صوبہ خاں صاحب	راجہ غلام محمد صاحب ذیلدار	ٹوڈا ڈاکخانہ ڈھلیال تحصیل پنڈدادنخان ضلع جہلم	٥

[۱] ۔ دیہاتی مبلغ بلسیہ ضلع مظفر نگر (یوپی) ایک تالاب میں تیرنے کی مشق کرتے ہوئے ڈوب کر وفات پا گئے تھے ۔ (الفضل ۱۸ رمئی [illegible])

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۱۷۸	مکرم صوبیدار اللہ یار صاحب	فتح محمد صاحب	چاہ چوگی والا سرار پور ضلع سرگودھا	۵
۱۷۹	،، جمعدار محمد عبداللہ صاحب	چوہدری نور محمد صاحب	چک نمبر ۳۶۶ تحصیل لودھراں ملتان	
۱۸۰	،، جمعدار عبدالحمید صاحب	احمد دین صاحب	ناروال ضلع سیالکوٹ	۵
۱۸۱	،، جمعدار مبشر احمد صاحب	ماسٹر حسین خان صاحب	دار الفضل قادیان	۵
۱۸۲	،، جمعدار ملک محمد رفیق صاحب	چوہدری علی بخش صاحب	بھڑتانوالہ ضلع سیالکوٹ	۵
۱۸۳	،، مولوی عبدالقادر صاحب دانش	حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلوی رضی	دار الفضل قادیان	حال سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان
۱۸۴	،، محمود احمد صاحب عارف	حکیم شیر محمد صاحب	نواں کوٹ تحصیل شاہدرہ شیخوپورہ	حال اڈیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان
۱۸۵	،، عزیز احمد صاحب	منشی عبدالخالق صاحب	دار البرکات شرقی قادیان	۵
۱۸۶	،، جلال الدین صاحب	میاں شہاب الدین صاحب	پکیواں تحصیل و ضلع گورداسپور	۵
۱۸۷	،، محمد بوٹا صاحب (محمد ظفر صاحب)	چوہدری جھنڈے خان صاحب	کھیوڑوالی تحصیل پسرور سیالکوٹ	
۱۸۸	،، محمد شریف صاحب	میراں بخش صاحب	شیخ پور ضلع گجرات	
۱۸۹	،، غلام قادر صاحب	عبدالغفار صاحب	شادیوال ،،	
۱۹۰	،، بشیر احمد صاحب	نظام الدین صاحب	ڈیریانوالہ ضلع سیالکوٹ	۵
۱۹۱	،، محمد یوسف صاحب	محمد اسمٰعیل صاحب	نصیرہ ضلع گجرات	۵
۱۹۲	،، محمد عزیز صاحب	منصب خانصاحب	نورنگ ،، گجرات	وفات ۷۳ء-۱۲-۱۲
۱۹۳	،، بہادر خان صاحب	میاں شادی خان صاحب	ادرحمہ ضلع سرگودھا	وفات ۸۲ء-۱۰-۱۵
۱۹۴	،، محمد یوسف صاحب	یعقوب خانصاحب	دار الفضل قادیان	۵
۱۹۵	،، خورشید احمد صاحب ضیاء۔	ثناء اللہ صاحب	گدھرپور ضلع سیالکوٹ	۵
۱۹۶	،، احمد خان صاحب	باز خان صاحب	نورنگ ضلع گجرات	۵
۱۹۷	،، محمد موسیٰ صاحب	میاں محمد عبداللہ صاحب	سیدوالہ تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ	
۱۹۸	،، مرزا احمد اسحاق صاحب	میاں محمد دین صاحب	گجوچک تحصیل و ضلع گوجرانوالہ	وفات ۰۱ء-۲-۲۱
۱۹۹	،، فضل الٰہی صاحب گجراتی	میاں عبداللہ صاحب	کھاریاں ضلع گجرات	(تاریخ وفات ۹ جولائی ۶۲ء)

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۲۰۰	مکرم نواب دین صاحب	میاں خواج دین صاحب	دار الرحمت قادیان	٥
۲۰۱	" غلام احمد صاحب صوفی	سردار محمد صاحب	سٹھیالی ضلع گورداسپور	٥
۲۰۲	" منظور احمد صاحب	چوہدری نور محمد صاحب چیمہ	داتہ زید کا " سیالکوٹ	
۲۰۳	" شریف احمد صاحب ڈوگر	سردار خان صاحب	چھینکے " "	وفات ۹۸ء۹-۱۹
۲۰۴	" محمد فاضل صاحب	شاہ محمد صاحب	چک سکندر " گجرات	٥
۲۰۵	" چوہدری سکندر خان صاحب	لال خاں صاحب	کھاریاں " "	وفات ۲۰۰۰ء۱۱-۱۰
۲۰۶	" عطاء اللہ صاحب	میاں سلطان بخش صاحب	کارلہار " جہلم	٥
۲۰۷	" رفیع الدین صاحب	میراں بخش صاحب کاشمیری	سوک کلاں " گجرات	٥
۲۰۸	" سلطان احمد صاحب	محمد بخش صاحب	کھاریاں " "	٥
۲۰۹	" ضیاء الحق صاحب	ملک بہاء الحق صاحب	دوالمیال " جہلم	٥
۲۱۰	" مسیح اللہ صاحب	عبد الغفور صاحب	کھیوڑہ " "	٥
۲۱۱	" محمد خاں صاحب	کالے خاں صاحب	چک سکندر " گجرات	٥
۲۱۲	" حوالدار محمد اشرف صاحب	رحمت خاں صاحب	چاکانوالی " "	٥
۲۱۳	" مظفر احمد صاحب	عبد المجید صاحب	گوکھووال چک ۲۷۶ لائل پور	٥
۲۱۴	" امیر علی صاحب	عبد المجید صاحب	رتوچھ ڈاکخانہ چوہا سیدن شاہ ضلع جہلم	٥
۲۱۵	" بشیر احمد صاحب جہار	حاجی خدا بخش صاحب	میاں خاناں نوالی ضلع سیالکوٹ	
۲۱۶	" مرزا محمد دین صاحب	مرزا غلام محمد صاحب	چوکنانوالی ضلع گجرات	٥
۲۱۷	" فضل احمد صاحب	منشی احمد دین صاحب	" "	٥
۲۱۸	" فتح محمد صاحب	قطب الدین صاحب	شیخ پور "	
۲۱۹	" حسن محمد صاحب	نور الدین صاحب	دار الرحمت قادیان	٥
۲۲۰	" عبد القیوم صاحب	احمد دین صاحب	اگووال ضلع گجرات	
۲۲۱	" غلام محمد صاحب	رحیم بخش صاحب	عالم گڑھ " "	٥

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۲۲۲	مکرم صلاح الدین صاحب	میاں فضل حق صاحب	صدر گوگیرہ ضلع ساہیوال	٥
۲۲۳	" عبدالسلام صاحب	چوہدری عبدالحکیم صاحب	درگانوالی " سیالکوٹ	وفات ۹۶ء-۹-۱۸
۲۲۴	" عبدالغفور صاحب	مولوی رحمت اللہ صاحب	کوٹ الہ دین " ساہیوال	٥
۲۲۵	" نذیر احمد صاحب	خدا بخش صاحب	محلہ دھوبی گھاٹ لائل پور	٥ واپسی ۱۱ مئی ۱۹۵۰ء
۲۲۶	" محمد خاں صاحب	راجہ خاں صاحب	فتح پور ضلع گجرات	٥
۲۲۷	" عبدالکریم صاحب	مولا بخش صاحب	رعیہ " امرتسر	وفات ۹۶ء-۱۱-۹
۲۲۸	" بشیر احمد صاحب	"	عالمگڑھ " گجرات	
۲۲۹	" محمد اسمٰعیل صاحب	میاں جھنڈے خاں صاحب	حسن پورہ " گورداسپور	٥ واپسی ۱۱ مئی ۱۹۵۰ء
۲۳۰	" محمد شفیع صاحب	عمر دین صاحب	شادیوال " گجرات	٥
۲۳۱	" شاہ محمد صاحب	صاحبداد صاحب	دیونا ماجرہ " "	٥
۲۳۲	" ولی محمد صاحب	شاہ محمد صاحب	شادیوال " "	وفات ۹۴ء-۲-۲۷
۲۳۳	" محمد بشیر صاحب	ملک محمد ابراہیم صاحب	محلہ کریم پورہ لالہ موسیٰ "	وفات ۹۴ء-۱-۲۶
۲۳۴	" ظہور احمد صاحب ناصر	محمد مراد صاحب	بھاکا بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ	٥ واپسی ۱۱ مئی ۱۹۵۰ء
۲۳۵	" مرزا بشیر احمد صاحب	مرزا بہادر بیگ صاحب	نسو والی سوہل خورد " گجرات	٥
۲۳۶	" ظہور احمد صاحب	فتح الدین صاحب	شیخ پور " "	وفات ۰۴ء-۸-۲۸
۲۳۷	" بشیر احمد صاحب حافظ آبادی	میاں محمد مراد صاحب متوطن پنڈی بھٹیاں	حافظ آباد " گوجرانوالہ	وفات ۰۴ء-۱-۱۳
۲۳۸	" میراں بخش صاحب	مولاداد صاحب	نسووالی سوہل خورد ضلع گجرات	
۲۳۹	" محمد رمضان صاحب	عمر بخش صاحب	سدوکے " "	٥
۲۴۰	" عبدالحمید صاحب	الٰہی بخش صاحب	ابوالخیر ضلع شیخوپورہ	٥
۲۴۱	" صدیق احمد صاحب	چراغ دین صاحب	گوکھووال ۲۷۶/R.B ضلع لائلپور	٥
۲۴۲	" ذکریا خاں صاحب	محمد صدیق صاحب	مجوکہ ضلع سرگودھا	٥ واپسی ۱۱ مئی ۱۹۵۰ء
۲۴۳	" نذیر احمد صاحب جج	احمد دین صاحب	چک نمبر ۹۹ شمالی "	٥

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۲۴۴	مکرم محمود احمد صاحب	غلام محمد صاحب	چک نمبر ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا	
۲۴۵	″ حوالدار محمد نواز صاحب گوہا یہ	مہر دین صاحب	فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ	٥
۲۴۶	″ مرزا غالب بیگ صاحب	مرزا محمد اکرم صاحب	توپ خانہ بازار لاہور چھاؤنی	٥
۲۴۷	″ عطاء اللہ صاحب گجراتی	اللہ دتا صاحب	بوہڑ انوالہ۔ ضلع گجرات	٥
۲۴۸	″ غلام رسول صاحب	چوہدری شاہ محمد صاحب	دوست پور ضلع شیخوپورہ	٥
۲۴۹	″ چوہدری عطاء اللہ صاحب	عبد الرحمٰن صاحب	میاں جانانوالی ضلع سیالکوٹ	٥
۲۵۰	″ ملک نذیر احمد صاحب	ملک مشتاق احمد صاحب	محلہ جہانگیر پورہ مسجد احمدیہ پشاور	وفات ۲۷-۷-۳

بیرونی خدام

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۲۵۱	چوہدری سعید احمد صاحب	چوہدری فیض احمد صاحب	پوہلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ	حال نائب ناظر امور عامہ قادیان وفات ۹۱-۱-۲۱
۲۵۲	″ عبد الغنی صاحب	″ محمد حیات صاحب	کھاریاں ضلع گجرات	٥
۲۵۳	″ محمد صادق صاحب	″ ابراہیم صاحب	چک نوال ڈاکخانہ کالی صوبہ خاں ضلع گوجرانوالہ	٥
۲۵۴	″ بشارت احمد صاحب	منشی سلطان عالم صاحب	گوٹریالہ ضلع گجرات	
۲۵۵	میر رفیع احمد صاحب	ڈاکٹر برکت اللہ صاحب	نئی آبادی بیرون شاہ دولہ گیٹ گجرات	٥
۲۵۶	مرزا محمد صادق صاحب	مرزا امام الدین صاحب	مرزا احمد صادق اینڈ کمپنی۔ کوئٹہ	٥
۲۵۷	ملک سلطان احمد صاحب	ملک خان محمد صاحب	چکوال سب آفس چونترہ ضلع اٹک	٥
۲۵۸	شیخ عبد الحق صاحب	شیخ میراں بخش صاحب	محلہ کریم پورہ لالہ موسیٰ ضلع گجرات	٥
۲۵۹	میاں غلام رسول صاحب	میاں نبی بخش صاحب	کمال ڈیرہ ضلع نواب شاہ سندھ	٥
۲۶۰	چوہدری روشن الدین صاحب	چوہدری اللہ دتا صاحب	منگولے ″ سیالکوٹ	٥
۲۶۱	″ غلام محمد صاحب	″ عبد اللہ خاں صاحب	چک ۹۳/۶-R بہاولپور	٥
۲۶۲	″ محمد شفیع صاحب	″ فضل الدین صاحب	″ ″	٥
۲۶۳	″ محمد اسلم صاحب	″ پیر محمد صاحب	چک ۱۵۲/۲-L ″	٥

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۲۶۴	مکرم وڈیرا عبدالرحمٰن صاحب	وڈیرا رمضان صاحب	گابر مسن گوٹھ ڈاکخانہ ڈگری اسٹیشن ضلع لاڑکانہ سندھ	۵
۲۶۵	" چوہدری غلام محمد صاحب	چوہدری فتح علی صاحب	چک سکندر - ضلع گجرات	۵
۲۶۶	" " محمد حسین صاحب	" غلام حسین صاحب	کوٹ رحمت خاں ضلع شیخوپورہ	۵
۲۶۷	" میاں محمد اسمٰعیل صاحب	میاں علم دین صاحب	چک سکندر ضلع گجرات	
۲۶۸	" چوہدری محمد علی صاحب	چوہدری اکبر علی صاحب	" "	۵
۲۶۹	" ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹیلر ماسٹر	میاں فضل کریم صاحب	کراچی ٹیلر شاپ R.A.F کیمپ ماڑی پور	وفات ۳-۹-۲۵
۲۷۰	" یونس احمد صاحب اسلم	ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم سابق امیر المجاہدین ملکانہ	بالمقابل جوبلی سنیما کراچی	تاریخ وفات ۱۵ جون ۱۹۶۸ء
۲۷۱	" چوہدری بشیر احمد صاحب	چوہدری حیات محمد صاحب	ہڈیار ڈاکخانہ چوہٹر منڈا سیالکوٹ	۵
۲۷۲	" پی محمد صاحب	عبداللہ مالاباری	پورجر کینڈا انگتھ دیجکا سٹیٹ ڈیمیر [illegible]	۵
۲۷۳	" زین العابدین صاحب	عبدالقادر صاحب	ملابار	۵
۲۷۴	" خاں عبدالرحمٰن صاحب	خاں عبداللہ خاں صاحب	طوغی روڈ کوئٹہ	۵
۲۷۵	" میاں غلام رسول صاحب	میاں احمد الدین صاحب	کوٹ شاہ عالم ضلع گوجرانوالہ	۵
۲۷۶	" چوہدری نبی احمد صاحب	چوہدری غلام محمد صاحب	میر خاں شہامی ریاست خیرپور میرس سندھ	۵
۲۷۷	" " علم دین صاحب	" امام بخش صاحب	موٹھی ڈاکخانہ دریا خاں مری نوابشاہ سندھ	۵
۲۷۸	" " غلام رسول صاحب	" سردار خاں صاحب	۱۳۱ چک ہند مراد - ریاست بہاولپور	۵
۲۷۹	" ٹیلر ماسٹر عبدالحق صاحب ناصر	ماسٹر عبدالمجید صاحب ٹیلر	گلی غلام حیدر آبادی محلہ اسلامپورہ [illegible] گوجرانوالہ	۵
۲۸۰	" عبدالرحیم صاحب	الٰہی بخش صاحب	کنڈی ریاست خیرپور سندھ	۵
۲۸۱	" میاں سلطان احمد صاحب	میاں محمد دین صاحب	پنڈی چیری ضلع شیخوپورہ	۵ واپسی ۱۱ مئی ۴۸ ۱۹ء
۲۸۲	" " محمد امین صاحب	" مبارک احمد صاحب گرشن	" "	۵
۲۸۳	" چوہدری شاہ محمد صاحب	چوہدری فتح الدین صاحب	چک نمبر ۹ ریاست بہاولپور	۵
۲۸۴	" " منظور احمد صاحب	" غلام قادر صاحب	" نمبر ۸۴ [illegible] ریاست "	

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۲۸۵	مکرم چوہدری محمد احمد صاحب	چوہدری فضل احمد صاحب	لکھوالی ضلع گجرات	٥
۲۸۶	" مولوی محمد ایوب صاحب شمس	مولوی غلام محی الدین صاحب	جہلم شہر	
۲۸۷	" چوہدری نذیر احمد صاحب	چوہدری خدا بخش صاحب	گوٹھ دین مہر شاہ دیہہ لاکھا تحصیل گھمبٹ ضلع خیرپور سندھ	٥
۲۸۸	" ملک بشیر احمد صاحب	ملک عبد الکریم صاحب	ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	
۲۸۹	" کریم بخش صاحب ڈار	محمد عبد اللہ صاحب	محلہ اسلام آباد مشن روڈ کوئٹہ	٥
۲۹۰	" چوہدری منور علی صاحب	چوہدری شیر علی صاحب	سورج گنج روڈ کوئٹہ	٥
۲۹۱	" میاں احمد دین صاحب	میاں علم الدین صاحب	کوٹلی پٹھاناں ضلع گجرات	٥
۲۹۲	" مستری روشن الدین صاحب	مستری حسن دین صاحب	چانگریاں " سیالکوٹ	٥
۲۹۳	" ملک غلام محمد صاحب	ملک بڈھے خاں صاحب	ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	
۲۹۴	" میاں اللہ رکھا صاحب	میاں اروڑا صاحب	سیالکوٹ شہر	٥
۲۹۵	" مستری محمد احمد صاحب	مستری محمد اسمٰعیل صاحب	محلہ راجگڑھ لاہور	٥
۲۹۶	" محمد خاں صاحب	احمد خاں صاحب	کابرمسن گوٹھ اسٹیشن لاڑکانہ سندھ	٥
۲۹۷	" گہنہ خاں صاحب	علی بخش صاحب	" "	٥
۲۹۸	" رائے سردار علی صاحب	رائے غلام قادر صاحب	شیر کا چک ۲۷ ضلع لائلپور	٥
۲۹۹	" ماسٹر عبد الحی صاحب ٹیلر ماسٹر	بابو عطا محمد صاحب	ڈنگہ ضلع گجرات	٥
۳۰۰	" چوہدری نبی احمد صاحب	چوہدری حاکم دین صاحب	لنگے " "	٥
۳۰۱	" میاں نذیر محمد صاحب	میاں اللہ دتہ صاحب	پریم کوٹ ضلع گوجرانوالہ	٥
۳۰۲	" دفعدار محمد عبد اللہ صاحب	میاں محمد ابراہیم صاحب	فتح پور " گجرات	(تاریخ وفات ۱۰ اپریل ۱۹۶۲ء)
۳۰۳	" میاں جلال الدین صاحب	میاں تاج الدین صاحب	مونگ " "	٥
۳۰۴	" مستری منظور احمد صاحب	مستری نظام الدین صاحب	چانگریاں " سیالکوٹ	
۳۰۵	" عبد الکریم صاحب	چوہدری نبی بخش صاحب	ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	٥

نمبر شمار	نام	ولدیت	سکونت	کیفیت
۳۰۶	مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب	چوہدری محمد بخش صاحب	پھیرو چیچی ال ناصر آباد اسٹیٹ ڈسٹرکٹ تھرپارکر	٥
۳۰۷	" چوہدری نذیر احمد صاحب	" رستم علی صاحب	محمود آباد اسٹیٹ سابق شکار ماچھیاں ضلع گورداسپور	٥
۳۰۸	" " غلام رسول صاحب	" محمد الدین صاحب	چک ۲۷۶ گھوکھووال لائلپور	٥
۳۰۹	" " بشیر احمد صاحب	" غلام احمد صاحب	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ	وفات ۲۰۔۱۲۔۲۳
۳۱۰	" " خدا بخش صاحب	" محمد علی صاحب	محمود آباد اسٹیٹ سندھ	٥
۳۱۱	" شریف احمد صاحب	میاں غلام محمد صاحب	کوٹ رحمت خاں ضلع شیخوپورہ	٥
۳۱۲	" غلام حسین صاحب	ملک فتح الدین صاحب	شمس آباد تحصیل چونیاں ضلع لاہور	٥
۳۱۳	" شیخ سراج دین صاحب	شیخ چراغ دین صاحب	چک ۶۶م ضلع شیخوپورہ	٥ واپسی ۱۱ مئی ۱۹۵۰ء
۳۱۴	" چوہدری بشیر احمد صاحب	چوہدری غلام محمد صاحب	محمود آباد اسٹیٹ سندھ	(وفات ربوہ میں ہوئی)
۳۱۵	" " محمد شریف صاحب	" حسن محمد صاحب	کوٹ رحمت خاں ضلع شیخوپورہ	
۳۱۶	" چوہدری مبارک علی صاحب	" بانے خاں صاحب	طالب پور پنڈوری ضلع گورداسپور	

درویشانِ قادیان کی قابلِ رشک زندگی

یہ زمانہ اگرچہ درویشانِ قادیان کے لئے انتہائی صبر آزما اور غایت درجہ ابتلا کا زمانہ تھا جس میں ایسے ایسے خطرناک اوقات بھی آئے جبکہ اُن سب کا موت کے گھاٹ اتار دیا جانا یقینی نظر آتا تھا مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد بار فرمایا ہے۔ یہی ابتلا دراصل فتوحات و برکات کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"ایسے ایسے ابتلاء بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِر یہ بھی ہوتا ہے کہ دُعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔"[1]

---

[1]:۔ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۴ صفحہ ۴۲۵-۴۲۴ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ

"جو سچا مومن ہے ابتلا میں اُسکی ایمان کی حلاوت اور لذّت اور بھی بڑھ جاتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ کی قدرتوں اور اس کے عجائبات پر اس کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ پہلے سے بہت زیادہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا اور دعاؤں سے فتحیاب اجابت چاہتا ہے۔" ؎۱

انہی ابتلاؤں کے نتیجہ میں انسان میں وہ زبردست روحانی اور ذہنی انقلاب بالآخر برپا ہو جاتا ہے جو اُسے ابدال کے اُس زمرہ میں شامل کر دیتا ہے جس کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :۔

"ابدال وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اندر پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اس تبدیلی کی وجہ سے اُن کے قلب گناہ کی تاریکی اور زنگ سے صاف ہو جاتے ہیں ۔ شیطان کی حکومت کا استیصال ہو کر اللہ تعالیٰ کا عرش اُن کے دل پر ہوتا ہے پھر وہ روح القدس سے قوت پاتے اور خدا تعالےٰ سے فیض پاتے ہیں ۔ تم لوگوں کو بشارت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو اپنے اندر تبدیلی کرے گا وہ ابدال ہے ۔ انسان اگر خدا کی طرف قدم اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ کا فضل دوڑ کر اسکی دستگیری کرتا ہے۔" ؎۲

خدا تعالیٰ کی ابتلاؤں سے متعلق اس قدیم سنت کے مطابق درویشوں پر آنے والے مصائب و آلام کے یہ ایام بھی اپنے دامن میں آسمانی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا موجب بن گئے چنانچہ اُدھر ۱۶ ماہ نبوت/نومبر کا آخری کنوائے اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہوا ۔ اِدھر اُن کے قلوب و اذہان کی کثافتیں دُھلنی شروع ہو گئیں اور رفتہ رفتہ اُن میں ایسی پاک تبدیلی کے آثار پیدا ہو گئے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس زمانہ کی قادیان ایک بار پھر پلٹ آئی ۔ وہی روحانی جذب و تاثیر اور ذوق و شوق ، وہی دعاؤں اور عبادتوں کا شغف ، وہی قرآن مجید کے مطالعہ کا التزام اور وہی اخوتِ اسلامی کے روح پرور نظارے جن کو دیکھنے کیلئے آنکھیں ترس گئی تھیں دوبارہ دکھائی دینے لگے ۔

صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کا ایک قابل قدر نوٹ

چنانچہ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نے انہیں دنوں قادیان سے لکھا :۔

"جب یہ آخری مرحلہ طے ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے پھر ایک سکون بخشا اور سب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اچھا اب جو مقصد ہمارے رہنے کا ہے وہ پورا ہو ۔ اور یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ پیچھے رہنے والوں میں ایک معجزانہ تبدیلی پیدا ہو گئی ۔ اور یکا یک ہر ایک اس بات میں کوشاں ہو گیا کہ

؎۱ :۔ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۶ ص ۲۵۳ ۔

؎۲ :۔ " " " جلد ۱ ص ۳۲۷، ۳۲۸ ۔

حضرت امیر المومنین ایدہ کے سب ارشادات پر پورا عمل کیا جاوے اور اس کے لئے نہ صرف اجتماعی طور پر کوشش کی گئی بلکہ ہر ایک شخص فرداً فرداً اس کوشش میں لگ گیا تاکہ اسکی بھائی کی سُستی سے احمدیت کو یا جماعت کو نقصان نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو کہ پہلے فرائض پر ہی اکتفا کرتے تھے بہت شوق سے نوافل پر زور دینے لگے اور جو کہ پہلے ہی نوافل کے عادی تھے انہوں نے مزید عبادات پر زور دیا۔ مساجد میں چھ وقت کی نماز (پانچ فرض نمازیں اور ایک تہجد) لوگ اس شوق اور ذوق سے ادا کرتے ہیں اور اس طرح سنوار سنوار کر اپنی عبادت کرتے ہیں کہ خیال ہوتا ہے کہ بچپن سے ہی اس کے عادی ہیں۔ اور نہ صرف مسجدوں میں بلکہ باہر بھی لوگ زیادہ وقت خاموشی اور ذکر الٰہی میں گزارتے ہیں۔ پیر اور جمعرات کے دن تو ہر شخص روزہ رکھتا ہی ہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللہ جو طاقت رکھتے ہیں وہ ہر روز روزہ رکھتے ہیں۔ اور جہاں بڑی بڑی تقریروں کے بعد کسی کو کسی وظیفہ یا خاص عبادت کے لئے آمادہ نہ کیا جا سکتا تھا وہاں اب کسی کے کان میں کسی خاص طرز کے وظیفے کی بھنک پڑ جائے تو اُسے شروع کر دیتے ہیں۔ بہشتی مقبرہ جا کر لوگ باقاعدگی سے دُعا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک کی دُعا میں وہی الحاح اور زاری ہوتی ہے۔ جس کی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کے رہنے والوں سے اُمید کی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ ان کا ایک شغف ہے۔ زیادہ وقت مساجد میں گزارنا اور اللہ اور اسکے رسول کی باتیں کرنا۔ لغویات سے پرہیز ان کی ایک عادت بن گئی ہے۔ لڑائی جھگڑے سے اور ایسی جگہوں سے جہاں فساد یا فتنہ کا امکان ہو بہت اجتناب کیا جاتا ہے۔

الغرض یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے اس چھوٹی سی جماعت کو اتنی جلدی اپنے اندر ایسی عظیم الشان تبدیلی پیدا کرنے کی توفیق دی۔ صحت کا بھی خیال ہے۔ عصر کی نماز کے بعد والی بال، ہاکی اور بعض دوسری کھیلیں کھیلی جاتی ہیں۔ صبح ورزش اور پی۔ ٹی بھی ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ جماعتی کام مثلاً کمرہ یا دیوار وغیرہ بنانے کے لئے مٹی اور اینٹوں وغیرہ کے لانے کا کام بڑی خوشی سے کیا جاتا ہے۔ ابھی پہریداروں کے لئے ایک کمرہ بہشتی مقبرہ میں بنایا گیا ہے۔ اور دو اور بنائے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بہشتی مقبرہ کے اردگرد دیوار بنانے کا بھی ارادہ ہے۔ انشاء اللہ ..... سب سے آخر یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ یہاں جس قدر لوگ ٹھہرے ہیں کسی کے دل میں بھی ذرا بھر انقباض نہیں کہ ہم کیوں ٹھہرے بلکہ دل سے خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ خدا نے یہ فضل کیا کہ ہمیں یہاں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔

اور اس نیکی کے کرنے کی توفیق دی۔ کہ معلوم نہیں پھر کسی کو ملنی بھی ہے کہ نہیں۔ اور اگر ملنی بھی ہے تو کب اور سب سے زیادہ تو یہ کہ اب بعد میں جو آویں گے۔ وہ پہلے ٹھہرنے والے نہ کہلا سکیں گے۔ ہمارے شیر ولی خاں صاحب خصوصاً بار بار کہتے ہیں۔ کہ خدا کا کتنا فضل ہوا کہ وہ ٹھہر گئے۔ چونکہ انہوں نے کام پچھلے دنوں بہت اچھا کیا تھا اسلئے ان کو بھجوانے کا خیال تھا۔ مگر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ یہ جذبہ ہر ایک کا ہے۔ وہ چونکہ حضرت امّ المؤمنین کے مکان کے ایک حصّہ میں رہتے ہیں۔ اسلئے یہی کہتے رہتے ہیں کہ او شیر ولی اگر تو یہاں نہ رہتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے گھر میں رہنے کی اور دعائیں کرنے کی کہاں توفیق ملنی تھی۔

وقت تو گذر جاویگا۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کے انعامات اور یہ باتیں دل سے کبھی بھول نہیں سکتیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آزمائشوں کو بھی ہمارا انعام بنا دیا۔" [۵]

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی چشم دید شہادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور، ممتاز اور بلند پایہ صحابی حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے (جو اگلے سال ۱۲ ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو مستقل طور پر قادیان تشریف لے گئے) ۲۱ ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ایک مفصل مکتوب تحریر کیا جس میں درویشان قادیان کے حالات وکوائف پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:۔

"قادیان پہنچے ملیں روز ہوئے ہیں۔ پہلا ہفتہ تو قریباً آٹھ ماہی جدائی کی حسرت و حرمان کی تلافی کی کوشش میں گزر گیا۔ اور ماحول کی طرف نظر اٹھانے کی بھی فرصت نہ ملی۔ دوسرے ہفتہ کچھ حواس درست ہوئے تو دیکھتا اور محسوس کرتا ہوں کہ ایک نئی زمین اور نئے آسمان کے آثار نمایاں ہیں۔ ایک تغیر ہے عظیم، اور ایک تبدیلی ہے پاک، جو یہاں کے ہر درویش میں نظر آتی ہے۔ چہرے ان کے چمکتے۔ آنکھیں ان کی روشن۔ حوصلے اُن کے بلند پائے۔ نمازوں میں حاضری سو فیصدی۔ نمازیں نہ صرف رسمی بلکہ خشوع خضوع سے پُر۔ بیٹھنے میں آئیں رقت و سوز، یکسوئی و ابتہال محسوس ہوا۔ مسجد مبارک دیکھی تو پُر۔ مسجد اقصٰی دیکھی تو بارونق۔ مقبرہ بہشتی کی نئی مسجد جس کی چھت آسمان اور فرش زمین ہے۔ وہاں گیا تو ذاکرین و عابدین سے بھرپور پائی۔ ناصر آباد کی مسجد ہے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے آباد ہے اذان و اقامت برابر پنجوقتہ جاری..... مساجد کی یہ آبادی اور رونق دیکھکر الٰہی بشارت کی یاد سے دل سرور سے

[۵]:۔ الفضل ۱۰ صلح/جنوری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵، ۶۔

بھر گیا۔ اور امید کی روشنی دکھائی دیتی ہے...... نہ صرف یہی کہ فرائض کی پابندی ہے۔ بلکہ نوافل میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی کثرت۔ ہجوم اور انہماک پایا۔ مقامات مقدسہ کے گونہ گونہ کے علم پانے کا عموماً ان نوجوانوں کو حریص دیکھا۔ اور پھر عامل بھی۔ حتیٰ کہ حالت یہ ہے۔ کہ اس تین ہفتہ کے عرصہ میں مَیں نے بارہا کوشش کی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیت الدعا میں کوئی لمحہ تنہائی کا مجھے بھی مل سکے۔ مگر ابھی تک یہ آمد پوری نہیں ہوئی۔ جب بھی گیا نہ صرف یہ کہ وہ خالی نہ تھا بلکہ تین تین چار چار نوجوانوں کو وہاں کھڑے اور رکوع و سجود میں روتے اور گڑگڑاتے پایا۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ متصلہ دالان اور بیت الفکر تک کو اکثر بھرپور اور معمور پایا۔

تہجد کی نماز چاروں مساجد میں برابر باقاعدگی اور شرائط کے ساتھ باجماعت ادا ہوتی ہے۔ اور بعض درویش اپنی جگہ پر بعض اپنی ڈیوٹی کے مقام پر ادا کرتے ہیں۔ کھڑے کھڑے چلتے پھرتے بھی ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے نرم اور تر ہوتی دیکھی اور سُنی جاتی ہیں۔ اور مَیں یہ عرض کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ نمازوں میں حاضری اللہ تعالیٰ کے فضل سے سو فیصدی ہے۔ درس تدریس اور تعلیم و تعلّم کا سلسلہ دیکھکر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ہر مسجد میں ہر نماز کے بعد کوئی نہ کوئی درس ضرور ہوتا ہے۔ اور اس طرح قرآن، حدیث اور سلسلہ کے لٹریچر کی ترویج کا ایک ایسا سلسلہ جاری ہے جس کی بنیاد صحیح اور نیک نیت پر شوق اور لذت کے ساتھ اُٹھائی جا رہی ہے۔ عام علوم کے درس ان کے علاوہ ہیں۔ اور روزانہ وقار عمل۔ تعمیر و مرمت، صفائی ولپائی مکانات، مساجد اور مقابر راستے اور کوچہا بلکہ نالیاں تک۔ اس کے علاوہ خدمت خلق بڑی بشاشت اور خندہ پیشانی سے کی جاتی ہے جس میں ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو کرنے میں تکلیف، ہتک یا کبیدگی کی بجائے بشاشت و لذت محسوس کی جاتی ہے۔ گیہوں کی بوریاں آٹے کے بھاری تھیلے اور سامان کے بھاری صندوق، بکس اور گٹھے یہ سفید پوش، خوش وضع اور شکیلے نوجوان جس بے تکلفی سے ادھر سے اُدھر گلی کوچوں میں جہاں اپنے اور پرائے مرد اور عورت اور بچے ان کو دیکھتے ہیں لئے پھرتے ہیں۔ قابل تحسین و صد آفرین ہے اور ان چیزوں کا میرے دل پر اتنا گہرا اثر ہے جو بیان سے بھی باہر ہے۔

یہ انقلاب، تغیر اور پاک تبدیلی دیکھکر میرے آقا بے ساختہ زبان پر جاری ہوا۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند

زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ خدمت خلق کے سلسلہ میں ہمارا ہسپتال جو خدمات بجا لا رہا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے

بلا تمیز و تفریق مذہب و ملّت عورت، مرد اور بچے بیشمار روزانہ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور عزیز مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب جو ان دنوں انچارج اور چند نوجوان ان کی زیر قیادت ان خدمات پر مامور ہیں۔ نہایت توجہ، ہمدردی اور محبّت، نرمی سے مفوضہ خدمات بجا لا رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں رجوع خلق میں روز افزوں ترقی و اضافہ نظر آتا ہے۔ اور اب ڈاکٹر عطاء الدین صاحب کے آجانے پر ایک ویٹرنری ہسپتال بھی جاری کر دیا گیا ہے۔

مقبرہ بہشتی کی ہر قبر بلکہ ہر قبر کے ایک ایک کونہ اور گوشہ میں روشوں اور نالیوں اور پودوں اور درختوں کی جو خدمت اس حضور خلقِ خدا نے کر دکھائی ہے..... قابلِ رشک ہے۔ جس کو دیکھ کر میں ششدر ہو گیا۔ اور مرحبا اور صد آفرین کی صدا از خود دل کی گہرائیوں سے بلند ہونے لگی۔ مقبرہ کے گرد چار دیواری جس محنت اور جانفشانی سے ان ہونہاروں نے تیار کی وہ بے مثال ہے۔ جنوبی جانب، جنوب مشرقی اور جنوب مغربی دونوں کونوں میں دو کوارٹر دو دو منزلہ بغرض رہائش محافظین بنا کر نہایت ہوشیاری و عقلمندی اور محبّت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کوارٹروں میں پانچ پانچ نوجوان دن رات رہتے ہیں۔ اسی طرح مزار سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دیواری کے شمال مشرقی کونہ پر بھی ایک دو منزلہ کوارٹر بنایا گیا ہے۔ اور ایک کوٹھڑی جو پہلے سے جنوب مغربی کونہ چار دیواری کے باہر تھی اس کو بھی بغرض حفاظت دو منزلہ بنا دیا گیا ہے اور آج کل تیس نوجوان صرف مقبرہ بہشتی کی حفاظت پر مامور ہیں۔ جو وقار عمل کے وقت دوسرے درویشوں کے ساتھ مل کر بھی کام کرتے ہیں۔

الغرض..... یہ تو ہے ایک مختصر سا خاکہ۔

سب کچھ کھو کر بھی..... اگر خدا مل جائے۔ اس کی رضا حاصل ہو جائے اور حضور کے زیر قیادت و ہدایت یہ راہیں ہمارے لئے آسان ہوتی جائیں اور صبر و استقلال سے تحصیل علوم دینیہ، عبادت و ذکر الٰہی، خدمت خلق اور روحانی ترقیات کے سامان میّسر رہیں۔ نیتیں نیک اور اعمال ہمارے صالح ہوں تو عجب نہیں کہ وہ مقام عالی حضور کے غلاموں کو اس محاصرہ کی حالت اور مشکلات کے دور میں میّسر آجائے تو یہ سودا بہت سستا اور مُفید ہے۔

آقا! ہماری جس تبدیلی کے لئے حضور ہمیشہ تحریکیں فرماتے چلے آئے ہیں۔ اور رات اور دن حضور کے اسی کوشش اور فکر میں گزرتے چلے آئے ہیں۔ کیا عجب کہ وہ اسی قیامت ہی سے وابستہ ہوں۔ اور قضاء و قدر کا قانونِ خاص ہی حضور کے ان مقاصد کی توفیق جماعت کو عطا فرمادے اور پاک تبدیلی اسی قانون پر منحصر ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ دُنیا تو گئی اگر خدا مل جائے تو پھر کوئی خسارہ ہے نہ گھاٹا۔

نوجوانوں کی کایا پلٹ ہو گئی ہے یا کم از کم ہو رہی ہے۔ خدا کرے کہ اس حرکت میں برکت ہو۔ اور اس قدم کے

اُٹھانے میں اللہ تعالیٰ دوڑ کر ہماری طرف آئے۔ دستگیری فرمائے اور اٹھا کر زمینی سے آسمانی بنا دے۔

میرے آقا قصہ کوتاہ یہ وقت ایک خاص وقت ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ مصلحت الٰہی اور منشاء ایزدی نے اس انقلاب کے ساتھ جماعت میں اس پاک تبدیلی کو وابستہ کر رکھا ہے جو حضور ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یہ وقت ہے جس میں خدا کا قرب پانے کے مواقع میسّر ہیں۔" [1]

حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا ایک جامع نوٹ

حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب نے درویشان قادیان کی نسبت حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا:۔

"مکرمی بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور دوسرے درویشان قادیان کے مضامین سے دوستوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ حالات کے نتیجہ میں آج کل قادیان کی زندگی کتنی روحانی فیوض سے معمور ہے گویا کہ اس کے لیل و نہار مجسم روحانی بن چکے ہیں۔ کیونکہ قادیان میں رہنے والے دوستوں کو دُنیا کے دھندوں سے کوئی سروکار نہیں اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ روحانی مشاغل کے لئے وقف ہے۔ قرآن و حدیث کا درس، نوافل، نمازوں اور خصوصاً تہجد کا التزام خشوع و خضوع میں ڈوبی ہوئی دُعاؤں کا پروگرام، نفلی روزوں کی برکات اور دن رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت گھر اور بیت الدعا اور مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ میں ذکر الٰہی کے مواقع۔ یہ وہ عظیم الشان نعمتیں ہیں جن سے جماعت کا بیشتر حصہ آجکل محروم ہے اور قادیان کا ماحول ان نعمتوں سے بہترین صورت میں فائدہ اُٹھانے کا موقعہ پیش کرتا ہے۔" [2]

درویشان قادیان کو غیروں کا زبردست خراج تحسین

قادیان کے درویشوں کو (خواہ وہ ۱۶ ر نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء سے مسیح محمدی کی مقدس بستی میں آباد ہوئے یا بعد کو تشریف لے گئے اور اب تک دیار حبیبؐ میں دھونی رمائے بیٹھے ہیں) اپنوں ہی نے نہیں غیروں نے بھی زبردست خراج تحسین ادا کیا ہے۔ بطور نمونہ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ احراری اخبار "آزاد" نے اپنی ۲۶ رمئی ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں "مشرقی پنجاب کے سجّادہ نشین" کے عنوان سے حسب ذیل نوٹ شائع کیا:۔

"مشرقی پنجاب کے عوام تو خیر عوام ہی تھے۔ اگر انہوں نے پولیس اور فوج اور مسلح انسانوں کے ہجوم سے گھبرا کر

---

[1]:۔ الفضل ۸ ماہ احسان/جون ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۴، ۵۔ [2]:۔ الفرقان "درویشان قادیان نمبر" صفحہ ۱۳۔

مہاجرت اختیار کی تو ظاہر ہے کہ وہ مجبور تھے۔ لیکن جس بزدلی سے مسجدوں کے اماموں۔ خانقاہوں کے مجاوروں اور ایں شریف و آں شریف کے سجادہ نشینوں نے فرار اختیار کیا۔ وہ اسلام کی سپرٹ اور تعلیم کے صریحاً خلاف تھا۔ تمام عمر اوقاف کی کمائی اپنے نفس پر صرف کر کے شعائر اللہ کو کافروں کے حوالہ کر دینا اور خود بھاگ نکلنا قابل شرم فعل ہے۔ خواجہ بختیار کاکیؒ دہلی کے سجادہ نشین صاحب جو اس مقدس تربت کی کمائی تمام عمر کھاتے رہے۔ یوں بھاگے کہ بستی کے لوگوں سے فرمایا۔ حضرت صاحب نے خواب میں حکم دیا ہے۔ کہ میں پاکستان جا رہا ہوں تم بھی چلو۔ اجمیر کے متعلق حال ہی میں حیدر آباد سندھ کے متوسلوں کا ایک پوسٹر آیا تھا۔ جس میں درج تھا کہ خواجہ اجمیر کا عرس دارالکفر کی بجائے دارالسلام میں منایا جا رہا ہے۔ اور تمام اہل اسلام کو دعوت شمول ہے۔ امام ناصر الدین جالندھر کا روزہ آج بے یار و مددگار پڑا ہوا ہے۔ مجدد الف ثانی کے مزار اقدس پر آج نہ کوئی چراغ جلانے والا ہے اور نہ کوئی پھول چڑھانے والا ہے۔ اور ٹھٹھہ مسجد میں اذان دینے والا ہے۔ اسی طرح ہزاروں مساجد جن میں کئی مسجدیں یادگار ہیں ہیں۔ ٹوٹی پڑی ہیں۔ اور ان گنت اپنی حرمت کھو کر گوردواروں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ بعض کو گھوڑوں کی شکل دیدی گئی ہے اور بہت سی اصطبلوں اور پاخانوں میں بدل دی گئی ہیں۔ کیا ان مساجد اور معابد کے ٹھیکیداروں کو علم ہے کہ ان کے اس اسلام پر خود کفر کی جبیں سے عرق ندامت کے قطرے ٹپکتے ہیں؟

ان سطروں کے لکھنے کی ضرورت اس لیئے لاحق ہوئی کہ "انقلاب" کی تازہ اشاعت میں ایک قادیانی ملک صلاح الدین ایم۔ اے کا ایک مکتوب چھپا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آج بھی مرزا غلام احمد کے مزار کی حفاظت کے لیئے وہاں جانثار مرزائی موجود ہیں۔ اور اب بھی وہاں کی مسجدوں میں اذان دی جاتی ہے۔ ایک طرف نبوت باطلہ کے پیروؤں کا اعتقاد دیکھئے کہ وہ اپنے "مقدس مقام" کی حفاظت کے لیئے اب تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور اپنی مسجدوں کی آبرو کو بچائے رکھا ہے۔ لیکن ذرا ان سے بھی پوچھئے۔ جو درگاہ امام ناصر، مزار مجدد الف ثانی اور اسی طرح دوسرے سینکڑوں اہل اللہ کے مقبروں کی آمدنی ڈکارتے رہے۔ اور اب دارالکفر کی بجائے دارالاسلام میں عرس منا کر ضعیف الاعتقاد مریدوں کی جیبیں ٹٹول رہے ہیں۔ ملک صلاح الدین قادیانی کے مکتوب کی عبارت کے بعض حصص حسب ذیل ہیں:-

"ہم قریباً سو اتین سو احمدی مسلمان قادیان ضلع گورداسپور میں مقیم ہیں۔ ابتداء میں تو ظاہری حالات کے ماتحت قریباً یقین تھا کہ ہم موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ لیکن اب حالات روز بروز سدھرتے جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں قیام سے بفضلہ تعالیٰ اغوا شدہ مستورات کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ چونکہ کشمیر کی سرحد اس ضلع سے ملتی ہے۔ اس لیئے اس ضلع کو ممنوع قرار دیدیا گیا ہے۔ اور یہاں پاکستان کی ملٹری یا پولیس

مستورات کو نکالنے کے لئے نہیں آسکتی۔

گذشتہ اکتوبر سے اس وقت تک ہمارے قریب کے دیہات سے پولیس نے صرف چار پانچ عورتیں برآمد کی ہیں۔ لیکن چونکہ خدا کے فضل سے اس وقت بھی قادیان میں چار جگہ سے اذان بلند ہوتی ہے۔ اس لئے جب متعدد مسلمان عورتوں کو اذان سُنکر معلوم ہُوا کہ ہم یہیں ہیں۔ تو وہ موقع پاکر ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ بعض کو عیسائی ہمارے پاس پہنچا گئے۔ بعض کو خود بعض شریف مزاج سکھ پہنچا گئے۔ بعض چونکہ دیہات پر حملہ ہونے کے وقت قادیان آکر ٹھہری تھیں اس لئے انہیں علم تھا کہ یہ بھی مسلمانوں کا مرکز ہے۔ یا انہوں نے غیر مسلموں سے قادیان کا ذکر سُنا تھا تو چھپ چھپا کر موقع پا کر بھاگ آئیں۔ خوف کی وجہ سے مذہب تبدیل کرنیوالیں ملا کر قریباً اسی کی تعداد میں ہمارے پاس آئے اور ہم نے اُن کی رہائش اور خوراک کا انتظام کیا۔ اور جب ہمارے ٹرک قادیان آتے تھے تو ہم انہیں بحفاظت پاکستان پہنچا دیتے تھے اور اب سپیشل پولیس کے ذریعے انہیں پاکستان بھجوادیا جاتا ہے۔ اور ان کے اقارب کو خطوط، تار اور فون کے ذریعے اطلاع دی جاتی ہے۔ گردونواح کے قادیان کے علاوہ ان عورتوں میں کئی ہوشیار پور، امرتسر، فیروزپور، سیالکوٹ کے اضلاع اور ریاست جموں کی تھیں"۔

کیا اس خط کے بعد مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان کے دل میں بھی اسلام ہے۔ ؎

اس مسلمان سے سَو بار ہے کافر اچھا
جس مسلماں کے پیشِ نظر انجام نہ ہو"۔ [۱]

۲:۔ مسٹر ایچ آر ڈو ہرا نے مشہور اخبار سٹیٹسمین (نئی دہلی) مورخہ ۱۷، ۱۸ نومبر ۱۹۴۹ء میں لکھا:۔

"قادیان (حضرت مرزا) غلام احمد (علیہ السلام) کی جائے پیدائش ہے۔ جنہوں نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی صفات اور خو بو لے کر آئے ہیں۔ قادیان لاکھوں مسلمانوں کا جو احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ مقدس مقام ہے۔ اس کی چپہ چپہ زمین احمدیوں کو محبوب ہے۔ یہ قصبہ احمدیہ جماعت کا مرکز رہا ہے۔ اور اس میں مسیح (موعود علیہ السلام) کے خلفاء کی رہائش رہی ہے۔

قادیان میں مقیم ۳۱۳ مومنین باوجود سرکاری افسران کی ابتدائی مخالفت اور غیر مسلم پناہ گزینوں کی عداوت کے قادیان میں قائم رہے۔ اس کی وجہ اپنی جماعت کے اصولوں میں ان کا غیر متزلزل ایمان، حکومت وقت کے ساتھ وفاداری اور تمام

---

[۱] :۔ بحوالہ الفضل ۲۸ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵ :

مذاہب کے ساتھ ان کی رواداری کی تعلیم ہے۔

احمدیہ جماعت کے افراد کا یہ عقیدہ ہے۔کہ جملہ مذاہب سے یکساں سلوک کیا جائے۔ اسی اصول کی بناء پر وہ قادیان کے ہندو، سکھ یتیموں کی مدد کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی جبکہ جماعت کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی ہے ان یتیموں کی ایک تعداد اپنے وظائف حسب معمول احمدیہ جماعت سے حاصل کر رہی ہے"۔ [1]

۳۔ ڈاکٹر شنکر داس مہرہ بی۔ ایس۔ سی، ایم۔ بی بی۔ ایس نے اخبار سٹیٹسمین (۱۲؍فروری ۱۹۴۹ء) میں لکھا:۔

"قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا۔ جس نے اپنے گردوپیش کو نیکی اور بلند اخلاق سے بھر دیا۔ یہ اچھی صفات اس کے لاکھوں ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں۔ احمدیہ جماعت کا نقطۂ نظر تعمیری اور اس کا مدبر پابند قانون ہے۔ یہی ایک واحد جماعت ہے۔ جو عدالتی ریکارڈ کی رُو سے جرم سے پاک ثابت ہوتی ہے۔ گذشتہ فرقہ وارانہ فسادات (فسادات ۱۹۴۷ء) میں بھی احمدیوں نے اپنے ہاتھ (قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ سے) صاف رکھے۔ یہ سب کچھ ان کے روحانی پیشوا کی عمدہ تعلیم کے بغیر وقوع میں نہیں آسکتا۔ قادیان کے موجودہ خلیفہ (حضرت مرزا بشیر (الدین محمود) احمد (صاحب) محبت و علوّت کا مجسمہ ہیں۔

بہت کم شخصیتوں نے اہل اسلام پر ایسا اثر ڈالا ہے جیسا (حضرت) مرزا غلام احمد (صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ آپ کی شخصیت، عقیدہ اور تعلیم کے خلاف پراپیگنڈہ کی شدت سے کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ پرانے عقائد کے مسلمانوں کو اس بات کا ڈر تھا کہ اُن کے ہم خیال (احمدیت میں داخل ہو کر) کم ہوتے جائیں گے۔ حکومت ہند کو چاہیئے کہ امن اور انسانیت کے مفاد کے پیش نظر اس خالص ملکی اور ہندوستانی جماعت کو نظر انداز نہ کرے کیونکہ مناسب وقت میں احمدیہ جماعت ہمارے ملک کے تعلقات اسلامی دنیا سے مضبوط کرنے اور ہندوستان کو عظمت اور بڑائی حاصل کرانے میں ایک اہم پارٹ ادا کرے گی"۔ [2]

۴۔ اخبار تنظیم پشاور (۳۰؍جولائی ۱۹۵۰ء) نے لکھا:۔

"رسولؐ کے تین سو تیرہ ساتھیوں نے مکّے والوں کو شکست دی اور بعد میں مکّہ بھی فتح کیا۔ آج آپ ہی کے نقش قدم پر مرزا غلام احمد قادیانی ولد مرزا غلام مرتضیٰ قوم مغل سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے تین سو تیرہ مرید قادیان میں ڈٹے ہوئے ہیں اور اُن کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ وہ رسول اکرمؐ کے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چل کر قادیان کی مسجد مبارک جامعہ احمدیہ اور بہشتی مقبرہ جہاں حضرت مرزا صاحب دفن ہیں کی حفاظت کے لئے تن من دھن سے مصروف

---

[1] :۔ بدر ۲۰؍دسمبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۶۔

[2] :۔ بحوالہ بدر ۲۰؍دسمبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۶۔

یا دخدا و امدادِ خدا ہیں۔ ان میں بہت سے عالم حافظ اور صوفی ہیں۔"

۵۔ اخبار دی سینٹینل (THE SENTINEL) رانچی نے ۱۴ر جولائی ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"قادیان کے نور و برکت کی حد بندی کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمام دنیا اس کو براہ راست یا بالواسطہ جانتی ہے کچھ عرصہ پیشتر یہ مقام زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا لیکن اکسٹھ سال پہلے ایک روحانی کیفیت اس تہذیب کے لحاظ سے پسماندہ جگہ میں ظاہر ہوئی۔ اس کا ظہور (حضرت) مرزا غلام احمد (صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے وجود میں ہوا۔ کاؤنٹ ٹالسٹائے (روسی مفکر) بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ کے افکار عالیہ سے سیراب ہوئے۔ انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ جو شخص قادیان سے کلام کر رہا ہے وہ کوئی معمولی فانی انسان نہیں۔ فی الحقیقت دنیا کے تمام مفکرین نے جن کو آپ کی کتب و تعلیم کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ آپ میں معجزہ کا ظہور اور حقیقی راحت و اطمینان پایا۔ آپ نے دنیا پر ظاہر کیا کہ وہ خلیج جو خالق اور مخلوق کے درمیان وسیع ہو گئی ہے۔ اس کو پاٹنا آپ کی زندگی اور بعثت کا مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام گوشوں سے لوگ آپ کے گرد و پیش جمع ہو گئے اور آپ کی ذات میں اُنہوں نے مسیح موعود کی بعثت کو پورا ہوتے دیکھا۔ آجکل آپ کے ماننے والے تمام ملکوں میں اور تمام حکومتوں کے ماتحت ترقی کر رہے ہیں۔

تقسیم ملک کے وقت قادیان میں ایک بہت بڑی تعداد علماء، سائنس دانوں اور مقدس بزرگوں کی تھی۔

اس پس منظر کے ساتھ ہمیں چاہیئے کہ ہم موجودہ قادیان کا نظارہ کریں۔ تاکہ ہمیں اس میں رہنے والے احمدیوں کے صبر و استقلال۔ ایمان اور انجام کا علم ہو سکے (ہندوستان کے) احمدیوں کی پورے طور پر جانچ پڑتال کی گئی ہے۔ ان کی حکومت کے ساتھ وفاداری کسی طرح مشتبہ نہیں اور نہ ہی کوئی کدورت یا غیر مخلصانہ رنگ ان میں پایا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو۔ حکومت ہند کے وہ وفادار ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے اپنی انگلیوں کے پوروں تک بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ تمام دنیا میں جس جس حکومت کے ماتحت رہتے ہیں اس کے وفادار ہیں اور جملہ پیشوایانِ مذاہب کا احترام و عزت کرنا ان کے بنیادی مذہبی اصولوں میں داخل ہے۔" [۱]

۶۔ مشہور بھارتی اخبار ہندوستان ٹائمز کلکتہ مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۱ء نے لکھا:۔

"قادیان جو احمدی فرقہ کے مسلمانوں کا مقدس مذہبی مرکز ہے آئندہ کرسمس کے ہفتہ میں مذہبی تقاریر سے گونجے گا۔ اس موقع پر تقریباً آٹھ سو زائرین جن میں ایک صد کے قریب پاکستانی ہوں گے اور بقیہ ہندوستان کے

---

[۱]۔ بحوالہ بدر ۲۰ر دسمبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۶

تمام حصوں سے آئیں گے ۔ جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے قادیان میں جمع ہوں گے ۔ اس قسم کا جلسہ آج سے ساٹھ سال پیشتر ہوا جس کی ابتداء (حضرت) مرزا غلام احمد (صاحب) بانی سلسلہ احمدیہ نے کی ۔ ملک کی تقسیم سے پہلے اس مقام میں دُنیا کے تمام علاقوں سے زائرین جمع ہوتے تھے لیکن تقسیم کے بعد ان کی تعداد چند سو رہ گئی ۔

..... احمدیہ جماعت بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے ۔ کیونکہ اس کی شاخیں یورپ اور ایشیا کے مختلف ممالک افریقہ اور شمالی اور جنوبی امریکہ کے متفرق حصوں اور آسٹریلیا میں پھیلی ہوئی ہیں ۔ ہر جگہ اس کے ماننے والے اپنی مخصوص تعلیم اور تبلیغی سرگرمی کے لئے ممتاز اور نمایاں ہیں ۔ احمدیوں کی تعداد کا اندازہ دس لاکھ کے قریب ہے ۔ پرانے خیالات کے مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف مسلمانوں کی یہ جماعت ان اختلافات کو جو مختلف قوموں اور مذاہب میں پائے جاتے ہیں تسلیم کر کے یہ مناسب سمجھتی ہے کہ ان اختلافات کو جبر اور طاقت سے نہ مٹایا جائے بلکہ وعظ اور نصیحت اور باہمی مفاہمت سے دُور کیا جائے ۔ احمدیہ جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ تمام مذاہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں اور ایک لمبے عرصہ سے دُنیا میں قائم ہیں ۔ وہ یقیناً سچے اور خدا کی طرف سے ہیں ۔ گو یہ ہو سکتا ہے کہ لمبا زمانہ گزرنے کی وجہ سے ان کی تعلیم میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہو اور ان کی روحانی طاقت کمزور ہو گئی ہو ۔

احمدیت کی تعلیم کی رُو سے یہ ناجائز ہے کہ مذہبی معاملات میں طاقت اور جبر کا استعمال کیا جائے ۔ عقیدہ، ضمیر اور عمل کی آزادی احمدیوں کے نزدیک ہر مذہب کا بنیادی حق ہے ۔ اور جہاد کا خیال جس رنگ میں پرانے خیالات کے دوسرے مسلمانوں میں رائج ہے جس کی رُو سے مذہب کے نام پر جبر اور طاقت کا استعمال جائز ہے احمدیت اس کو نہیں مانتی ۔

سیاسی لحاظ سے احمدیہ جماعت کا یہ اصول اور طریق ہے کہ احمدی جس ملک یا علاقہ میں بھی رہتے ہیں وہاں کی قائم شدہ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں ۔ اور ہر رنگ میں ملک کے قانون اور دستور کی اطاعت کرتے ہیں ۔ یہ بات ان کے بنیادی اصولوں اور مذہبی عقائد میں شامل ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں اور کسی صورت میں بھی سٹرائیک (ہڑتال)، تحریک عدم تعاون یا کسی بغاوت یا غیر قانونی کارروائی میں شامل نہ ہوں ۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران میں (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد (صاحب) اپنے ایک ہزار سے زائد پیروؤں کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے ۔ آپ اپنے پیچھے تین صد کے قریب اپنے مخلص پیرو مذہبی مرکز کی حفاظت کیلئے چھوڑ گئے ۔

پاکستان میں آپ نے عارضی مرکز پہلے لاہور میں قائم کیا اور پھر ربوہ میں ۔ اب تک بھی قادیان اہم مرکز ہے ۔ اور یہیں سے صدر انجمن احمدیہ قادیان اپنی ۱۲۵ شاخوں کی جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی

ہیں۔ دیکھ بھال اور نگرانی کرتی ہے۔

موعود نبی کی ایک پیشگوئی کے مطابق احمدیہ جماعت اس بات پر پورا یقین رکھتی ہے کہ قادیان دوبارہ جماعت کا ایک زندہ، فعال اور معمور مرکز بن جائے گا۔" [1]

۷۔ روزنامہ "اجیت" جالندھر (مورخہ ۱۲ رمئی ۱۹۵۳ء) نے لکھا:۔

"ہمیں خوشی ہے۔ کہ اس وقت جماعت احمدیہ قادیان کے معزز افراد ان تعلقات محبت کو مضبوط کرنے کے لئے پے در پے سکھ بھائیوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا سلوک کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے کئی دفعہ اپنے تعاون اور محبت کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ ان کے اچھے سلوک سے ہم ان تلخ باتوں کو جو تقسیم ملک کے وقت ہمارے سامنے آئیں بھولتے جاتے ہیں۔

کچھ عرصہ پیشتر چند شرارت پسند لوگوں نے ہمیں احمدیہ جماعت کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور ہم حقیقتاً ان کے ادارہ اور صلح کل جماعت سے بدظن رہے۔ لیکن اب اس جماعت کو قریب سے دیکھنے اور اس سے پریم بڑھانے سے معلوم ہوا۔ کہ اس جماعت کے لوگ بہت ہی بااخلاق اور روادار ہیں اور بہت بلند خیالات کے مالک ہیں۔ امید ہے کہ ایسے لوگوں سے ہی دوبارہ محبت اور سلوک پیدا ہو گا اور آپس میں جھگڑا اور فساد مٹ جائے گا۔" [2]

۸۔ سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر "ریاست" دہلی نے اپنے مؤقر اخبار میں متعدد بار عام احمدیوں کی عموماً درویشوں کی پاک نہاد اور خدا نما جماعت کی خصوصاً بہت تعریف کی مثلاً ۳ رنومبر ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں لکھا:۔

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک اسلامی شعار کا تعلق ہے ایک معمولی احمدی کا دوسرے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا مذہبی لیڈر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ احمدی ہونے کے لئے یہ لازمی ہے۔ کہ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی احکام کا عملی طور پر پابند ہو۔ چنانچہ ایڈیٹر "ریاست" کو اپنی زندگی میں سینکڑوں احمدیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور ان سینکڑوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں دیکھا گیا۔ جو کہ اسلامی شعار کا پابند اور دیانتدار نہ ہو۔ اور ہمارا تجربہ ہے۔ کہ ایک احمدی کے لئے بددیانت ہونا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ خدا سے ڈرتے ہی نہیں بلکہ خدا سے بدکتے ہیں۔ اور ان کے مبلغین کو دیکھکر تو عیسائیوں کے بلند کیریکٹر کے وہ پادری یاد آجاتے ہیں جن کے اسوہ حسنہ کو دیکھکر ہندوستان کے لاکھوں انسانوں نے عیسائیت کو قبول کیا۔" [3]

---

[1] :۔ بحوالہ الفرقان "درویشانِ قادیان نمبر" صفحہ ۱۳۲ ٭ [2] :۔ ایضاً صفحہ ۱۳۷ ٭
[3] :۔ ایضاً صفحہ ۱۳۷ ٭

۱۶ر مارچ ۱۹۵۲ء کے الشرع میں لکھا :۔

" جو لوگ احمدیوں کے مذہبی کیریکٹر اور ان کے بلند شعار سے واقف ہیں ۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر دُنیا کے تمام احمدی ہلاک ہو جائیں ، ان کی تمام جائیداد لُوٹ لی جائے ۔ صرف ایک احمدی زندہ بچ جائے ۔ اور اُس احمدی سے یہ کہا جائے ۔ کہ اگر تم بھی اپنا مذہبی شعار تبدیل نہ کرو گے تو تمہارا بھی یہی حشر ہو گا ۔ تو یقیناً دُنیا میں زندہ رہنے والا یہ واحد احمدی بھی اپنے شعار کو نہیں چھوڑ سکتا ۔ مرنا اور تباہ ہونا قبول کرے گا " لہ

" ریاست " (۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء) میں یہ ریمارکس دیئے :۔

" یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے ۔ کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا ۔ مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابلِ تلافی جرم تھا ۔ مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی کوئی مسلمان باقی نہ رہا ۔ اور یا تو پاکستان چلے گئے ۔ اور یا قتل کر دیئے گئے ۔ تو قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات کو چھوڑنے سے انکار کر دیا ۔ اور انہوں نے ننگِ شرافت لوگوں کے ننگِ انسانیت مظالم برداشت کئے ۔ اور جنکو بلا خوفِ تردید مردِ مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کریگی ۔ کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی تھی ۔ ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہیئے ۔ جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھکر اپنے شعار پر قائم رہیں ۔ اور موت کی پرواہ نہ کریں ۔ اب بھی ...... قادیان کے درویشوں کے اسوۂ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے ۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہیئے "۔

۹ ۔ شری بلدیو متر صاحب ایڈیٹر " راہی " دہلی کے تاثرات یہ ہیں :۔

" دُنیا جہان میں کچھ شخصیتیں ایسی اترتی ہیں جو ہمیشہ ہمیش کیلئے اپنے نقش عوام کی راہنمائی کے لئے چھوڑ جاتی ہیں ۔ چنانچہ قادیان بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا نقش ہے جس سے لوگ ایسا درس حاصل کر سکتے ہیں جو انہیں اس حقیقی منزل کی طرف لے جا سکے ۔ جہاں محبت ، اخوت اور رواداری ہے ۔ کاش میرے ملک کے لوگ اس منارہ سے جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچ کر ان کو یہی روشنی عطا کرتا ہے وہ روشنی حاصل کرتے جس سے ان کے دلوں کی کدورتیں مٹ جاتیں ۔ اور وہ باہم مل جل کر زندگی بسر کرنا سیکھتے ۔ خیر ! میرا یقین ہے کہ قادیان میں تعمیر شدہ منار صلح آشتی کا پیغام دیتا رہے گا ۔ میری یہاں آمد بالکل اتفاقیہ ہے ۔ کافی برسوں سے اس مقام کی زیارت کا شوق رہا

لہ : بحوالہ الفرقان " درویشان قادیان نمبر " ص ۱۳۶-۱۴۰ ؛

لیکن وقت کا انتظار لازمی ہے ۔ مدت کے بعد یہ آرزو برآئی ۔ میری تمنا ہے کہ اس خزاں رسیدہ چمن میں پھر پہلی سی بہار و شگفتگی جلد آئے " ۔ لہ

۱۰ ۔ اخبار "المنبر" (لائل پور) نے لکھا :-

"یہ وہ واحد جماعت ہے جس کے ۳۱۳ افراد تقسیم کے لمحہ سے آج تک قادیان میں موجود ہیں اور وہاں اپنے مشن کے لئے کوشاں بھی ہیں اور منظم بھی" ۔ لہ

۱۱ ۔ رسالہ چٹان (لاہور) نے لکھا :-

"ہم عاجز ہیں اور ہمیشہ ہی اپنے عجز کا اقرار کیا ہے ۔ لیکن اتنے ہیٹے بھی نہیں کہ جماعت اسلامی کے ارکان کو اولیاء اللہ کی صف میں جگہ دیں اور خود مرید با صفا بنے رہیں ۔ آدمی تو ہر شخص اکٹھا کر لیتا ہے ۔ مرزا غلام احمد نے بھی اکٹھے کر لئے تھے رفقاء کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی جاں نثار ہے ۔ پھر یہ واقعہ نہیں ؟ کہ "دارالسلام" کے جاپانی بزرگوں میں اکثر برقعے پہن کر بھاگ نکلے تھے ۔ مگر مرزا غلام احمد کے پیرو آج تک قادیان کی حفاظت تین سو تیرہ کی جتھہ بندی سے کر رہے ہیں" ۔ لہ

فصل چہارم

برصغیر میں جماعتِ احمدیہ کی قبل از تقسیم درسگاہیں تقسیم ہند سے قبل جماعت احمدیہ کے حسب ذیل مدارس تھے :-

تعلیم الاسلام کالج قادیان ۔ جامعہ احمدیہ قادیان ۔ مدرسہ احمدیہ قادیان ۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ۔ نصرت گرلز ہائی سکول قادیان ۔ نصرت گرلز مڈل سکول قادیان ۔ احمدیہ پرائمری سکول شکار ماچھیاں ضلع گورداسپور ۔ احمدیہ پرائمری سکول اٹھوال ضلع گورداسپور ۔ احمدیہ پرائمری سکول سیکھواں ضلع گورداسپور ۔ تعلیم الاسلام مڈل سکول کاٹھگڑھ ضلع ہوشیارپور ۔ احمدیہ پرائمری سکول شورت کشمیر ۔ احمدیہ پرائمری سکول ہرڈی بالا کشمیر ۔ تعلیم الاسلام مڈل سکول چارکوٹ کشمیر ۔ احمدیہ پرائمری سکول کیرنگ اڑیسہ ۔ احمدیہ پرائمری سکول کرڈاپلی مالابار ۔ نصرت گرلز مڈل سکول گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ ۔ احمدیہ پرائمری

لہ ۔ الفرقان "درویشان قادیان نمبر" صفحہ ۱۳۶ ۔ لہ ۔ "المنبر" ۲ مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۴ ۔
لہ ۔ چٹان جلد ۱۱ شمارہ ۴ صفحہ ۶ (۱۹۶۱ء)

سکول شادیوال ضلع گجرات - احمدیہ پرائمری سکول کھاریاں ضلع گجرات -[1]

قادیان کی مرکزی درسگاہوں کا پاکستان میں احیاء

چونکہ فسادات کے دوران قادیان اور مشرقی پنجاب اور کشمیر کے جملہ مدارس بند ہوگئے تھے اور احمدی نونہالوں کی تعلیم و تربیت کو سخت دھکا لگنے کا اندیشہ تھا اس لئے حضرت امیر المومنین المصلح الموعود نے حکم دیا کہ تعطیلات کے بعد قادیان کی مرکزی درسگاہوں کو جاری کرنے کا فوری انتظام کیا جائے۔ چنانچہ حضور کی توجہ اور حضور کے خدام کی انتھک اور شبانہ روز کوششوں سے ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے دوران ہی احیاء عمل آگیا۔ جو پیش آمدہ حالات میں یقیناً ایک حیرت انگیز کارنامہ تھا جس کی کوئی مثال مسلمانان مشرقی پنجاب کے کسی دوسرے تعلیمی ادارے میں نہیں مل سکتی۔

تعلیم الاسلام کالج

تعلیم الاسلام کا دوبارہ قیام کس بے سروسامانی کے عالم میں ہوا اور کس طرح اس نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (ایدہ اللہ) کی نگرانی میں جلد جلد ارتقائی منازل طے کئے؟ اس کی تفصیل تاریخ احمدیت جلد دہم (صـ۱ تا صـ۱۶۸) میں آچکی ہے جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

جامعہ احمدیہ و مدرسہ احمدیہ

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی پہلی سالانہ رپورٹ ۱۳۲۶-۲۷ہش/۱۹۴۷-۴۸ء میں جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ کے الحاق اور ازسرنو قیام کی روداد حسب ذیل الفاظ میں درج ہے:-

"موسمی تعطیلات ۱۹۴۷ء تک جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ قادیان میں بخیر و خوبی جاری رہے۔ مگر تعطیلات کے دوران میں جو طلباء اپنے گھروں میں گئے وہ فسادات کی وجہ سے واپس نہ آسکے۔ اس لئے تعطیلات کے اختتام پر قادیان میں بوجہ ہنگامی حالات ہونے کے یہ مدارس جاری نہ کئے جا سکے۔

مورخہ ۱۰/نومبر ۱۹۴۷ء کو جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ کے اساتذہ لاہور آئے۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت ۱۳/نومبر سے دونوں ادارے لاہور میں جاری کر دیئے گئے۔ مگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے نیز ہوسٹل کی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں اداروں کو چنیوٹ منتقل ہونے کا حکم دیا گیا۔ پھر دو ماہ کے بعد پرنسپل صاحب (مولانا ابو العطاء صاحب) کی درخواست پر دونوں ادارے احمد نگر میں منتقل کئے گئے جہاں یہ اب تک قائم ہیں۔

عرصہ زیر رپورٹ میں مدرسہ احمدیہ کی جماعت اول، دوم و سوم اور جامعہ احمدیہ کے درجہ اولیٰ اور ثانیہ اور ثالثہ کا نتیجہ ۹۸ فی صدی رہا۔ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کے امتحان میں ہمارے صرف چار طلبہ شامل ہوئے اور چاروں پاس ہوئے۔ نتیجہ سو فیصدی رہا۔ اس امتحان میں مولوی عطاء الرحمن صاحب طاہر یونیورسٹی میں دوم رہے اور مولوی عبد اللطیف صاحب ستکوہی سوم ہے۔

---

[1] :- رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶-۲۷ہش/۱۹۴۷-۴۸ صـ۱۳ تا ۱۷

نظارت تعلیم کی ہدایات کے مطابق جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ میں سات عدد علمی مجالس قائم کی گئیں ان مجالس نے مضامین فقہ، حدیث، تاریخ، ادب، کلام اور منطق و فلسفہ میں تحقیقی کام شروع کیا جسے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پسند فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مجالس کا یہ سسٹم ہائی سکول میں بھی قائم کیا جائے .... جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ میں بھی ہائی سکول کی طرح ابتداء میں طلباء کی سخت کمی اور مشکلات کا ہجوم رہا لیکن رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ ہم مشکلات پر قابو پائیں۔ اس وقت طلباء کی تعداد ۵۵ ہے۔ ابتداءً ۲۰ طلباء سے زائد حاضر نہ تھے۔ مزید برآں سٹاف کے چار اساتذہ[1] ہجرت کے بعد سلسلے کے نظام کے ماتحت قادیان میں ہی ٹھہرے رہے اور اب تک ٹھہرے ہوئے ہیں اس لئے حضور کے ارشاد کے مطابق دونوں اداروں کو مشترک کر دیا گیا اور پرنسپل صاحب جامعہ (مولوی ابو العطاء صاحب) کو دونوں اداروں کا چارج دیدیا گیا۔ احمد نگر میں طلبہ کے انہماک اور علمی ترقی کو دیکھ کر جناب ڈپٹی کمشنر صاحب جھنگ لالیاں تشریف لائے اور اہل قصبہ کی طرف سے ایک ایڈریس پیش کیا گیا جس میں ہمارے اساتذہ اور طلبہ نے بھی شرکت کی۔ ڈپٹی کمشنر کی سفارش پر جامعہ احمدیہ کو احمد نگر کے قریب ایک مربع زمین الاٹ ہوئی۔ جو اب بطور گراؤنڈ استعمال کی جا رہی ہے۔

مجالس علمی میں تو طلبہ اپنے رجحان کے مطابق شریک ہی ہیں۔ لیکن یہ بھی مناسب سمجھا گیا کہ جامعہ کی طرف سے ایک علمی مجلہ بھی شائع کیا جایا کرے۔ چنانچہ سہ ماہی المنشور[2] کا اجراء ہو گیا ہے۔

بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کا انتظام چوہدری غلام حیدر صاحب کے سپرد رہا اور جامعہ احمدیہ کے ہوسٹل کا مولوی ارجمند خاں صاحب کے سپرد۔ مولوی ارجمند خاں صاحب کے رخصت پر جانے سے مولوی ظفر محمد صاحب نے ہوسٹل کا کام سنبھال لیا جو وہ بھی تسلی بخش طور پر کر رہے ہیں۔

فسادات کے دوران میں بھی اور ہجرت کے بعد کام کو شروع کرنے میں بھی مولوی ابو العطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ، مولوی ظفر محمد صاحب اور دیگر اساتذہ کی کوشش قابل شکریہ ہے۔"[2]

---

[1] یعنی حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ۔ مولوی شریف احمد صاحب امینی۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی۔ مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری۔

[2] رپورٹ ۱۳۲۶-۲۷ہش صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۵۔ المنشور کا پہلا شمارہ ۳۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو شائع ہوا جو ۶۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس شمارہ میں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب وزیر خارجہ پاکستان کے ایک اہم مضمون "اساتذہ اور طلبہ کے لئے نہایت ضروری ہدایات" کے علاوہ کوائف جامعہ و مدرسہ احمدیہ۔ ارجنٹائن کے احمدی مبلغ کی پاکیزہ زندگی، صحاح ستہ کے مصنفین کے حالات۔ نظریہ اشتراکیت پر تبصرہ، تاریخ کی ابتداء، علم کلام کے متعلق قرآن مجید کا زریں اصول، جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل چالیس علماء کے موضوعات بھی شامل اشاعت تھے۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی پہلی سالانہ رپورٹ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ابتدائی کوائف پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :۔

"تعلیم الاسلام ہائی سکول کا سٹاف ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لاہور پہنچا ۔ اور ۶؍ نومبر ۱۹۴۷ء کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے ارشاد کے بموجب چنیوٹ میں منتقل ہوا ۔ چنیوٹ میں ہمیں ملک بھگوان داس کی بلڈنگ الاٹ ہوئی ۔ جہاں ہمارے آنے سے پہلے ہندو پناہ گزین ٹھہرے ہوئے تھے ۔ انہوں نے جاتے وقت سکول کی تمام کھڑکیاں، دروازے، الماریاں اور دیگر سامان جلا ڈالا تھا ۔ حتیٰ کہ روشندان تک جل گئے تھے ۔ اور بیرونی چار دیواری بھی محفوظ نہ تھی ۔

چنیوٹ پہنچ کر مکرم سید محمود اللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول نے فوری طور پر تمام انتظام سنبھالا ۔ مختلف اساتذہ کو ضروریات زندگی کی بہم رسانی پر مقرر کیا گیا ۔ بعض کو راشن فراہم کرنے کے لئے اور بعض کو حصول مکانات پر مقرر فرمایا ۔ اسی دوران میں سردیوں کیلئے لحاف، دریاں اور دیگر پارچات حاصل کئے گئے اور پھر پڑھائی شروع ہوئی ۔

پہلے دن سکول میں صرف ۲۵ طلبہ حاضر تھے ۔ جن کے لئے نہ مکان کا انتظام تھا اور نہ ہی مناسب قیام کا ۔ مگر رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ۔ اور ہمیں پانچ مکان رہائش کے لئے مل گئے ۔ اس کے علاوہ ایک بلڈنگ بطور بورڈنگ بھی استعمال میں لائی گئی ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کے احسن انتظام کے مطابق طلباء سکول اور بورڈنگ میں ہر روز وقار عمل مناتے اور فرش و دیواروں وغیرہ کی مکمل صفائی کرتے ۔ آہستہ آہستہ طلباء کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہوا ۔ چنانچہ ایک ماہ کے بعد جب انسپکٹر صاحب محکمہ تعلیم کی طرف سے سکول کا معائنہ ہوا ۔ تو طلبہ کی تعداد ۸۱ تھی ۔ اور اس کے علاوہ طلبہ کی محنت اور پڑھائی بھی اسی ذوق شوق کے ساتھ جاری تھی ۔ انسپکٹر صاحب نے معائنہ پر اطمینان کا اظہار کیا ۔

جناب ڈپٹی کمشنر صاحب جھنگ نے ہمیں سکول کے لئے اینٹیں اور عمارتی لکڑی عطا فرمائی جس سے طلباء کے لئے عارضی طور پر بنچ بنوائے گئے ۔ اور کچھ کرسیاں اور میزیں بھی بنوائی گئیں ۔ اس کے علاوہ محکمہ تعلیم کی طرف سے مبلغ ۵۰۰۰/- روپیہ بطور امدادی گرانٹ بھی عطا ہوا ۔ آخر اپریل میں طلبہ کی تعداد ۲۲۵ ہو گئی اور بورڈران کی تعداد بھی ۱۰۰ کے لگ بھگ ہو گئی ۔ الفضل میں اور خطوط کے ذریعے سے والدین کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اپنے لڑکوں کو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں تعلیم کے لئے بھیجیں ۔ اس کا بفضل خدا خاطر خواہ نتیجہ ہوا ۔ چنانچہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعداد طلباء ۳۰۰ سے زائد ہو چکی ہے اور روز بروز بڑھ رہی ہے ۔ چونکہ طلباء کی تعداد شروع میں نسبتاً کم تھی ۔ اور بجٹ میں بھی کئی مدات میں تخفیف کی گئی تھی ۔ اس لئے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے نصف سے زیادہ سٹاف کو تخفیف میں لایا گیا ۔ گو ان اساتذہ کی خدمات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم نے یہ وعدہ بھی کیا ۔ کہ انہیں انشاء اللہ تعالیٰ عند الضرورت واپس بلا لیا جائیگا ۔ اب ان میں سے بعض اساتذہ کو واپس بلایا جا رہا

ہے۔ اس موقع پر نظارت (تعلیم و تربیت) خصوصاً سید محمود اللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول، چوہدری عبدالرحمن صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی سپرنٹنڈنٹ، سید میع اللہ شاہ صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی، مکرم صوفی محمد ابراہیم صاحب بی۔ ایس۔ سی کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ کہ انہوں نے سکول کو کامیاب بنانے میں انتھک کوشش کی اور طلباء کو ہر قسم کی سہولتیں پہنچاتے رہے۔" [1]

نصرت گرلز ہائی سکول و مڈل

نصرت گرلز ہائی سکول و مڈل سکول کے اجراء کی نسبت اسی رپورٹ میں لکھا ہے کہ:۔

"یہ دونوں زنانہ ادارے قادیان میں موسمی تعطیلات تک بخیر و خوبی جاری تھے۔ ہائی سکول میں طالبات کی تعداد ۵۸۹ تھی اور گرلز مڈل سکول میں ۳۹۵ طالبات تھیں۔ استانی امۃ الرحمن صاحبہ بی۔ اے بی ٹی اور استانی امۃ العزیز عائشہ صاحبہ علی الترتیب ہائی سکول اور مڈل سکول میں ہیڈ مسٹرس کے فرائض ادا کر رہی تھیں مگر فسادات کی وجہ سے ہمیں دونوں زنانہ اداروں کو موسمی تعطیلات سے بھی کچھ دن پہلے بند کرنا پڑا۔

ہجرت کے بعد جب لاہور میں قیام ہوا۔ تو طالبات کی تعلیم کا انتظام نہایت ہی غیر تسلی بخش حالت میں تھا۔ ہمیں محکمہ کی طرف سے گرلز سکول کی کوئی بلڈنگ الاٹ نہیں ہوئی تھی اور جو محکمہ عمارتیں دے رہا تھا وہ انتظامی لحاظ سے اور بوجہ نامناسب ماحول کے ہمیں پسند نہ تھیں۔ اس لئے عملی طور پر زنانہ سکول رتن باغ کے پچھلے احاطہ میں بہت ہی مجبوری کی حالت میں جاری کیا گیا۔ لڑکیوں کی کل تعداد صرف ۵۰ کے قریب تھی مگر بارش اور دھوپ میں مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی طالبات کو دوسرے سکولوں میں داخل ہونا پڑا۔ رتن باغ کے پچھلے احاطہ میں ایک سکول کی عمارت موجود بھی تھی مگر وہاں لجنہ اماء اللہ کے زیر اہتمام کئی مستورات ٹھہری ہوئی تھیں..... ان شدید تکالیف کے باوجود طالبات کسی نہ کسی حد تک استانیوں سے پڑھتی رہیں۔ گو اسے ہم کوئی منظم صورت نہیں کہہ سکتے۔ البتہ جامعہ نصرت کی طالبات کو استانی محمودی بیگم صاحبہ وقت دیتی رہیں۔ اور ان طالبات نے پڑھائی جاری رکھی۔" [2]

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عارضی دفتر کا قیام

سلسلہ احمدیہ کی مرکزی تربیتی تنظیموں میں سے مجلس خدام الاحمدیہ نے سب سے پہلے پاکستان میں اپنا دفتر قائم کیا [3]

---

[1] :۔ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۲۷-۱۳۲۶ ہش / ۴۸-۱۹۴۷ء صفحہ ۱۴-۱۵ [2] :۔ ایضاً صفحہ ۱۶-۱۷

[3] :۔ قائمقام معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے الفضل (۸ ماہ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۲) میں اعلان کیا کہ:۔ "قادیان جانے اور آنے اور دیگر رسل و رسائل کے ذرائع چونکہ بند ہیں اس لئے عارضی طور پر دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۴ میکلوڈ روڈ لاہور پر کھول دیا گیا ہے۔ خدام اور مجالس کو چاہیئے کہ آئندہ دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت مندرجہ بالا پتہ پر فرمائیں۔ البتہ چندہ خدام الاحمدیہ محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ پاکستان جودھامل بلڈنگ لاہور کے نام بھجوایا جائے"

حضرت صدر محترم کا پیغام خدّام الاحمدیہ کے نام

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۶ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو قادیان سے لاہور تشریف لائے۔ آپ نے یہاں پہنچتے ہی ایک اہم قدم یہ اُٹھایا کہ نوجوانانِ احمدیت کی تنظیم نو کی طرف توجہ فرمائی اور اس ضمن میں اخبار الفضل (۱۲ نبوت ۱۳۲۶ ہش) میں خدام الاحمدیہ کے نام مندرجہ ذیل پیغام دیا:۔

"قادیان عارضی طور پر ہمارے ہاتھوں سے جا چکا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مومن کا بھروسہ چونکہ محض اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ چونکہ خدا تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق ہو رہا ہے اس لئے ہمیں پختہ یقین ہے کہ یہ سب دُکھ اور مصائب محض ہماری ترقیات کے لئے ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو ان وعدوں کا اہل بنائیں اور یہی ہمارے لئے غور کا مقام ہے۔ کیا ہم ان وعدوں کے اہل ہیں؟ کیا ہم ان مصائب میں اپنے ایمان اور اخلاق پر پختگی سے قائم ہیں؟ کیا ہم نے یہ عہد کر لیا ہے کہ اب دُنیا کے آرام سے ہم اسی وقت مستفید ہوں گے جب روحانی اور جذباتی آرام ہمیں پھر سے حاصل ہو جائیگا۔ جب ہمارا قادیان پہلے کی مانند ہمارا ہو جائیگا؟ اگر ایسا ہے تو ہم نے سب کچھ کھو کر بھی کچھ نہیں کھویا۔

اگر ہم اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ اگر ہم اپنے اوقات، مال، جان اور آرام کو خدا تعالیٰ کے لئے قربان کرنے کو تیار ہوں تو وہ دن دُور نہ ہوں گے جب ہم پھر سے اپنے "مرکز" کی طرف فتح و کامرانی کے ساتھ واپس لوٹیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ہم سے وعدہ ہے۔ اے خدا جلد ایسا ہی کر (آمین)

اس نازک دَور میں خدام پر بہت ہی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس دَور کی نزاکت کے سمجھنے اور اس کی ذمہ داریوں کے نباہنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین"

فصل پنجم

حضرت سیّدنا المصلح الموعود کے چھ نہایت بصیرت افروز اور معلومات افزا لیکچر "پاکستان اور اُسکا مستقبل" کے اہم موضوع پر

حضرت سیّدنا المصلح الموعود کے دل میں زبردست تڑپ تھی کہ پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کی اسلامی عمارت کو جلد سے جلد اوجِ ثریا تک پہنچتے ہوئے دیکھ لوں۔ حضور اس یقین سے لبریز تھے کہ آزادی کے بعد پاکستانیوں کے سامنے ترقی کے لئے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ

ان کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم اُنکے مقابلہ میں ٹھہر ہی نہیں سکتی۔ اور پاکستان کا مستقبل نہایت شاندار ہو سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور پاکستان کو عالمگیر اسلامستان کی بنیاد تصور فرماتے تھے اور اس بنیاد کو اپنے مقدس ہاتھوں سے مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جانا اب آپ کی زندگی کا نصب العین بن چکا تھا جو کسی لحہ اور لحظہ بھی آپ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا تھا۔ جماعت احمدیہ جس کے آپ روحانی پیشوا اور مذہبی لیڈر تھے دُنیا میں پھیلی ہوئی جماعت تھی جس کو نہایت قیامت خیز صورت حال سے دوچار ہو کر اپنے پیارے مرکز سے محروم ہونا پڑا تھا اور اس کے مرکزی نظم و نسق اور اس کے افراد جماعت کی بحالی کا سخت مشکل، پیچیدہ اور کٹھن مرحلہ درپیش تھا جس کے دوران آپ کی مصروفیات جو ہمیشہ غیر معمولی رہتی تھیں انتہا تک پہنچ چکی تھیں مگر اس کے باوجود استحکام پاکستان کے لئے آپ کا علمی و قلمی جہاد برابر جاری رہتا تھا۔

چنانچہ پہلے تو حضور نے پاکستان کے ضروری مسائل پر قلم اُٹھایا ازاں بعد ملک کے مدبروں، دانشوروں اور سیاسی و قومی سوجھ بوجھ رکھنے والوں کو براہ راست اپنے خیالات سے آگاہ کرنے کے لئے لاہور میں نہایت فاضلانہ، پُرمعارف، معلومات افزاء اور بصیرت افروز لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری فرمایا جو ۲ ماہ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۷ ماہ صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء تک نہایت کامیابی سے جاری رہا جو آپ کی حیرت انگیز فہم و فراست کا شاہکار تھا اور جسے تاریخ پاکستان میں ہمیشہ سنگ میل کی حیثیت حاصل رہے گی۔

لیکچروں کے موضوعات

لیکچروں کے اس سلسلہ میں حضور نے مندرجہ ذیل مسائل پر روشنی ڈالی:۔

(۱) پاکستان کا مستقبل دفاع، زراعت اور صنعت کے لحاظ سے (۲ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)

(۲) پاکستان کا مستقبل نباتی، زرعی، حیوانی اور معدنی دولت کے لحاظ سے (۷ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)۔

(۳) پاکستان کا مستقبل صنعتی دولت کے لحاظ سے (۱۳ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)۔

(۴) پاکستان کا مستقبل اس کی بری، فضائی اور بحری دفاعی طاقت کے لحاظ سے (۲۰ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء)۔

(۵) بحری طاقت اور سیاست کے لحاظ سے پاکستان کا دفاع (۱۰ ماہ صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء)۔

(۶) پاکستان کا آئین (۱۷ ماہ صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء)۔

صدارت کرنے والی شخصیتیں

ابتدائی پانچ لیکچر مینارڈ ہال کالج میں ہوئے اور آخری لیکچر یونیورسٹی ہال میں ہوا۔ ان لیکچروں میں بالترتیب مندرجہ ذیل قومی شخصیتوں نے صدارت کے فرائض انجام دیئے:۔

(۱) جسٹس محمد منیر صاحب۔

(۲) ملک فیروز خان صاحب نون۔

(۳) ملک عمر حیات صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔

(۴) میاں فضل حسین صاحب۔

(۵)، (۶) شیخ سر عبد القادر صاحب بالقابہ۔

علمی طبقہ کی طرف سے زبردست خراج تحسین

ان لیکچروں میں حضور نے اتنی تفصیل کے ساتھ ملک و قوم کے جملہ اہم مسائل میں پاکستانیوں کی راہ نمائی فرمائی اور انکے سامنے پاکستان کے شاندار مستقبل کے تعلق میں ایسے ایسے پہلو بے نقاب کئے کہ سننے والے دنگ رہ گئے۔ اور تسلیم کیا کہ یہ پاکستان کی ایک بے مثال خدمت ہے اور یہ کہ ارباب حل و عقد کو چاہیئے کہ آپ کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کر کے پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنائیں۔

چنانچہ ملک عبد القیوم صاحب پرنسپل لاء کالج نے ۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو حضور کی خدمت میں لکھا:۔

"پیارے حضرت صاحب

کل میں نے پاکستان سے متعلق آپ کا لیکچر نہایت دلچسپی سے سنا اور بہت فائدہ اٹھایا۔ لیکچر نہ صرف نئے علوم پر مشتمل تھا بلکہ امید اور جرأت و دلیری کی روح سے بھی معمور تھا۔ مجھے یقین ہے کہ میرے دوسرے سننے والے ساتھی بھی یہی تاثر لے کر لوٹے ہوں گے۔ یہ صرف لیکچر ہی نہیں تھا بلکہ درحقیقت یہ وقت کا نہایت اہم انتباہ ہے اُن لوگوں کے لئے جو اشیاء کو بالکل مختلف زاویہ نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

اثناء لیکچر میں آپ نے پاکستان کی بری اور بحری سرحدوں کے غیر محفوظ ہونے کی خوب وضاحت فرمائی ہے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے یہ بھی کلیۃً حقیقت پر مبنی ہے کہ پاکستان کا قابل انتظام زمینی رقبہ ہی ہمارے حق میں ہو سکتا ہے.....

میں آپ کی اس تجویز سے بھی متفق ہوں کہ مشرقی پاکستان سے سمندر کے راستہ جزائر لکادیپ اور مالدیپ کے ذریعہ تعلق قائم کریں۔ اگر ہمارے پاس زمینی راستہ نہ بھی ہو تو راستے میں ایک امدادی اسٹیشن تو ہونا چاہیئے۔" (ترجمہ از انگریزی)

لاء کالج کے ایک پروفیسر شیخ عبد الکریم صاحب نے قریشی محمود احمد صاحب (ایڈووکیٹ) سے کہا:۔

"حضور کا لیکچر اس قدر بلند تھا اور اس قدر پُر از معلومات کہ ہر ڈیفنس ممبر کو حضرت صاحب سے مشورہ کرتے رہنا چاہیئے"۔

مرزا مسعود بیگ صاحب احمدیہ بلڈنگس نے حسب ذیل چٹھی حضور کی خدمت میں لکھی:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت مخدومی و معظمی زاد مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جناب کے دو[2]

Law College, Lahore.
4.12.1947

My dear Hazrat Sahib,

I listened with great interest and profit to your lecture on Pakistan yesterday. It was full of new knowledge and breathed spirit of courage and hope. I am sure, my fellow-listeners must have come away from it with the same feeling. It was not merely a lecture, it was a timely warning to those who were accustomed to look at things from an entirely different angle.

In the course of the lecture, you were good enough to point out the insecurity of Pakistan's land and sea boundries. It is absolutely so and it was also true, as you added that the manageable width of land-area constituting Pakistan was a point in our favour.........

I heartily endorse your suggestion of West Pakistan seeking a sea link with E. Pakistan through the Lacadive and the Malidive Islands. If we could not have a land-corridor let there be a calling-station enroute............

Yours in Islam,
Sd/-
Principal
Law College.

لیکچر مینارڈ ہال میں ہو چکے ہیں۔ اور اہالیان لاہور پر اُن لیکچروں کا گہرا اثر ہے۔ ارباب حل وعقد کو بھی خدا توفیق دے کہ وہ آنجناب کے قیمتی مشوروں اور بیش قیمت نصائح سے استفادہ کر کے ملک وملّت کی مشکلات کا مداوا کریں۔

کل رات کے لیکچر کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا وہ سب سے زیادہ اہم تھا۔ اس سلسلہ میں جناب سے یہ گذارش ہے کہ تیسرا لیکچر صرف اسی حصہ پر ہو اور اس طرح کل لیکچر چار کی بجائے پانچ ہو جائیں۔

اگر کسی بڑے ہال (مثلاً "حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج") میں لیکچر کا انتظام کیا جائے تو زیادہ تعداد میں لوگ استفادہ کر سکیں گے۔ یونیورسٹی امتحانات کی وجہ سے ممکن ہے روکاوٹ ہو تاہم ایک دن کیلئے ہال خالی کرایا جا سکتا ہے۔

اُمید ہے منتظمین جلسہ تیسرے جلسہ میں لاؤڈ سپیکر کا بہترین انتظام کریں گے اور ناقص قسم کا آلہ تقریر کی روانی میں بار بار خلل انداز نہ ہو گا۔

دُعا ہے کہ جناب کے وجود سے مسلمانوں کو بیش از پیش فوائد حاصل ہوں۔ والسّلام

مخلص۔ مسعود بیگ احمدیہ بلڈنگس لاہور ۱۲/۴۷/۸

یہ تو سامعین کی بعض آراء ہیں جہاں تک ان اجلاسوں کی صدارت کرنے والی شخصیتوں کا تعلق ہے انہوں نے اپنے صدارتی ریمارکس میں ان لیکچروں کو بہت سراہا اور اسے پاکستان کی عظیم خدمت سے تعبیر کیا۔

چنانچہ فیروز خاں صاحب نُون نے کہا :-

"حضرت صاحب کے دماغ کے اندر علم کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انہوں نے تھوڑے وقت میں ہمیں بہت کچھ بتایا ہے اور نہایت فاضلانہ طریق سے مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔" [1]

ملک عمر حیات صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج۔ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے اپنی طرف سے اور سامعین کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا :-

"حضرت مرزا صاحب کی تقریر اتنی پُر از معلومات اور جامع تھی۔ کہ ہم نے اوّل سے آخر تک یکساں دلچسپی سے سُنی ہے۔ آپ نے حضور کی تقریر کی تائید کرتے ہوئے پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ کراچی کا ذکر کر کے بتایا کہ اس کانفرنس نے اسلام کو پاکستان کے نظام تعلیم کی بنیاد قرار دیا ہے اور مدارس میں دینیات کی تعلیم کو لازمی مضمون کے طور پر رائج کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔" [2]

---

[1] :- الفضل ۹ ؍ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۱

[2] :- الفضل ۱۴ ؍ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۲

جناب شیخ سر عبد القادر صاحب نے پانچویں لیکچر کی نسبت فرمایا:۔

"حضرت مرزا صاحب کے پُرمغز اور پُراز معلومات لیکچروں کا اصل منشاء یہی ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کو اس اہم موضوع پر غور و خوض کرنے کی طرف توجہ ہو اور انہیں معلوم ہو کہ ہمارے سامنے بہت سی مشکلات ہیں لیکن اگر ہم استقلال کے ساتھ ان مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کریں گے اور کام کرتے چلے جائیں گے تو یقیناً ہم اپنی منزل کو پالیں گے۔ حضرت مرزا صاحب نے ان لیکچروں کے ذریعہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ ہم سب دل سے اُن کے ممنون ہیں"۔ [۱]

آپ نے چھٹے لیکچر کے اختتام پر اپنی صدارتی تقریر میں کہا:۔

"حضرات میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ سب کے دل کی بات کہہ رہا ہوں۔ جب کہ میں آپ سب کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نہ صرف آج کے لیکچر کے لئے بلکہ گذشتہ پانچ لیکچروں کے لئے بھی جن میں بے شمار اہم معاملات اور مسائل کے متعلق نہایت مفید اور ضروری باتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں۔ میں فاضل مقرر سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر ان لیکچروں کو کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جائے [۲] ۔ تو پبلک آپ کی بہت ممنون ہوگی۔

ایک چیز کا میرے دل پر خاص اثر ہے باوجود اس کے کہ فاضل مقرر اور ان کی جماعت کو گذشتہ ہنگاموں میں خاص طور پر بہت نقصان اُٹھانا پڑا لیکن آپ نے ان حوادث کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے میں ایک بہت بڑی حکمت مدنظر تھی اور وہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ طریق ہے کہ جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا اسے اب بدلا نہیں جا سکتا اس لئے اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب جو کچھ آئندہ ہو سکتا ہے اور جو ہمارے اختیار میں ہے صرف اسی پر گفتگو ہونی چاہیئے"۔ [۳]

ان لیکچروں کے پس منظر اور ان کے عمومی اثرات پر مختصر روشنی ڈالنے کے بعد اب ہر ایک لیکچر کا الگ الگ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

پہلا لیکچر

اگرچہ "پاکستان کا مستقبل" کے موضوع پر حضور کا یہ پہلا لیکچر تھا مگر اس میں بھی لاء کالج کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا علمی لیکچر ہونے کی وجہ سے تعلیم یافتہ طبقہ خاص طور پر موجود تھا۔ اس لیکچر میں حضور نے دنیاوی تحریکات کا ذکر کرتے ہوئے نہایت شرح و بسط سے بتایا کہ۔ پاکستان ایک ارتقائی تحریک ہے۔ پاکستان کے دفاع کے متعلق حضور نے فرمایا کہ جس کے ہمسائے اس کے بہی خیر خواہ نہیں۔ ہندوستان میں تو ایک طبقہ ایسا موجود ہے جو پاکستان کے بن جانے کو ظلم خیال کرتا ہے اور اس کو واپس لینے کے لئے کوشاں ہے۔ ان حالات کی وجہ سے پاکستان محفوظ نہیں۔ پاکستان کی سرحد

---

[۱] :۔ الفضل ۱۱ صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵ ۔

[۲] :۔ افسوس! سر عبد القادر مرحوم کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور دنیا اس قیمتی خزانہ سے محروم رہ گئی ۔

[۳] :۔ الفضل ۱۸ / ماہ صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۲ ۔

ایک تو بہت لمبی ہے دوسرے گنجان آبادی والے شہر اس کی سرحد پر واقع ہیں۔ اس لئے دفاع کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔" ؎۱

لاہور کے اُردو۔ انگریزی پولیس نے اس لیکچر کی خبر نہایت جلی عنوانوں اور شرح و بسط کے ساتھ شائع کی۔

اخبار "نوائے وقت":۔

(۱) چنانچہ "نوائے وقت" نے لکھا:۔

"مشکلات حقائق پسندی پیدا کر دیں گی۔

مرزا بشیر الدین محمود کی رائے

لاہور ۲ر دسمبر۔ مرزا بشیر الدین محمود نے کل مسٹر جسٹس محمد منیر کی صدارت میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے۔ یہ رائے ظاہر کی کہ پاکستان اور پاکستانی عوام کو اس وقت جن گوناگوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ قوم میں حقائق پسندی پیدا کر دیں گی جن کی مدد سے قوم کے لئے شاہراہ ترقی پر گامزن ہونا آسان ہوگا۔

مرزا بشیر الدین نے پاکستان کی زرعی پوزیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے بیکار زمینوں کو فوراً آباد کرنے پر زور دیا۔ آپ نے کہا کہ لوہے کے علاوہ پاکستان کے پاس دوسری تمام معدنیات موجود ہیں جن سے پاکستان اپنی ضروریات بوجوہ احسن پوری کر سکتا ہے۔ اگر کوشش کی جائے بلوچستان میں اتنا پٹرول مل سکتا ہے کہ وہ ابادان کو بھی مات کر دیگا۔ اسی طرح کوئلہ کی کانوں کے لئے جستجو اور تلاش جاری رکھی جائے تو پاکستان اپنی جملہ ضروریات کا خود کفیل ہو جائے گا

مرزا صاحب نے کہا کہ حکومت پاکستان کو جزائر لیک دیپ اور مال دیپ کا مطالبہ کرنا چاہیئے جہاں مسلم آبادی کی اکثریت ہے۔ اسی طرح پاکستان کو سلامتی قوت کے لئے ریسرچ بھی کرنا چاہیئے" ؎۲

اخبار "نظام":۔

(۲) اخبار "نظام" نے لکھا:۔

"کشمیر کی ہندوستان میں شمولیت کا مطلب پاکستان کو ہر سمت سے گھیرنا ہے۔ مسلمانانِ پاکستان اپنے ملک کی حفاظت کے لئے مجاہدین کشمیر کی ہر قسم کی مدد کریں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی تقریر۔

لاہور ۔۲ر دسمبر۔ کل شام ملت احمدیہ کا ایک (اجلاس) زیر صدارت جسٹس محمد منیر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے صدر ملت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود نے فرمایا کہ مسئلہ کشمیر پاکستان کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ کشمیر کا

؎۱:۔ الفضل ۲ر فتح/دسمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۱ ۔ ؎۲:۔ نوائے وقت ۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۵ ۔

ہندوستان میں جانے کا یہ مطلب ہے کہ پاکستان کو ہر سمت سے گھیر لیا جائے اور اس کی طاقت کو ہمیشہ زیر رکھا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ باشندگان پاکستان کو کشمیر کے جہاد حریت میں ہر قسم کی امداد کرنی چاہیئے۔ مجاہدین کشمیر نہایت بہادرانہ جنگ لڑ رہے ہیں اور ان کو گرم کپڑوں کی فوری اشد ضرورت ہے جو ان کو فوراً پہنچائے جائیں۔ پاکستان کی سرحدی حفاظت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ سرحد سے متعلقہ دیہات اور آبادیوں کو مسلح کر دیا جائے اور انہیں فوراً ملٹری تربیت دی جائے انہوں نے عوام میں نظم و ضبط کی سخت ضرورت کا اظہار کیا۔ ملک کی زراعتی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ پاکستان کی زراعتی حالت تسلی بخش ہے اور اگر شاہ پور، جھنگ، مظفر گڑھ۔ سرحد کے کچھ اضلاع اور پورے سندھ میں زراعتی پیداوار کی طرف دھیان دیا جائے تو ہماری زراعتی پیداوار قابل رشک ہو جائے گی۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے پاکستان کی صنعتی خوشحالی کا بھی ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کوئلہ۔ پیٹرول اور دیگر دھاتیں کافی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن ابھی تک گمشدگی کی حالت میں ہیں اس کے لئے مکمل غور و خوض کی فوری ضرورت ہے مثال کے طور پر بلوچستان تیل کا زبردست منبع ہے لیکن ابھی تک اس سے فائدہ نہیں اُٹھایا گیا۔ حضرت مقرر (نے) پاکستان کی قومی لیبارٹری کھولنے اور پاکستان کی صنعتی پیداوار کو ترقی دینے کے لئے زور دیا۔ آپ نے یہ بتایا کہ پاکستان کی اس قسم کی ایک بھی لیبارٹری نہیں ہے"۔ [۱]

اخبار زمیندار:۔

۳۔ اخبار زمیندار نے یہ خبر شائع کی:۔

"مجاہدین کشمیر کو ہر قسم کی امداد دیجئے۔ باشندگان پاکستان سے امام جماعت احمدیہ کی اپیل۔

لاہور۔ ۲ر دسمبر۔ امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ایک میٹنگ کو خطاب کرتے ہوئے باشندگانِ پاکستان سے اپیل کی کہ مجاہدین کشمیر کو جو پسماندہ عوام کی خاطر جنگ آزادی لڑ رہے ہیں۔ ہر قسم کی امداد دی جائے۔ مجاہدین کی فتح سے پاکستان کی دفاعی لائن بہت مضبوط ہو جائے گی۔

آپ نے پاکستان کے دفاعی نقطہ نظر سے جغرافیائی اور معدنی ذرائع کا وسیع سلسلہ بیان کرتے ہوئے کہا کمرشل انڈسٹری زراعتی اور دفاعی صنعت کی ریسرچ کے لئے پاکستان کا ایک قومی ادارہ قائم کرنا چاہیئے۔ مسٹر جسٹس محمد منیر نے میٹنگ کی صدارت کی"۔ [۲]

زمیندار نے اِسی اشاعت میں یہ خبر بھی شائع کی:۔

---

[۱]:۔ "نظام" لاہور ۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء

[۲]:۔ "زمیندار" ۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء صہ۳ کالم ۱

"پاکستان کو جزائر سنگلدیپ اور مالا دیپ کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔ مرزا بشیر الدین محمود کا بیان۔

۲ر دسمبر۔ مرزائی قادیانی جماعت کے امیر مرزا بشیر الدین محمود نے ایک بیان میں حکومت پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ کراچی سے چنا گانگ جانیوالے بحری رستے پر واقع ہیں اور ان کی آبادی نوّے فیصدی مسلمان ہے۔ (ا۔پ)"۔ لـ۵

اخبار "سفینہ":۔

۴۔ اخبار "سفینہ" نے لکھا:۔

"کشمیر کا مسئلہ پاکستان کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ تمام طبقوں میں تنظیم اور ضابطہ کی ایک مضبوط روح پھونک دی جائے۔ (جناب مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی تقریر)۔

لاہور۔ ۲ر دسمبر! کشمیر کا مسئلہ پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ کشمیر کا انڈین یونین کے قبضے میں ہونا پاکستان کا ہر طرف سے محصور ہونا ہے اور اسے ایک اجیر کی حیثیت تک پہنچانا ہے جسے ہر وقت تباہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود امیر جماعت احمدیہ نے لاء کالج ہال میں ایک میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ یہ میٹنگ دائرہ معارف اسلامیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ مسٹر جسٹس منیر اس کے صدر تھے۔ آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے باشندوں کو کشمیر کی جنگ آزادی جیتنے کے لئے پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اس میں پاکستان کی نوزائیدہ ریاست کے استحکام اور دفاع کا راز ہے۔ کشمیر میں مجاہدین مشکل ترین حالات کے باوجود جنگ لڑ رہے ہیں۔ انہیں گرم کپڑوں کی اشد ضرورت ہے اس کے کام کو آسان بنانے کے لئے گرم کپڑے انہیں بہت جلد پہنچ جانے چاہئیں۔

پاکستان کے سرحدی دفاع کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ سرحدات کے قریب رہنے والے لوگوں کو فوراً مسلح کر دینا چاہیئے۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ آبادی کے تمام طبقوں میں تنظیم اور ضابطہ کی ایک روح پھونک دی جائے۔

آپ نے پُر زور تائید کی کہ ملک کی زراعت کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے۔ اس کے لئے پاکستان میں بہت زیادہ امکانات ہیں۔

شاہ پور، جھنگ، مظفر گڑھ کے اضلاع اور شمال مغربی صوبہ سرحد کے چند اضلاع اور سندھ کا تمام صوبہ موجودہ ترقی یافتہ طریقوں پر بہت جلد پاکستان کی زراعتی دولت میں اضافے کا سبب بن سکتے ہیں۔ پاکستان معدنیات کے طور پر بھی مالا مال تھا۔ یہاں کوئلہ، سیسہ، پیٹرول وغیرہ عام تھا لیکن یہ تمام ذرائع ادھورے پڑے ہیں ان کی ملکی جانچ پڑتال وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ مثلاً بلوچستان میں پیٹرول عام تھا لیکن اس کی جانچ پڑتال نہیں کی گئی تھی۔

لـ۵:۔ "زمیندار" لاہور ۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء ص۶

معزز (مقرر) نے تقریر کے دوران میں ایک پاکستان قومی لیبورٹری کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جہاں ملک کی صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے ریسرچ کا کام اعلیٰ پیمانہ پر کیا جا سکے۔ ہنوز پورے پاکستان میں اس قسم کی کوئی لیبورٹری نہیں۔

تقریر دو گھنٹے سے زیادہ دیر تک ہوتی رہی۔ پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کے مستقبل پر یہ پہلی تقریر ہے آئندہ لیکچروں کی تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔" [1]

اخبار ایسٹرن ٹائمز :-

۵- انگریزی اخبار "ایسٹرن ٹائمز" نے اپنی ۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل پر حسب ذیل رپورٹ شائع کی :-

"کشمیر کی جنگِ آزادی کے لئے بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے - حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان۔

سرحد کے ساتھ ساتھ بسنے والوں کے لئے فوجی ٹریننگ وقت کا اہم تقاضا ہے۔

لاہور ۔ ۲ر دسمبر ۱۹۴۷ء ۔ "کشمیر کی آزادی پاکستان کے لئے زندگی و موت کا مسئلہ ہے۔ کشمیر کا علاقہ ہندوستانی ہاتھوں میں ہونے کا مطلب یہ ہے گویا پاکستان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر جائے اور بھارت کے لئے ایک لقمۂ تر بن جائے جسے وہ جب چاہے ہڑپ کر جائے۔"

یہ بیان حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کا ہے جو آپ نے اپنے لیکچر میں گزشتہ شام ایک اجلاس میں دیا۔ جو لاء کالج ہال میں زیر انتظام "دائرہ اسلامیہ" منعقد ہوا - اس کی صدارت مسٹر جسٹس محمد منیر فرما رہے تھے۔

"پاکستان کے عوام کو چاہیئے " آپ نے تقریر کے درمیان فرمایا " کہ کشمیر کی جنگِ آزادی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ کیونکہ اسی میں پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کے استحکام کا راز پنہاں ہے۔ مجاہدین اس وقت باطل کے خلاف شدائد و آلام کے باوجود استقلال سے نبرد آزما ہیں - اُن کو اس وقت گرم ملبوسات کی اشد ضرورت ہے جو فوری طور پر پہنچانے چاہئیں تاکہ ان کو کچھ سہولت میسّر ہو ...." [2]

پاکستان کا سرحدی دفاع

پاکستان کے سرحدوں کے تحفظ اور دفاع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی یہ رائے تھی کہ "وہ لوگ جو سرحد کے ساتھ ساتھ بستے ہیں انہیں فوری طور پر مسلّح کر دیا جائے اور انہیں فوجی اسلحہ کے استعمال کی تربیت دی جائے۔

"وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے" آپ نے فرمایا کہ "آبادی کے ہر طبقے میں تنظیم و ضبط کی روح پیدا کی جائے۔"

---

[1] :- "سفینہ" لاہور ۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء ۔

[2] :- ترجمہ "ایسٹرن ٹائمز" لاہور ۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ ۔

a strong spirit of organization and discipline among all sections of the population. He strongly upheld the view that the agriculture of the country should be developed. There was ample scope for this in Pakistan. The districts of Shahpur, Jhang, muzaffargarh, some districts of the N.W.F.P. and the entire province of Sind could easily be developed on modern lines to increase the agricultural wealth of Fakistan.

Pakistan was rich in mineral resources like coal, lead, petroleum, mica etc ; but all these resources were in an undeveloped form. A complete survey was the supreme need of the time. For example Baluchistan was rich in petroleum but the difficulty was only lack of survey.

Pakistan National Liboratory

The speaker suggested the establishment of a Pakistan National Laboratory for carrying out researches industry, agriculture and defence. There was no such laboratory in the whole of Pakistan at present. The lecture continued for more than two hours and was first of the series of lectures on the future of Pakistan. Dates of other lectures will-be announced later. (O.P.I.)

(The Eastern Times Lahore 3.12.1917.)

Kashmir's Fight For Freedom.
All-out help Urged By Qadian Amir

Military Training For Border Villages.

Lahore...Dec. 2—"The problem of Kashmir is question of life and death to Pakistan. Kashmir in the hands of the Indian Union means an allround encirclement of Pakistan and reducing it to the position of a sandwich, likely to be devoured any time."

This observation was made by Hazrat Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad, head of the Ahmadiyya Community, addressing a meeting held last evening in the Law College Hall, under the auspices of the Daire-e-Islamia. Mr. Justice Mohammad Munir presided.

The people of Pakistan, the speaker continued should make all-out efforts to help Kashmir's fight independence. There lies the secret of stabilising the defence of the new-born state of Pakistan. The Mujahideen are fighting a grim battle against heavy odds in Kashmir. They are in dire need of warm clothes which should be immediately rushed to make their task easy."

(The Eastern Times Lahore 3-12-1947.)

Border Defence of Pakistan

Refering to the border defence of Pakistan, the the head of the Ahmadiyya Community held the opinion that the people living near the borders should at once be equipped with arms and be provided with military training.

The greatest need, he said, was of inculcating

اُنہوں نے اس امر پر بھی بہت زور دیا کہ ملک کی زرعی ترقی کی طرف توجہ دی جائے۔ کیونکہ پاکستان میں اس میدان میں بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ کیونکہ اضلاع شاہ پور (سرگودھا) جھنگ، مظفر گڑھ اور شمال مغربی سرحد کے بعض علاقے اور تقریباً سارے سندھ کا علاقہ بہت جلد ترقی یافتہ خطوط پر عمل درآمد کرنے سے زرعی دولت پیدا کر سکتے ہیں۔

اسی طرح پاکستان کا علاقہ معدنی دولت سے بھی مالا مال ہے مثلاً کوئلہ، سکہ، پیٹرولیم، ابرک وغیرہ معدنیات سے استفادہ کا کام ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ معدنیاتی وسائل کی مکمل سروے (پیمائش و افزائش) کا کام وقت کا اہم تقاضا ہے۔ مثلاً بلوچستان کے علاقے میں پیٹرولیم کی بہتات تھی۔ لیکن ابھی تک نتیجہ خیز پیمائش و افزائش کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

پاکستان کی قومی لیبارٹری

فاضل مقرر نے ایک ایسی قومی لیبارٹری کے قیام کی تجویز پیش کی جس میں تجارتی، صنعتی، زرعی اور دفاع ملک کی ضروریات پر تحقیقات اور ریسرچ کا کام ہو۔ آجکل پاکستان میں کسی جگہ بھی ایسی لیبارٹری نہیں ہے۔" یہ فاضلانہ لیکچر مسلسل دو گھنٹے تک جاری رہا۔ جو "پاکستان کے مستقبل" کے موضوع کے سلسلے میں پہلا تھا۔ آئندہ لیکچروں کے اوقات کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔" [1]

ویر بھارت:۔

اس لیکچر کی بازگشت ہندوستان میں بھی سنائی دی۔ چنانچہ امرتسر کے اخبار "ویر بھارت" نے "امریکہ اور پاکستان" کے عنوان سے اس پر حسب ذیل شذرہ لکھا:۔

"احمدیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۹ ارب ڈالر کے اس قرضہ کے خلاف آواز اُٹھائی ہے۔ جو پاکستان امریکہ سے لینا چاہتا ہے۔ مرزا صاحب کا خیال ہے کہ اس طرح پاکستان اقتصادی اور سیاسی طور پر امریکہ کا غلام بن جائے گا۔" [2]

دوسرا لیکچر سیدنا المصلح الموعود نے اس دوسرے لیکچر کے لئے قیمتی نوٹ الفضل (۹ رفتح/دسمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء) میں شائع کرا دیئے تھے جو ذیل میں بجنسہٖ نقل کئے جاتے ہیں:۔

---

[1] :۔ ایسٹرن ٹائمز ۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ (ترجمہ)

[2] :۔ "ویر بھارت" امرتسر ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ   نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَالنَّاصِرُ

پاکستان کا مستقبل

نباتی، زرعی، حیوانی اور معنوی دولت کے لحاظ سے

مَیں نے ۹ر تاریخ کو مینارڈ ہال میں اسی مضمون پر ایک تقریر کی تھی۔ چونکہ وقت کم تھا اور مضمون زیادہ۔ اس کے کئی حصے بیان کرنے سے رہ گئے تھے اور کئی کھول کر بیان نہ ہو سکے۔ چونکہ سننے اور پڑھنے میں فرق ہوتا ہے۔ پڑھتے وقت انسان زیادہ غور سے کام لے سکتا ہے۔ اور مختصر اشاروں کو بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی لکھی ہوئی مختصر یادداشت کو شائع کر دوں تاکہ مضمون کا ایک مکمل نقشہ بھی ذہن میں آجائے۔ اور یادداشت کے طور پر بھی ان لوگوں کے ہاتھ میں رہے جو اس میں بیان کردہ مضامین پر مزید غور کرنا چاہتے ہیں۔

"پاکستان کا مستقبل بحیثیت نباتی دولت کے"

ملک کی حفاظت اور اس کی ترقی کے لئے سوختنی اور تعمیری لکڑی کا وجود نہایت ضروری ہے۔ سوختنی لکڑی کوئلے کا بھی کام دے سکتی ہے۔ پرانے زمانہ کے تمام بڑے شہروں کے اردگرد سوختنی لکڑی کے رکھ بنائے جاتے تھے۔ جہاں سے شہروں کو لکڑی مہیا کی جاتی تھی۔ اور قصبات میں زمینداروں کے ذمہ لگایا جاتا تھا کہ وہ درخت لگائیں اور انہیں چھوٹے درخت کاٹنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ تاکہ لکڑی ضائع نہ ہو۔ ہر گاؤں میں اتنے درخت بوئے جاتے تھے۔ کہ اس گاؤں کی سوختنی اور تعمیری ضرورتیں ان سے پوری ہو سکتی تھیں۔ انگریز چونکہ ایک صنعتی ملک کے رہنے والے ہیں ان کی حکومت کے زمانہ میں دیہات کی اقتصادی اور تمدنی حالت کی طرف توجہ کم ہوگئی۔ اور شہروں کی طرف توجہ بڑھ گئی اس لئے پرانا نظام قائم نہ رہ سکا اور درخت کٹتے کٹتے گاؤں ننگے ہو گئے اور مسلمان بھی ہندوؤں کی نقل میں جانور کا گوبر چولہوں میں جلانے لگے۔ حالانکہ گوبر کا جلانا صفائی کے لحاظ سے بھی اور زراعتی لحاظ سے بھی نہایت مضر ہے۔ بائبل میں یہودیوں کی سزا کے متعلق آتا ہے۔ کہ تم انسان کے پاخانہ سے روٹی پکا کر کھاؤ گے۔ (حزقیل باب ۴ آیت ۱۲) گو یہاں انسانی پاخانہ کا ذکر ہے۔ مگر جانور کا پاخانہ بھی تو گندی شے ہے خواہ نسبتاً کم ہو اور اس سے روٹی پکانی بھی یقیناً ایک سزا ہے۔

اس حوالہ کے مطابق گوبر کا چولہوں میں استعمال خدائی سزا اور قوم کی ذلّت کی علامت ہے۔ پس مسلمانوں کو اس سے بچنا

چاہیئے تھا۔ مگر دیہاتی اقتصادی حالت کے خراب ہونے کی وجہ سے وہ بھی مجبور ہو کر ہندوؤں کے پیچھے چل پڑے جو گائے کے گوبر کو متبرک خیال کرتے ہیں۔ اور اسے چولھے میں جلانا تو الگ رہا کھانے کی چیزوں میں ملانے سے بھی دریغ نہیں کرتے پاکستانی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ سوختنی لکڑی کثرت سے تمام دیہات اور قصبات میں مل سکے اتنی کثرت سے کہ زمینداروں کو جلانے کے لئے اوپلوں کی ضرورت پیش نہ آئے۔ میرے نزدیک پاکستانی حکومت کو پانچ پانچ چھ چھ گاؤں کا ایک یونٹ بنا کر ان کی ایک پنچایت بنا دینی چاہیئے۔ جو اقتصادی اور صحت انسانی کے قیام کی ضرورتوں کے مہیا کرنے کی ذمہ دار ہو۔ ان گاؤں کے درمیان میں ایک حصّہ درختوں کے لگانے کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ یہ درخت تعمیری کاموں کے لئے مخصوص ہوں۔ اس کے علاوہ ہر گاؤں کی چراگاہوں کی حفاظت ان کے سپرد ہو۔ جہاں چراگاہیں ہیں وہ ان پنچائتوں کے سپرد کی جائیں۔ اور جہاں نہیں ہیں حکومت خود چراگاہیں بنا کر ان پنچائتوں کے سپرد کرے اور ہر گاؤں میں حکومت اتنے درخت سوختنی لکڑی کے لگوائے جو اس گاؤں کی ضرورت کو پورا کر سکیں۔ اور ان پنچائتوں کا فرض ہو کہ وہ دیکھتی رہیں کہ ہر گاؤں مقررہ تعداد درخت کی لگاتا رہتا ہے۔ اگر یہ انتظام جاری کیا جائے تو یقیناً سوختنی لکڑی کا سوال حل ہو جائیگا اور گوبر کھاد کے لئے بچ جائیگا۔ جس سے ملک کی زراعت کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ ہر ایسے قصبہ کے لئے جس کی آبادی دس ہزار سے زیادہ ہو قصبہ سے کچھ فاصلہ پر ڈسٹرکٹ بورڈوں کی نگرانی میں سوختنی لکڑی کی رکھیں بنوانی چاہئیں۔ بلکہ میرے نزدیک تو جس طرح ڈسٹرکٹ بورڈ مقرر ہیں۔ اسی طرح ہر ضلع میں اس کی میونسپل کمیٹیوں کا ایک مشترکہ بورڈ ہونا چاہیئے جس کے سپرد اس قسم کے رفاہ عام کے کاموں کی نگرانی ہو۔ اس طرح میونسپل کمیٹیوں کے کاموں میں ہم آہنگی بھی پیدا ہو جائے گی اور باہمی تعاون سے ترقی کے نئے راستے بھی نکلتے رہیں گے۔ پچاس ہزار سے اوپر کے جو شہر ہوں ان کے لئے سوختنی لکڑی سے رکھ بنانا صوبہ واری حکومت کا فرض ہو۔ ان شہروں کے لئے شہر کے ایسی طرف زمین حاصل کر کے جس طرف شہر کے بڑھاؤ کا رُخ نہ ہو دو تین میل فاصلہ پر سوختنی لکڑی کی رکھیں بنا دینی چاہئیں۔ جہاں سے شہروں میں لکڑی سپلائی ہوتی رہے۔ پچاس ہزار آدمی کی آبادی یا اس سے زیادہ کے شہروں کے لئے جتنی سوختنی لکڑی کی ضرورت ہوتی ہے اُس کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ ایک اقتصادی یونٹ ہوگا۔ اور حکومت کو اس انتظام میں کوئی مالی نقصان نہیں ہوگا۔ بلکہ نفع ہی ہوگا۔ اس انتظام کے علاوہ مرکزی حکومت کے انتظام کے ماتحت بعض بڑے بڑے رکھ بنانے چاہئیں۔ تا ضرورت کے موقع پر ملک کو سوختنی لکڑی مہیا کی جا سکے اور اگر کسی وقت کوئلہ میں کمی ہو تو کارخانے اس لکڑی کے ذریعہ سے چلائے جا سکیں۔ دوسرے ڈسٹرکٹو ڈسٹیلیشن (DESTRUCTIVE DISTILLATION) کے ذریعہ بہت سارے کیمیاوی اجزا ملک کے استعمال اور بیرونی دساور کے لئے پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ ڈسٹرکٹو ڈسٹیلیشن زیادہ تر سخت لکڑی سے کیا جاتا ہے۔ جیسے کیکر، شیشم،

پھلائی وغیرہ ۔ اس ذریعہ سے سپرٹ بھی پیدا کیا جا سکتا ہے ۔ جو جنگی ضرورتوں کے بھی کام آئے گا ۔ اور کئی کیمیاوی کارخانوں میں بھی استعمال ہوگا ۔ اس کے علاوہ ایسی ٹون ۔ ایسٹک ایسڈ اور فارمیلڈی ہائیڈ بھی اس سے بنائے جا سکتے ہیں ۔ اول الذکر بارود کے بنانے میں کام آتا ہے ۔ شیشم اور کیکر کے درخت بہت حد تک تعمیری ضرورتوں کو بھی پورا کر سکتے ہیں ۔ آج کل تعمیری ضرورتوں کے لئے زیادہ تر دیودار کی قسم کی لکڑیاں استعمال ہوتی ہیں ۔ جیسے دیار ۔ کیل ۔ پڑتل اور چیل یہ لکڑیاں پہاڑوں پر ہوتی ہیں ۔ پہلے کشمیر ، چنبہ ، اور منڈی سے یہ مہیا کی جاتی تھیں ۔ ریلوں کی لائنیں بنانے میں یہی لکڑی کام دیتی تھی ۔ کیونکہ ریل پر بچھائی جانے والی شہتیریاں ہر وقت ننگی رہتی ہیں اور ان پر بارش کا پانی پڑتا ہے ۔ عام لکڑی زیادہ دیر تک گیلی رہنے سے خراب ہو جاتی ہے ۔ دیار کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ گیلے ہونے سے خراب نہیں ہوتی ۔ ان لکڑیوں کو بعض ادویہ سے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ ان کو کیڑا نہ لگ سکے ۔ اور پھر ریل کی پٹڑی پر استعمال کیا جاتا ہے اس طرح اچھی عمارتوں کی تعمیر میں بھی یہ کام آتی ہے ۔ یہ لکڑی چنبہ اور منڈی کے ہندوستان میں چلے جانے کی وجہ سے اور کشمیر کی حالت مشتبہ ہو جانے کی وجہ سے اب پاکستان کو نہیں مل سکے گی ۔ صرف مری اور ہزارہ سے کچھ لکڑی پاکستان کو مل سکے گی ۔ مگر وہ اس کی ضرورتوں کے لئے کافی نہیں ۔ اس لکڑی کے مہیا کرنے کے لئے پاکستان کو کچھ اور علاقے تلاش کرنے ہوں گے ۔ پاکستان کے ملحقہ علاقوں میں سے چترال اور بالائے سوات کے علاقہ میں یہ لکڑیاں بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں ۔ اور بعض بعض حصوں میں تو ہزار ہزار سال کے پرانے درخت پائے جاتے ہیں ۔ جن کی قیمت عمارتی لحاظ کر بہت ہی زیادہ ہوتی ہے ۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ان علاقوں سے لکڑی پاکستان میں پہنچائی نہیں جا سکتی ۔ چترال سے صرف ایک دریائی راستہ پاکستان کی طرف آتا ہے ۔ اور وہ حکومت کابل میں سے گذرتا ہے ۔ اس کے سوا کوئی دریائی رستہ نہیں ۔ خشکی کے رستے ان لکڑیوں کا پہنچانا بالکل ناممکن ہے ۔ دریائے کابل کے ذریعہ سے اس لکڑی کے لانے میں بہت سی سیاسی اور اقتصادی دقتیں ہوں گی ۔ اگر ریاست کابل اجازت بھی دیدے تو لکڑی کا محفوظ پہنچنا نہایت ہی دشوار ہوگا ۔ اسی طرح بالائے سوات کی لکڑی کا پہنچنا اور بھی زیادہ مشکل ہے ۔ مگر بہرحال فوری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے پاکستان کو کچھ معاہدوں کے ذریعہ سے اس دقت کو دور کرنا چاہیئے ۔ اور ساتھ ہی اس بات کی سروے کرانی چاہیئے کہ کچھ پہاڑی کو ملا کر کیا کوئی ایسا نالا نہیں نکالا جا سکتا ۔ جو کہ چترال اور بالائے سوات سے براہ راست پاکستان میں داخل کیا جا سکے ۔ اگر ایسا ہو سکے تو یہ ضرورت پوری ہو جائے گی ۔ لیکن اس کے علاوہ جنگلات کے ماہروں کو اس بات کیلئے ہدایت ملنی چاہیئے کہ وہ درختوں کی مختلف اقسام پر غور کر کے ایسی اقسام معلوم کریں جو پاکستان کی آب وہوا میں اگائے جا سکیں ۔ اور عمارتوں کی تعمیر اور جہازوں کی ساخت اور ریلوں کی پٹڑیاں بنانے کے کام میں استعمال کئے جا سکیں ۔

نرم لکڑی

لکڑی کی ایک قسم بہت ہی نرم ہوتی ہے - ان لکڑیوں سے دیا سلائی کی تیلیاں بنائی جاتی ہیں - اس وقت تک یہ لکڑیاں انڈمان اور دوسرے ممالک سے آتی تھیں مگر دریافت سے معلوم ہوا ہے - کہ بلوچستان میں بھی ایک اس قسم کا درخت پایا جاتا ہے جس کی لکڑی سے دیا سلائی کی تیلیاں بن سکتی ہیں اور یہ درخت اتنی مقدار میں پائے جاتے ہیں کہ اگر ان سے دیا سلائی کی تیلیاں بنائی جائیں - تو نہ صرف پاکستان بلکہ سارے ہندوستان کی ضرورتیں اس سے پوری ہو سکتی ہیں - ضرورت ہے کہ ایسا کارخانہ بنایا جائے جو بلوچستان میں یہ تیلیاں بنا کر دیا سلائی کے کارخانوں کے پاس فروخت کرے - اور یہ صنعت جس کی سب سے بڑی مشکل ان تیلیوں کا مہیا ہونا ہے - پاکستان میں فروغ پا سکے -

لکڑی کی کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان میں فوراً پلاسٹک کے کارخانے جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے - مگر چونکہ یہ سوال میری تقریر کے زراعتی حصّہ کے ساتھ متعلق ہے میں اس کا ذکر آگے چل کر کروں گا -

جڑی بوٹیاں

نباتی دولت کا ایک بڑا جزو جڑی بوٹیاں بھی ہوتی ہیں - شمالی جڑی بوٹیاں کشمیر، چنبہ، چترال، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ملتی ہیں - کشمیر کا سوال مشتبہ ہے - اور چنبہ قطعی طور پر انڈین یونین میں شامل ہو چکا ہے اس لئے پاکستان میں جڑی بوٹیاں چترال، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں سے جمع کی جا سکتی ہیں - اور پاکستان کی خوش قسمتی سے ان تینوں علاقوں میں کافی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں - بلکہ بعض جڑی بوٹیاں ایسی نادر ہیں - کہ دنیا کے بعض دوسرے حصوں میں نہیں ملتیں - بلوچستان کی جڑی بوٹیوں کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ ان میں الکلائیڈ جو کہ دواؤں کا فعال جزو ہوتا ہے - دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ پائے جاتے ہیں - اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بلوچستان میں بارشیں کم ہوتی ہیں - جڑی بوٹیوں سے بہت سی ادویہ اور کیمیاوی اجزاء تیار کئے جاتے ہیں - ابھی تک ہندوستان کی جڑی بوٹیاں کامل سائنٹیفک تحقیقات سے محروم ہیں اور ہزاروں ہزار مفید ادویہ اور کیمیاوی اجزاء ان میں مخفی پڑے ہوئے ہیں - یورپ کے لوگ قدرتی طور پر ان ادویہ کی تحقیق کرتے ہیں جو ان کے ملکوں کی جڑی بوٹیوں سے بنائی جا سکتی ہیں - یا جو آسانی سے ان کے قبضہ میں آ سکتی ہیں - تاکہ ان کا تجارتی نفع انہیں کو ملے - اب پاکستان ایک آزاد ملک ہے اور اس کے لئے موقع ہے کہ اپنی نباتی دولت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے - اگر ایک محکمہ بنا دیا جائے جو جڑی بوٹیوں کے الکلائیڈز اور دوسرے کیمیاوی اجزاء دریافت کرے - تو تھوڑے ہی عرصہ میں بیسیوں نئی دوائیں پاکستان میں ایجاد ہو جائیں گی جو دنیا کی ساری منڈیوں میں اچھی قیمت پر بک سکیں گی - حکیم اجمل خانصاحب مرحوم کو اس کا خیال آیا تھا - اور انہوں نے طبیہ کالج دہلی کے ساتھ ایک

چھوٹی سی لیبارٹری اس کام کے لئے مقرر کردی تھی۔ مشہور ہندوستانی سائنسدان چوہدری صدیق الزمان صاحب اس کے انچارج مقرر کئے گئے تھے اور انہوں نے بنگال کی مشہور بوٹی چھوٹی چندن پر تجربات کر کے اس کا الکلائیڈ معلوم کر لیا تھا۔ مگر ہندوستانی روائتی پھوٹ کا شکار محکمہ ہو گیا۔ چوہدری صدیق الزمان صاحب کو حکومت ہند میں ایک اچھی جگہ مل گئی اور ان کے جانے کے ساتھ ہی یہ محکمہ بھی ختم ہو گیا۔ اب چوہدری صدیق الزمان صاحب حکومت پاکستان میں آگئے ہیں اُن کے مشورہ سے یا اُن کی نگرانی میں اس قسم کا محکمہ پھر کھولا جا سکتا ہے۔ شاید ایک لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کے خرچ سے ابتدائی لیبارٹری قائم کی جا سکتی ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اُس سے لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ کا نفع حاصل ہونے کی اُمید پیدا ہو سکتی ہے۔ بعض جڑی بوٹیاں طبّی طور پر اتنی مفید ہیں۔ کہ انگریزی دوائیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ اُن کے استعمال کا طریق ایسا ہے۔ کہ آج کل کے نزاکت پسند لوگ اُس کی برداشت نہیں کر سکتے اگر الکلائیڈز اور دوسرے فعّال اجزاء نکال لئے جائیں یا ایکسٹریکٹ بنائے جائیں تو یقیناً نہ صرف طب میں ایک مفید اضافہ ہو گا۔ بلکہ پاکستان کی دولت میں ایک عظیم اضافہ ہو گا۔ ادویہ کے علاوہ جڑی بوٹیوں میں بعض اور کیمیاوی اجزاء بھی ہیں۔ جو مختلف صنعتوں میں بڑا کام آسکتے ہیں۔ چنانچہ بہت سی بوٹیوں کے نغدوں سے کشتے بنائے جاتے ہیں۔ آخر ان کے اندر ایسے اجزاء ہیں جو کہ دھاتوں کو تحلیل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو الگ کر لیا جائے تو نہ صرف کشتہ بنانے آسان ہو جائیں گے۔ بلکہ اور کئی قسم کی صنعتیں جاری کرنے کا امکان پیدا ہو جائے گا۔" [1]

اخبار زمیندار (۱۰ دسمبر ۱۹۴۷ء) نے اس لیکچر کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں شائع کیا:۔

"امریکہ سے قرضہ لینا پاکستان کی آزادی کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ پاکستان کی زراعت کو خطرہ۔ فوری تدابیر کو عمل میں لانے کی اشد ضرورت۔ مرزا بشیر الدین امام جماعت احمدیہ کی تقریر۔

لاہور۔ ۸ دسمبر۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے کل شام مینارڈ ہال لاء کالج میں پاکستان اور اس کا مستقبل کے موضوع پر ایک عظیم اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے پاکستان کی زراعت، اقتصادیات اور معاشیات پر فصیح و بلیغ لیکچر دیا۔ ملک فیروز خان نون اس اجتماع کے صدر تھے۔ مرزا صاحب نے زراعت کے سلسلے میں ذرائع آبپاشی خصوصاً نہروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پچاس سال کے بعد نہروں کے خراب ہو جانے کے باعث پاکستان کی زراعت کو سخت خطرہ ہے اور اس خطرے کے تدارک کے لئے سائنس کے اصولوں پر کام کرنے کے لئے اتنی دولت کی ضرورت ہے اور اتنے اخراجات کا احتمال ہے۔ بصورت موجودہ ہماری حکومت جن کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لیکن بیرونی سلطنتوں خصوصاً

---

[1] :۔ الفضل ۹ رفتح/دسمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء صفحہ ۵، ۶

امریکہ سے قرضہ لینا ہماری آزادی کے لئے زبردست خطرے کا باعث ہوگا۔ لہذا اس کا علاج صرف یہ ہے کہ بیرونی کمپنیوں کو پاکستان میں سرمایہ لگانے کی مشروطاً اجازت دی جائے ان فرموں کو چالیس فی صدی حصے دئے جائیں اور چالیس فی صدی حکومت پاکستان دے۔ باقی بیس فی صدی حصوں کے مالک پاکستان کے عوام ہوں۔ اس سلسلے میں فرموں سے یہ شرط بھی کی جائے کہ وہ ہمارے حصہ دار کو ساتھ ساتھ ٹریننگ دیں گے "

اخبار "طاقت" ۹ر دسمبر ۱۹۴۷ء نے لکھا:۔

"لاہور، ر دسمبر۔ جماعت احمدیہ کے امام مرزا البشیر الدین محمود احمد نے آج شب لاء کالج ہال میں ایک مجمع کو خطاب کرتے ہوئے اس تجویز کی سخت مخالفت کی ہے کہ حکومت پاکستان امریکہ سے ساٹھ کروڑ ڈالر کا قرضہ حاصل کرے۔ ملک فیروز خاں نون نے اس جلسہ کی صدارت کی۔

مرزا البشیر الدین نے کہا کہ اس قرضہ کا مطلب پاکستان پر ساڑھے پانچ کروڑ سالانہ سود کا بوجھ اور ایک غیر حکومت کا معاشی غلبہ ہوگا۔ اسکے مقابلہ میں انہوں نے دوسری سکیم پیش کی ہے کہ حکومت پاکستان غیر ممالک کی فرموں کو اپنا روپیہ پاکستان میں لگانے کی دعوت دے۔ ان فرموں کو سرمایہ کا کل چالیس فی صدی روپیہ لگانے کی اجازت دینی چاہیئے۔ اور باقی روپیہ حکومت اور باشندگان پاکستان لگائیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کا بھی انتظام کرنا چاہیئے کہ باشندگان پاکستان ان فرموں کے ٹیکنیکل آدمیوں سے باقاعدہ کام سیکھ سکیں۔ (ا۔پ)"۔

تیسرا لیکچر

حضور نے ابتداً اپنی گذشتہ تقریر کے تسلسل میں حکومت پاکستان کی طرف سے امریکہ سے قرض لینے کی تجویز کا ذکر کیا اور فرمایا۔ گو اب مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ قرضہ کی شکل وہ نہیں ہوگی۔ جو اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ تاہم میرے نزدیک اس تجویز پر عمل کرنے سے قبل متعدد اہم امور پر غور کرنا ضروری ہے حضور نے ان امور کی وضاحت کرتے ہوئے اس امر پر بھی زور دیا۔ کہ اس تجویز کے متعلق ملک کی اسمبلی کی منظوری حاصل کرلینی چاہیئے۔

اسکے بعد حضور نے اصل موضوع پر تقریر شروع کرتے ہوئے بتایا۔ کہ کسی ملک کی معنوی دولت ہی اسکی اصل قوت ہوا کرتی ہے باقی سب چیزیں اس کے مقابل پر ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر پاکستان کا ہر نوجوان عقل سے کام لے دماغ پر زور دے اور یہ اقرار کرے کہ میں نے اپنی تمام قوتیں ملک و ملت کے لئے وقف کر دینی ہیں تو یقیناً ہماری ساری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ اور ہم ملک کا اتنا اچھا دفاع کر سکتے ہیں کہ توپیں اور ہوائی جہاز اس کے مقابلہ

میں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتے ۔

حضور نے فرمایا ۔ معنوی دولت افراد کے دماغ اور ان کے جسم مل کر پیدا کرتے ہیں ۔ اور اس لحاظ سے پاکستان کے پاس یہ دولت پیدا کرنے کے بہترین ذرائع موجود ہیں ۔ دماغی لحاظ سے ایک مسلمان چار امور سے متاثر ہوتا ہے :۔

(۱) عقیدۂ توحید ۔ (۲) عقیدہ عبودیت ۔ (۳) دُعا ۔ (۴) مذہب ۔

حضور نے ان چاروں اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اگر مسلمان ان چاروں اُمور پر کامل یقین اور ان کے مطابق تبدیلی پیدا کریں اور اس کے نتیجہ میں ان کے اندر خود بخود جرأت ، دلیری ، بہادری ، علوم کی ترقی کا شوق ۔ غرض ترقی کرنے کی تمام صفات پیدا ہو جائیں گی ۔ جسمانی قوت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا ۔ مغربی پاکستان کا بچہ بچہ بہادر ہے ۔ میرا اندازہ ہے ۔ کہ ہندوستان کے بیس ۲۰ کروڑ افراد میں سے جتنے سپاہی نکل سکتے ہیں ۔ پاکستان کے دو ۲ کروڑ افراد میں سے اتنی ہی تعداد میں لیکن قابلیت کے لحاظ سے ان سے بہتر سپاہی مہیا ہو سکتے ہیں ۔ حضور نے معنوی دولت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز بیان فرمائیں :۔

(۱) پاکستان میں ہر مسلمان کے لئے قرآن مجید کا ترجمہ جاننا لازمی قرار دیا جائے ۔

(۲) مادری زبان میں تعلیم دی جائے اس سلسلے میں مشرقی پاکستان پر زور دیا جائے ۔ کہ وہ ضرور اُردو کو ذریعہ تعلیم بنائے ورنہ وہ پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا ۔ کیونکہ وہاں کے باشندوں کو بنگالی زبان سے ایک قسم کا عشق ہے

(۳) اُردو زبان کو لینگو افرینکا قرار دیا جائے ۔ اس سلسلہ میں حضور نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ غالب ، مومن اور داغ کے گھرانوں میں جو اعلیٰ اور شیریں اُردو رائج ہے ۔ اس کے تحفظ کے لئے دہلی کے مہاجرین کی ایک علیحدہ بستی آباد کی جائے ۔ ورنہ اب یہ خاندان منتشر ہو رہے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کی زبان نا پید ہو جائے گی ۔

حضور نے اس سلسلہ میں نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ۔ کہ وہ اخلاق کو درست کریں ۔ سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالیں ۔ وقت کی قدر کریں اور اسے ملک اور قوم کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائیں ۔ امیر اور غریب کے درمیان ارتباط پیدا کریں ۔ اور اقتصادی حالت کو اونچا کرنے کی کوشش کریں ۔" [1]

چوتھا لیکچر

سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا ۔ کہ میری آج کی تقریر پاکستان کی برّی ، فضائی اور بحری دفاعی طاقت کے لحاظ سے اس کے مستقبل کے متعلق ہے لیکن اصل موضوع کے شروع کرنے سے قبل میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دینا چاہتا ہوں ۔ جو میری پچھلی تقریر کے ایک حصّہ کے متعلق ایک

---

[1] : ۔ الفضل ۱۴ ؍ فتح ؍ دسمبر ۱۳۲۶ہش ؍ ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ ، ۱ ۔

روزنامہ اخبار کو پیدا ہوئی ہے۔ جس میں میری طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ گویا میں نے یہ کہا ہے۔ کہ ایک اہم عہدہ پر ایک اوورسیئر کو مقرر کیا گیا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایک شخص ترقی کر کے بہت بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ میرے کہنے کا مطلب صرف یہ تھا۔ کہ ٹیکنیکل کام صرف ٹیکنیکل ماہر ہی کر سکتے ہیں۔ دوسرے اس کو سرانجام نہیں دے سکتے۔

اس کے بعد اصل موضوع شروع کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ موجودہ زمانہ میں جنگ ۳ ظاہری اور ۲ مخفی طریقوں سے لڑی جاتی ہے۔ جو یہ ہیں:۔ (۱) برّی۔ (۲) فضائی۔ (۳) بحری۔ (۴) اقتصادی دباؤ۔ (۵) ففتھ کالم۔ سب سے پہلے میں برّی کو لیتا ہوں۔ اس میں پیادہ فوج۔ ٹیکنیکل فوج۔ توپ خانہ۔ خوراک، لباس وغیرہ کی سپلائی اور سٹور کرنے والے، علاج کرنے والے اور پیرا شوٹرز شامل ہیں۔

اس کے بعد حضور نے نہایت تفصیل کے ساتھ پاکستان کی دفاعی طاقت کا جائزہ لیا۔ اس کے بعض قابل توجہ پہلوؤں کی نشاندہی فرمائی اور بعض ایسے اہم اور مفید طریق بتلائے جو دفاع پاکستان کے لئے اس دور میں مفید تھے۔ حضور نے پاکستان کی فضائی طاقت کو مضبوط بنانے پر بھی بہت زور دیا اور فرمایا کہ عوام میں فضائی تربیت حاصل کرنے کا رجحان پیدا کرنا چاہیئے اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اس کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اس ضمن میں حضور نے فرمایا کہ ضرورت کے وقت ہوائی جہاز تو ایک دن میں خرید سے جا سکتے ہیں لیکن آدمی ایک دن میں تیار نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ابھی سے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

حضور کی تقریر کے بعد صاحب صدر میاں فضل حسین صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں حضور کی پیش کردہ تجاویز پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ضرورت ہے کہ پاکستان کا ہر فرد فوجی تربیت حاصل کرے۔"[1]

پانچواں لیکچر

پانچویں لیکچر کے آغاز میں حضور نے بتایا کہ ملکوں کی بحری طاقت مختلف اقسام کے جہازوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ پھر حضور نے بحری طاقت کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کے پاس اس وقت تجارتی بیڑے کی حفاظت کرنے والے چند چھوٹے جہاز موجود ہیں۔ اگر اچھے افسر ہوں تو ان ہی سے لڑائی میں کسی حد تک کام لیا جا سکتا ہے۔ بحری جہازوں میں کام کرنے کی ٹریننگ کے لئے کراچی میں دو سکول موجود ہیں ایک چھوٹے بچوں کے لئے اور ایک نوجوانوں کے لئے لیکن تارپیڈو کا کام سکھلانے اور مکینیکل ٹریننگ کے لئے کوئی سکول موجود نہیں ہے۔ یہ سکول فوری طور پر قائم ہو جانے چاہئیں۔ پاکستان کے پاس اچھی بندرگاہ صرف کراچی کی ہے۔ حضور نے اس امر پر زور دیا کہ پاکستان کو SUBMARINES (آبدوز کشتیاں)۔ MINELAYERS۔

---

[1] :۔ الفضل ۲۱ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ ۔

(سرنگ بچھانے والے) DESTROYERS، (سرنگیں صاف کرنے والے) MINE SWEEPERS (تباہ کن جہاز)، AIR CRAFT CARRIERS (ہوائی جہاز بردار جہاز) - حاصل کرنے کے لئے فوری طور پر قدم اُٹھانا چاہیئے - زیادہ سے زیادہ کروڑ دو کروڑ روپیہ ان چیزوں پر خرچ کر کے ہم فوری طور پر کراچی کی بندرگاہ کو محفوظ کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں تجارتی بیڑہ قائم کرنا بھی بہت ضروری ہے - کیونکہ اس وقت تمام بحری تجارتی کمپنیاں غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں - اس کی وجہ سے ہم جو سامان بھی باہر سے منگواتے ہیں وہ پہلے بمبئی جاتا ہے اور انڈین یونین مختلف ذرائع سے سامان پر قبضہ کر لیتی ہے - حضور نے یہ تحریک بھی کی کہ مسلمان نوجوانوں کو بحری ملازمتیں کرنے اور سمندری سفر کرنے کا اپنے دلوں میں خاص شوق پیدا کرنا چاہیئے - پاکستان کی یونیورسٹیوں کو بحری ٹریننگ کے لئے کلبیں قائم کرنی چاہئیں کیونکہ درحقیقت بغیر سمندری طاقت کے صحیح معنوں میں آزادی مل ہی نہیں سکتی مسلمانوں نے ہی سب سے پہلے دُنیا میں کھلے سمندر میں سفر کرنا شروع کیا تھا - لیکن افسوس کہ اب سب سے زیادہ اس سلسلے میں غفلت بھی مسلمانوں پر ہی طاری ہے -

سیاست کے لحاظ سے پاکستان کے دفاع پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور نے بتایا - ملکوں کے سیاسی تعلقات دو قسم کے ہوتے ہیں - (۱) جبری - یہ تعلقات بالعموم ہمسایہ ممالک سے ہوتے ہیں - (۲) اختیاری - پاکستان کے جبری تعلقات (اچھے یا بُرے) ہندوستان، افغانستان، ایران، برما، عرب اور برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان میں سے ایران، عرب اور برما سے پاکستان کے تعلقات اچھے ہیں - افغانستان میں گو ایک عنصر ایسا موجود ہے جس کی پاکستان کے بعض علاقوں پر نظر ہے - لیکن وہاں کی رائے عامہ چونکہ ہمسایہ مسلمان ممالک سے ہمدردی اور تعلقات بڑھانے کے حق میں ہے اس لئے یہ عنصر سردست پاکستان کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا - البتہ انڈین یونین سے ضرور خطرہ ہے کیونکہ ایک تو اسے لفظ پاکستان پر ہی غصہ ہے دوسرے مغربی پاکستان سے غیر مسلم قریباً کل چلے گئے ہیں - لیکن ہندوستان میں ابھی چار کروڑ مسلمان باقی ہیں - جنہیں انڈین یونین بطور یرغمال استعمال کر سکتی ہے - اس لئے بھی وہ آسانی سے پاکستان پر حملہ کرنے پر آمادہ ہو سکتی ہے - اس کے علاوہ اہم بات یہ ہے کہ پاکستان میں انڈین یونین کا ففتھ کالم موجود ہے - لیکن انڈین یونین میں پاکستان کا ففتھ کالم موجود نہیں - اس موقعہ پر حضور نے بتایا - کانگرس نے پنجاب میں بھی اور سرحد میں بھی بعض لوگوں کے ساتھ ساز باز کر لی ہے - یہ لوگ ایک تنظیم اور سکیم کے ماتحت آہستہ آہستہ پاکستان کو ضعف پہنچانے کی کوششیں شروع کر چکے ہیں - پاکستان کے عوام کو اور حکومت کو ان لوگوں سے خبردار رہنا چاہیئے -

حضور نے دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں روس سے حملہ کے خطرہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے بتایا۔

روس ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت آہستہ آہستہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے میدان تیار کر رہا ہے۔ روس کے منشاء کی وجہ سے ہی انگریزوں نے ہندوستان کو آزاد کیا ہے۔ اس لئے ہمیں روس کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ حضور نے دیگر ممالک کے ساتھ پاکستان کے سیاسی تعلقات کے سلسلے میں تیرہ اہم تجاویز پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور پر خاص طور پر زور دیا۔

(۱) پاکستان کو اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیئے جس سے اسکی ہندوستان سے تعلقات خراب ہوں۔ اسے اپنی طرف سے صلح کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن یہ صلح باعزت ہو نہ کہ ہتھیار ڈالنے کے مترادف۔

(۲) برطانیہ اور امریکہ سے بھی خوشگوار تعلقات رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن ان کی چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

(۳) روس کے متعلق بھی امن پسندانہ رویہ رکھنا چاہیئے اور اپنی طرف سے کوئی وجہ اشتعال پیدا نہ ہونے دینی چاہیئے۔

(۴) عرب ممالک سے زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔

(۵) عراق اور شام کے ساتھ ریل کے ذریعے پاکستان کا اتصال قائم کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ضرورت پر ان ممالک کے ذریعے سامان آسکے۔

(۶) برما اور سیلون کے مخصوص ملکی حالات اس قسم کے ہیں کہ ان کے ساتھ بہت آسانی سے گہرے سیاسی تعلقات قائم کئے جا سکتے ہیں اور یہ تعلقات مشرقی پاکستان کی مدد کے لئے بالخصوص بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

(۷) سپین، ارجنٹائن، جاپان، آسٹریلیا، ابی سینیا اور الیسٹ افریقہ سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ممالک اپنے اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے بہت سے سیاسی فوائد کا موجب بن سکتے ہیں۔" [1]

چھٹا لیکچر اس آخری لیکچر کا خلاصہ خود سیدنا المصلح الموعود کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ـــــــ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

دستور اسلامی یا اسلامی آئین اساسی

یہ سوال اس وقت بڑے زور سے اٹھ رہا ہے کہ پاکستان کا دستور اسلامی ہو یا قومی؟ اس بحث میں حصہ لینے والوں کی باتوں سے معلوم

[1] الفضل ۱۱ صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔

ہوتا ہے کہ وہ آئین عام اور آئین اساسی میں فرق نہیں سمجھتے۔ آئین اساسی سے مراد وہ قانون ہوتے ہیں جن کی حدبندیوں کے اندر حکومت اپنا کام چلانے کی مجاز ہوتی ہے۔ اور جن کو وہ خود بھی نہیں توڑ سکتی۔ بعض حکومتوں میں یہ آئین معیّن صورت میں ادر رکھے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض میں صرف سابق دستور کے مطابق کام چلایا جاتا ہے۔ اور کوئی لکھا ہوا دستور موجود نہیں ہوتا۔ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ مثال ہے ان حکومتوں کی جن کا دستور لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور انگلستان مثال ہے ان حکومتوں کی جن کا دستور لکھا ہوا نہیں۔ اس کی بنیاد تعاملِ سابق پر ہے۔

اسلام نام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانے کا۔ پس اسلامی آئین اساسی کے معنے یہی ہوں گے کہ کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو قرآن کریم سنّت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف ہو۔ قرآن کریم ایک غیر مشتبہ کتاب ہے۔ سُنّت ایک غیر مشتبہ دستور العمل ہے۔ قول رسولؐ بلحاظ سند کے ایک اختلافی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض اقوال رسولؐ متّفقہ ہیں، بعض مختلفہ۔ جو متّفقہ ہیں وہ بھی کلام اللہ اور سنّت رسول اللہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ جن اقوال رسولؐ کے متعلق مختلف فرقِ اسلام میں اختلاف ہے۔ یا ایک ہی فرقہ کے مختلف علماء میں اختلاف ہے ان کا قبول کرنا یا نہ کرنا اجتہاد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وہ آئینِ اساسی نہیں کہلا سکتے۔ اسی طرح قرآن کریم کی آیات میں سے وہ حصّہ احکام کا جن کے معنوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے وہ آیتیں تو آئین اساسی میں داخل سمجھی جائیں گی۔ کیونکہ وہ غیر مشتبہ ہیں لیکن اس کے الف یا ب معنے آئینِ اساسی کا حصہ نہیں سمجھے جائیں گے بلکہ الف کو اختیار کر لینا یا ب کو اختیار کر لینا حکومت وقت کے اختیار میں ہوگا۔ پس جہاں تک آئین اساسی کا سوال ہے اگر پاکستان اسلامی آئین اساسی کو اختیار کرنا چاہتا ہے تو اُسے اپنے آئین میں یہ دفعہ رکھنی ہوگی کہ پاکستان کے قوانین جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے قرآن و سنت پر مبنی ہوں گے۔ اور جن امور میں قرآن و سنّت سے واضح روشنی نہ ملتی ہوگی اور اجتہاد کی اجازت ہوگی وہاں قرآن کریم، سُنّت اور کلام رسولؐ کی روشنی میں قانون تجویز کئے جائیں گے اگر قانونِ اساسی اسلامی نہیں بلکہ حنفی یا شافعی یا حنبلی یا مالکی بنانا ہوگا تو پھر اُوپر کے قانون میں یہ بھی اضافہ کرنا ہوگا کہ یہ قانون فلاں فلاں فرقہ کے علماء کے اجتہادوں پر مبنی ہوں گے مگر اس خصوصیت کی وجہ سے یہ قانون اسلامی آئین نہیں بلکہ حنفی آئین یا شافعی آئین یا حنبلی آئین یا مالکی آئین کہلانے کے مستحق ہوں گے کیونکہ اسلام کے لفظ میں تو سب ہی فرقِ اسلام شامل ہیں۔

اسلامی اصول پر مبنی گورنمنٹ کے لئے چونکہ انتخاب کی شرط ہے اس لئے اگر اسلامی آئین پر گورنمنٹ کی بنیاد رکھی جائیگی تو مندرجہ ذیل شرائط کو مدِّنظر رکھنا ہوگا۔

اوّل:۔ حکومت کا ہیڈ منتخب کیا جائیگا۔ انتخاب کا زمانہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ پاکستان کا ہیڈ خلیفہ نہیں

ہوگا۔ خلیفہ کو سارے مسلمانوں پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ صرف حکومت کا ہیڈ نہیں ہوتا بلکہ مذہب کا بھی ہیڈ ہوتا ہے۔ پاکستان کے ہیڈ کو نہ دوسرے ملکوں کے مسلمان تسلیم کریں گے اور نہ علماء مذہب کے مسائل میں اُس کو اپنا ہیڈ ماننے کے لئے تیار ہوں گے۔ اس لئے خلافت کے اصول پر اسکے اصول تو مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ مگر نہ وہ خلیفہ ہو سکتا ہے نہ خلافت کے سارے قانون اس پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔

خلافت کے اصول یہ ہیں:-

(۱) اس کا تقرر انتخابی ہو (اس انتخاب کے کئی طریق ہیں لیکن اس تفصیل میں جانے کی اس وقت گنجائش نہیں)۔

(۲) وہ مملکت کے کام مشورہ سے چلائے (مشورہ کے لئے اسلام کے تین اصول ہیں۔ عام مسلمانوں سے مشورہ لینا۔ یعنی ریفرینڈم۔ چند تجربہ کار لوگوں سے مشورہ لینا یعنی ایگزیکٹو باڈی سسٹم۔ قوموں کے منتخب نمائندوں کے مشورہ لینا۔ جیسے آجکل کی پارلیمنٹس ہوتی ہیں یہ تین طریقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہیں) لیکن جہاں تک خلافت کا سوال ہے خلیفہ مشورہ لینے کا پابند ہے مشورے پر عمل کرنے کا پابند نہیں۔ پس اگر سو فی صدی خلافت کے اصول پر پاکستان کا آئین بنایا جائے تو حکومت کا ہیڈ ایگزیکٹو کا ہیڈ ہوگا۔ ایگزیکٹو کا انتخاب اسکے اپنے اختیار میں ہوگا وہ تمام ضروری امور میں پبلک کے نمائندوں سے مشورہ لے گا لیکن اُن مشوروں پر کاربند ہونے کا پابند نہیں ہوگا لیکن میں پہلے بتا چکا ہوں کہ پاکستان کا ہیڈ خلیفہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ نہ ساری اسلامی حکومتیں اس کو ہیڈ تسلیم کریں گی نہ علماء اس کو مذہبی ہیڈ تسلیم کریں گے۔ اس لئے ہم خلافت کے پس پردہ جو اصول کارفرما ہیں ان سے روشنی تو حاصل کر سکتے ہیں ان کی پوری نقل نہیں کر سکتے اور چونکہ خلافت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک دنیا کی سب مسلمان حکومتیں اور افراد اس انتخاب پر متفق نہ ہو جائیں یا اکثریت متفق نہ ہو جائے اور یہ ناممکن ہے اس لئے یہ کہنا کہ پاکستان کا آئین اساسی اسلام پر مبنی ہو درست نہیں۔ جس طرح انگریزی حکومت کے ماتحت ہمیں شریعت کے وہ احکام نافذ کرنے کا اختیار نہ تھا جو حکومت کے متعلق تھے اور ہم اس کی وجہ سے گنہگار نہیں تھے۔ اسی طرح اسلامی آئین حکومت چونکہ خلافت سے تعلق رکھتا ہے اور خلافت کا قیام مسلمان افراد اور حکومتوں کی اکثریت کے اتفاق کے بغیر ناممکن ہے اس لئے اگر ہم اس نظام کو قائم نہیں کرتے تو ہم ہرگز خدا تعالیٰ کے سامنے مجرم نہیں کیونکہ اس نظام کے قائم کرنے کے لئے جو شرطیں اسلام نے مقرر کی ہیں وہ شرطیں اس وقت پوری نہیں ہوتیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پاکستان کی حکومت اسلامی اثر سے بالکل آزاد ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں جو چیز ہمارے اختیار میں نہ ہو اسکے چھوڑنے میں تو ہم حق بجانب کہلا سکتے ہیں لیکن جو چیز ہمارے اختیار میں ہو اسے

چھوڑنے کا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں۔ انگریزی حکومت میں اگر ہم چور کا ہاتھ نہیں کاٹتے تھے تو ہم گنہگار نہیں ہوتے تھے لیکن اگر ہم نماز نہیں پڑھتے تھے تب ضرور گنہگار ہوتے تھے۔ اگر ہم ایک زانی کو کوڑے نہیں لگاتے تھے تو ہم گنہگار نہیں ہوتے تھے۔ لیکن اگر ہم روزے نہیں رکھتے تھے تو ہم ضرور گنہگار ہوتے تھے۔ پس جو حصہ ہمارے اختیار میں نہیں اس کے نہ کرنے پر ہم پر کوئی الزام نہیں۔ لیکن جو حصہ ہمارے اختیار میں ہے اس کے نہ کرنے پر یقیناً ہم پر الزام ہے۔ اسلامی آئین کے مطابق ہم اپنی حکومت نہیں بنا سکتے کیونکہ اس کے لئے خلافت کی شرط ہے اور خلافت کی شرط کو پاکستان پورا نہیں کر سکتا۔ اسلامی خلیفہ سارے عالمِ اسلام کا سردار ہوتا ہے وہ مذہب اور حکومت دونوں کا سردار ہوتا ہے۔ وہ سیاست اور انفرادی زندگی کا بھی سردار ہوتا ہے۔ یہ شرطیں پاکستان ہرگز پوری نہیں کر سکتا۔ لیکن جہاں تک قانون سازی اور انفرادی زندگی پر اسلامی احکام کے نفاذ کا سوال ہے اس میں کوئی چیز ہمارے رستے میں روک نہیں بن سکتی۔ پس اگر پاکستان کی کانسٹی ٹیوشن میں مسلمان جن کی بھاری اکثریت ہوگی یہ قانون پاس کر دیں کہ پاکستان کے علاقے میں مسلمانوں کے لئے قرآن اور سنّت کے مطابق قانون بنائے جائیں گے ان کے خلاف قانون بنانا جائز نہیں ہوگا۔ تو گو اساسی حکومت کلی طور پر اسلامی نہیں ہوگی کیونکہ وہ ہو نہیں سکتا۔ مگر حکومت کا طریق عمل اسلامی ہو جائے گا اور مسلمانوں کے متعلق اس کا قانون بھی اسلامی ہو جائیگا اور اسی کا تقاضا اسلام کرتا ہے اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا کہ ہندو اور عیسائی اور یہودی سے بھی اسلام پر عمل کروایا جائے بلکہ وہ بالکل اس کے خلاف کہتا ہے۔

اس اصولی تمہید کے بعد میں آئین کے لحاظ سے پاکستان کے مستقبل کے متعلق کچھ تفصیلی نوٹ دیتا ہوں:۔

آئین کے لحاظ سے پاکستان کا مستقبل بہت عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے باشندوں کی کثرت اس منبع آئین میں یقین رکھتی ہے جس کی نسبت خالق جن و انس فرماتا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (مائدہ ع) یعنی میں نے تمہاری ضرورتوں کے تمام مدارج کے لئے قانون بنا دیئے ہیں اور تمہاری ساری ہی ضرورتوں کو قانون کے ذریعے سے پورا کر دیا ہے گویا قرآنی قانون ان ٹن سو (INTENSIVE) بھی ہے اور ایکس ٹن سو (EXTENSIVE) بھی ہے۔

یہ سوال کہ ایک ہی قانون ہمیشہ کی ضرورتوں کو کس طرح پورا کر سکتا ہے؟ اس کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ آئین دو قسم کے ہوتے ہیں رجڈ اور فلیکسیبل یعنی غیر لچکدار اور لچکدار۔ غیر لچکدار قانون میں یہ کمزوری ہوتی ہے کہ اس کو جلد جلد بدلنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن لچکدار قانون کو فوری بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان قانونوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کپڑے کا کرتہ اور سویٹر۔ کپڑے کا بنا ہوا کرتہ بچے کے بڑھنے کے ساتھ جلدی جلدی تبدیل

کرنا پڑتا ہے۔ سوئیڑ بوجہ لچکدار ہونے کے بہت دیر تک کام آتا رہتا ہے۔ ایسا لچکدار قانون گو دیر تک کام دیتا ہے لیکن اس میں یہ نقص ہوتا ہے کہ وہ کبھی اپنے منبع سے بالکل دُور چلا جاتا ہے۔ اور نئی نئی توجیہوں سے آخر اس کی شکل ہی بدل جاتی ہے۔ اسلام بعض حصّوں میں انتہائی غیر لچکدار ہے مگر اس کی بعض تعلیمات انتہائی لچکدار ہیں اور یہ اس کا غیر معمولی امتیاز اور غیر معمولی کمال ہے کہ اس کا غیر لچکدار قانون کبھی بھی خلاف زمانہ نہیں ہوتا اور اُس کا لچکدار قانون کبھی بھی ایسی شکل نہیں بدلتا کہ اپنے منبع سے بالکل کٹ جائے۔ اس لئے اسلام ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والا قانون ہے۔

اب مَیں اصل سوال کو لیتا ہوں کہ آخر ایسا کس طرح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض باتوں کا جواب "کیوں" اور "کس طرح" سے حل نہیں ہوتا۔ بلکہ چیز کی حقیقت کو دیکھ کر حل ہوتا ہے۔ اسلام کا کوئی حکم بھی ایسا نہیں جو زمانہ کی ضرورتوں سے پیچھے رہ گیا ہو۔ خصوصاً اس زمانہ کے لحاظ سے تو اسلام کے احکام کی خوبی دوبارہ ثابت ہو گئی ہے۔ طلاق، نکاح بیوگان، قریبی رشتہ داروں سے شادی، شراب کے استعمال کو حرام کرنا، یہ وہ چیزیں ہیں جن پر پچھلے سو سال میں شدت سے اعتراض ہوتا آیا ہے۔ لیکن اب وہی معترض قومیں اور حکومتیں ان قانونوں کو اپنا رہی ہیں۔ کثرت ازدواج پر اعتراض ہوتا ہے مگر کیا اس تازہ مصیبت کے بعد بھی مسلمانوں کی سمجھ میں اس کی حکمت نہیں آئی۔ جب ہندوستان میں اسلام کی تبلیغی ترقی رُکی تھی اس وقت کے مسلمان اگر کثرتِ ازدواج کے ذریعہ سے اسلامی نسل کو بڑھانا شروع کر دیتے تو آج یہ تباہی نہ آتی۔ تمام قانونوں اور تمام اعمال کا خاص خاص زمانہ ہوتا ہے اُسی وقت ان کی قدر جاکر معلوم ہوتی ہے۔ عقائد میں توحید کا مسئلہ لے لو۔ توحید پر دُنیا نے کتنے اعتراض کئے ہیں لیکن اس صدی میں کیا کوئی ملک اور کوئی قوم بھی باقی رہ گئی ہے جو توحید کی قائل نہ ہو؟ ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے کوئی مسلمان شبہ ہی کس طرح کر سکتا ہے کہ اسلام کے بعض قانون پُرانے ہو گئے ہیں۔ آج سے سو سال پہلے طلاق کا قانون بھی پرانا تھا۔ شراب کا قانون بھی پُرانا تھا۔ جُوئے کا قانون بھی پُرانا تھا۔ نکاح بیوگان کا قانون بھی پُرانا تھا قریبی رشتہ داروں میں شادی بھی پرانی تھی۔ اولاد میں جائیداد کی تقسیم بھی پرانی تھی۔ لیکن اب چاروناچار ان باتوں کو دنیا مان رہی ہے۔ کیا یہ بات ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں کہ جو دو چار قابلِ اعتراض احکام رہ گئے ہیں وہ بھی اسی طرح حل ہو جائیں گے جس طرح کہ پہلے حل ہوئے۔ جہاں اسلام کے کئی قانون ایسے ہیں کہ جن پر پہلے اعتراض ہوا اور اب دنیا ان پر عمل کرنے لگی ہے۔ وہاں غیر مذاہب کا کوئی بھی حکم نہیں جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ اسلام کو اسے اپنانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ پردہ کی مثال یہاں چسپاں نہیں ہوتی اور سود کا سوال مختلف ہے کیونکہ سود لینے پر مسلمان بنکوں اور حکومتوں کے قانونی دباؤ کی وجہ سے مجبور ہوتے ہیں۔ لیکن جن غیر مسلم اقوام نے طلاق وغیرہ کے مسائل اختیار کئے ہیں وہ کسی اسلامی دباؤ کی وجہ سے نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے ان سوالات کو بھی حل کر سکتے ہیں۔ جب بھی

مسلمانوں میں سود کے متعلق اسلامی احکام جاری کرنے کا احساس پیدا ہوا ہم یقیناً سود کو مٹا دیں گے۔ ہم اسے مٹا سکتے ہیں اور اسلامی قانون کی برتری ثابت کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ اس زمانہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (حجر ع) یعنی کفار کے دل میں کئی بار خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے اور اسلامی قانون کی برتری سے فائدہ اُٹھاتے۔ یہ آیت اپنے اندر بڑی بھاری صداقت رکھتی ہے۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اسلام ہر معاملہ میں دخل دیکر عقل انسانی کو معطل کر دیتا ہے۔ یہ اعتراض اسلام پر ہرگز نہیں پڑتا۔ اسلام تو کہتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (مائدہ ع) یعنی ہر معاملہ کے متعلق سوال نہ کیا کرو کیونکہ قرآن کریم میں ہر امر کا بیان ہو جانا تمہارے لئے تکلیف کا موجب ہوگا۔ پس اسلام کا کمال صرف یہی نہیں کہ وہ ہر مسئلہ پر روشنی ڈالتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک مادی تعلیم کے باوجود بہت سی جزئیات کو مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ تاکہ وہ اُن کے لئے قانون بنائیں۔

اسلام کی تعلیم اس لحاظ سے مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم ہے:۔

اوّل۔ اصولی تعلیم۔ یہ غیر مبدّل ہے اصولی طور پر۔ مبدّل ہے حالات مخصوصہ میں۔ نماز میں بیمار کا بیٹھ جانا یا نماز لیٹ کر پڑھنا۔ وضو نہ کرنے کی صورت میں تیمّم کر لینا۔ رمضان کے مہینہ میں سفر یا بیماری کی وجہ سے دوسرے دنوں میں روزہ رکھ لینا۔ یہ سب حالات مخصوصہ کی تبدیلیاں ہیں۔ اس طرح جن ملکوں میں چوبیس (۲۴) گھنٹے سے دن یا رات بڑے ہوتے ہیں ان میں روزہ زکوٰۃ اور حج کے فرائض کو دوسرے ممالک کے دنوں اور مہینوں پر قیاس کرکے پورا کرنا۔ یہ سب غیر مبدّل اصولی حکم کی تبدیلیاں ہیں جو حالاتِ مخصوصہ میں ہو جاتی ہیں۔

دوسرے جزوی تعلیم۔ یہ کئی قسم کی ہے۔

الف۔ غیر معیّن احکام ہیں جن کی کمیّت یا کیفیّت افراد یا جماعتوں پر چھوڑ دی گئی ہے۔ جیسے نفلی نماز، نفلی صدقہ، نفلی روزہ عمرہ۔

ب۔ مماثل حالات میں مسائل اخذ کرنے کا حق دیا ہے۔ اسطرح قانون سازوں کے لئے مواقع نکلتے ہیں۔

ج۔ جرائم بتائے ہیں سزا تجویز نہیں کی۔ اس طرح بھی قانون سازی کے لئے مواقع نکلتے ہیں۔

اسلامی قانون کے اصول یہ ہیں۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ (البقرہ ع۱۵)

۱۔ ہر حکم کسی فائدہ کے لئے ہونا چاہیئے۔

۲۔ ہر نہی کسی نقصان کے دُور کرنے کے لئے ہونی چاہیئے۔

۳ - ہر حکم دینی تزکیۂ ذہن و قلب اور قومی ترقی کے مد نظر ہونے چاہئیں ۔

۴ - لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ ع۴۰) کوئی حکم ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو فرد یا قوم کی طاقت سے بالا ہو ۔ یہ طاقت جسمانی بھی ہو سکتی ہے امکانی بھی ۔ یعنی ظاہر میں طاقت ہو لیکن امکانی ترقی کو نقصان پہنچا دے اور ذہنی بھی یعنی قوم کی ذہنی قوتوں کو ضائع کر دے ۔

۵ - قانون حریت ضمیر کو مارنے والا نہ ہو ۔ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ (مائدہ ع۷) اور یہود کی نسبت ہے وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ (مائدہ ع۶) مسلمانوں کے متعلق فرمایا ۔ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (مائدہ ع۷) ۔

۶ - کوئی حکم فرد یا پارٹی کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو ۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ (ص ع۲)

۷ - کوئی حکم یا نفاذ حکم ایسا نہ ہو کہ کمزوروں کو ترقی سے روکے یا ترقی کے امکانات کو خاص افراد یا اقوام میں محصور کر دے ۔ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (الحشر ع۱) ۔

۸ - کوئی قانون ایسا نہ ہو کہ ایک قوم یا حکومت اس کے ذریعہ سے دوسری اقوام پر ناجائز فوقیت حاصل کرنا چاہے یا ان کو دبانا چاہے ۔ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (النحل ع۱۳) اس کے ماتحت زمیندار اور غیر زمیندار میں فرق جائز نہیں ۔

اسلام قانون کو فردی پاکیزگی کے ساتھ وابستہ قرار دیتا ہے ۔ کیونکہ سوسائٹی کی اصلاح فرد کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے اور اچھے سے اچھا قانون فرد کے طوعی تعاون کے بغیر اچھا نتیجہ نہیں دے سکتا ۔ اسی لئے اسلام فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (مائدہ ع۱۴) اس لئے کوئی اسلامی آئین جاری نہیں ہو سکتا ۔ جب تک کہ فرد ذاتی احکام پر پہلے عمل نہ کرے ۔ اگر قانون کو کامیاب کرنے والی روح نہ ہو تو قانون کیا کر سکتا ہے ؟ ہر قانون توڑا جا سکتا ہے ۔ ہر قانون کے مستثنیات ہیں اور ہر شخص اپنے آپ کو مستثنیٰ بنا سکتا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی ۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ راضی نہ ہوں تو بھی وہ قاضی غریب کو اُلّو بنانے کے لئے سو جتن کر لیتے ہیں ۔

پس اسلامی آئین بنانے (جس کے معنے ہیں اسلامی سوسائٹی بنانے) سے پہلے اسلامی فرد بنانا ہوگا۔
ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ جو اسلامی فرد نہ ہوگا اسے آئین اسلام سے کیا دلچسپی؟۔ جو ذاتی احکام پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں وہ کیوں قومی آئین کے لئے فکرمند ہوگا اگر وہ ایسا کرے گا تو کسی ذاتی غرض کے لئے۔ اس لئے وہ آئین اسلام نہ بنائے گا بلکہ آئین اسلام کے نام سے ایسا قانون بنائیگا جو اس کی ذات کے لئے مفید ہو۔ ایسا آئین یقیناً غیر اسلامی آئین سے بھی خطرناک ہوگا کیونکہ وہ سوسائٹی کے لئے بھی مضر ہوگا اور اسلام کو بھی بگاڑنے اور بدنام کرنے والا ہوگا۔

پس جب تک فرد اپنے ذاتی اعمال کو اسلام کے مطابق کرنے کے لئے تیار نہیں اسے کوئی حق نہیں کہ اسلامی آئین بنانے کا مطالبہ کرے یا دعویٰ کرے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ اسلام کا آئین بنانے والے فردی قانون اسلام پر خود کار بند ہیں۔

اب میں تفصیل کو لیتا ہوں۔ اسلامی آئین کے جاری کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیئے کہ سُود حرام کرنا ہوگا۔ موجودہ سینما بند کرنے ہوں گے۔ اسلامی پردہ رائج کرنا ہوگا۔ شراب (پینے والی) بند کرنی ہوگی۔ انشورنس حرام ہوگا۔ جوأ۔ صرف بازاری نہیں بلکہ اس کی مشابہ کھیلیں بھی جو چانس گیمز کہلاتی ہیں منع ہوں گی۔ ڈاڑھیاں رکھی جائیں گی۔ مردوں کے لئے سونے کا زیور یا استعمال کی چیز، چاندی سونے کے برتن۔ بلکہ تالیاں بجانا بھی منع کرنا ہوگا۔ جاندار کی مصوری اور ان تصویروں کی نمائش بھی ناجائز ہوگی اگر مسلمان اس کے لئے تیار ہوں تو پھر وہ شوق سے اسلامی آئین جاری کریں۔ لیکن اس کے لئے اس اعلان کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ اسلامی حکومت جاری کریں گے۔ کیونکہ قرآن کریم تو صاف کہتا ہے کہ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (مائدہ ع۶) کیا مسلمان دوسری اقوام کو مجرم بنانا چاہتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی اجازت کو چھین لیں گے اور قرآنی حکم پر عمل ہوگا کہ ہر مذہب کے پیرو اپنے مذہب کے قانون کے مطابق عمل کریں گے تو پھر اس فتنہ کا دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔ یہ کیوں نہ کہا جائے کہ پاکستان میں مسلمانوں کے باہمی معاملات اسلام کے مطابق طے ہوں گے اور دوسرے مذاہب اگر چاہیں تو ان کے معاملات ان کے مذہب کے مطابق ورنہ ان کی کثرت رائے کے مطابق قانون بنا دیا جائے گا۔ ان الفاظ میں وہی مطلب حاصل ہوگا جو اسلامی حکومت کے لفظوں میں ہے۔ لیکن کسی کو اعتراض کرنے یا بدلہ لینے کا حق نہیں ہوگا۔ غیر مذاہب میں سے جو اعلان کر دیں کہ وہ اسلامی قانون یا اس کے فلاں حصہ کی پیروی کریں گے ان پر اسلامی قانون عاید کر دیا جائے گا۔

اب رہ جاتا ہے وہ حصہ قانون کا جو حکومت سے تعلق رکھتا ہے اس میں اسلامی قانون کی روشنی میں ملکی قانون بنایا جا سکتا ہے ۔ بہرحال اسلامی ملک میں مسلمانوں ہی کی زیادتی ہوگی ۔ اس طرح کوئی بھی جھگڑا پیدا نہیں ہوتا اور اسلام کا منشاء بھی پورے طور پر بغیر کسی کمی کے پورا ہو جاتا ہے ۔ ورنہ دشمن کو اشتعال ہو کر دوسرے مسلمانوں کو نقصان ہوتا ہے ۔ اور قرآن کریم فرماتا ہے ۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام ع ۱۳/۱۹)۔

اُوپر کی تمہید کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی اصولوں کے مطابق بنائی ہوئی پارٹی کا نام سوشل ڈیموکریٹک انٹرنیشنل رکھا جا سکتا ہے ۔ اور اس کا وہ حصہ جو صرف مسلمانوں پر مشتمل ہو اسلامک سوشل ڈیموکریٹک انٹرنیشنل کہلا سکتا ہے ۔

اسلامی نظامِ اقتصادی

اسلام کے اصول کے مطابق اصل مالک خدا تعالیٰ ہے اسنے سب چیزیں بنی نوع انسان کے لئے پیدا کی ہیں ۔ اس لئے ہر ایک کی کمائی میں دوسروں کا حق ہے وہ حق زکوٰۃ اور عُشر اور خُمس کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے جو رقوم کہ حکومت لیتی اور غرباء پر استعمال کرتی ہے یا پبلک کاموں پر۔

اس روپیہ کے استعمال میں یہ امر مدِّ نظر رکھا جاتا ہے کہ يُؤْخَذُ مِنْ اُمَرَآءِهِمْ وَيُرَدُّ اِلٰى فُقَرَآءِهِمْ ۔ مگر اس کے ساتھ یہ امر بھی کہ امیر و غریب کے کھانے کپڑے کا انتظام حکومت کرتی ہے ۔ راشن سسٹم ہر وقت جاری رہتا ہے ۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کا مؤید ہے ۔ بحرین کا بادشاہ مسلمان ہوا تو آپ نے اس کو لکھا کہ جن کے پاس زمین نہ ہو ان کو چار درہم اور مناسب کپڑا بطور گذارہ دیا جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اسلامی احکام اور اس عمل کے مطابق ہر مسلمان کی خوراک و لباس کا انتظام کیا اور مفت راشن کا سسٹم جاری کیا ۔ مگر اسکے علاوہ احسان اور صدقہ کو بھی اسلام نہیں مٹاتا ۔ اور

انفرادی ترقی کے راستے کھلے چھوڑتا ہے

زمین کی ملکیت کے بارہ میں اسلام نے ہرگز روک نہیں ڈالی ۔ جو حوالے پیش کئے جاتے ہیں وہ سرکاری زمین یا عطیاتِ سرکار یا غصبِ حکام کے بارہ میں ہیں ۔ ایک حوالہ بھی خرید کردہ یا ورثہ کی زمین کے متعلق نہیں ہے ۔ انصار صحابہؓ نے خود نصف زمین دینی چاہی مگر مہاجرین نے نہیں لی ۔ فتوحات کے موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ یا یہ زمین مہاجرین کے پاس رہنے دو یا اپنی نصف ان کو دیدو اور یہاں سے نصف لے لو۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ معاملہ بالکل جداگانہ ہے۔ یہ انصار کے شک کو دُور کرنے کے لئے تھا۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ حکومت کا مال غربا کے پاس جانا چاہیئے۔ انصار نے جواب دیا کہ ہم دونوں باتوں پر راضی نہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہیں کہ نئی اُمدہ زمین مہاجرین کو ہی دی جائے۔ اور ہماری زمین کا نصف بھی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ کیا۔

مساوات رکھنے کا اسلامی نظام

زکوٰۃ۔ سُود کی ممانعت۔ ورثہ۔ برتھ کنٹرول کی مخالفت۔ بھاؤ بڑھانے یا گھٹانے کو ناجائز قرار دیا۔ سادہ زندگی خوراک لباس رہائش اور زیور ہیں۔ تمام افراد کا کھانا کپڑا اور مکان حکومت کے ذمہ ہے۔ حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی قانون کے غلط استعمال پر اس قانون میں جزوی تبدیلی عارضی طور پر کر دے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک وقت میں تین طلاق دینے والے کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینے کا فیصلہ فرمایا۔ حالانکہ اصل میں وہ تین نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ آپ کی غرض شریعت کی حدبندیوں کو توڑنے والے کو سزا دینا تھی۔

اسلامی احکام کی خصوصیات

عورت کے حقوق۔ اولاد کے حقوق۔ عوام کے حقوق۔ ملازموں کے حقوق۔ مجرموں کے حقوق۔ مساوات انسانی اور بین الاقوامی تعلقات پر روشنی ڈالی ہے۔ دوسری شرائع اس بارہ میں خاموش ہیں۔

اسلام کے بعض اہم مسائل جن پر اعتراض کیا جاتا ہے:۔

۱۔ زنا کی سزا رجم بہت سخت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس سزا کا ذکر نہیں۔ قرآن کریم اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (نور ع) زانی مرد یا زانی عورت کو سو کوڑے لگاؤ اور جو جھوٹا الزام لگائے اُسے اسی کوڑے لگاؤ۔ ان دونوں حکموں کے بعد فرماتا ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (نور ع)۔ پس یہ سو کوڑے بھی فحش کی سزا ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو اس طرح زنا کرے گا کہ چار گواہ اس کے فعل کے مل سکیں گے وہ زنا سے زیادہ فحش کا

مرتکب ہوگا۔ اور فحش ہی کی یہ سزا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ زنا کی کیا سزا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ زنا کی سزا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ زانی کے متعلق فرماتا ہے یَلْقَ اَثَامًا (فرقان ع۶) یعنی وہ اپنے گناہ کی سزا خدا سے پائے گا۔ ہاں زنا کو روکنے کے لئے شریعت اسلامیہ نے اس کی مبادی کو روکا ہے۔ مثلاً غیر محرم مرد و عورت کے اختلاط کو روکا ہے۔

۲۔ چوری کی قطع ید۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا (مائدہ ع۶) یہ سزا سخت بتائی جاتی ہے۔

جواب۔ یہ سزا ہر چوری کی نہیں۔ بلکہ اس کے لئے شرطیں ہیں۔

اوّل۔ چوری اہم ہو۔ **دوم**۔ بلا ضرورت ہو یعنی عادۃً۔ طعام کی چوری پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا نہ دی۔ اسی طرح بھاگے ہوئے غلام کے متعلق ہے کہ ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے جس کی یہ وجہ ہے کہ وہ کما نہیں سکتا اور بھوک سے مجبور ہے۔ **سوم**۔ توبہ سے پہلے گرفتار ہو تب سزا ملے گی۔ **چہارم**۔ مال چوری کر چکا ہو۔ صرف کوشش سرقہ نہ ہو۔ **پنجم**۔ اس کی چوری مشتبہ نہ ہو۔ یعنی اشتراک مال کا مدعی نہ ہو جن کے گھر سے چوری کرے وہ اس کے عزیز یا متعلق نہ ہوں جن پر اس کا حق ہو۔ (بیت المال کی چوری پر حضرت عمرؓ نے سزا نہ دی) مثلاً کسی مذہبی جنون کے ماتحت ہو۔ جیسے بُت چرا لینا۔ یہ مذہبی دیوانگی کہلائے گی اور حکومت تعزیری کارروائی کرے گی ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جائیگی یا جوش انتقام میں چوری کرے جیسے جانوروں کی چوری کرتے ہیں۔ یا جبراً چوری کرائی جائے **ششم**۔ وہ شخص نابالغ نہ ہو۔ **ہفتم**۔ عقلمند ہو بیوقوف یا فاتر العقل نہ ہو۔ **ہشتم**۔ اس پر اصطلاح چور کا اطلاق ہوسکتا ہو۔ چور سے مال واپس دلوایا جائے گا۔

۳۔ ڈاکہ۔ بغاوت اور ارتداد باغیانہ کی سزا قتل ہے۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (مائدہ ع۵) اس میں چار الگ سزائیں بتائی ہیں۔ یہ سزائیں جرم کی نوعیت کے لحاظ سے ہیں۔ اگر ایسے لوگ ساتھ قتل کرتے ہوں تو قتل کئے جائیں گے۔ صلیب دیتے ہوں تو صلیب دئے جائیں گے۔ ہاتھ پاؤں کاٹتے ہوں تو ان سے یہی کیا جائے گا۔ محض دنگا فساد کرتے ہوں تو قید یا جلاوطنی کی سزا دی جائے گی۔ اس پر کیا اعتراض ہے؟ اگر مسلمان یہی معاملہ غیر اسلامی حکومت میں کرے اور اس سے یہی سلوک ہو تو مسلمانوں کو کیا اعتراض؟

سوال یہ ہے کہ باغی کافی تھا مرتد کو کیوں شامل کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرتد کا ذکر اس لئے ضروری تھا کہ وہ جنگی سپاہیوں کے حق کا مطالبہ نہ کرے جو باوجود قتل کے قاتل نہیں ہو جاتے اور قتل نہیں کئے جاتے۔

مرتد کے قتل کے خلاف یہ بھی دلیل ہے کہ پھر ان کو بھی حق پہنچتا ہے۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ میں اس حق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۴۔ **غلامی** ۔ اسلام میں نہیں۔ جنگی قیدیوں کا ذکر ہے۔ اور ان کے بارہ میں حکم ہے۔ اِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (محمد ع) اور جس کو فداء حاصل نہ ہو اس کیلئے "کتابت" کا حکم ہے۔ پس غلامی کی کوئی صورت بھی موجود نہیں۔ جنگی قیدیوں کا ذکر ہے جو ہر زمانہ میں پکڑے جاتے ہیں۔ اور ہر حکومت پکڑتی ہے اس کے علاوہ بھی اسلام نے قیدیوں کی آزادی کے مختلف حکم دئے ہیں۔

قصاص قتل ۔ اس میں معافی کی اجازت ہے۔ خواہ خطا کی دیت ہو خواہ عمد کی سزا ہو۔ مگر حکومت شرارت میں دخل دے گی۔

قصاص اعضاء ۔ مار پیٹ کا یا اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ وغیرہ۔ ہاں جلانے کی اجازت نہیں۔ نہ ہتک کرنیکی۔ اس قسم کی سزا کا ہونا امن کے لئے ضروری ہے۔ مگر اس میں بھی عفو یا دیت جائز ہے اور عمد کی شرط ہے۔ ہاں قاضی دباؤ اور ڈر کی صورت میں معافی کو برطرف کر سکتا ہے۔

ملزم کی تعذیب۔ بلکہ مجرم کی بھی جائز نہیں۔ اسے روکنے کیلئے اقرار جرم کے بعد انکار جرم کو جائز رکھا گیا ہے۔

جبری جرم۔ جرم نہیں بلکہ جرم کرانے والا مجرم ہے۔

حکومت عوام کی ہے۔ انتخاب ضروری ہے۔ ریفرنڈم بھی اسلام سے ثابت ہے اور مشورہ بواسطہ نمائندگان بھی۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (نساء ع) وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (شوریٰ ع) شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران ع) اور پھر حدیث نبوی لَا خِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ اس بارہ میں مشعل راہ ہیں۔

مزدوروں کے متعلق احکام اسلامی

مزدور کی مزدوری فوراً ادا ہو۔ اس پر سختی نہ کی جائے۔ اس سے وہ کام نہ لیا جائے جو انسان خود نہ کرے۔ اس کی مزدوری کا جھگڑا حکومت کے ذریعہ چکایا جا سکتا ہے۔

بین الاقوامی جھگڑوں کے متعلق لیگ آف نیشنز کا اصول مقرر فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (الحجرات ع۱)۔ (۱) جب دو قومیں لڑیں تو دوسری اقوام مل کر ان میں صلح کرائیں۔ (۲) اگر کوئی فریق صلح پر راضی نہ ہو تو دوسری سب اقوام اُس کی مدد کریں جو صلح پر آمادہ ہے اور جنگ کرنے والی قوم سے لڑیں۔ (۳) جب جنگ کرنے والی قوم جنگ بند کر دے تو یہ بھی جنگ بند کر دیں۔ (۴) اس کے بعد پھر اصل جھگڑے کے متعلق باہمی تصفیہ کیا جائے۔ (۵) بوجہ اس کے کہ ایک قوم نے پہلے صلح پر رضامندی ظاہر نہ کی تھی اُس سے سختی نہ کی جائے۔ بلکہ تنازع کا فیصلہ انصاف سے کیا جائے۔

اس وقت مسلمانوں میں مفتی ہیں لیکن مقنّن اور قاضی نہیں ہیں اور ادھر حکم ہے کُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ آہستگی سے دین کو جاری کرو۔ یعنی اسلامی قانون کو جاری کرنے میں نہایت غور اور فکر اور سہولت کی ضرورت ہے۔ مگر بہت سے احکام فوراً جاری کئے جا سکتے ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ جاری نہ کئے جائیں۔ مجلس قانون ساز کے متعلق دقت یہ ہے کہ اسلام ہر شخص کا عالم دین ہونا ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں عیسائیوں کی طرح علماء اور عوام کا الگ الگ فرقہ بن گیا ہے۔ اس مشکل کو کون فوراً حل کر سکتا ہے کہ مقنّن اقتصادی ماہر اور سیاسی ماہر دین نہیں جانتے۔ دین جاننے والے مقنّن اقتصادی ماہر اور سیاسی ماہر نہیں ہیں۔ مونہہ سے دعویٰ کرنا اور بات ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے۔ حالانکہ ہمارے آقا جرنیل بھی تھے۔ اقتصادی ماہر بھی۔ سیاسی ماہر بھی۔ مقنّن بھی تھے۔ مفتی بھی تھے اور قاضی بھی تھے۔ فِدَاكَ نَفْسِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ [1]

فصل ششم

حضرت سیدنا مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے ۲۳ر دسمبر ۱۹۰۲ء کو خواب میں دیکھا کہ :۔

"میں کسی اور جگہ ہوں اور قادیان کی طرف آنا چاہتا ہوں ایک دو آدمی ساتھ ہیں۔ کسی نے کہا

[1] :۔ اسلام کا آئین اساسی: ناشر مولانا عبدالرحمن صاحب انور وکیل الدیوان تحریک جدید جودھامل بلڈنگ لاہور ۱۸ر فروری ۱۹۴۸ء

راستہ بند ہے۔ ایک بحرِ ذخّار چل رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ واقع میں کوئی دریا نہیں بلکہ ایک بڑا سمندر ہے اور پیچیدہ ہو ہو کر چل رہا ہے جیسے سانپ چلا کرتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے کہ ابھی راستہ نہیں اور یہ راہ بڑا خوفناک ہے۔" [1]

یہ ذوالوجوہ اور معنی خیز رؤیاء اگرچہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی ہجرت پاکستان سے بھی پوری ہو چکی تھی اور ہو رہی ہے مگر اس کی عملی تعبیر کا ایک نہایت درجہ تلخ اور روح فرسا پہلو پہلی بار ماہ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے آخری ہفتہ میں یہ سامنے آیا کہ امن پسندی اور حکومت وقت کی اطاعت و وفاداری میں مشہور جماعت۔ جماعت احمدیہ۔ اپنے مقدس مرکز سے باہر لاہور میں سالانہ جلسہ کرنے پر مجبور ہوئی اور حضرت مصلح موعود جو اس مقدس تقریب کے حقیقی معنوں میں رُوحِ رواں تھے اس وجہ سے قادیان کے سالانہ جلسہ میں رونق افروز نہ ہو سکے کہ قادیان کے رستہ میں ملکی اور سیاسی مشکلات اور پیچیدگیوں کا ایک خوفناک سمندر حائل ہو چکا تھا۔ قبل ازیں اس تقریب پر شمع احمدیت کے ہزاروں پروانے برصغیر کے چاروں اطراف سے پہنچ جاتے تھے اور اس کی برکات سے فائدہ اُٹھاتے تھے مگر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے سالانہ جلسہ قادیان میں پاکستان بلکہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے بھی کوئی احمدی شامل جلسہ نہ ہو سکا جو سلسلہ کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا الم انگیز سانحہ تھا۔

عہدِ درویشی کا پہلا سالانہ جلسہ

کہتے ہیں تاریخ اپنے اوراق اُلٹتی ہی نہیں۔ دُہراتی بھی ہے۔ یہ اصول یا مسلّمہ سالانہ جلسہ قادیان کے بارہ میں سو فیصدی صحیح نکلا چنانچہ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ مبارک میں (جلسہ ۱۸۹۲ء کے سوا جو ڈھاب کے کنارے ہوا) سب سالانہ جلسے مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوئے۔ اسی طرح عہد درویشی کا یہ پہلا سالانہ جلسہ بھی (۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۴۷ء کو) مسجد اقصیٰ ہی میں منعقد ہوا۔ جس میں ۳۱۵ نفوس کو جن میں ۲۵۳ درویش اور ۶۲ غیر مسلم (ہندو۔ سکھ) تھے، شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ علاوہ ازیں تین احمدی اور چار غیر احمدی خواتین اور ایک ننھی بچی نے بھی ایک پردہ کے پیچھے (جو برآمدہ مسجد کے شمالی حصہ میں سیڑھیوں کے ساتھ نصب کیا گیا تھا) جلسہ کی کارروائی سُنی۔ جلسہ کا سٹیج مسجد کے شمالی حصّہ میں بنچوں پر بنایا گیا تھا جس کا رُخ جنوب کی طرف تھا اور اس پر حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ اور صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب تشریف فرما تھے۔ [2]

---

[1] :۔ البدر ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲، تذکرہ طبع سوم صفحہ ۴۴۴۔

[2] : اس موقعہ پر سردار سرجن سنگھ صاحب اے۔ ایس۔ آئی انچارج چوکی پولیس قادیان (مع ایک کنسٹبل کے) اور سیکیورٹی آفیسر بھی موجود تھے نیز قریب ہی ایک اُونچے مکان پر ملٹری کی ایک پکٹ بھی لگی ہوئی تھی۔

جلسہ کا پروگرام صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان نے مرتب فرمایا تھا۔

۲۶ رفتح / دسمبر - جلسہ کے افتتاحی اجلاس کی کارروائی کا آغاز کلام پاک کی تلاوت سے کیا گیا۔ جو حافظ عبدالرحمن صاحب پشاوری نے کی۔ پھر گوجرانوالہ کے بشیر احمد صاحب نے حضرت مصلح موعود کی دردانگیز نظم "نونہالان جماعت سے خطاب" سنائی۔ ازاں بعد حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ نے نہایت رقت بھری آواز سے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی اور اپنی مختصر تقریر میں بتایا کہ جب میں ۱۹۰۲ء میں پہلی دفعہ قادیان میں آیا تو ڈاک ہفتہ میں صرف دو بار آتی تھی اور تار کا کوئی انتظام ہی نہیں تھا۔ بعد میں جب جماعت نے تار گھر کھلوانا چاہا تو محکمہ نے بطور ضمانت ایک معقول رقم جماعت سے وصول کی۔ لیکن آمد اتنی زیادہ ہوئی کہ ایک ماہ میں ہی ہماری رقم واپس کر دی گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد ٹیلیفون کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔

حضرت مولوی صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ قادیان موجود ہے۔ اس کے مقدس شعائر موجود ہیں۔ اس کی مساجد موجود ہیں۔ اس کا لنگرخانہ موجود ہے لیکن افسوس ہمارا پیارا امام یہاں موجود نہیں۔ آنکھیں اپنے آقا کو دیکھنے کے لئے ترستی ہیں مگر پاتی نہیں۔ تاہم بھی ایک گونہ خوشی ضرور ہے کہ حضور نے ہم خادموں کو اپنے پیغام سے نوازا ہے۔ یہ بشارت سنانے کے بعد حضرت مولوی صاحب نے امام ہمام امیرالمومنین سیدنا المصلح الموعود کا پیغام پڑھ کر سنایا جو یہ تھا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

برادران جماعت احمدیہ مقیم قادیان!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

۱۹۱۲ء میں جب میں حج کے لئے گیا تھا تو حج سے واپسی ایام دسمبر میں ہوئی تھی۔ جہاز دو دن لیٹ ہو گیا اور میں جلسہ میں شمولیت سے محروم رہا۔ اس کو پورے پینتیس ۳۵ سال ہو گئے۔ آج پورے ۳۵ سال کے بعد پھر اس سال کے جلسہ میں شامل ہونے سے محروم ہوں۔ ہم قادیان کے جلسہ کی یادگار میں باہر بھی جلسہ کر رہے ہیں۔ لیکن اصل جلسہ وہی ہے جو کہ قادیان میں ہو رہا ہے اور پورے چالیس ۴۰ سال کے بعد پھر یہ جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہو رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں ہونے والا آخری جلسہ وہی تھا جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری سال میں ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد

پہلا جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہوا اور ۱۹۱۱ء سے جلسے مسجد نور میں ہونے شروع ہوئے اور گذشتہ سال تک دار العلوم کے علاقہ میں ہی جلسے ہوتے چلے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت آج پھر مسجد اقصیٰ میں ہمارا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے اس لئے نہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے مشتاقوں کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ بلکہ شمع احمدیت کے پروانے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے قادیان نہیں آ سکتے۔ یہ حالات عارضی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں پورا یقین ہے کہ قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مقام اور خدائے واحد لاشریک کا قائم کردہ مرکز ہے۔ وہ ضرور پھر احمدیوں کے قبضہ میں آئے گا اور پھر اس کی گلیوں میں دنیا بھر کے احمدی خدا کی حمد کے ترانے گاتے پھریں گے۔ جو لوگ اس وقت ہمارے مکانوں اور ہماری جائداد پر قابض ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا قبضہ قبضہ مخالفانہ ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ لوگ مجبور اور معذور ہیں وہ لوگ بھی اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں اور ان کی جائیدادوں سے انہیں بے دخل کیا گیا ہے۔ گو وہ ہمارے مکانوں اور ہماری جائدادوں پر جبراً قابض ہوئے ہیں مگر ان کے اس دخل کی ذمہ داری ان پر نہیں بلکہ ان حالات پر ہے جن میں سے ہمارا ملک گذر رہا ہے۔ اس لئے ہم ان کو اپنا مہمان سمجھتے ہیں۔ دوست آپ لوگ بھی انہیں اپنا مہمان سمجھیں ان سے بھی اور تمام ان شریف لوگوں سے بھی جنہوں نے ان فتنہ کے ایام میں شرافت کا معاملہ کیا ہے۔ محبت اور درگذر کا سلوک کریں اور جو شریر ہیں اور انہوں نے ہمارے احسانوں کو بھلا کر ان فتنہ کے ایام میں چوروں اور ڈاکوؤں کا ساتھ دیا ہے آپ لوگ ان کے افعال سے بھی چشم پوشی کریں۔ کیونکہ سزا دینا یا خدا تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہے یا حکومت کے سپرد کیا ہے اور حکومت آپ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اور لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر حکومت اپنا فرض ادا کرے گی تو وہ خود ان کو سزا دے گی۔ بہر حال یہ آپ لوگوں کا یا ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم حکومت کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ خدائے واحد لاشریک کے سامنے رعایا بھی اور حاکم بھی پیش ہوں گے اور ہر ایک اس کے سامنے اپنے کاموں کا جواب دہ ہو گا۔ پس خدا کے حکم کے ماتحت اس حکومت کے فرمانبردار رہو جس حکومت میں تم بستے ہو۔ یہی احمدیت کی تعلیم ہے جس پر گذشتہ ستاون سال سے ہم زور دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ تعلیم آج کل کے حالات سے بدل نہیں سکتی۔ اور نہ آئندہ کے حالات کبھی بھی اسے بدل سکتے ہیں۔ دنیا میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس تعلیم پر عمل نہ کیا جائے کہ ہر ملک میں بسنے والے اپنی حکومت کے فرمانبردار رہیں اور اس کے قانون کی پابندی کریں۔ کوئی اس تعلیم کو مانے یا نہ مانے احمدی جماعت کا فرض ہے کہ ہمیشہ اس تعلیم پر قائم رہے۔ ملک کے قانون کے ماتحت اپنے حق مانگنے منع نہیں۔ لیکن قانون توڑنا اسلام میں جائز نہیں۔ میں نے سنا ہے کہ بعض غیر مسلموں نے میری ایک تقریر کے بعض فقرات کو بگاڑ کر قادیان میں اشتہار دیا کہ میں نے کہا ہے کہ تمام ہندوستان کے احمدیوں

کو آزاد کشمیر کی گورنمنٹ کی امداد کرنا چاہیئے ۔ اور جنگ میں اُن کا ساتھ دینا چاہیئے ۔ میری اس تقریر میں جنگ کا کوئی ذکر نہیں تھا بلکہ سردی میں ٹھٹھرنے والے لوگوں کے لئے کپڑے کی امداد کا ذکر تھا ۔ اسی طرح ہندوستان کے احمدیوں کا کوئی ذکر نہیں تھا ۔ بلکہ پاکستان میں رہنے والے لوگوں سے خطاب تھا ۔ اور جیسا کہ میں اُوپر بتا چکا ہوں احمدیت کی یہ تعلیم ہے کہ جس حکومت میں کوئی رہے اس کی اطاعت کرے ۔ پاکستان کے احمدی پاکستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان کے احمدی ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے ۔ اسی طرح جس طرح پاکستان کے رہنے والے ہندو پاکستان کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان میں رہنے والے عام مسلمان ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے ۔ یہی وہ بات ہے جس کی پاکستان کے لیڈر ہندوستان کے مسلمانوں کو تلقین کر رہے ہیں اور یہی وہ بات ہے جس کو ہندوستان کے لیڈر پاکستان کے ہندوؤں کو سمجھا رہے ہیں ۔ اگر ہندوستان کے بعض باشندے اپنے چوٹی کے لیڈروں کی بات بھی نہیں سمجھ سکتے تو وہ میری بات کس طرح سمجھ سکتے ہیں ۔ پس تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور احمدیت کی اس نصیحت پر ہمیشہ کاربند رہو کہ جس حکومت میں رہو اس کے فرمانبردار رہو ۔

میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں ۔ جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اسے رد نہیں کر سکتی اور خدا کے حکم کو انسان بدل نہیں سکتا ۔ سو تسلی پاؤ اور خوش ہو جاؤ ۔ اور دعاؤں اور روزوں اور انکساری پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دلوں میں پیدا کرو کہ کوئی مالک اپنا گھوڑا بھی کسی ظالم سائیس کے سپرد نہیں کرتا ۔ اسی طرح خدا بھی اپنے بندوں کی باگ ان ہی کے ہاتھ میں دیتا ہے جو بخشتے ہیں اور چشم پوشی کرتے ہیں اور خود تکلیف اٹھاتے ہیں تاکہ خدا کے بندوں کو آرام پہنچے ۔ ہر ایک مغرور، خود پسند اور ظالم عارضی خوشی دیکھ سکتا ہے مگر مستقل خوشی نہیں دیکھ سکتا ۔ پس تم نرمی کرو اور عفو سے کام لو اور خدا کے بندوں کی بھلائی کی فکر میں لگے رہو ۔ تو اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں حاکموں کے دل بھی ہیں وہ ان کے دلوں کو بدل دے گا اور حقیقتِ حال ان پر کھول دیگا یا ایسے حاکم بھیج دیگا جو انصاف اور رحم کرنا جانتے ہوں ۔ تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا ہے اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب و احترام سے لیں گی اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا ۔ اپنی آنکھیں نیچی رکھو لیکن اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند کرو ۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۔

خاکسار مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی) ۲۳ دسمبر ۱۹۴۷ء "[۵]

۵ : ۔ مکتوبات اصحاب احمد جلد اول صفحہ ۴۴-۴۶ (مرتبہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم ۔ اے) ۔

حضرت امیر المومنین کے اس رُوح پرور اور درد انگیز پیغام نے جہاں درویشوں کے اندر ایک نئی روح پھونک دی وہاں حضور کے رُخ انور کی زیارت اور حضور کی مجلس علم و عرفان اور پاک اور مقدس کلمات سے محرومی کا تکلیف دہ احساس یکا یک بڑھ گیا اور مسجد اقصیٰ آہ و بکا، گریہ وزاری اور کرب والم کا ایک زہرہ گداز منظر پیش کرنے لگی۔

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب پیغام پڑھ چکے تو آپ کی استدعا پر صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نے غم رسیدہ درویشوں کے ساتھ نہایت درد اور الحاح اور تضرع اور ابتہال سے ایک لمبی اور پُرسوز دُعا کرائی۔

دُعا کے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی نے ½ ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک "ذکر حبیب" کے موضوع پر تقریر کی۔ جو سالانہ جلسہ پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا ہمیشہ محبوب موضوع ہوتا تھا۔ اس تقریر کے بعد اجلاس اوّل ختم ہوا۔

اجلاس دوم۔

صدر جلسہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے دوسرے اجلاس سے قبل فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سالانہ جلسہ کو حج کے عالمگیر اجتماع سے تشبیہ دی ہے اور حج کی نسبت ارشاد ربانی ہے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (بقرہ ع ۲۵)۔ حج (کے ایام) میں نہ تو کوئی شہوت کی بات نہ کوئی نافرمانی اور کسی قسم کا جھگڑا کرنا جائز ہوگا۔ سو ان خاص ایام میں ہمیں بھی ان باتوں سے پرہیز واجب ہے۔ اس اصولی ہدایت کے بعد مولوی غلام احمد صاحب ارشد مولوی فاضل نے دلکش، دلآویز اور وجد انگیز آواز سے سورہ یوسف (رکوع ۴-۵) میں سے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ سے اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ تک کی آیات کی تلاوت فرمائی۔ آپ کے بعد حافظ عبدالرحمٰن صاحب پشاوری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور نظم ؎

اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے

نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ ازاں بعد پہلے مولوی شریف احمد صاحب امینی سابق مدرس مدرسہ احمدیہ نے باون منٹ تک "خصوصیاتِ اسلام" کے عنوان پر اور پھر مولوی عبدالقادر صاحب احسان نے پچیس منٹ تک "زمانہ روحانی مصلح کا متقاضی ہے" کے عنوان پر تقریریں کیں۔ یہ اجلاس چار بجکر دو منٹ پر اختتام پذیر ہوا۔

۲۷ رفتح/دسمبر (اجلاس اوّل)

اس روز پہلا اجلاس بھی حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ سب سے قبل آپ نے حاضرین سمیت دُعا فرمائی۔ پھر عبدالرحمٰن صاحب فانی بنگالی نے سورہ بقرہ ع ۱۹ کی ابتدائی پانچ آیات کی تلاوت کی۔ پھر میر رفیع احمد صاحب گجراتی نے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی مقبولِ عام نظم "عليك الصلوٰة عليك السلام"

سنائی۔ پھر دس بجکر سینتالیس منٹ سے ساڑھے گیارہ بجے تک مولوی غلام مصطفیٰ صاحب فاضل بدوملہوی نے نہایت عمدگی سے "حضرت مسیح موعود کے کارنامے" کے عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پھر مولوی غلام احمد صاحب ارشد نے "قرآن مجید کی پیشگوئیاں اس زمانہ کے بارہ میں" کے موضوع پر سوا بارہ بجے تک فاضلانہ تقریر کی۔ آپ کے بعد بشیر احمد صاحب گوجرانوالہ نے متحدہ ہندوستان کے آخری سالانہ جلسہ ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء کے موقعہ کی حضرت مصلح موعود کی نظم ع "اللہ کے پیاروں کو تم کیسے بُرا سمجھے"۔ خوش الحانی سے سنائی۔ نظم کے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی نے عہد حاضر سے متعلق حضرت مسیح موعود کی بعض پیشگوئیاں بیان کیں۔ اس تقریر کے بعد اجلاس ملتوی ہوا۔ [۱]

اجلاس دوم۔

سب سے قبل مولوی غلام احمد صاحب ارشد نے سورہ یوسف ؑ کا پہلا رکوع تلاوت کیا۔ پھر حافظ عبدالرحمٰن صاحب پشاوری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک نظم پڑھی۔ ازاں بعد ملک صلاح الدین صاحب ایم کی مفصل تقریر "حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خدام کا غیر مسلموں سے سلوک" کے عنوان پر ہوئی۔ آپ کے بعد مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے ۵۸-۲ سے پون گھنٹہ تک تقریر فرمائی جس میں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم رواداری وغیرہ کے متعلق غیر مسلموں کی آراء کا بھی تذکرہ کیا۔

اس تقریر کے بعد جلسہ میں موجود ۲۳ ہندو سکھ دوستوں میں ارجن سنگھ صاحب عاجز ایڈیٹر اخبار "رنگین" امرتسر کی کتاب "سیر قادیان" کے نسخے تقسیم کئے گئے۔ اس کارروائی کے بعد بشیر احمد صاحب آف گوجرانوالہ نے حضرت امام ایدہ اللہ تعالیٰ کی نظم "تعریف کے قابل ہیں یا رب تیرے دیوانے" سنائی۔ پھر قریشی عبدالرشید صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ نے پچیس ۲۵ منٹ تک "تحریک جدید کے قیام کی اہمیت" پر تقریر کی۔ اور یہ اجلاس سوا چار بجے اختتام پذیر ہوا۔

۲۸ رفتح / دسمبر۔ (اجلاس اوّل)۔

حسب سابق یہ اجلاس بھی حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل کی صدارت میں شروع ہوا۔ سب سے پہلے آپ نے احباب سمیت دعا کی۔ پھر مولوی غلام احمد صاحب ارشد نے سورہ مریم کے دوسرے رکوع کی تلاوت کی۔ پھر جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب پشاوری نے نظم پڑھی۔ آپ کے بعد چوہدری سعید احمد صاحب بی۔اے نے

---

[۱]: ۔ الفضل ۶ رصلح / جنوری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵ (رپورٹ مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)۔

پونے گیارہ سے بیس منٹ تک "اصلاح نفس کے ذرائع" بیان کئے۔

پھر مولوی شریف احمد صاحب امینی نے "حکومت و رعایا کے باہمی تعلقات اسلام اور احمدیت کے نقطۂ نگاہ کے" کے موضوع پر پچیس منٹ تک ایک سیر حاصل تقریر کی۔ اس کے بعد یونس احمد صاحب اسلم نے اپنے والد ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم کی (سابق امیر المجاہدین ملکانہ کی) ایک نظم سُنائی۔

بعد ازاں سوا بارہ بجے سے پونے ایک بجے تک مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب نے "برکات دُعا" کے مضمون پر تقریر کی۔

اجلاس دوم۔

اس روز کا اجلاس دوم بشیر احمد صاحب آف گوجرانوالہ کی تلاوت سے شروع ہُوا۔ آپ نے سورہ الفتح کا آخری رکوع تلاوت کیا۔ پھر یونس احمد صاحب اسلم نے ایک نظم سُنائی۔ ازاں بعد مولوی غلام مُصطفےٰ صاحب بدوملہی نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب پر صبر اور توکل علی اللہ" کے موضوع پر دو بجکر پچیس منٹ سے تیس ۳۲ منٹ تک تقریر کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے مصائب پر صبر کے بہت سے سبق آموز واقعات سُنائے۔ اس کے بعد مکرم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء نے "ہمارا قادیان" کے عنوان پر تیئیس منٹ میں ایک بہت ہی دلچسپ اور ایمان افروز مقالہ پڑھا۔ جس میں قادیان کے آباد ہونے کی تاریخ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آباء کرام کے حالات انگریزوں کی حکومت سے قبل قادیان کے اُجڑنے کے واقعات اور ایک سکھ ریاست میں پناہ لینے۔ پھر قادیان میں واپسی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سے چند دیہات واپس ملنے کا ذکر کر کے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا مقصد تھا؟ ہمیں قادیان کیوں پیاری ہے؟ اور ہمارا حکومت سے اور غیر مسلموں سے کیا سلوک ہونا چاہیئے؟ اور کیا سلوک ہوگا؟ آپ کی تقریر کے بعد مولوی شریف احمد صاحب امینی نے حضرت امیر المومنین کا پیغام دوبارہ سُنایا۔

آخر میں حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ صدر جلسہ نے پھر حکام اور غیر مُسلم سامعین اور مقررین اور احمدی حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور حکام کو جماعت کی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے بتایا کہ جب کوئی غیر مسلم نہیں کہہ سکتا کہ قادیان میں اپنی اکثریت کے زمانہ میں ہم نے اس کی عزت، مال اور جان پر کبھی ہاتھ ڈالا ہو تو اب جبکہ ہم نہایت اقلیت میں ہیں ہم سے انہیں کیا خوف ہو سکتا ہے؟ نیز وعدہ کیا کہ ہم نے بسنے والے غیر مسلموں سے بھی ہمیشہ اپنی طاقت کے مطابق حُسنِ سلوک کریں گے۔ کیونکہ وہ ہمارے مہمان ہیں۔ پھر آپ نے حضرت امیر المومنین

المصلح الموعود اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے احباب کو سلام پہنچایا۔ نیز فرمایا کہ اس موقعہ پر ہمارا پیارا امام دُعا کرایا کرتا تھا۔ اب وہ تو ہم میں موجود نہیں لیکن اس کے دو عزیز موجود ہیں۔ مکرم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نے میری درخواست پر جلسہ کے افتتاح کے موقعہ پر دُعا کرائی تھی۔ اب میں مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کی خدمت میں آخری دُعا کرانے کی تحریک کرتا ہوں۔ اس پر صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب نے نہایت رقت اور آہ و زاری کے ساتھ قریباً دس منٹ تک دُعا کرائی جس کے بعد یونس احمد صاحب اسلم اور میر رفیع احمد صاحب نے نظمیں سنائیں اور عہدِ درویشی کا یہ پہلا سالانہ جلسہ چار بج کر اکیس منٹ پر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ الحمد للہ۔"[1]

لاہور میں مجلس مشاورت اور ظلّی جلسہ سالانہ کے انعقاد کا فیصلہ

اصل جلسہ سالانہ تو وہی تھا جو مرکز احمدیت قادیان میں حسب دستور ہوا مگر حضرت سیدنا المصلح الموعود نے خدائی تحریک کی بناء پر ۱۲ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ میں اس فیصلہ کا اعلان فرمایا کہ جلسہ قادیان کے علاوہ ۲۶ فتح/دسمبر کو نمائندگان جماعت کی مشاورت ہوگی اور ۲۷-۲۸ فتح/دسمبر کو لاہور میں جماعت احمدیہ کا ظلّی جلسہ سالانہ ہوگا۔[2]

اس سلسلہ میں حضور نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ:۔

(۱) "اس جلسہ پر عورتوں کو آنے کی اجازت نہیں ہوگی سوائے اُن کے جن کے رشتہ داروں نے اپنے طور پر یہاں رہائش اور خوراک وغیرہ کا انتظام کیا ہؤا ہو۔"

(۲) اس جلسہ پر صرف دو ہزار مہمانوں کا (جن میں نمائندگان شوریٰ بھی شامل ہوں گے) انتظام کیا جائیگا۔

بعد ازاں حضور نے مختلف جماعتوں اور حلقوں کے لئے حسب ذیل کوٹا مقرر فرمایا:۔

مشرقی پاکستان۔ ہندوستان بشمول حیدرآباد دکن ۱۰۰، حلقہ سیالکوٹ ۳۱۰، حلقہ شیخوپورہ ۱۰۰، حلقہ گوجرانوالہ ۱۰۰، حلقہ لائل پور ۱۸۲، حلقہ جھنگ ۱۰۰، حلقہ سرگودھا ۲۵۰، حلقہ گجرات ۲۵۰، حلقہ جہلم ۶۰، حلقہ راولپنڈی کیمبل پور ۱۴۰، حلقہ ڈیرہ غازیخان ۱۳، حلقہ سرحد ۷۰، حلقہ ملتان معہ بہاولپور ۱۴۵، حلقہ منٹگمری ۵۰، حلقہ سندھ معہ کوئٹہ بلوچستان ۱۰۰۔[3]

---

[1] :۔ الفضل ۷ صلح/جنوری ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۶۔

[2] :۔ الفضل ۱۶ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۵۔

[3] :۔ الفضل ۱۴ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۳۔

۳۔ دو ہزار کی اس معینہ تعداد کے علاوہ جو احباب لاہور میں اپنی رہائش اور خوراک کا خود انتظام کر سکتے ہوں وہ جلسہ میں شریک ہونے کے لئے آسکتے ہیں۔ [۵۱]

مجلس مشاورت

چنانچہ حضرت مصلح موعود کے فیصلہ کے مطابق ۲۶ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء ہش کو رتن باغ میں مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ مجلس مشاورت کے اس غیر معمولی اجلاس کا ایجنڈا حسب ذیل تھا:۔

۱۔ آمد کا کیا انتظام کیا جائے؟

۲۔ تبلیغ کے لئے کیا ذرائع استعمال کئے جائیں؟

۳۔ پناہ گزینوں کو کس طرح منظم کیا جائے۔ تا وہ جماعتوں سے کٹ کر سست نہ ہو جائیں؟

۴۔ قادیان کی حفاظت کے متعلق کیا تدابیر اختیار کی جائیں؟

۵۔ جماعتی تنظیم اور ترقی کے متعلق تجاویز۔

اس اجلاس میں بھی سابقہ منتخب نمائندے ہی شامل ہوئے۔ البتہ یہ اجازت دیدی گئی کہ جو منتخب نمائندے شامل اجلاس نہ ہو سکیں ان کی جگہ دوسرے نمائندوں کا انتخاب فوری طور پر کر لیا جائے۔ [۵۲]

اس مشاورت کی روداد کا خلاصہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے الفاظ میں درج کرنا مناسب ہوگا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے کو بذریعہ مکتوب اطلاع دی کہ:۔

"کل لاہور میں مشاورت کا خاص اجلاس تھا جو رتن باغ کے ہال یعنی ہماری موجودہ نمازگاہ میں منعقد ہوا۔ سب لوگ فرشوں پر بیٹھے۔ البتہ حضرت صاحب کے لئے میز اور کرسی تھی اور لاؤڈ سپیکر کا انتظام بھی تھا۔ جماعت کے مستقبل کے متعلق اہم امور کے بارے میں مشورہ ہوا۔ مثلاً جماعت کی مالی حالت کو مضبوط بنانا، مشرقی پنجاب سے آئے ہوئے احمدی پناہ گزینوں کی تنظیم، تبلیغ کی توسیع اور قادیان کی آبادی وغیرہ کے متعلق ضروری مشورہ کیا گیا۔ حضرت صاحب نے اس اجلاس میں دوبارہ اس اصول کو تاکید کے ساتھ بیان فرمایا کہ جہاں پاکستان کے احمدیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ حکومت پاکستان کے وفادار رہیں اور اس کی مضبوطی اور ترقی کے لئے کوشش کریں۔ وہاں انڈین یونین میں رہنے والے احمدیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ انڈین یونین کے وفادار رہیں۔" [۵۳]

۵۱:۔ الفضل ۱۶ فتح/دسمبر و ۱۴ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء ہش ؛ ۵۲:۔ الفضل ۱۷ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء ہش صفحہ ۳ ؛

۵۳:۔ مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۹۶۔ (مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے) ؛

لاہور کے ظلّی جلسہ میں حضرت مصلح موعود کا پُرمعارف افتتاحی خطاب

مشاورت کے بعد پروگرام کے مطابق ۲۷ ماہ فتح / دسمبر کو جماعت احمدیہ کا ظلّی جلسہ جودھامل بلڈنگ متصل رتن باغ لاہور کے ایک وسیع میدان[1] میں اپنی مخصوص شان کے ساتھ شروع ہوا۔ اس روز دس بجے کے قریب سیّدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود اسٹیج پر رونق افروز ہوئے اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ آج کا جلسہ غیر معمولی حالات میں منعقد ہو رہا ہے۔ گذشتہ سال قادیان میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کوئی احمدی یہ قیاس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اگلے جلسے کے موقعے پر ہم اپنے مرکز سے محروم ہوں گے اور ہمیں کسی اور جگہ پر اپنا جلسہ کرنا پڑے گا۔ جگہوں کے لحاظ سے تو ساری جگہیں ہی ایک جیسی حیثیت رکھتی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدًا یعنی میرے لئے ساری زمینیں مسجد بنا دی گئی ہیں اگر ہر جگہ ہی خدا کی سجدہ گاہ بن سکتی ہے تو وہ مومن کے لئے جلسہ گاہ بھی بن سکتی ہے۔ لیکن بہر حال عادتیں تعلقات اور محبتیں ضرور قلب پر اثر ڈالنے والی چیزیں ہیں۔ اور ہر چیز انسان کو عجیب معلوم ہوتی ہے۔ اگر کرائے کا ایک مکان بھی تبدیل کیا جائے تو تکلیف ہوتی ہے اگر کوئی شخص اپنی ملکیت کا مکان بھی خود اپنی مرضی سے فروخت کرتا ہے تو اُسے بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے تو پھر وہ جگہ چھوڑنے پر کیوں تکلیف محسوس نہ ہو جو ہماری نگاہ میں مقدّس تھی، جو ہمارے نزدیک روحانی ترقی کا ذریعہ تھی جو ہمارے نزدیک دین کی اشاعت اور تبلیغ کا مرکز تھی اور جس سے ہمیں جبری طور پر اور ایسے طور پر محروم کر دیا گیا ہے کہ جب تک وہاں کے حالات پھر پلٹا نہ کھائیں ہم آسانی سے وہاں نہیں جا سکتے۔ یہ چیز تکلیف دہ تو ضرور ہے اس سے دل مجروح تو ضرور ہوتے ہیں لیکن مومن ہاں وہ سچا مومن جو محض سُن سُنا کر خدا پر ایمان نہیں لاتا بلکہ جس کا ایمان پورے یقین اور وثوق پر مبنی ہے وہ جانتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ یہ تغیّر ایک عارضی تغیّر ہے اسے خوب معلوم ہے کہ قادیان میری چیز ہے وہ میری ہے کیونکہ میرے خدا نے وہ مجھے دی ہے۔ گو آج ہم قادیان نہیں جا سکتے گو آج ہم اس سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان اور ہمارا یقین ہمیں بار بار کہتا ہے کہ قادیان ہمارا ہے وہ احمدیت کا مرکز ہے اور ہمیشہ احمدیت کا مرکز رہے گا (انشاء اللہ) حکومت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی بلکہ حکومتوں کا کوئی مجموعہ بھی ہمیں مستقل طور پر قادیان سے محروم نہیں کر سکتا۔ اگر زمین ہمیں قادیان لے کر نہ دے گی تو ہمارے خدا کے فرشتے آسمان سے اتریں گے اور

---

[1] ؛۔ جلسہ گاہ ۲۲۰×۱۵۰ فٹ کے رقبہ میں بنایا گیا تھا۔ چاروں طرف بہتر[2] گیلریاں تھیں اور وسط میں شامیانہ کے نیچے سٹیج تھی۔ اب اس وسیع میدان پر دکانیں تعمیر ہو چکی ہیں۔

ہمیں قادیان لے کر دیں گے (نعرہ ہائے تکبیر) اور جو طاقت بھی اس راہ میں حائل ہوگی وہ پارا پارا کر دی جائے گی وہ نیست و نابود کر دی جائے گی۔ قادیان خدا نے ہمارے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اس لئے وہ ہمیں آپ قادیان لے کر دے گا (انشاء اللہ) پس ہمارے دل غمگین نہ ہوں تم پر افسردگی طاری نہ ہو کہ یہ کام کا وقت ہے اور کام کے وقت میں افسردگی اچھی نہیں ہوتی۔ بلکہ کام کے وقت میں ہم میں نئی زندگی اور نئی روح پیدا ہو جانی چاہیئے۔ ہمارے بوڑھے، جوان ہو جانے چاہئیں اور ہمارے جوان پہلے سے بہت زیادہ طاقتور ہو جانے چاہئیں۔ ہم مذہبی لوگ ہیں حکومتوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا کام دلوں کو فتح کرنا ہے نہ کہ زمینوں کو۔ ہمارا یہ کام دوسرے کاموں سے بہت زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ پس ہمیں دوسروں کی نسبت زیادہ ہمت اور قربانی کرنی چاہیئے۔ آؤ ہم اپنے رب کے حضور دعا کرتے ہوئے یہ التجا کریں کہ اے ہمارے رب! ہمارے دلوں، ہمارے جسموں اور ہمارے سامانوں کی کمزوری اور قلت کو تو خوب جانتا ہے۔ ہم ہر طرح بے کس، بے بس اور ناتواں ہیں۔ ہمارے پاس تیرے حضور پیش کرنے کے لئے ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے ہمارا ٹوٹا پھوٹا کمزور، ناقص اور کرم خوردہ ایمان۔ ہم تیری محبت کے اس نقطے کا واسطہ دیکر جو اس پر موجود ہے اس ایمان کو تیرے حضور پیش کرتے ہیں۔ تو ہم پر رحم فرما۔ ہمارے مردہ ایمانوں کو زندہ کر اور ہمیں ہمارے مقصد میں کامیاب فرما۔ اے ہمارے رب تیرے سب بندے ہمارے بھائی ہیں۔ خواہ وہ پاکستان میں رہتے ہیں یا ہندوستان میں۔ خواہ وہ ایشیا میں رہتے ہیں یا یورپ میں۔ خواہ وہ ہمارے کتنے ہی دشمن ہوں تو ان کے متعلق ہمارے دلوں کے کینے اور بغض کو نکال دے اور ان کے دلوں میں دین سے بے رغبتی کی جگہ اپنی محبت پیدا فرما دے اور ہمیں ہمارے مقاصد میں کامیاب کر تا تیری بادشاہت اسی طرح زمین میں بھی قائم ہو جائے جس طرح کہ وہ آسمان پر ہے۔ اس پُر معارف خطاب کے بعد حضور نے دعا فرمائی اور واپس رتن باغ تشریف لے گئے۔ [1]

دوسرے بزرگوں اور فاضل مقرروں کی اہم تقریریں

حضور کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین آف حیدر آباد دکن کی صدارت میں بالترتیب مندرجہ ذیل بزرگوں اور فاضل مقرروں کی تقریریں ہوئیں:۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب (ذکر حبیب۔ حضرت مسیح موعودؑ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت)۔

الحاج مولوی محمد سلیم صاحب۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں)۔

---

[1] :۔ الفضل ۲۸ر دسمبر ۱۹۴۷ء ص ۱-۲ ؎

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب - (انشورنس اور بنکنگ کے متعلق اسلامی نظریہ)۔

قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری - (اناجیل کی حیثیت)۔

حضرت مصلح موعود کا دوسرا ولولہ انگیز خطاب

مندرجہ بالا تقریروں کے بعد حضرت مصلح موعود نے ظہر و عصر جلسہ گاہ میں پڑھائی - اسکے بعد ظلّی جلسہ کا دوسرا اجلاس شروع ہوا سب سے پہلے ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے تلاوت کی اور مکرم محمد صدیق صاحب ثاقب زیروی نے حضور کی تازہ نظم نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی - اس نظم کے چند اشعار یہ تھے :-

دردِ نہاں کا حال کسی کو سنائیں کیا ۔۔۔ طوفان اُٹھ رہا ہے جو دل میں بتائیں کیا

دامن تہی ہے، فکر مشوّش، نگہ غلط ۔۔۔ آئیں تو تیرے در پہ مگر ساتھ لائیں کیا

اپنا ہی سب قصور ہے اپنی ہے سب خطا ۔۔۔ الزام اُن پہ ظلم و جفا کا لگائیں کیا

اس نظم کے بعد حضرت مصلح موعود نے حالات حاضرہ کے متعلق ایک نہایت ولولہ انگیز اور پُرجوش تقریر فرمائی - ابتدا میں حضور نے فرمایا جن حالات کی وجہ سے لاکھوں مسلمانوں کو مشرقی پنجاب اور اسکے ملحقہ علاقوں سے پاکستان میں آنا پڑا - اور لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کو پاکستان سے نکل کر ہندوستان کی طرف جانا پڑا ان کی وجہ سے لازماً طبائع میں بار بار یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا؟ اور یہ کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا چاہیئے؟ ہماری جماعت کے قلوب میں بھی لازماً یہی جذبات پیدا ہوتے ہوں گے اسلئے میں انہیں کے متعلق آج کچھ کہنا چاہتا ہوں -

موجودہ حالات مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں - اسکے بعد حضور نے فرمایا - اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام خدا کا مذہب ہے - اور اگر یہ درست ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں جن کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آسکتی اور جس کے بعد کوئی ایسا حاکم نہیں آسکتا جو آپ کے کسی حکم کو بدلے - اور اگر یہ صحیح ہے کہ آپ کی بادشاہت قیامت تک جاری ہے تو پھر لازماً ہمیں ماننا پڑیگا کہ اسلام کی ترقی اور تنزل میں خدا کا ہاتھ ہے اور یہ کہ حالات خواہ کچھ بھی ہوں خواہ وہ حالات خدا کی طرف سے بطور سزا کے ہوں یا بطور تنبیہہ - بہرحال اس میں خدا کی طرف سے کوئی نہ کوئی پہلو بھلائی کا ضرور مخفی ہو گا - اگر ہم اپنا یہ نقطۂ نگاہ بنالیں - کہ بھلائی کا وہ مخفی پہلو کیا ہے اور اسسے ہم کس طرح فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؟ تو یقیناً ہمارا مستقبل ماضی سے زیادہ شاندار اور روشن ہو سکتا ہے - بیشک مسلمانوں پر بڑی بھاری تباہی آئی - پانچ چھ لاکھ مسلمان مارے گئے اور پانچ چھ

لاکھ کو جبراً مرتد بنایا گیا۔ لیکن اصل چیز تباہ کرنے والی مایوسی ہوتی ہے۔ اگر حوصلہ اور امید قائم ہے تو یہ تعداد کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر پچاس کروڑ میں سے دس بارہ لاکھ نکل گئے تو اس سے بھلا کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مثال دیکھو۔ کہ سات سو کی تعداد تک پہنچ جانے کے بعد وہ یہ کہتے تھے۔ کہ اب کوئی طاقت ہمیں تباہ نہیں کر سکتی۔ پس مرنے یا جائداد کے نقصان کا سوال ہی نہیں ہے۔ اصل چیز ایمان ہے۔ اگر ایمان موجود ہے تو پھر اگر پچاس کروڑ ننانوے لاکھ مسلمان بھی مارے جائیں تو پھر بھی مسلمان مٹ نہیں سکتے۔ وہ ضرور بڑھیں گے اور ترقی کریں گے۔ اور اگر یہ حالات خدا نے ہماری کسی غفلت کی بناء پر بطور سزا وارد کئے ہیں۔ تو پھر بھی ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کوئی شخص بھی اپنے عزیز کو تباہ کرنے کے لئے سزا نہیں دیا کرتا۔ بلکہ اُسے ہوشیار کرنے کیلئے سزا دیا کرتا ہے۔ پس اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور اسلام خدا کا مذہب ہے تو پھر ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ تکلیف ہمیں بیدار کرنے کیلئے دی گئی ہے۔ نہ کہ تباہ کرنے کے لئے۔

حضور نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ پس یہ غمگین اور رنجیدہ ہونے کا وقت نہیں۔ تم بھلا دو ان چیزوں کو جو دلوں کو افسردہ اور ہمتوں کو پست کرنے والی ہوں۔ اور یاد رکھو کہ دوست کی طرف سے اگر سختی بھی ہو تو وہ بھلائی کے لئے ہوتی ہے نہ کہ سختی کے لئے۔ اور اگر یہ نہ بھی ہو تو جس خدا سے ہم نے اب تک اتنے آرام حاصل کئے اور اتنے میٹھے لقمے کھائے ہیں۔ وہ ایک کڑوا لقمہ بھی دیدے تو کیا حرج ہے۔ اگر ہم اس پر بُرا منائیں تو یہ ہماری ہی بڑی بے حیائی اور بے شرمی ہوگی۔ کن وجوہ کی بناء پر یہ حالات پیدا ہوئے۔ اصل چیز جو ہمارے لئے قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ہماری کن غفلتوں کی وجہ سے یہ حالات پیدا ہوئے اور اس کا علاج کیا ہے؟ اس سلسلہ میں حضور نے بتایا کہ تنظیم کی کمی اور بروقت احتیاطی تدابیر اختیار نہ کرنے کی وجہ سے یہ حالات پیدا ہوئے۔ مسلمان اربوں ارب روپیہ چھوڑ کر آئے ہیں۔ اگر وہ اپنی جائداد کا ایک فی صدی حصہ بھی اپنی اجتماعی حفاظت اور تنظیم پر خرچ کرتے تو یہ حالات کبھی پیدا نہ ہوتے۔ حضور نے فرمایا۔ اب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ اوّل تو مسلمانوں کو بھاگنا نہیں چاہیئے تھا۔ لیکن اگر وہ بھاگتے بھی تو انہیں بجائے پاکستان کی طرف آنے کے دہلی کی طرف جانا چاہیئے تھا۔ اگر وہ ادھر رُخ کرتے تو یقیناً موجودہ حالات پیدا نہ ہوتے۔ بلکہ دہلی کے نواح میں مسلمانوں کی طاقت مجتمع ہو جاتی۔ اور چونکہ وہاں تمام بیرونی ممالک کے نمائندے موجود ہوتے ہیں۔ اس لئے حکومت دہلی کے قرب میں اس قسم کے حالات پیدا کرنے سے یقیناً ہچکچاتی۔ جیسے مشرقی پنجاب میں نمودار ہوئے۔ کیونکہ اس سے اسکی بیرونی ممالک میں بدنامی ہوتی۔

حضور نے مشرقی پنجاب سے آنیوالے احمدیوں کو بالخصوص اور عام مسلمانوں کو بالعموم یہ نصیحت فرمائی کہ انہیں واپس اپنے اپنے

مقامات پر جانیکا خیال ہرگز بھولنا نہیں چاہیئے ۔ وہاں ہمارے اسلاف کی بنائی ہوئی مسجدیں اور مقابر ہیں ۔ انہیں یونہی چھوڑ دینا بے غیرتی ہے ۔ کہ ہمیں اُٹھتے بیٹھتے ۔ چلتے پھرتے ہر وقت وہاں جانے کیلئے تیار رہنا چاہیئے اور اس کیلئے ایک دوسرے کو تحریک کرتے رہنا چاہیئے ۔ حضور نے مسلمانوں کے حق میں پیدا ہونیوالے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ۔ اب مسلمانوں پر ہونیوالے دردناک مظالم دنیا پر اتنے واضح ہو چکے ہیں کہ آئندہ انڈین یونین آسانی سے اس کا اعادہ نہیں کر سکتی ۔ اب اگر ایسا ہوا تو دُنیا کے بڑے بڑے ممالک فوراً حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنے اپنے نمائندے بھیج دیں گے ۔ اس سلسلے میں حضور نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ کسی ایک ضلع کے مسلمانوں کو تنظیم کے ساتھ واپس مشرقی پنجاب میں جانے کا فیصلہ کرنا چاہیئے ۔ پہلے انہیں دیگر ممالک میں بھی اور انڈین یونین کے سامنے بھی یہ بات واضح کر دینی چاہیئے کہ وہ انڈین یونین کے وفادار رہیں گے ۔ لیکن برابر کے شہری حقوق لیں گے ۔ وہ صرف اپنی ذاتی جائدادوں پر جا کر قابض ہوں گے اور یہ کہ وہ بغیر ہتھیار کے جائیں گے ۔ اور اگر وہ یہ امور واضح کر کے کسی معین تاریخ کو مشرقی پنجاب میں داخل ہو جائیں تو یقیناً دُنیا کے بہت سے ممالک کے نمائندے یہ دیکھنے کیلئے آجائیں گے کہ انڈین یونین ان سے کیسا برتاؤ کرتی ہے اور ان نمائندوں کی موجودگی میں حکومت آسانی سے مسلمانوں کے ساتھ ظلم کا برتاؤ نہیں کر سکتی ۔ حضور نے فرمایا کہ اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنے دشمن کے متعلق بھی دلوں سے کینہ اور بغض نکال دینا چاہیئے ۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ تم حالات کو درست کرنے سے غافل ہو جاؤ ۔ تمہیں اس وقت اطمینان کا سانس نہیں لینا چاہیئے جبتک کہ چالیس پچاس ہزار اغوا شدہ عورتوں کو واپس ان کے گھروں میں نہ پہنچا دو ۔ یاد رکھو کہ مشرقی پنجاب کے گوشے گوشے سے مسلمان عورتیں تمہیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اے مسلمانو اگر تمہارے دل میں کچھ غیرت ہے تو آؤ اور ہمیں چھڑاؤ ۔

حضور نے انڈین یونین میں رہنے والے مسلمانوں کو بالعموم اور احمدیوں کو بالخصوص یہ مشورہ دیا کہ اب جبکہ پاکستان کے لیڈروں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اور ہندوستان کے لیڈروں نے پاکستان کے غیر مسلموں کو اپنی اپنی حکومت کا وفادار رہنے کا مشورہ دیا ہے ۔ یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کے مسلمان وہاں کی ایسی سیاسی پارٹیوں میں شامل ہو جائیں جن میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کر سکیں ۔ اس وقت انڈین یونین میں دو پارٹیاں ہیں ۔ ایک پارٹی مہاسبھا کی طرف جھک رہی ہے ۔ اور دوسری پارٹی کانگرس ہے ۔ وہ چونکہ سالہا سال سے غیر مذہبی اور جمہوری پارٹی ہونے کا اعلان کرتی رہی ہے اسلئے وہ مجبوراً اب بھی جمہوری اور غیر فرقہ وارانہ پارٹی ہونے کا اعلان کر رہی ہے ان دونوں پارٹیوں میں سخت رسہ کشی ہو رہی ہے ۔ چونکہ اس وقت بظاہر دوسری پارٹی کمزور ہے ۔ گو وہ برسراقتدار ہے ۔

اسلئے وہ مجبور ہے اس بات پر کہ اپنی طاقت کو دیگر عناصر کی مدد سے قائم رکھے۔ پس میرے نزدیک مسلمانوں کو اس پارٹی کا ساتھ دینا چاہیئے۔ اسکے موجودہ ظلم تعدی رک جائے گی اور آہستہ آہستہ طاقت کا توازن مسلمانوں کے ہاتھ میں آجائے گا۔

پس میرا مشورہ احمدیوں کو یہی ہے کہ انہیں اس پارٹی کا ساتھ دینا چاہیئے۔ ہاں ایک دو ماہ وہ انتظار کر سکتے ہیں۔ تاکہ ماسٹر محمد اسمٰعیل کنوینر انڈین مسلم لیگ کی طلب کردہ کانفرنس کے نتائج سامنے آجائیں۔ اگر انہوں نے کوئی ٹھوس تجویز پیش نہ کی تو پھر مسلمانوں کو کانگرس میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ اور فوراً شامل ہو جانا چاہیئے۔ ایک اور چیز جو فتنوں کو دبانے میں ممد ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ فسادات میں انڈین یونین کی جو بدنامی ہوئی ہے اسکی وجہ سے وہاں کے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے لیڈروں کے وقار کو بھی بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ خصوصاً چونکہ احمدی ہر علاقہ اور ہر ملک میں موجود ہیں اسلئے قادیان کے معاملہ میں انکی بڑی بدنامی ہوئی ہے اور قادیان ان کیلئے بھڑوں کا ایک ایسا چھتہ ثابت ہوا ہے جس کی وجہ سے ان کی حقیقت ساری دنیا میں کھل گئی ہے۔ اس بدنامی کی وجہ سے انہیں کچھ کچھ ہوش آرہی ہے اور انہیں مسلمانوں کو دوبارہ اپنی اپنی جگہ بسانے کا احساس ہو رہا ہے۔ حضور نے ہندوستان اور پاکستان میں بسنے والے احمدیوں کو تاکید فرمائی کہ وہ ہر حال اپنی اپنی حکومتوں کے وفادار رہیں۔ بشرطیکہ ان کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔ دونوں ڈومینینوں کے احمدیوں کو اپنی اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

حضور نے اس تجویز کا بھی ذکر فرمایا کہ ہر سال ہم ایک ایسا دن منایا کریں جبکہ ہر احمدی مرد عورت یہ اقرار کرے کہ وہ قادیان لیکر چھوڑیں گے۔ اور اس کیلئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اسی سلسلے میں دو کمیٹیاں بنا دیجائیں گی ایک ہندوستان کیلئے اور دوسری پاکستان کیلئے۔ یہ کمیٹیاں اپنے ملکی حالات کے ماتحت پروگرام وضع کریں گی۔ یہ گویا سال میں ایک دن ہوا کرے گا جبکہ قادیان کا معاملہ ساری دنیا کی نگاہوں کے سامنے آجایا کریگا۔ اور اسطرح یہ سوال اسوقت تک زندہ رکھا جائیگا جب تک کہ ہندوستان کی یونین قادیان ہمیں نہ دے دے۔ یا خدا کسی اور رنگ میں اپنا فیصلہ صادر نہ کرے۔

حضور نے دوران تقریر اس امر کی مذمت فرمائی کہ مشرقی پنجاب کے بعض لوگ بجائے کام کرنے کے یونہی ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ اور حکومت کے خلاف شکایات کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے مخفی جوہروں کو کام میں لانا چاہیئے اور محنت کر کے خود کام کرنا چاہیئے۔ یہ نہایت ذلیل ذہنیت ہے کہ ہم بجائے خود کام کرنے کے حکومت سے اپنی

اُمیدیں وابستہ رکھیں۔ حضور نے اِس سلسلے میں فرمایا کہ سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ سچے مسلمان بننے کی کوشش کرو۔ کہ یہی ہماری مشکلات کا علاج ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے پانچ ارکان توحید۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ پر عامل ہو جائے اور اپنے اندر ایک نیک تبدیلی پیدا کرے۔ مجھے تو شرم آتی ہے کہ میں ابھی احمدیوں کو ان باتوں کی طرف توجہ دلا رہا ہوں جن پر انہیں بہت پہلے عامل ہونا چاہیئے تھا۔ پانچ ظاہری خصوصیات کے بالمقابل پانچ باطنی خوبیاں بھی پیدا کرنی چاہئیں اور وہ یہ ہیں۔ سچ۔ انصاف۔ رحم۔ دیانت اور محنت۔ حضور نے ان پانچوں امور کی تشریح اور وضاحت کرنے کے بعد فرمایا وقت آگیا ہے کہ ہماری جماعت میں سے جو سُست ہیں اور ان امور پر عمل نہیں کرتے انہیں جماعت سے الگ کر دیا جائے اور آئندہ جماعت کے متعلق قوانین کی بنیاد ایسے امور پر رکھی جائے کہ ان امور میں غفلت کرنے والے جماعت میں نہ رہ سکیں گے۔ بیشک ایسا کرنے سے ہزاروں افراد نکل جائیں لیکن انکا نکلنا جماعت کیلئے ضعف کا موجب نہیں۔ بلکہ طاقت کا موجب ہوگا۔ پس جو لوگ ان امور پر عمل نہیں کرتے میں انہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ اگر وہ دین کے اصولوں کی پابندی نہیں کریں گے تو وہ اس جماعت میں شامل نہیں رہ سکتے۔ [1]

دوسرے دن کا پہلا اجلاس

۲۸ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کے پہلے اجلاس میں حسب ذیل تقریریں ہوئیں:۔

(۱) مولانا جلال الدین صاحب شمس (حضرت مسیح کے سفرِ کشمیر کا عیسائی دنیا پر اثر)

(۲) آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب (اسلامی نظام حکومت کا خاکہ)

(۳) مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب۔ (جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات)

(۴) حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے آکسن۔ (نوجوانانِ احمدیت سے خطاب)

دوسرے اجلاس میں حضرت مُصلح موعود کی معرکۃ الآراء تقریر

اِن اہم تقریروں کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے جلسہ گاہ میں ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائیں۔ اور پھر دوسرے اجلاس کی کارروائی شروع فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے تلاوت فرمائی۔ آپ کے بعد الحاج مولوی محمد سلیم صاحب نے حضور کی ایک تازہ عربی نظم خوش الحانی سے سنائی [2] اور تین بجے کے قریب حضرت امیر المومنین نے اپنی تقریر کا آغاز فرمایا۔ ابتداء میں حضور نے فرمایا کہ اس روز میں ہمیشہ علمی تقریر کیا کرتا ہوں اور آج بھی میرا ارادہ تقاریر کے سلسلہ کو جو سیرِ روحانی سے موسوم ہے جاری کرنے کا تھا مگر چونکہ یہاں مہمانوں کو رہائش کی سہولتیں میسر نہیں اسلئے میں لمبی تقریر نہیں کرتا۔ البتہ مختصر وقت میں بعض متفرق امور بیان کر دیتا ہوں تفسیر کبیر کی

---

[1] :۔ الفضل ۲۸ دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱-۲ ۔

[2] ۔ یہ نظم الفضل ۲ صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۳ پر شائع شدہ ہے۔

جلد جو اسوقت چھپ جانی چاہیئے تھی - قادیان سے یہاں منتقل ہو جانیکی وجہ سے معرضِ التواء میں پڑ گئی ہے - البتہ انگریزی قرآن کریم کے پہلے دس پارے چھپ گئے ہیں اور انکی جلد بندی ہو رہی ہے - اس موقعہ پر حضور نے حضرت مولوی شیر علی صاحب[۵] کی وفات پر اظہار افسوس کیا جنہوں نے ترجمہ وغیرہ کا کام نہایت محنت اور اخلاص سے کیا -

تعلیم :- حضور نے نوجوانوں کو تعلیم دلانیکی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ فتنہ فساد کی وجہ سے بہت سے طلباء کالجوں کے بند ہو جانے اور دیگر مشکلات کے حائل ہو جانے کی وجہ سے تعلیم چھوڑ چکے ہیں - بیشک مشکلات ضرور ہیں لیکن والدین کو مشکلات برداشت کر کے بھی ان کی تعلیم کو جاری رکھنا چاہیئے کیونکہ ہمارا مستقبل انہیں سے وابستہ ہے اور اگر آج ہم اس میں کوتاہی کریں گے تو آئندہ ہماری نسلیں - اولادیں فتح و کامرانی کا منہ نہیں دیکھ سکیں گی تعلیم ہر حال لازمی ہے اور یہ امر کہ کونسی تعلیم ہو یہ میں آپ لوگوں پر چھوڑتا ہوں - البتہ قرآن کریم کا ترجمہ اور حدیث وغیرہ کے ضروری مسائل جاننا ہر احمدی کا فرض ہے -

چندہ :- موجودہ حالات کی وجہ سے ہمارے چندوں پر بہت اثر پڑا ہے - کیونکہ اول تو مشرقی پنجاب کی جماعتیں نادار ہو گئی ہیں اور دوسرے مغربی پنجاب کے کثیر حصہ کو مہاجرین کا بوجھ اٹھانا پڑا ہے - لیکن اسکے باوجود ہم نے خدا کا کام کرنا ہے اور اس سلسلہ کے بوجھ کو اٹھانا ہے - اور اس بارہ میں مشاورت میں جو ہدایات میں نے دی ہیں ان پر عمل کیا جائے -

مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ :- مشرقی پنجاب سے آنیوالے مہاجرین کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ جتنی زمین مشرقی پنجاب میں چھوڑ آئے ہیں اس سے بہت زیادہ یہاں غیر مسلم چھوڑ گئے ہیں اگر ان کو علاقہ وار تقسیم کیا جاتا تو کوئی مشکل نہ ہوتی اور سب کو زمین مل جاتی - اب چونکہ ان کو بے تحاشا بھیجدیا گیا ہے - اس وجہ سے بہت سے نقائص واقع ہو گئے ہیں - ایک نقص تو یہ واقع ہوا ہے کہ زمینداروں نے کمیوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر زیادہ زمین حاصل کر لی - اور دوسرے ان کمیوں نے کسی دوسری جگہ جا کر اور زمین حاصل کر لی - تیسرے زمین کا بڑا حصہ پٹواریوں نے اپنے رشتہ داروں وغیرہ کیلئے ریزرو کر لیا ہوا ہے - چوتھے بعض لوگوں نے پٹواریوں سے مل کر ہندوؤں کی زمین اپنے نام لکھوالی ہے کہ وہ پچھلے سال سے ہی اس کی کاشت کر رہے تھے -

بہرحال موجودہ طریق تقسیم میں بہت سے نقائص ہیں - اگر اس کو بدل دیا جائے تو سب لوگوں کو تقسیم کرنے کے بعد کچھ زمین بچ بھی جائے گی -

---

[۵] :- حضرت مولانا شیر علی صاحب اور تقسیم ہند کے بعد ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء میں انتقال کرنیوالے دوسرے بزرگوں کا ذکر اگلی جلد میں ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کے بقیہ حالات کے ضمن میں آرہا ہے -

پاکستان کی ترقی ۔ فرمایا اس بات سے نہیں گھبرانا چاہیئے کہ اتنے زیادہ لوگ یہاں آگئے ہیں اور یہ کھائیں گے کہاں سے ۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ روزی صرف زراعت میں ہی نہیں ہے ۔ تجارت میں بھی ہے ۔ بلکہ زراعت کی بہت زیادہ اس لئے لوگوں کو زمینوں کے پیچھے پڑنے کی بجائے تجارت کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے ۔ اور ملک ہمیشہ تجارت سے ہی خوشحال ہوا کرتا ہے ۔ موجودہ حالات کی وجہ سے پاکستان کی ترقی کے ایسے ذرائع پیدا ہو گئے ہیں کہ بہت جلد یہ ملک دنیا میں بلند مقام حاصل کر لے گا ۔ کثرت آبادی ملک کی ترقی میں روک نہیں ہوا کرتی بلکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ملک کی تمام تر ترقی آبادی کی کثرت سے وابستہ ہے ۔

پاکستان کو اسلامستان کی سیڑھی بنانے کے عزم کا پر شوکت اعلان

حضرت مصلح موعود نے ان ضروری مسائل پر روشنی ڈالنے کے بعد نہایت پُرجلال انداز میں فرمایا :-

" پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقعہ میسر آگیا ہے اور وہ آزادی کیساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں ۔ اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ انکو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے ۔ مگر پھر بھی پاکستان ایک چھوٹی چیز ہے ہمیں اپنا قدم اس سے آگے بڑھانا چاہیئے اور پاکستان کو اسلامستان کی بنیاد بنانا چاہیئے ۔ بیشک پاکستان بھی ایک اہم چیز ہے ۔ بیشک عرب بھی ایک اہم چیز ہے ۔ بیشک حجاز بھی ایک اہم چیز ہے بیشک مصر بھی ایک اہم چیز ہے ۔ بیشک ایران بھی ایک اہم چیز ہے مگر پاکستان اور عرب اور حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک کی ترقیات صرف پہلا قدم ہیں ۔ اصل چیز دنیا میں اسلامستان کا قیام ہے ۔ ہم نے پھر سارے مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے ۔ ہم نے پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام ممالک میں لہرانا ہے ۔ ہم نے پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عزت اور آبرو کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے ۔ ہمیں پاکستان کے جھنڈے کے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے ۔ ہمیں مصر کے جھنڈے کے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے ۔ ہمیں عرب کے جھنڈے کے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے ہمیں ایران کے جھنڈے کے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے ۔ مگر ہمیں حقیقی خوشی تب ہوگی جب سارے ملک آپس میں اتحاد کرتے ہوئے اسلامستان کی بنیاد رکھیں ۔ ہم نے اسلام کو اس کی پرانی شوکت پر قائم کرنا ہے ۔ ہم نے خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے ۔ ہم نے عدل اور انصاف کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور ہم نے عدل و انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے ۔ یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کریگا ۔ اور ہر ایک کو اسکا حق دلائیگا ۔ جہاں روس اور امریکہ فیل ہوا صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاءاللہ کامیاب ہونگے ۔ یہ چیزیں اس وقت تک

پاگل کی بڑ معلوم ہوتی ہیں مگر دنیا میں بہت سے لوگ جو عظیم الشان تغیر کرتے رہے ہیں وہ پاگل ہی کہلاتے رہے ہیں۔ اگر مجھے بھی لوگ پاگل کہدیں تو میرے لئے اس میں شرم کی کوئی بات نہیں میرے دل میں ایک آگ ہے ایک جلن ہے، ایک تپش ہے۔ جو مجھے آٹھوں پہر بیقرار رکھتی ہے۔ میں مسلمانوں کو انکی ذلت کے مقام سے اٹھا کر عزت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دُنیا کے کونے کونے میں پھیلانا چاہتا ہوں۔ میں پھر قرآن کریم کی حکومت دُنیا میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اسلام کی بلند ترین عمارت میں اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ لگانا چاہتا ہوں۔ یا اتنی اینٹیں لگانا چاہتا ہوں جتنی اینٹیں لگانے کی خدا مجھے توفیق دیدے۔ میں اس عظیم الشان عمارت کو مکمل کرنا چاہتا ہوں یا اس عمارت کو اتنا اُونچا لے جانا چاہتا ہوں جتنا اونچا لے جانے کی اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دیدے اور میرے جسم کا ہر ذرّہ اور میری روح کی ہر طاقت اس کام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خرچ ہوگی۔ اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی میرے اس ارادہ میں حائل نہیں ہوگی۔ میں جماعت کے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ اپنے نقطۂ نگاہ کو بدل لیں۔ وہ زمانہ گیا جب ایک غیر قوم ان پر حکمران تھی اور وہ محکوم سمجھے جاتے تھے۔ میں تو اس زمانہ میں بھی اپنے آپ کو غلام نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن چونکہ ایک غیر قوم ہم پر حکمران تھی کبھی کبھی خواہش پیدا ہوتی کہ ہندوستان چھوڑ دیں اور کسی اسلامی ملک میں جاکر رہنا شروع کر دیں۔ مگر اب اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم دُور کسی اسلامی ملک مثلاً عرب یا حجاز میں جاتے اُس نے ہمیں وہ ملک دیدیا۔ جو عمل کرے یا نہ کرے۔ کہلاتا خدا کا ہے۔ کہلاتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے لئے بہت بڑی خوشی کا مقام ہے کہ جا کر اُس نے ایک چھوٹی چیز دیدی۔ مگر اپنی تو دیدی۔ یہاں کوئی میری مانے یا نہ مانے سُنے یا نہ سُنے۔ جب میں یہ کہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کہتے ہیں تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک حکومت قائم ہوگئی ہے۔ پس اس تصور سے میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی میں ان غموں کو بھول جاتا ہوں۔ جو ہندوستان میں ہمیں پیش آئے۔ اسلئے کہ میرا مکان گو میرے ہاتھ سے جاتا رہا مگر میرے آقاؐ کو ایک مکان مل گیا۔ یہ درست ہے کہ چالیس لاکھ مسلمانوں کے مکان اُن کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ وہ گھر سے بے گھر ہوگئے وہ جائدادوں سے بیدخل ہوگئے مگر ایک جگہ ایسی ضرور پیدا ہوگئی ہے جس کے متعلق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میری جگہ ہے۔ اور یہ خوشی ہماری اپنی جائدادوں کے کھوئے جانے سے بہت زیادہ ہے۔" ؎

بیرونی مشن :۔ اس اہم ارشاد کے بعد حضور نے بیرونی ممالک میں اسلام و احمدیت کے تبلیغی حالات بتاتے ہوئے فرمایا کہ اس سال بیرونی ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور ہمارے مبلغوں نے نہایت اخلاص اور جانفشانی سے کام کرکے جماعت کو بہت بلند مقام پر پہنچا دیا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اس سال وہ اس سے بھی زیادہ اخلاص اور جوش سے کام کریں گے۔

؎ الفضل ۲۴ امان / مارچ ۱۳۳۵ ہش / ۱۹۵۶ء صفحہ ۵

تجارت کے لئے چندہ:۔ فرمایا جس طرح پر عام چندہ لیا جاتا ہے اس طرح آئندہ ایک اور چندہ لیا جائیگا جس سے مختلف مقامات پر کارخانے اور دکانیں کھولی جائیں گی اور یہ چندہ ہر ایک کے لئے لازمی ہو گا۔ اس وقت تجارت کا بہت موقعہ ہے۔ آڑھت کی تجارت بہت فائدہ مند ہے اور اس طرف بہت کم لوگوں نے توجہ دی ہے۔

فوجی تربیت:۔ اسکے بعد حضور نے مختصراً "جماعت کو فوجی تربیت حاصل کرنے اور مختلف قسم کی فوجی تنظیموں میں شمولیت کی تلقین کی۔

قادیان کی جدائی کا صدمہ:۔ اپنی تقریر کے آخری حصہ میں حضور نے فرمایا کہ قادیان چھوٹ جانے پر بعض لوگوں نے نہایت جزع فزع کیا ہے اور آنسو بہائے ہیں لیکن میں اسے بے غیرتی سمجھتا ہوں۔ یہ رونے کا وقت نہیں ہے بلکہ کام کا وقت ہے۔ میرا آنسو قادیان کے لئے اس دن بہے گا جب میرا دوسرا آنسو اس خوشی میں بہے گا کہ میں قادیان میں فاتحانہ داخل ہو رہا ہوں۔ جذبات بیشک کام کی تکمیل میں ممد ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں اپنے جذبات اس دن کیلئے وقف رکھنے چاہئیں جب ہم قادیان لینے کے لئے نکلیں۔

ہجرت اور دوبارہ آمد کے متعلق پیشگوئیاں:۔ حضرت امیرالمومنین نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں جو قادیان سے ہجرت کے متعلق تھیں اور اسی مضمون کے اپنے رویا و کشوف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جب ان پیشگوئیوں کے وہ حصے جو یہاں سے نکلنے کے متعلق تھے پورے ہو گئے تو ضروری ہے کہ وہ حصے بھی پورے ہوں گے جو قادیان میں دوبارہ آنے اور فاتحانہ داخل ہونے کے ہیں۔ پانچ بجے کے قریب حضور کی یہ معرکۃ الآراء تقریر ختم ہوئی۔ اور یہ تاریخی جلسہ دُعا کے بعد نہایت خیر و خوبی اور نہایت درجہ کامیابی کے ساتھ برخواست ہوا۔[201][202]

حضور کی تقریر کا ذکر پریس میں

اخبار "جدید نظام" نے حضور کی اس تقریر کا خلاصہ درج ذیل الفاظ میں شائع کیا:۔

"پاکستان اسلامی حکومت ہے اس کا ضابطہ حیات بھی اسلامی ہی ہونا چاہیئے۔ مہاجرین کا مسئلہ کوئی ناقابل حل مسئلہ نہیں۔ امیر جماعت احمدیہ کا اعلان۔ لاہور ۳۱ر دسمبر۔ احمدیہ کانفرنس میں مرزا بشیرالدین محمود نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے حصوں سے پناہ گزینوں کے سیلاب سے پاکستان کے مسلمان مایوس نہ ہوں پناہ گزینوں کو دوبارہ آباد کرنیکا کام ایسا نہیں جس پر قابو نہ پایا جا سکے۔ آپ نے سکھ اور

۲۰۱؎:۔ الفضل ۳۰ر فتح / دسمبر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۔

۲۰۲؎:۔ اس ظلی جلسہ کے نگران اعلیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ افسر جلسہ سالانہ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب اور ناظم جلسہ سالانہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب تھے۔ مہمانوں کے کھانے کا انتظام رتن باغ اور ڈیو کالج بلڈنگز میں نظامتیں قائم تھیں جن کے نگران بالترتیب صوفی محمد ابراہیم صاحب بی۔ اے اور ماسٹر علی محمد صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی مقرر کئے گئے۔ دوسرے انتظامات کے منتظمین یہ تھے۔ چوہدری اسداللہ خان صاحب حفاظت خاص و نظامت مکانات۔ چوہدری محمود احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ لاہور (انتظام جلسہ گاہ) میاں غلام محمد صاحب اختر (نظامت استقبال و انکوائری آفس) شیخ محبوب الٰہی صاحب بی۔ اے (نظامت سپلائی)۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو الفضل ۲ صلح ۱۳۲۷ ہش / جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۵)

ہندو پناہ گزینوں کی اراضی کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان تمام اراضی کو اچھے طریقے سے بانٹا جائے تو تمام زراعت پیشہ پناہ گزین آباد ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں کا کاروبار پر بہت ہی اثر تھا۔ اگر مسلمان اس طرف توجہ دیں تو پندرہ بیس لاکھ پناہ گزین کاروبار میں جذب ہو سکتے ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ پاکستان ایک مسلم ریاست ہے اس لئے اسے اسلامی اصولوں پر چلانا چاہیئے۔ پاکستان کے عوام کو اس وقت جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کے حل کے لئے روس یا دوسرے ہمسایہ ممالک کی طرف دیکھنا اور اس کے نظام کو اپنانے کی ضرورت نہیں۔ ان کا حل پیغمبر اسلام کی تعلیم سے ہی مل سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ دنیا کے ہر مسئلہ کا حل قرآن میں ہے کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ میں پاکستان اور اسلامی ممالک کے تعلقات خوشگوار چاہتا ہوں اور عنقریب اس مقصد کے لئے مشرق وسطی کا دورہ کروں گا۔" [1]

ظلّی جلسہ کے پروگرام کا تتمہ مجلس مشاورت ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کے موقعہ پر

چونکہ ظلّی جلسہ پر مستورات اور بچوں کو شریک ہونے سے ممانعت کر دی گئی تھی اس لئے حضور نے اعلان فرمایا کہ مجلس مشاورت ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کے ساتھ ایک دن بڑھا دیا جائے تا وہ عورتیں اور بچے جو گذشتہ موقعہ پر نہیں آ سکے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔[2] یاد رہے ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کی مجلس مشاورت ۲۶-۲۷ امان/مارچ کو رتن باغ میں ہوئی تھی جس میں پاکستان کے علاوہ ریاست حیدر آباد اور انڈین یونین سے بھی نمائندے تشریف لائے۔ حضرت مصلح موعود نے اس کے افتتاحی اجلاس میں نصیحت فرمائی کہ "ہمیں اپنے اوقات کو پوری طرح خدا تعالیٰ اور اسلام کی خدمت میں لگا دینا چاہیئے۔ اختتامی اجلاس میں ارشاد فرمایا۔ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔ پھر دیکھو خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کرتا ہے۔" [3]

اخبار "انقلاب" لاہور نے اپنی ۳۰ مارچ ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں "جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت" کے عنوان سے اس مشاورت کی حسب ذیل خبر شائع کی۔ "لاہور (اپنے نامہ نگار سے) ۲۹ مارچ کل شام کو جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت جو ۴۹-۱۹۴۸ء کے میزانیہ پر بحث کیلئے بلائی گئی تھی ختم ہوگئی اور سال آئندہ کا بیس لاکھ کا بجٹ باتفاق رائے پاس ہوگیا۔ اس بحث میں پاکستان و ہندوستان و دیگر دور دراز کے علاقوں کے ۲۵۱ نمائندوں نے شرکت کی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سال آئندہ کیلئے بیس لاکھ میں سے ۲ لاکھ تبلیغ اور ساڑھے تین لاکھ روپے کی رقم جماعت کی تعلیم و تربیت کیلئے رکھی گئی ہے۔

حضرت سیدنا المصلح الموعود کی افتتاحی تقریر جلسہ عام میں

مشاورت کے اگلے روز (۲۸ امان/مارچ کو) جودھامل بلڈنگ سے ملحقہ وسیع میدان میں جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کا تتمہ پروگرام شروع ہوا۔ اس موقعہ پر ہزاروں احباب مختلف مقامات سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مصلح موعود پورے

---

[1] "جدید نظام" لاہور ۲ صلح/جنوری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳۔ [2] الفضل ۳ امان/مارچ ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۱۔
[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اخبار الفضل لاہور ۲۷-۲۸ امان/مارچ ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء۔

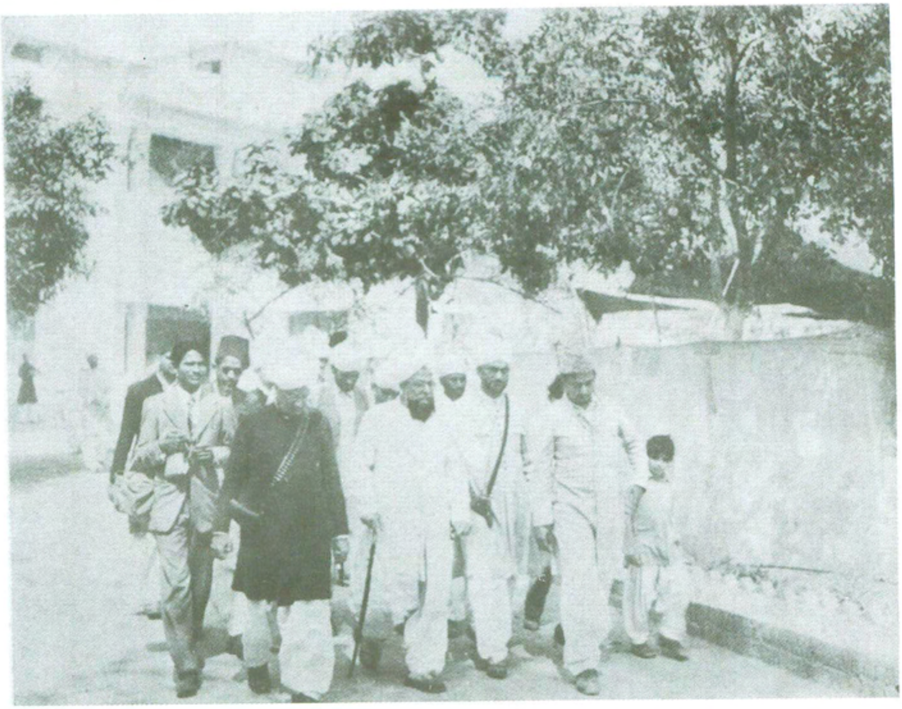

(اوپر) حضرت مصلح موعودؓ ۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء کو رتن باغ سے جلسہ گاہ میں جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ (نیچے) حضور خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے ہیں۔

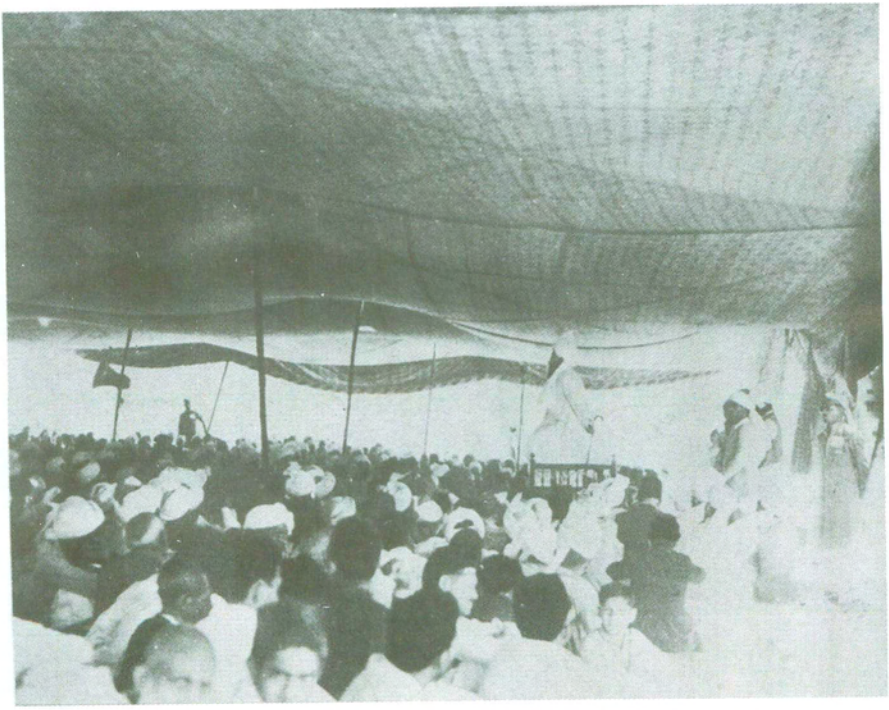

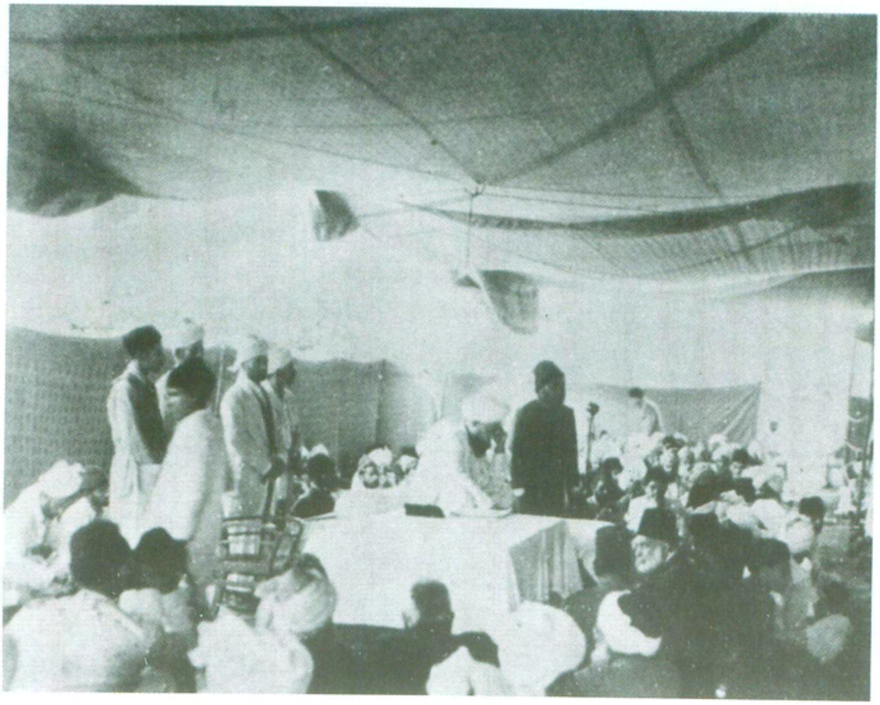

مجلس مشاورت ۲۶۔۲۷۔امان۔۱۳۲۷ہش/مارچ ۱۹۴۸ء

دس بجے تشریف لائے اور دُعا کے بعد جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا :-

"اجتماع وہی بابرکت ہوتے ہیں جو نیک ارادوں کے ساتھ شروع کئے جائیں۔ ہمارا یہ چھوٹا سا اجتماع یا قادیان کا اجتماع جس میں ۳۰، ۴۰ ہزار آدمی ہوتے تھے۔ دُنیا کی دو ارب آبادی کے مقابلہ میں کونسی بڑی بات ہے۔ مگر ہمارے سامنے تو دو ارب نفوس کے قلوب کو فتح کرنا ہے اس لئے ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم کس رفتار سے جا رہے ہیں۔ اگر ہماری رفتار معقول طور پر معقول زمانے میں کامیاب ہو تو الحمد للہ۔ لیکن اگر ہماری رفتار اتنی سست ہے کہ صدیوں کا انتظار کرنا پڑے۔ تو یہ افسوس اور رنج کی بات ہے۔ پس محض جلسے جلوسوں اور اجتماعوں پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ مومنانہ جوش اور اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت۔ تبلیغ اور اشاعت حق کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد حضور نے اپنے چند خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ بیشک یہ مصائب کے دن ہیں مگر آخر کٹیں گے۔ چنانچہ میری یہ خوابیں بتا رہی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کا مستقبل تاریک نہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں مشکلات پر غالب آنے کی توفیق دیگا۔ اور یہ ہی نہیں بلکہ ہمارے ذریعہ سے ہندوستان میں روحانی حکومت قائم کریگا۔ اور اس کے بعد جسمانی حکومت تو اس کے تابع ہوا ہی کرتی ہے۔ جب لوگ مسلمان ہو جائیں تو بادشاہ خود بخود ہی مسلمان ہو جاتا ہے۔ ہمیں یہ بات خوش نہیں کر سکتی کہ زید یا بکر وزیر ہو بلکہ ہماری خوشی تو یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام قائم ہو جائے۔ دُنیا کا گورنر جنرل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور دُنیا پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حکومت قائم ہو۔ ہمارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ ہمارے بچے اور بیویاں ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں۔ مگر ہمیں یہ خوشخبری مل جائے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں تو یہ موت ہماری ہزاروں زندگیوں سے بہتر ہے۔ اپنی سستیوں کو ترک کرو اور اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کرو اور یہ مت خیال کرو۔ کہ ہم تھوڑے ہیں کیونکہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ ع ۳۳) بہت سی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آچکی ہیں۔[1]

اس افتتاحی خطاب کے بعد حضور واپس تشریف لے گئے اور تلاوت و نظم کے بعد بالترتیب مندرجہ ذیل فاضل مقررین نے معلومات افزا تقریریں کیں۔

(۱) قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے کینٹب ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ آف سائیکالوجی گورنمنٹ کالج لاہور۔
(اسلامی نظام حکومت کا خاکہ)

(۲) صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی مجاہد امریکہ - (امریکہ میں تبلیغ اسلام)

(۳) حکیم فضل الرحمٰن صاحب مجاہد مغربی افریقہ - (افریقہ میں تبلیغ اسلام)[2]

---

[1]، [2]:- الفضل ۳۰ امان / مارچ ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء ص ۴۔

حضرت مصلح موعودؑ کی دوسری روح پرور تقریر

اڑھائی بجے کے قریب جلسہ کا دُوسرا اجلاس شروع ہوا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے تلاوت کی۔ اس کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعود نے پہلے تو قادیان کے درویشوں اور جماعت امریکہ کا پیغام سلام و دُعا پہنچایا۔ نیز امریکہ، ہالینڈ اور جرمن نومسلموں کے اخلاص پر اظہار خوشنودی فرمایا اور پھر "سیر روحانی" کے روح پرور سلسلہ مضامین کی چوتھی کڑی یعنی "عالم روحانی کا بلند ترین مینار یا مقام محمدیت" کے موضوع پر اس شان سے روشنی ڈالی کہ حاضرین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی حضور نے اپنی تقریر کے دوران مقام محمدیت کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

"ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سچا غلام بڑے سے بڑا مقام حاصل کر سکتا ہے اور جتنا بھی وہ بڑھتا چلا جائے گا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے ہی استفادہ کرے گا اور ہمیشہ آپ کے غلاموں اور چاکروں میں ہی اس کا شمار ہوگا۔ ہمیں اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ اس دعویٰ کے نتیجہ میں ہم مارے جائیں یا قتل کئے جائیں یا اپنے وطنوں سے نکال دیئے جائیں۔ ہم فخر سمجھیں گے کہ ہم نے ماریں کھا کر اور گالیاں سُن کر اور وطنوں سے بے وطن ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کیا اور آپ کی عظمت کو دُنیا میں روشن کیا۔"

حضور پُر نور نے اپنے اس حقائق و معارف سے لبریز لیکچر کے آخر میں افراد جماعت کو یہ قیمتی نصیحت فرمائی کہ

"جس دن تم اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بن جاؤ گے اور جس دن تمہاری زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی جھلک پیدا ہو جائے گی۔ دنیا سمجھ لے گی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور تمہارے اعمال اور اخلاق اور کردار کو دیکھ کر اس کے دل میں تمہاری محبت بڑھتی چلی جائے گی۔ تم ایک زندہ اور مجسم نمونہ ہو گے تم چلتی پھرتی تبلیغ ہو گے۔ تم دُنیا کے راہ نما اور راہبر ہو گے تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی طرف دنیا کو کھینچ کر لانے والے ہو گے اور وہ لوگ بھی آخر تمہارے نمونہ کو دیکھ کر بیتاب ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ جب تک ہم سب سے بڑے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ لیں ہم صبر نہیں کر سکتے۔ تب دُنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہو جائے گی اور تمام بنی نوع انسان آپ کی غلامی میں شامل ہو جائیں گے"۔ [1]

---

[1] :- "سیر روحانی" جلد ۲ صفحہ ۶۹، ۷۵، ۷۶۔

تتمہ سالانہ جلسہ ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کے یک روزہ اجلاس کے روح پرور مناظر

(۱) حضرت مصلح موعودؓ نماز ظہر و عصر پڑھانے سے قبل (۲) حضرت مصلح موعود خطاب فرمارہے ہیں (۳) سامعین جلسہ (۴) اختتام جلسہ کے بعد

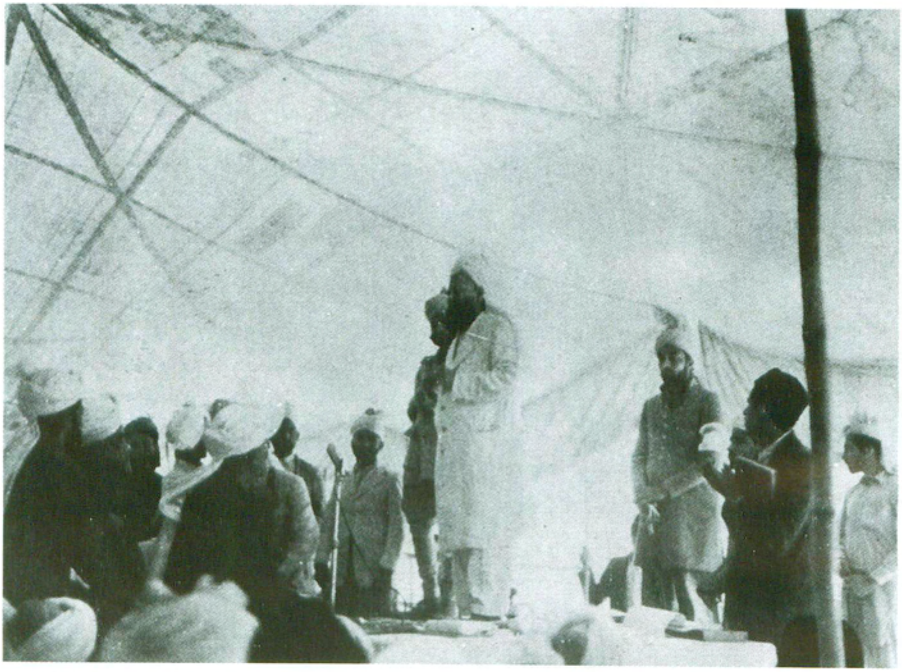

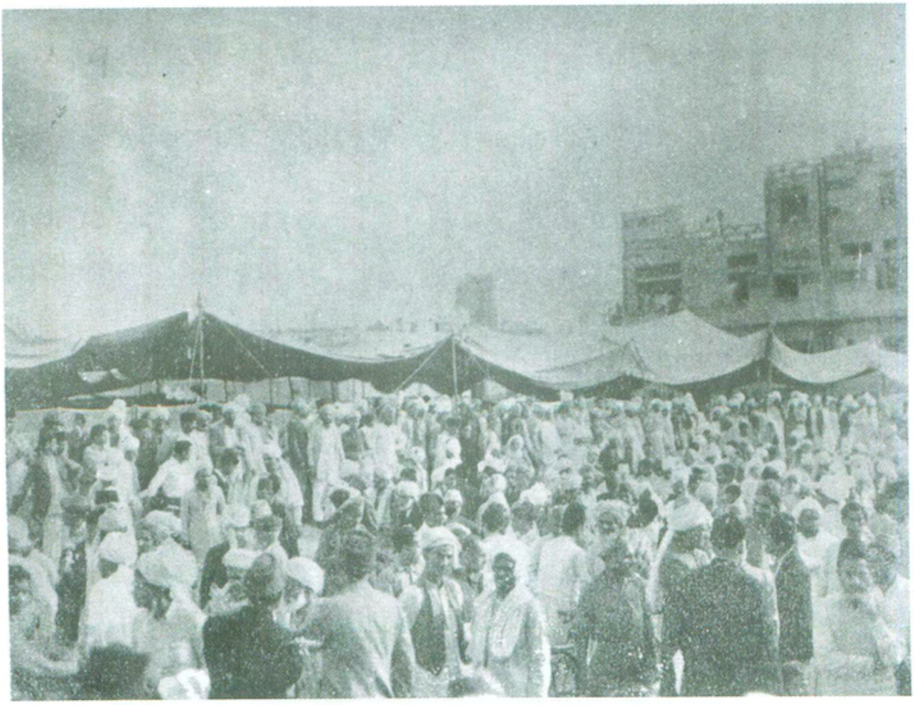

حضرت مصلح موعود کی اس معرکۃ الآراء تقریر کے وقت جلسہ گاہ کے اندر اگرچہ چار ہزار کے قریب سامعین کی تعداد شمار کی گئی۔ مگر جلسہ گاہ سے باہر ہر گیٹ اور ملحقہ سڑک پر خلقت کا بے پناہ ہجوم تھا۔ تقریر کے دوران پریس گیلری بالکل بھری ہوئی تھی۔ [1]

اس نہایت کامیاب اجتماع سے احمدیوں میں ایک نیا ولولہ نیا جوش اور نئی قوت و طاقت پیدا کر دی اور دُنیا پر بھی واضح ہو گیا کہ احمدیت کا زخم رسیدہ قافلہ اپنے مرکز سے ہجرت کے چند ماہ بعد ہی پھر سے تازہ دم ہو گیا ہے۔ اور خدا کے فضل و کرم سے اپنے فتح نصیب قائد کی سرکردگی میں فتح و ظفر کے پرچم لہراتا ہوا دوبارہ شاہراہِ ترقی پر گامزن ہو چکا ہے ؛

---

[1] :- الفضل ۳۰ را مان / مارچ ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵ ؛

ضمیمہ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱)

سیدنا امیر المومنین حضرت مصلح موعودؓ کے اہم اور تاریخی مکتوبات

- قائداعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے نام (۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۶ء ، ۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۶ء)
- حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، ملک غلام فرید صاحب، مولانا جلال الدین صاحب شمس، مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کے نام۔ (اکتوبر ۱۹۴۷ء)۔
- قادیان میں مقیم اپنے جسمانی اور روحانی بچوں کے نام۔ (اکتوبر ۱۹۴۷ء)۔

(۱)

۸۔ یارک روڈ۔ نئی دہلی۔

۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۶ء

ڈیئر مسٹر جناح!

السلام علیکم۔

مجھے یہ سُنکر بے حد مسرت ہوئی کہ آخر کار موجودہ گفت و شنید تصفیہ کے آخری مراحل پر ہے (اس دوران میں اپنی رائے پر پختگی سے قائم رہا ہوں کہ ہمیں ہرگز اپنے نصب العین کو بھولنا نہیں چاہیئے اور نہ اس کے حصول کیلئے اپنی جدوجہد میں کمزوری دکھانی چاہیئے۔ لیکن ہر وقت سمجھوتے کیلئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام ایسے موقعوں پر سمجھوتہ کرنے کی اجازت دیتا ہے) ۔ بشرطیکہ ایسا سمجھوتہ باعزت ہو اور ہمارے آگے بڑھنے کے لئے آئینی جدوجہد کا رستہ کھلا رہے۔ تا کہ ہم مستقبل میں اپنے مطمح نظر کے حاصل کرنے میں فائز المرام ہو سکیں۔ یہی وہ امر ہے جسے عُرف عام میں "زیرِ احتجاج" قبول کرنا کہتے ہیں۔ چونکہ عبوری حکومت کو نیک و بد کرنے کے دسیع اختیارات دیدیئے گئے ہیں اس لئے قدرتی طور پر مجھے بیحد تشویش ہوئی کہ کوئی ایسا راستہ نکالا جائے۔ کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان حکومت میں شامل کئے جائیں۔ تاہم مجھے مسرت ہوئی کہ آپ نے موقعہ کی نزاکت کو بڑی عقلمندی اور فراست سے سنبھال لیا۔ اور با اثر دوستوں کے تعاون سے یہ ممکن ہو سکا۔

اگر کوئی مزید حادثہ اچانک پیدا نہ ہو گئی۔ اور تصفیہ بالخیر طے پا گیا (جس کی ہمیں اُمید ہے اور میں دُعا گو بھی ہوں) تو مجھے آپکی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانی ہے کہ مسلم لیگ کی تنظیم و توسیع کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل پانچ امور پر اساس قائم کی جائے:۔

۱۔ مرکزی تنظیم و ترتیب میں استحکام پیدا کیا جائے۔ صوبوں اور اضلاع کی تنظیم میں مضبوطی اور زیادہ سے زیادہ نیابت دی جائے۔

۲۔ مستقل فنڈز قائم کرنے کی سکیم بنائی جائے اور دیرپا آمد کیلئے یقینی صورت پیدا کی جائے۔

۳۔ مرکزاور صوبائی سطح پر مسلم پریس کو مضبوط کیا جائے۔

۴۔ لیگ کی مرکزی تنظیم کا ایسا نظام قائم کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو تجارت اور صنعت کے میدان میں ترقی کے مواقع بہم پہنچائے۔

۵۔ غیر ممالک سے تعلقات وسیع اور اُستوار کئے جائیں۔

لاریب۔ کام کرنے کا نہایت وسیع میدان موجود ہے۔ تاہم اگر اب سیدھی سادی ابتداء کی داغ بیل ڈالدی جائے تو مستقبل میں ترقی و خوشحالی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس تنظیم کی وسعت پذیری ایک اور رنگ میں بھی خوش آئند ہو سکتی ہے وہ یہ کہ موجودہ دور میں ایک کافی تعداد قابل اور صاحب دانش و فہم مسلمانوں کی ایسی ہے جو اسلام اور مسلمانان ہند کی خدمت کے لئے بطیب خاطر اور ذوق شوق سے اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہیں۔ اس توسیع شدہ تنظیم کو چاہیئے کہ ایسے آمادہ بہ کار لوگوں کو اپنے اندر جذب کرنے کے لئے دروازے وا کر دے۔ ورنہ رفتہ رفتہ یہ لوگ برگشتہ ہو جائیں گے۔ بلکہ ان میں سے بعض غیر مطمئن ہو کر شر پسندی اور فساد کا موجب بن سکتے ہیں۔

مَیں شاید اس سے قبل آپ کو مطلع نہیں کر سکا۔ کہ اُسی روز جس دن مَیں نے آپ سے ملاقات کی تھی مَیں نے ہز ایکسیلینسی وائسرائے کو ایک خط بھجوا دیا تھا۔ جس میں انہیں لکھا تھا کہ مسلم لیگ کے تمام مطالبات کے ساتھ مجھے اور میری جماعت کو پورا پورا تعاون اور حمایت حاصل ہے۔

آپ کا مخلص

دستخط (مرزا بشیر الدین محمود احمد)

(ترجمہ)

(۲)

قادیان

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء

ڈیئر مسٹر ایم - اے - جناح

السلام علیکم -

قلمدانِ وزارت کی نئی تشکیل کا اعلان ہو چکا ہے - اگرچہ ان کی تقسیم منصفانہ اور معقول نہیں ہے - تاہم میں آپ کو آپ کی کامیاب مساعی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں - بعض اہم وزارتیں مثلاً دفاع، امورِ خارجہ - امورِ داخلہ وغیرہم اب بھی کانگرس کے ہاتھوں میں ہیں - ان میں سے خصوصاً ایک یعنی دفاع یا رسد کا محکمہ مسلم لیگ کو تفویض کرنا چاہیئے تھا - تاہم مسلم لیگ کے نمائندے آپ کی ہدایت کے تابع رہیں گے - اور اُس وقت تک تندہی اور محنت سے کام کرتے رہیں گے - جب تک کہ مسلمانوں کے حقوق کا کلی طور پر تحفظ نہیں ہو جاتا - اللہ تعالیٰ آپ کی عظیم مساعی میں برکت ڈالے اور صحیح رستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین -

آپ کا مخلص

دستخط (مرزا بشیر الدین محمود احمد)

(ترجمہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اب تک یہ ہو رہا ہے کہ ہم خط لکھتے ہیں اور اُدھر سے جواب یا آتا ہی نہیں یا آدھا جواب آتا ہے اور آدھا نہیں آتا - ایسے وقت میں کہ ہر دفعہ خیال ہوتا ہے کہ اگلا خط آئے گا یا نہیں یہ حالت نہایت افسوسناک ہے - اس لئے اس خط کی چار نقلیں بھجوا رہا ہوں یعنی میرزا ناصر احمد کو - بابا غلام فرید صاحب کو اور انور صاحب[1] کو اور یہ خط آپ کو آپ میں سے ہر اک کا فرض ہے کہ دیکھے کہ ایک ایک بات کا جواب آتا ہے اور جو باتیں اس خط میں تعمیل کے بغیر رہ جائیں آئندہ ان کا خیال رکھا جائے کہ بغیر اس کے کہ انکی نسبت یاد دہانی کروائی جائے ان کی تعمیل آپ لوگ کرتے رہیں -

(۱) تیس ۳۰ دیہاتی مبلغ جو مانگے گئے تھے اُن میں سے صرف نو پہنچے ہیں باقی ۲۱ (اکیس) مبلغ اس دفعہ بھجوائے جائیں ان کو تاکید ہو کہ آتے ہی رپورٹ کریں -

(۲) پچھلی دفعہ بہت سے نوجوان بورڈنگ تحریک سے آگئے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو زبردستی بھجوایا گیا - ملٹری نے اور خدام نے بہت سے گواہوں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے - اس دفعہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے - نوجوانوں کو پہلے ہی قادیان بلوا لینا چاہیئے تھا تاکہ اس قسم کی شرارت نہ ہوتی - آخر ان کو باہر کیوں رکھا ہوا ہے -

(۳) قادیان سے باہر آدمی بھجوانے کے متعلق یہ امور مدِّ نظر رہیں -

---

[1] - مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور انچارج تحریک جدید مراد ہیں - (ناقل) -

The expanded organization will be beneficial in another way also. There is at present a fairly large number of capable Muslims who are ready or rather eager to serve the cause of Islam and Muslims in India. The expanded organization will open the door for absorbing them; otherwise they might become gradually alienated and even discontented and some of them may eventually turn out to be a source of mischief.

I did not perhaps inform you that the very day I met you I sent a note to H.E. the Viceroy telling him that the Muslim League demands had the full sympathy and support of my community.

Yours Sincerely,
Sd/-
(Mirza B. Mahmud Ahmad)

Qadian
Oct. 27, 1946

Dear Mr. M. A. Jinnah,
Assalam-o-Alaikum.

The new allotment of portfolios has been announced. Though their distribution is not equitable yet I must congratulate you on your successful efforts. The important protfolios like Defence, External Affairs, Home etc. are still with the Congress. One of them especially the Defence or the Supply ought to have been given to the Muslim League. However, the Muslim League representatives will follow your advice and work assiduously till the rights of Muslims are fully secured. May Allah help you in your great task and lead you to the right path, Amen.

Yours Sincerely,
Sd/-
(M.B. Mahmud Ahmad)

8, York Road,
New Dehli
6.10.46

Dear Mr. Jinnah,
Assalam-o-Alaikum.

I am very glad to hear that after all the present negotiations are nearing a settlement. I have all along been of the opinion that though we should never lose sight of our ideal or slacken our struggle for it we should at the same time be ready to accept a compromise (for Islam allows compromise on such occasions) provided it is honourable and leaves us free to continue lawful struggle for further achievement. This is what is popularly known as accepting a thing under protest. As the interim government has immense power for good and evil I was naturally very anxious that some way might be found for the Muslims to get in and I am glad that your good handling of the situation and the co-operation of influential friends have made that possible.

If no further hitch crops up and a settlement is finally reached, which we call hope and pray for, I would draw your attention to the great need of strengthening and expanding the organization of the Muslim League. To begin with five things seem to be essential :

(1) Organizing the Centre, the Provinces and the Districts on a firmer and more representative basis.
(2) Laying out a scheme for permanent funds and ensuring permanent income.
(3) Strengthening Muslim Press at the Centre and in Provinces.
(4) Setting up Central League Orgnization for helping Muslims in the fields of commerce, industry etc.
(5) Extending and consolidating foreign relations.

There is, of-course, a very vast field of work but even if a modest beginning is made the foundation will be laid for future progress and prosperity. May God help you.

الف:۔ محافظین دو سو کے قریب ہیں۔ ان میں سے ایک سو وہاں رکھے جائیں۔ خواہ طوعی طور پر خواہ قرعہ ڈالکر۔ افسر بھی مناسب تجویز کر لئے جائیں۔ باقی نوے کے قریب اور ہوگا ان کو مختلف قافلوں میں باہر بھجوا دیا جائے انکو فارغ نہ کیا جائیگا بلکہ یہاں کام لیا جائیگا اور باری باری ان کا تبادلہ مرکزی محافظین سے ہوتا رہے گا۔

ب۔ سو آدمی باہر سے گئے ہوئے والنٹیرز سے لیا جائیگا۔ خواہ قرعہ کے ذریعے خواہ طوعی طور پر پیش کرنیوالوں میں سے باقیوں کو آہستہ آہستہ واپس کر دیا جائے۔ ان لوگوں کو گھروں کو جانے کی اجازت ہوگی۔ اگلی دفعہ نئے آدمی بھجوائے جائیں گے انشاءاللہ ان والنٹیرز میں سے انتخاب کے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ جس کی مدت زیادہ باقی ہو یعنی جو اکتوبر کے شروع میں آئے ہوں یا ستمبر کے آخر میں۔ ان کو رکھا جائے۔ تا جلد نہ بدلنا پڑے۔ اور پرانوں کو فارغ کیا جائے کیونکہ ان کی مدت ختم کے قریب ہوگی۔

نیا بیچ دسمبر میں آنا شروع ہوگا۔ تا اُن لوگوں کو فارغ کرے۔

ج۔ پچاس آدمی قادیان کے باشندوں سے لئے جائیں گے ان کے انتخاب میں یہ شرط ہوگی کہ کسی باپ کی اولاد کا ایک سے زیادہ فرد انتخاب میں نہ آسکے۔ اکلوتا بیٹا کسی باپ کا انتخاب میں نہ آسکے۔ ہمارے خاندان کا قرعہ الگ ڈالا جائے۔ میری اولاد کے سوا دوسرے بھائی بہنوں اور ماموں کی اولاد اور حضرت خلیفہ اول کی اولاد کا قرعہ الگ ڈالا جائے ان میں سے ایک فرد ہمیشہ قادیان میں رہے۔

میری اولاد کا قرعہ الگ ڈالا جائے ان میں سے ایک فرد ہر دفعہ قادیان میں رہے۔ دو یہ ہوگئے۔ باقی قادیان سے (۴۸) اڑتالیس آدمی لئے جائیں۔

د۔ یہ قرعے فوراً ڈال کر وہاں رہنے والی نفری کو معین کر لیا جائے۔ تاکہ وہاں سے باہر نکالنے والے آدمیوں کی بھی تعیین ہو جائے اور یہ نہ ہو کہ آئندہ قافلوں میں وہ لوگ بھی آجائیں جو قادیان میں رہنے چاہئیں۔

ہ۔ اوپر کے آدمیوں کے علاوہ ایک آدمی محاسب اور بیت المال کا اور ایک کلرک ضرور وہاں رہے گا تاکہ مالی انتظام کرے۔ چوہدری عزیز احمد اور عبدالحمید صاحب دفتر بیت المال یہ دونوں نوجوان اچھے ہیں یہ باری باری وہاں رکھے جائیں گے ان کا قرعہ نکال کر فیصلہ کر لیا جائے کہ پہلے یہاں کون رہے گا۔ اگر عبدالحمید صاحب کا نام نکلے تو ان کو فوراً چوہدری عزیز احمد صاحب کے ساتھ کام پر لگا دیا جائے تاکہ پندرہ بیس دن میں کام سیکھ لیں۔ اسکے بعد چوہدری عزیز احمد کو تین ماہ کے لئے بلا لیا جائیگا اور چوہدری عبدالحمید صاحب وہاں کام کریں گے۔ ایک کلرک بیت المال کا اور ایک محاسب کا انکی مدد کیلئے قرعہ سے نکالکر وہاں رکھ لیا جائے۔ قادیان میں ہر وقت خزانہ اور بیت المال کا عہدہ ایک ہی شخص کے پاس رہے گا۔

و۔ ان کے علاوہ ایک افسر امور عامہ کے نمائندہ کے طور پر رہیگا۔ اسکا فیصلہ کر کے بھی اطلاع دیں۔ ایک آدمی کم کر کے ضیافت کا بھی وہاں رکھا جائے۔

ز۔ دو علماء قرآن و حدیث کا درس دینے کیلئے رہیں گے ان کا نام بھی قرعہ سے نکال لیا جائے۔

ح۔ کوئی دکاندار، دھوبی، نائی، نانبائی اور اسکا عملہ، درزی بھی چنا جائے اور اندرون شہر کی دکانیں اُن کو دی جائیں۔

ط۔ ایک ڈاکٹر ایک کمپونڈر بھی رہنا چاہیئے۔ اڑھائی تین سو آدمی کیلئے اتنا عملہ کافی ہوگا۔ ڈاکٹر سرور ایک یہاں کی بھجوایا جا رہا ہے۔

ی۔ چودہ آدمیوں کے نام پہلے لکھے جا چکے ہیں ان میں اور چند علماء جو لیڈری کے قابل ہوں ان کے نام شامل کرکے قرعہ ڈالا جائے اور دو آدمی چن لئے جائیں۔ ایک لیڈر اور ایک نائب لیڈر۔

ک۔ ان انتخابات کے بعد باقی لوگ باہر آنیوالوں میں سے ہونگے انکو جب جب کنوائے آئے اس میں واپس کر دیا جائے۔

ل۔ مگر یہ خیال ہے کہ اگر میرزا ناصر احمد اور مرزا منور احمد کا نام باہر آنیوالوں میں ہو تو یہ آخری کنوائے میں آئیں۔ اسیطرح مولوی جلال الدین صاحب شمس اور بابا غلام فرید بھی۔ کیونکہ پہلے دوسرے لوگوں کا نکالنا ضروری ہے تاکہ بعد کا ناتجربہ کار عملہ زیادہ آدمیوں کے سنبھالنے سے قاصر نہ رہے۔

اگر اوپر کی ہدایات سے کوئی کچھ میں نہ آئے تو کنوائے کی واپسی پر خط لکھدیں تا جواب فوراً دیا جا سکے۔

م۔ جو لوگ وہاں رہنے والے ہوں ان سے عہد لیا جائے۔ قسم کی ضرورت نہیں کہ وہ امن اور صلح سے رہیں گے۔ ایکدوسرے سے تعاون کریں گے اور افسر خود تکلیف اٹھائیں گے مگر ساتھیوں کو تکلیف نہ ہونے دیں گے۔

۴۔ میری لائبریری اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی لائبریری کی خاص کتب بھجوانے کی کوشش اسی طرح الفضل۔ الحکم۔ البدر۔ پیغام اشاعۃ السنۃ۔ تشحیذ۔ ریویو کے فائل۔ لائبریریوں میں سے پہلے عربی کی کتب بھجوائی جائیں۔ پہلے غلطی سے تازہ مطبوعہ کتب بہت آگئی ہیں اور سلسلہ کی جو کتب شائع شدہ ہیں وہ بھی ہر دفعہ کچھ نہ کچھ بھجوائی جائیں تا تبلیغ میں روک نہ ہو۔

اب چونکہ چند کنوائے آئیں گے اسلئے پہلے سے کتب PACK رکھدی جائیں۔

میری کتب میں سے انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ضرور آجائے وہ سب سے آخری ایڈیشن ہے اسی طرح[ل] ہسٹری آف دی ورلڈ۔ انگریزی کتب عربی کتب کے نیچے رکھی جائیں تا ان کی طرف توجہ نہ ہو۔ لاریوں تک یہ پارسل اسی طرح بھجوائے جائیں کہ حفاظت سے پہنچ جائیں.......

(۵) امانت کے بکس اگر چھوٹے ہوں تو ایک وردی سے ٹرنک میں بھر کر اچھا تالا لگا کر احتیاط سے بھجوا دیئے جائیں عبدالحمید صاحب یا چوہدری عزیز احمد صاحب اپنے ساتھ لے آئیں۔ اگلے کنوائے میں واپس چلے جائیں۔ بشرطیکہ آدمی واپس پہنچ سکتا ہو۔ ملٹری کی طرف سے روک نہ ہو ورنہ آنے والے معتبر آدمیوں میں تین چار آدمیوں سے قسمیں لیکر اکھٹی ذمہ واری کے ماتحت بھجوا دیئے جائیں۔ دیہاتی مبلغوں میں سے ہشیار اور تجربہ آدمیوں کے یہ کام سپرد کیا جا سکتا ہے۔

جو امانتیں بڑے صندوقوں میں ہوں ان کو معتبر آدمیوں کے سامنے کھول کر ایک ٹرنک میں بھر کر بھجوا دیا جائے ہر ایک چیز پر کاغذ باندھ کر لکھدیا جائے کہ فلاں شخص کی امانت ہے........ ۔

خاکسار مرزا محمود احمد

ل۔ یہاں دو لفظ ہیں جو پڑھے نہیں جاتے (ناقل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

تم لوگوں کا پیغام محمد عبد اللہ لایا۔ قادیان کے خطرناک حالات معلوم ہوئے تم لوگوں کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ گویا ہم کچھ کرسکتے ہیں۔ لیکن کرتے نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم بھی اور حکومت بھی بے بس ہیں اب سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہی کچھ کرے گا تو کرے گا۔

ہم نے دو کنوائے بھجوائے تھے ایک چوبیس ٹرک کا اور ایک تینتیس کا اگر وہ آجاتے تو قریباً سب عورتیں نکل آتیں پھر تمہارا بوجھ ہلکا ہوجاتا مگر انکو بٹالہ سے واپس کردیا گیا اور ایک قافلہ پر حملہ بھی کیا گیا کوئی سو آدمی مارا گیا۔ سپاہی بھی کچھ مارے گئے۔ اصل میں ہم تو اسی وقت سمجھ گئے تھے کہ یہ روک قادیان کو فنا کرنے کیلئے ہے۔ العیاذ باللہ۔

تم لوگوں کے کھانے کی تکلیف کا علم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اسکا علاج کرسکتا ہے۔ ڈی سی گورداسپور نے مظفر سے وعدہ کیا تھا کہ خود جاکر قادیان کے حالات دیکھے گا۔ مگر معلوم نہیں کہ گیا یا نہیں اور کچھ کیا یا نہیں۔ جنرل کریاپا نائب کمانڈر انچیف کو آج ملے اسنے بظاہر ہمدردی کا اظہار کیا اور اسکے رویہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود بھی شاید قادیان جائے۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ قادیان کو ریفیوجی کیمپ بنانے کیلئے دہلی کو دونوں حکومتوں کے نمائندے وائرلیس کررہے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو شاید مسلمان ملٹری بھی لگ جائے اور کم سے کم حکومت کی ذمہ داری ہی بڑھ جائے اور غذا کی ذمہ داری بھی بڑھ جائے۔ بہرحال استقلال سے جمے رہو۔ جب تم لوگ خدا کی راہ میں شہید ہونے کیلئے بیٹھے ہو تو پھر خوف کو دل میں آنے دینے کے معنے ہی کیا ہوئے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے راستہ میں قربان ہونے کیلئے بیٹھا ہوا ہے پھر کسی قسم کے انجام کا ڈر نہیں ہوتا کیونکہ موت کے بعد اور کونسا خطرہ رہ جاتا ہے مجھے تو صرف عورتوں کی فکر ہے خدا کرے عورتوں کی عزت محفوظ رہے...

مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اپنے حوصلے کو بلند رکھو اگر دین کی اشاعت کا خیال نہ ہوتا اور مجھ سے اشاعت اسلام کا کام وابستہ نہ ہوتا تو میں تم لوگوں کو باہر بھجوا دیتا اور آپ تم لوگوں کی جگہ وہاں کام کرتا۔ کربلا کا واقعہ یاد رکھو اور سب دوستوں کو یاد کراؤ کس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب خاندان نے بھوکے پیاسے رہ کر ثابت قدمی سے آخر دم تک لڑائی کی اور سب نے جان دیدی۔ تمہارا خطرہ ان کے برابر نہیں آخر یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا ہے اور وہ ضرور اپنی قدرت دکھائیگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ شاید یہ وہی ابتلاء ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ابتلاء میں ڈال کر ہمارے خاندان کے گناہوں کو جو بہت بڑے ہیں معاف کردے گا۔ یا شہادت دیکر انکو دھو دے گا۔ اور آئندہ سلسلہ کی زندگی کا اسے ایک ذریعہ بنا دے گا۔

ہم لوگ بھی خطرہ سے باہر نہیں۔ پاکستان سخت خطرہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آئندہ کیا ہوگا اور یہ کہ ہمیں کچھ عرصہ کیلئے احمدیت کا مرکز ہندوستان سے باہر تو نہیں لے جانا پڑیگا۔ مگر اس صورت میں شاید مجھے بھی شہادت کا ہی راستہ اختیار کرنا پڑیگا۔ اور شاید بقیہ کام اللہ تعالیٰ کسی اور سے لے۔

اس وقت ساری دُنیا کی نظریں تم لوگوں پر ہیں۔ ہر دشمن تک حیرت سے تم لوگوں کے استقلال اور قربانی کو دیکھ رہا ہے اور تمہاری

یہ قربانی سلسلہ کی عزّت کو چار چاند لگا رہی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کم فضل نہیں کہ تم لوگوں کو یہ ثواب مل رہا ہے۔

بیری کمر سلسلہ کے غم میں خمیدہ ہو رہی ہے اور صحت کمزور ہو رہی ہے مگر اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس غم کو آخر اسلام کی کامیابی کا موجب بنا دیگا۔ اگر ایسا ہو تو ہماری زندگیاں ٹھکانے لگیں گی لیکن ہماری قربانیاں۔ قربانیاں نہیں بلکہ انعام بن جائیں گی۔ میرے بچو! جسمانی اور روحانی بچو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو اور اپنے حوصلے پست نہ ہونے دو۔ کہ موت بہرحال آئیگی۔ چاہیئے کہ جتنا خطرہ بڑھے تمہارے حوصلے بھی بڑھتے جائیں اور تمہارے دل میں خوشی کی لہر دوڑتی جائے کہ اس عظیم الشان قربانی کیلئے جو اسمٰعیلؑ کی قربانی کے مشابہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے تم کو چُنا۔ اے قادیان کے ساکنو آج آسمان کے فرشتے تمہارے استقلال پر خدا تعالیٰ کی حمد گا رہے ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ بھی تمہارے کام دیکھکر خوش ہے کہ میرا مسیح کامیاب آیا اور اُس نے ایسی جماعت بنا دی جو خدا تعالیٰ کی راہ میں فاقہ اور پیاس اور موت کو فخر سمجھتی ہے اور دُنیا کی محبت اسکے دل سے سرد ہے۔ آج ہمارا مسیح بھی یقیناً خوش ہوگا۔ وہ آپ لوگوں کیلئے دُعا بھی کرتا ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے بھی گاتا ہوگا۔ کہ اس نے اسکی سچائی کا زندہ ثبوت بہم پہنچا دیا۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ اس مسیح نے پہلے مسیح سے زیادہ شاندار مُردے زندہ کئے ہیں۔ تم لوگ زندہ رہے تو اسلام کی زندگی کا ایک نشان ہو گے۔ اور شہید ہوئے تو اسلام کی قوّتِ قدسیہ کا ایک ثبوت ہو گے۔ خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ اور تم کو احمدیت کی آئندہ ترقی کیلئے کام کرنیکی توفیق دے۔ مگر اسکے ساتھ ہر تکلیف اور ہر انجام کیلئے بھی تم کو طیار رہنا چاہیئے کیونکہ جو موت سے گھبراتا ہے اسکی زندگی بھی بے کار ہوتی ہے۔

قادیان کی حفاظت کے بارہ میں یہ خیال رکھو کہ جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے فوج اور پولیس کا مقابلہ نہ کرو۔ ڈاکوؤں کا خوب مقابلہ کرو۔ ایسا کہ ان پر رعب جمے مگر سامان کو ضائع نہ کرو۔ اور نہ جانوں کو ضائع کرو۔ اگر زبردستی تم کو فوج اور پولیس ایک جگہ سے نکال دے تو دوسری جگہ پر جم جاؤ۔ اور اگر خدانخواستہ ہر جگہ سے نکالدے جو میرے یقین میں انشاء اللہ نہیں ہوگا۔ تو پھر بامر مجبوری رفیوجی کیمپ میں چلے جانا۔ ہاں سلسلہ کا ریکارڈ اور الفضل۔ الحکم اور البدر کے فائل اور تحریک اور انجمن کی امانتوں اور چندوں کے حساب کا ریکارڈ ضرور ان کے کارکنوں سمیت اور شیخ نور الحق پہلے کنوائے میں بھجوا دیئے جائیں۔ اسکے بغیر سلسلہ کا سخت نقصان ہے۔ ان چیزوں اور ان آدمیوں کے نہ بھجوانے سے سلسلہ کا سخت نقصان ہوا ہے اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ اس کنوائے میں تو نہیں جو بڑا کنوائے پرسوں تک آئیگا اسمیں مطلوبہ کلرک اور مبلغ اور تیس دیہاتی مبلغ بھی آجانے چاہئیں تاکہ جماعتوں کو فوراً منظم کیا جا سکے۔

خدا کرے ہمارا قادیان سلامت رہے اور ہم اس کی جگہوں میں خدا کی حمد گاتے پھریں۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔

والسلام خدا کا عاجز بندہ اور اسکے دین کا خادم۔

تمہارا دُعا گو

مرزا محمود احمد

نوٹ:۔ بڑا کانوائے ۱۳ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء کو قادیان پہنچا تھا اس اعتبار سے مندرجہ بالا مکتوب ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کا قرار پاتا ہے ؏

مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ——— ناشر ادارۃ المصنفین ربوہ ——— بار اوّل ۱۸ ماہ فتح/دسمبر ۱۳۴۹ ہش/۱۹۷۰ء